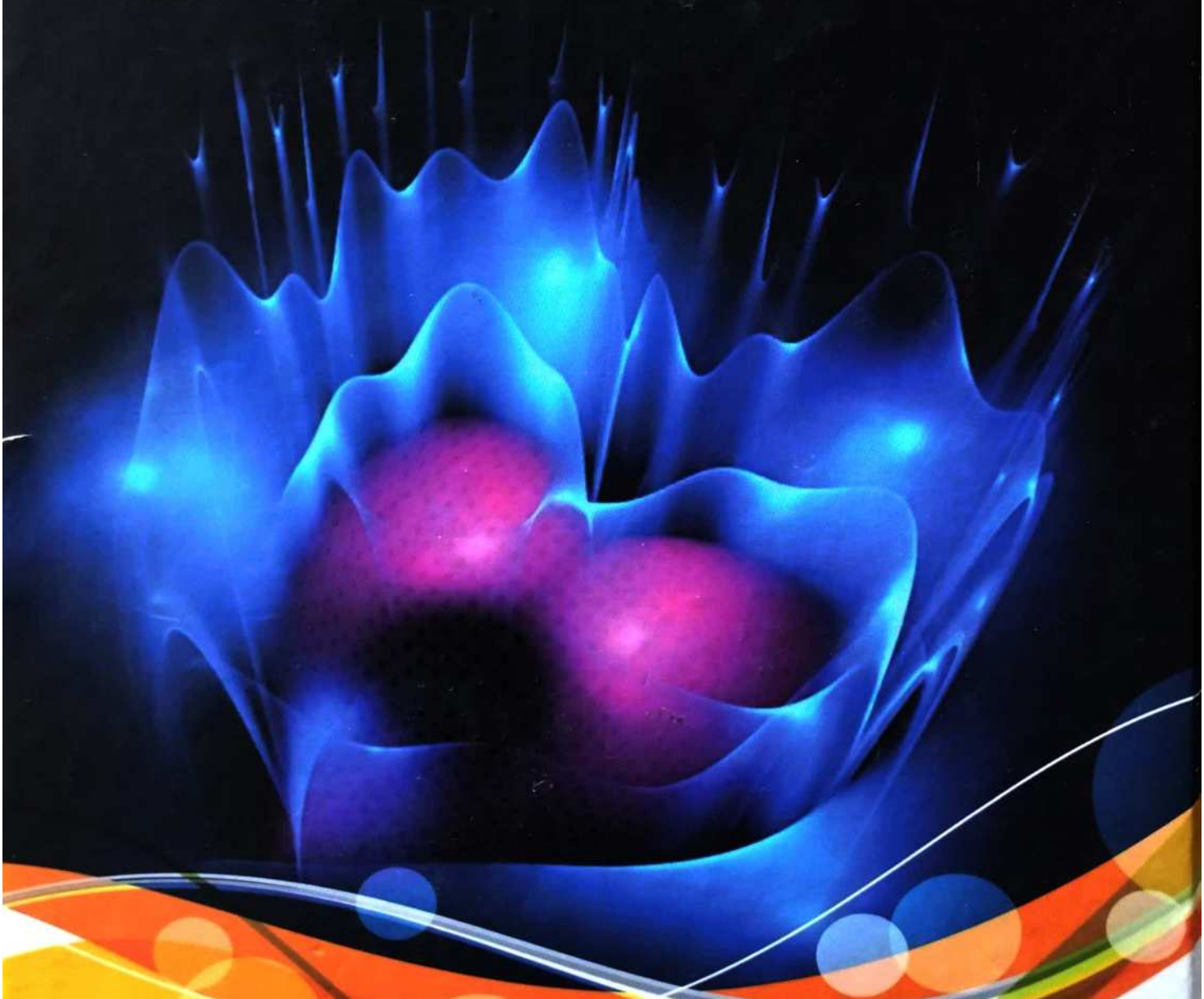
مکاشفۃ القلوب



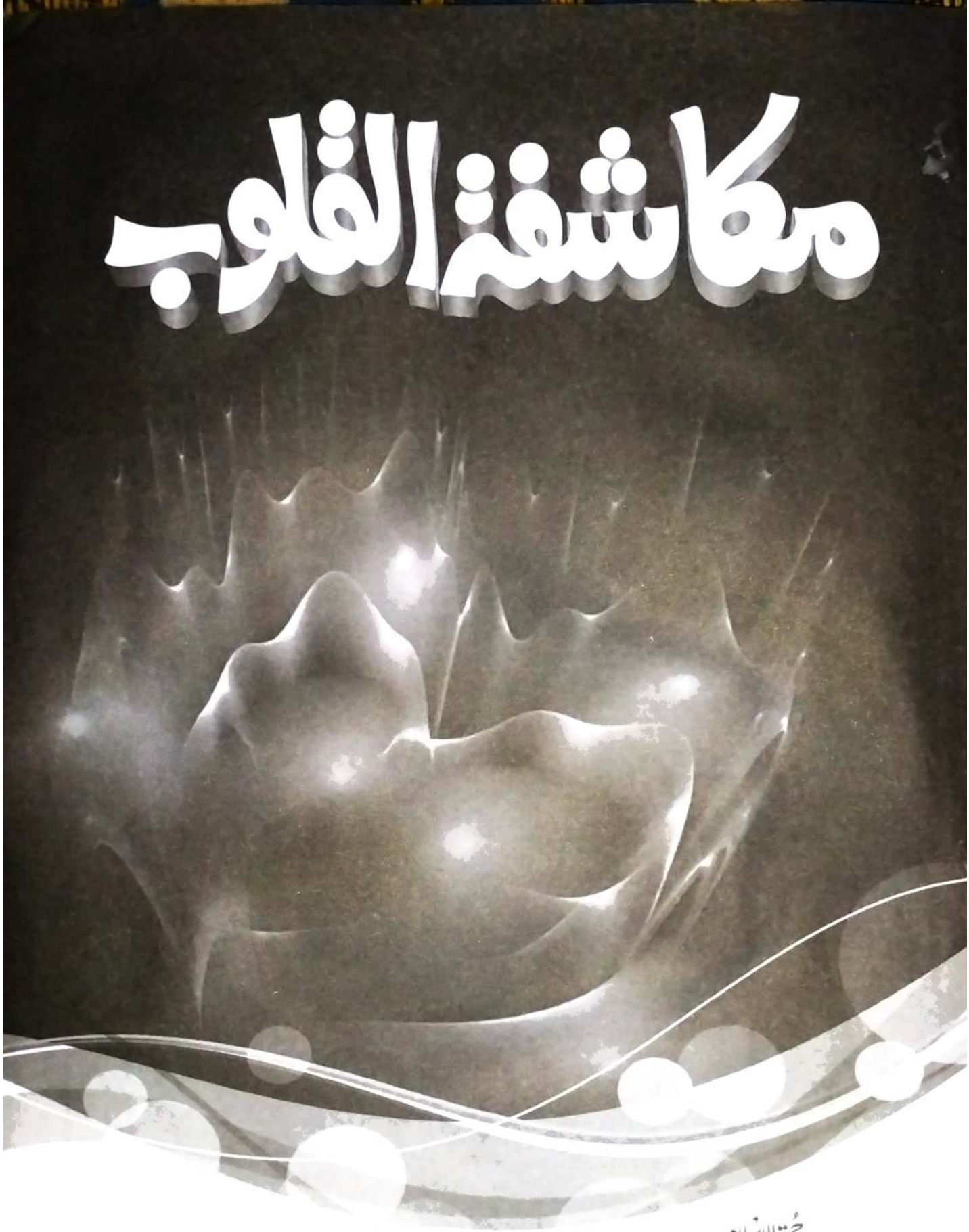
حجۃ الاسلام

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عارف منظور چنیوٹی صاحب

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پشاور

مکاشفۃ القلوب



حجۃ الاسلام

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عارف منظور چنیوٹی صاحب

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پشاور

091-2580103

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حضرات اہل علم،عزیز طلبہ اور معزز قارئین السلام علیکم ورحمۃ آللہ وبرکاتہ ۔

عزیزان محترم الحمدللہ مذکورہ کتاب

مکاشفۃ القلوب

کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی غلطی نظر آئے یا کوئی مفید تجویز ہو تو براہ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت بہتر اور غلطی سے پاک ہوسکے۔

جزاکم اللہ تعالی فی الدارین

مکتبہ عمر فاروق پشاور

نام کتاب	مکاشفۃ القلوب
جمع وتالیف	حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	مولانا عارف منظور چنیوٹی صاحب
تعداد	1100
سال طباعت	2017ء
ناشر	مکتبہ عمر فاروق بالمقابل مسجد پلازہ اردو بازار نزد جہانگیر قصہ خوانی پشاور

پرنٹنگ

الجنت پرنٹرز 0333-9385927



فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	خوف وخشیت	11
2	خوفِ الٰہی	15
3	صبر ومرض	18
4	ریاضت وخواہشاتِ نفسانی	26
5	نفس کا غلبہ اور شیطان کی عداوت	30
6	غفلت	34
7	فسق، نفاق اور یادِ الٰہی سے غفلت	39
8	توبہ	44
9	محبت	49
10	عشق	52
11	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت	60
12	شیطان اور اس کی سزا	67
13	امانت	71

14	نماز میں خضوع وخشوع	76
15	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	80
16	عداوتِ شیطان	86
17	امانت اور توبہ	101
18	رحمدلی کی فضیلت	111
19	نماز میں خضوع وخشوع کا بیان	116
20	غیبت اور چغل خوری	122
21	زکوٰۃ	127
22	زنا	130
23	رشتہ داروں سے حسن سلوک	133
24	والدین سے حسن سلوک	141
25	زکوٰۃ اور بخل	147
26	طول اَمل (لمبی امیدیں)	152
27	عبادت گزاری وترکِ حرام	155
28	موت کو یاد کرنا	166
29	آسمانوں اور مختلف چیزوں کی پیدائش	174
30	عرش، کرسی، مقرب فرشتے، روزی اور توکل	177
31	ترکِ دنیا و مذمت دنیا	182
32	مذمت دنیا	205
33	قناعت کی فضیلت	213

34	فقراء کی فضیلت	222
35	غیر اللہ سے دوستی اور میدانِ حشر	235
36	نفخِ صور، حشرِ اجساد و بعث بعد الموت	239
37	مخلوق کا حساب کتاب	244
38	مالِ دنیا کی مذمت	249
39	اعمال کا حساب، ترازو اور عذابِ جہنم	254
40	اطاعت کی فضیلت	270
41	شُکر	278
42	مذمّتِ عُجب و تکبّر	285
43	زندگی کے بارے میں غور و فکر	294
44	تکالیفِ مرگ	301
45	سوالاتِ قبر	307
46	علم الیقین، عین الیقین اور سوالاتِ قیامت	314
47	فضیلتِ ذکر الٰہی	318
48	فضائلِ صلوٰۃ	325
49	تارکِ نماز پر عذاب	330
50	طبقاتِ جہنم اور ان کے عذاب	347
51	عذابِ جہنم	350
52	گناہوں سے خوفزدہ ہونے کی فضیلت	358
53	فضائل توبہ	365

54	ممانعتِ ظلم	374
55	یتیموں پر ظلم سے ممانعت	379
56	مذمتِ تکبر	383
57	فضیلتِ تواضع وقناعت	388
58	فریب دنیا	394
59	مذمت دنیا اور اس کا ڈر	399
60	فضیلتِ صدقہ	407
61	مسلمان کی حاجت برآری	412
62	فضائلِ وضو	415
63	فضیلتِ نماز	418
64	آفاتِ قیامت	425
65	جہنم ومیزان	430
66	مذمّتِ تکبّر وخود بینی	434
67	یتیم سے بھلائی اور اس پر ظلم سے احتراز	438
68	مذمتِ اکلِ حرام	442
69	ممانعت سود خواری	448
70	حقوق العباد	454
71	مذمّت ہوائے نفس ووصفِ زُہد	459
72	جنت اور اہل جنت کے مراتب	467
73	صبر، رضا اور قناعت	474

74	فضیلتِ توکّل	480
75	فضیلتِ مسجد	483
76	ریاضت وفضیلت اصحابِ کرامت	486
77	تعریف ایمان وذمّ منافقت	494
78	مذمت غیبت وچغل خوری	499
79	عداوتِ شیطان	506
80	محبت ومحاسبہ نفس	510
81	آمیزش حق وباطل	516
82	نماز باجماعت کی فضیلت	519
83	فضیلت نماز تہجد	521
84	عقوبتِ علمائے سُوء (علماء دنیا کی سزا)	526
85	فضیلت حسن خلق	530
86	ہنسنا اور رونا	534
87	قرآن، علم اور علماء	537
88	فضیلتِ زکوٰۃ وصلوٰۃ	540
89	حقوقِ اولاد ووالدین	544
90	حقوق ہمسایہ اور مساکین پر احسان	549
91	شرابی پر عذاب	553
92	معراج شریف	557
93	فضائلِ جمعہ	561

94	خاوند پر بیوی کے حقوق	564
95	حقوق شوہر بذمہ زن	570
96	فضیلتِ جہاد	575
97	فریب کاری شیطان	578
98	سماع	581
99	اتباع خواہشات و بدعت	586
100	فضائلِ ماہ رجب	590
101	فضائلِ شعبان المبارک	593
102	فضائلِ رمضان المعظم	597
103	فضائلِ لیلۃ القدر	601
104	فضائلِ عید الفطر	604
105	فضائل عشرہ ذی الحجہ	607
106	فضیلتِ عاشوراء	610
107	درویش کی مہمان نوازی کے فضائل	613
108	جنازہ اور قبر	617
109	عذاب جہنم کا خوف	622
110	میزان اور صراط	626
111	حضور ﷺ کا وصالِ مبارک	629

باب 1:

خوف وخشیت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت نے ایک فرشتہ پیدا فرمایا جس کے دونوں بازوؤں کے درمیانی فاصلے میں مشرق ومغرب مکمل طور پر گھرے ہوئے ہیں اس کا سر زیرِ عرش بالمعلق عرش موجود ہے پاؤں اس کے تحت الثریٰ کے آخری کنارے پر ٹکے ہوئے ہیں روئے زمین پر جس قدر مخلوق آباد ہے اس کی جسارت کے برابر اس کے پیر ہیں۔ میری امت میں سے جب کوئی بھی مرد یا عورت امتی مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو اسی فرشتے کو اذنِ الٰہی ہوتا ہے کہ وہ زیرِ عرشِ بحرِ نور میں غوطہ زن ہو جس پر وہ غوطہ لگاتا ہے اور جب وہ اس بحرِ نور سے باہر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو جو قطرات نور اس کے پروں سے جھڑتے ہیں ان قطرات سے ذات باری تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت کے دن تک اس مرد وعورت امتی کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک دانا کا قول ہے کہ جسم کی سلامتی کم کھانے میں ہے اور روح کی بقا کم گناہوں میں ہے اور ایمان کی سلامتی حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (سورہ الاحزاب:۷۰)

''اے ایمان والو! اللہ رب العزت سے ڈرو''۔

یعنی قلب میں خوفِ خدا پیدا کرو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ نیز فرمایا:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (سورہ الحشر:۱۸)

''اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ روزِ جزا کے لئے انسان نے کیا عمل کیا۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ صدقہ کرو اور اعمالِ صالحہ کرو تا کہ قیامت کے دن ان کا اجر پاؤ اور اپنے رب سے ڈرتے رہو اللہ رب العزت تمہاری ہر اچھی اور بُری بات کو جانتا ہے۔

قیامت کے دن فرشتے زمین، آسمان، روز وشب تمام گواہی دیں گے کہ اولاد آدم

علیہ السلام نے یہ کام بھلائی کا کیا یا برائی کا۔ اطاعت و تابعداری کی یا نافرمانی کی حتیٰ کہ انسان کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے، ایماندار اور متقی و پرہیزگار انسان کے حق میں زمین گواہی دے گی چنانچہ زمین یوں کہے گی اس انسان نے میری پیٹھ پر نماز پڑھی، روزہ رکھا، حج کیا، جہاد کیا۔ یہ سن کر زاہد و متقی شخص از حد شاداں و فرحاں ہوگا اور کافر و نافرمان کے خلاف زمین گواہی دیتے ہوئے یوں کہے گی اس نے میری پیٹھ پر شرک کیا، زنا کیا، شراب پی اور حرام کھایا، اب اس کے لئے ہلاکت و بربادی ہے، اگر ارحم الراحمین نے اس پر محاسبہ کیا۔

صاحبِ ایمان وہ ہے جو جسم کے تمام اعضاء کے ساتھ اللہ رب العزت سے ڈرتا ہو جیسا کہ فقیہ ابواللیث نے فرمایا اللہ رب العزت کے خوف کا پتہ سات باتوں سے چلتا ہے۔

اول بندہ کی زبان غلط بیانی سے، غیبت، چغلی، تہمت اور فضول اور بے مقصد بولنے سے بچی ہو اور اللہ رب العزت کا ذکر کرنے، تلاوت کلامِ پاک کرنے اور دینی علوم سیکھنے میں لگی ہو۔

دوم بندہ کے دل سے عداوت، بہتان تراشی اور مسلمان بھائیوں کا حسد نکل چکا ہو کیونکہ حسد نیکیوں کو چاٹ جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔''

معلوم ہونا چاہئے کہ حسد، دل کی رذیل ترین بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور دل کی بیماریوں کا علاج صرف علم و عمل سے ہی ہوسکتا ہے۔

سوم بندہ کی نظر حرام کھانے پینے سے اور حرام لباس وغیرہ سے محفوظ رہے اور دنیا کی طرف لالچ کی نظر سے نہ دیکھے بلکہ عبرت پکڑنے کے لئے اس پُرتعیش دنیا کی طرف دیکھے اور حرام پر تو کبھی اس کی نگاہ بھی نہ پڑے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَلَاَ عَیْنَهٗ مِنَ الْحَرَامِ مَلَاَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَیْنَهٗ مِنَ النَّارِ

''جس نے اپنی آنکھ حرام سے بھری اللہ رب العزت روزِ قیامت اس کی آنکھ کو آگ سے بھر دے گا۔''

چہارم بندہ کے پیٹ میں حرام غذا نہ جائے، یہ گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ مِنَ الْحَرَامِ فِیْ بَطْنِ ابْنِ اٰدَمَ لَعَنَهٗ کُلُّ مَلَكٍ فِی الْاَرْضِ

وَالسَّمَآءِ مَا دَامَتْ تِلْكَ اللُّقْمَةُ فِيْ بَطْنِهٖ وَاِنْ مَّاتَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ فَمَاْوَاهُ جَهَنَّمُ

''بنی آدم کے پیٹ میں جب حرام کا لقمہ پڑا تو زمین وآسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے گا جب تک کہ وہ لقمہ اس کے پیٹ میں رہے گا اور اگر اسی حالت میں مرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔''

پنجم بندہ جانبِ حرام ہاتھ دراز نہ کرے بلکہ حتیٰ المقدور کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ اطاعت الٰہی کی طرف بڑھے۔ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ رب العزت نے سبز موتی (زبرجد) کا محل پیدا فرمایا اس میں ستر ہزار گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں اس میں وہی داخل ہوگا جس کے سامنے حرام پیش کیا گیا ہو اور اُس نے صرف خوفِ الٰہی کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا ہو۔

ششم بندہ کا قدم اللہ رب العزت کی نافرمانی میں نہ چلے بلکہ صرف اس کی اطاعت وخوشنودی میں اٹھے، عالموں اور نیکوں کی صحبت کی جانب حرکت پذیر ہو۔

ہفتم بندہ کو چاہیے کہ خالص اللہ رب العزت کے لئے عبادت کرے، ریاکاری و منافقت سے بچتا رہے، اگر ایسا کیا تو یہ ان لوگوں میں شامل ہوگیا جن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ

''اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ (طور: ۱۷)

''بے شک! پرہیزگار باغوں میں اور چین میں ہیں۔''

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (الدخان: ۵۱)

''بے شک! متقی لوگ امان کی جگہ پر ہوں گے۔''

اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق یہی لوگ (متقی و پرہیزگار) قیامت کے دن دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے اور ایماندار آدمی کو چاہیے کہ وہ بیم ورجاء کے درمیان رہے وہی

اللہ رب العزت کی رحمت کا امیدوار ہوگا اور اس سے مایوس و ناامید نہیں رہے گا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:۵۳)

''اللہ رب العزت کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔''

پس اللہ رب العزت کی عبادت کرے، برائی کے کاموں سے منہ موڑ لے اور اللہ رب العزت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حجرہ میں بیٹھے زبور کی تلاوت فرما رہے تھے تو آپ علیہ السلام نے ایک کیڑا سرخ مٹی سے نکلتا دیکھا آپ علیہ السلام کے قلب میں خیال آیا کہ اللہ عزوجل نے اس کیڑے کو کس مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے؟ کیڑا، اللہ عزوجل کے حکم سے بولا اے اللہ کے پیغمبر! اللہ رب العزت نے میرے قلب میں ڈال دیا ہے کہ میں روزانہ دن میں ایک ہزار مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور رات میں اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ واصحابہ وسلم پڑھتا ہوں۔ اُس کیڑے نے کہا اب آپ کیا فرماتے ہیں کیا میں آپ سے مستفید ہوں؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے شرم محسوس کی اور آپ نے چونکہ کیڑے کو حقیر جانا تھا لہٰذا اس پر بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لغزش کا ذکر ہوتا ہے کہ آپ غش کھا جاتے اور آپ کے دل کی دھڑکن کی آواز میل دو میل دور سے سنائی دیتی۔ اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے آ کر کہا اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی کوئی ایسا خلیل دیکھا جو اپنے خلیل سے خوف کھائے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب مجھے اپنے لغزش کی یاد آتی ہے تو اس کے انجام کو سوچتا ہوں اور اس وقت میں اپنی خلت بھول جاتا ہوں۔

☆☆☆

باب 2:

خوفِ الٰہی

بقول علامہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ ساتویں آسمان پر اللہ رب العزت کے ایسے فرشتے ہیں کہ انہیں اللہ رب العزت نے جب سے پیدا کیا ہے برابر سجدہ میں ہیں اور اللہ رب العزت کے عذاب سے انتہائی خوفزدہ ہیں قیامت کے دن جب وہ سجدہ سے سر اٹھائیں گے تو کہیں گے:

سُبْحٰنَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

''اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری کما حقہ عبادت نہیں کر سکے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ (النحل:۵۰)

''وہ خوف کرتے ہیں اپنے رب سے اوپر سے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہو''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اِقْشَعَرَّ جَسَدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَحَاتَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ وَرَقُهَا

''جب کوئی بندہ خوف الٰہی سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ اس کے بدن سے ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کو ہلانے سے اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔''

ایک نوجوان ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہوگیا وہ عورت کسی قافلہ کے ساتھ باہر کے سفر پر روانہ ہوگئی، نوجوان کو جب معلوم ہوا تو وہ بھی قافلہ کے ساتھ چل پڑا جب قافلہ جنگل میں پہنچا تو رات ہوگئی رات کو انہوں نے وہیں پڑاؤ کیا جب لوگ سو گئے تو وہ نوجوان چپکے سے اس عورت کے پاس پہنچا اور کہنے لگا میں تجھ سے بے انتہاء محبت کرتا ہوں اور اسی لئے میں قافلہ کے ساتھ آرہا ہوں۔ عورت بولی جا کر دیکھو کہ کوئی جاگ تو نہیں رہا ہے؟ نوجوان نے فرطِ مسرت سے سارے قافلہ کا چکر لگایا اور واپس آکر کہنے لگا کہ سب لوگ

غافل پڑے سو رہے ہیں۔ عورت نے پوچھا اللہ رب العزت کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی سو رہا ہے؟ جوان بولا اللہ تو نہ کبھی سوتا ہے نہ ہی اسے اونگھ آتی ہے۔ تب عورت بولی! لوگ سو گئے تو کیا ہوا اللہ رب العزت تو جاگ رہا ہے ہمیں دیکھ رہا ہے اس سے ڈرنا ہم پر فرض ہے۔ نوجوان نے جونہی یہ بات سنی خوفِ خدا سے لرز گیا اور بُرے ارادے سے تائب ہو کر گھر واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ جوان مرا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا، سناؤ کیا گزری؟ نوجوان نے جواب دیا میں نے اللہ رب العزت کے خوف سے ایک گناہ کو چھوڑا تھا اللہ رب العزت نے اسی سبب سے میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔

بحوالہ مجمع الطائف بنی اسرائیل میں ایک کثیر العیال عابد تھا اسے تنگ دستی نے گھیر لیا، جب بہت پریشان ہوا تو اپنی عورت سے کہا جاؤ کسی سے کچھ مانگ کر لاؤ۔ عورت نے ایک تاجر کے یہاں جا کر کھانے کا سوال کیا۔ تاجر نے کہا اگر تم میری آرزو پوری کر دو تو جو چاہو لے سکتی ہو۔ عورت بے چاری چپ چاپ خالی ہاتھ گھر لوٹ آئی۔ بچوں نے جب ماں کو خالی ہاتھ آتے دیکھا تو بھوک سے چلانے لگے اور کہنے لگے امی! ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمیں کچھ کھانے کو دو۔ عورت دوبارہ اسی تاجر کے ہاں لوٹ گئی اور کھانے کا سوال کیا۔ تاجر نے پھر وہی بات کی جو پہلے کہہ چکا تھا۔ عورت رضا مند ہوگئی مگر جب یہ دونوں تخلیہ میں پہنچے تو عورت خوف سے کانپنے لگی۔ تاجر نے پوچھا کس سے ڈرتی ہو؟ اس نے کہا میں اس رب لم یزل کے خوف سے لرزاں ہو جس نے ہمیں پیدا کیا۔ تب تاجر بولا جب تم اپنی تنگ دستی اور عسرت میں بھی خوفِ خدا رکھتی ہو تو مجھے بھی اللہ رب العزت کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور اس سے دور ہو گیا اور عورت کو بہت سا مال دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دیا جب وہ اپنے بچوں کے پاس مال، منال لے کر پونچی تو بچے بہت زیادہ خوش ہوئے اور تاجر کے حق میں دُعا فرمائی۔

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ فلاں بن فلاں کے پاس جاؤ اور اسے میرا اسلام کہہ دو اور کہنا کہ میں نے اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب حکم الٰہی اس تاجر کے پاس آئے اور پوچھا کیا تم نے کوئی عظیم نیکی انجام دی ہے جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور جواب میں تاجر نے مذکورہ بالا سارا واقعہ کہہ سنایا۔

بروایت حضور ﷺ:

لَااَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ وَلَا اَمْنَیْنِ مَنْ خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَمَّنْتُہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَمَنْ اَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَخَفْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

''میں اپنے کسی بندہ پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرتا جو شخص دنیا میں میرے عذاب سے ڈرتا ہے میں اسے آخرت میں بے خوف کردونگا لیکن جو دنیا میں میرے عذاب سے بے خوف رہتا ہے، میں اسے آخرت میں خوفزدہ کردوں گا۔''

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

فَلَا تَخْشَوُ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ:۴۴)

''تم لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو''۔

ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران: ۱۷۵)

''تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو''۔

ان آیات میں اللہ رب العزت کی مراد یہ ہے کہ شیطان اور اس کے پیروکاروں کے خوف سے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف میرا ہی ڈر ہونا چاہئے کیونکہ میں ہی تمہارا رب حقیقی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف سے بے ہوش ہو جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر کہا کاش! میں ایک تنکا ہوتا کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا، کاش مجھے میری ماں نہ جنتی اور خوفِ خدا سے آپ اتنا رویا کرتے تھے کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

☆☆☆

باب 3:

صبر و مرض

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ عذاب الٰہی سے چھوٹ جائے ثواب و رحمت کو پالے اور جنتی ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دنیوی خواہشات سے روکے اور دنیا کے آلام و مصائب پر صبر کرے اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران:۱۴۶)

''اور صبر والے اللہ کے محبوب ہیں۔''

صبر کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا

۲۔ حرام چیزوں سے رک جانا

۳۔ تکالیف پر صبر کرنا

۴۔ پہلے صدمہ پر صبر کرنا

جو شخص عبادتِ الٰہی پر صبر کرتا ہے اور ہر وقت عبادت میں محو رہتا ہے اسے قیامت کے دن اللہ رب العزت تین سو ایسے درجات عطا کرے گا جن میں ہر درجہ کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلہ کے برابر ہوگا جو اللہ رب العزت کی حرام کی ہوئی چیزوں سے صبر کرتا ہے اسے چھ سو درجات عطا ہوں گے جن میں ہر درجہ کا فاصلہ ساتویں آسمان سے ساتویں زمین کے فاصلہ کے برابر ہوگا جو مصائب پر صبر کرتا ہے اسے سات سو درجات عطا ہوں گے، ہر درجہ کا فاصلہ تحت الثریٰ سے عرشِ معلیٰ کے برابر ہوگا۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب یہود کے حملہ کی وجہ سے شہر سے باہر نکلے کہ کہیں روپوش ہو جائیں اور یہود اُن کے پیچھے بھاگے اور آپ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے اپنے قریب کے ایک درخت دیکھ کر اسے کہا اے درخت! مجھے اپنے اندر چھپا لے۔ درخت چر گیا اور آپ اس میں روپوش ہو گئے۔ جب یہود وہاں پہنچے تو شیطان نے انہیں ساری بات بتلا کر کہا اس درخت کو آری سے دو ٹکڑے کر دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ صرف اس لئے ہوا کہ

حضرت زکریا علیہ السلام نے ذاتِ باری تعالیٰ کی بجائے مظاہر قدرتِ باری سے پناہ طلب کی تھی آپ نے اپنے وجود کو مصیبت میں ڈالا اور آپ کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

بروایت حدیث قدسی اللہ رب العزت فرماتا ہے جب میرا کوئی بندہ مصائب میں مجھ سے سوال کرتا ہے میں اسے مانگنے سے پہلے دے دیتا ہوں اور اس کی دعا کو مقبول کر لیتا ہوں اور جو بندہ مصائب کے وقت میری مخلوق سے مدد مانگتا ہے میں اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جب آری حضرت زکریا علیہ السلام کے دماغ تک پہنچی تو آپ نے آہ کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا اے زکریا! مصائب پر پہلے صبر کیوں نہیں کیا جواب فریاد کرتے ہو، اگر دوبارہ آہ منہ سے نکلی تو دفتر صابرین سے تمہارا نام خارج کر دیا جائے گا تب آپ نے اپنے ہونٹوں کو بند کر لیا چر کر دو ٹکڑے ہو گئے مگر پھر بھی اُف تک نہ کی۔

اس لئے ہر عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصائب پر صبر کرے اور حرفِ شکوہ زبان پر نہ لائے تا کہ دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر لے کیونکہ اس دنیا میں مصائب، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہی پر زیادہ وارد ہوتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے مصائب عارفین کا چراغ، مریدین کی بیداری، مومن کی اصلاح اور غافلوں کے لئے ہلاکت ہیں، مومن مصائب پر صبر کئے بغیر ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص رات بھر بیمار رہا اور صبر کر کے اللہ رب العزت کی رضا کا طالب ہوا تو وہ شخص گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسے کہ اپنی پیدائش کے وقت تھا۔ اس لئے جب تم بیمار ہو جاؤ تو عافیت کی تمنا نہ کرو۔

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں جو شخص چالیس راتوں میں ایک رات میں بھی گرفتارِ رنج و الم نہ ہوا ہو، اللہ رب العزت کے یہاں اس کے لئے کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب بندۂ مومن کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے بائیں شانے والے فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کے گناہوں کو لکھنا بند کر دو، دائیں شانے والے سے کہا جاتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں وہ بہترین نیکیاں لکھو جو اس نے کی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے، جب کوئی بندہ بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی طرف دو فرشتے بھیجتا ہے کہ جا کر دیکھو میرا بندہ کیا کہتا ہے؟ اگر بیمار الحمد اللہ کہتا ہے تو فرشتے

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جا کر اس کا قول عرض کرتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے اگر میں نے اس بندہ کو اس بیماری میں موت دے دی تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر صحت عطا کی تو اسے پہلے سے بھی بہتر پرورش کرنے والا گوشت اور خون دونگا اور اس کے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

بنی اسرائیل میں ایک نہایت ہی فاجر و فاسق انسان تھا جو اپنی بدکاریوں سے کبھی باز نہ آتا تھا، اہل شہر جب اس کی بدکاریوں سے عاجز آ گئے تو اللہ رب العزت سے اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دُعا مانگنے لگے۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل کے فلاں شہر میں ایک بدکار جوان رہتا ہے اسے شہر سے نکال دیجئے تا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے سارے شہر پر آگ نہ برسے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور اسے اس کے شہر سے نکال دیا۔ وہ نوجوان کسی دوسری بستی میں چلا گیا۔ پھر فرمانِ الٰہی ہوا کہ اسے اس بستی سے بھی نکال دیجئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس بستی سے بھی نکال دیا تو اس نے ایک ایسے غار پر ٹھکانہ بنایا جہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی کسی چرند پرند کا گزر تھا قرب و جوار میں نہ کہیں آبادی تھی اور نہ دور دور تک سبزے کا کوئی پتہ تھا۔ اس غار میں آ کر وہ جوان بیمار ہو گیا۔ اس کی تیمارداری کے لئے کوئی شخص بھی اس کے آس پاس موجود نہ تھا جو اس کی خدمت کرتا، وہ ضعف و ناتوانی سے زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا کاش اس وقت میری ماں میرے پاس موجود ہوتی تو مجھ پر شفقت کرتی اور میری اس بے کسی اور بے بسی پر روتی، اگر میرا باپ ہوتا تو میری نگہبانی، نگہداشت اور مدد کرتا، اگر میری بیوی ہوتی تو میری جدائی پر روتی، اگر میرے بچے اس وقت موجود ہوتے تو کہتے، اے رب ہمارے عاجز، گنہگار، بدکار اور مسافر باپ کو بخش دے جسے پہلے تو شہر بدر کیا گیا اور پھر دوسری بستی سے بھی نکال دیا گیا تھا اور اب وہ غار میں بھی ہر ایک چیز سے ناامید ہو کر دنیا سے آخرت کی طرف چلا ہے اور وہ میرے جنازہ کے پیچھے روتے ہوئے چلتے۔ پھر وہ نوجوان کہنے لگا اے اللہ! تو نے مجھے والدین اور بیوی بچوں سے تو دور کیا ہے مگر اپنے فضل و کرم سے دور نہ کرنا، تو نے میرا دل عزیزوں کی جدائی میں ڈالا ہے، اب میرے سراپا کو میرے گناہوں کے سبب جہنم کی آگ میں نہ جلانا، اسی دم اللہ رب العزت نے ایک فرشتہ اس کے باپ کے ہم شکل بنا کر، ایک حور کو اس کی ماں اور ایک حور کو اس کی بیوی کی ہمشکل بنا کر اور غلمانِ جنت کو اس کے

بچوں کے روپ میں بھیج دیا، یہ سب اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور اس کی شدتِ تکلیف پر تاسف اور آہ وزاری کرنے لگے، جوان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسی مسرت میں اس کا انتقال ہوگیا، تب اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں غار کی طرف جاؤ وہاں ہمارا ایک دوست مر گیا ہے تم اس کی تکفین وتدفین کا انتظام کرو۔ حکم الٰہی کے بموجب حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غار میں پہنچے تو انہوں نے وہاں اسی جوان کو مرا ہوا پایا جس کو انہوں نے پہلے شہر اور پھر بستی سے نکالا تھا، اس کے گرد حوریں تعزیت کرنے والوں کی طرح بیٹھی ہوئی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے رب العزت! یہ تو وہی جوان ہے جسے میں نے تیرے حکم سے شہر اور بستی سے نکال دیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا! اے موسیٰ! میں نے اس کے بہت زیادہ رونے اور عزیزوں کے فراق میں تڑپنے کی وجہ سے اس پر رحم کیا ہے اور فرشتہ کو اس کے باپ کی اور حور وغلمان کو اس کی ماں، بیوی اور بچوں کے ہم شکل بنا کر بھیجا ہے جو غربت میں اس کی تکلیفوں پر روتے ہیں، جب یہ مرا تو اس کی بے چارگی پر زمین وآسمان والے روئے اور میں ارحم الراحمین پھر کیوں نہ اس کے گناہوں کو معاف کرتا۔

جب کسی مسافر پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتا ہے یہ بے چارہ مسافر ہے، اپنے اہل وعیال اور والدین وغیرہ کو چھوڑ چکا ہے، جب یہ مرے گا تو اس پر کوئی تاسف کرنے والا بھی نہ ہوگا، تب اللہ رب العزت فرشتوں کو اس کے والدین، اولاد اور خویش واقارب کی شکل میں بھیجتا ہے جب وہ انہیں اپنے قریب دیکھتا ہے تو ان کو اپنے خویش واقارب سمجھ کر حد درجہ مسرور ہوتا ہے اور اسی مسرت میں اس کی روح پرواز کر جاتی ہے پھر وہ فرشتے پریشان حال ہو کر اس کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور قیامت تک اس کی مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں فرمان الٰہی ہے:

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ

''اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے۔''

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں انسان کا صدق وکذب، اس کی مصیبت اور شادمانی کے وقت ظاہر ہوتا ہے جو شخص شادمانی وخوشحالی میں تو اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہے مگر مصائب میں فریاد وفغاں کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اگر کسی کو دو عالم کا علم عطا کر دیا جائے پھر اس پر مصائب کی یلغار ہو اور وہ شکوہ شکایت کرنے لگے تو اسے اس کا یہ علم وعمل کوئی فائدہ نہیں دے

گا۔

حدیث قدسی میں ہے:

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ لِعَطَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَایَ

''جو میری قضاء پر راضی نہیں، عطا پر شاکر نہیں تو وہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کر لے۔''

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ کے ایک نبی نے پچاس برس اللہ رب العزت کی عبادت کی، تب اللہ رب العزت نے اس نبی کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ نبی نے عرض کی اے اللہ! میں نے تو کوئی گناہ ہی نہیں کیا بخشا کس چیز کو گیا؟ اللہ رب العزت نے ان کی ایک ایک رگ کو بند کر دیا جس کی وجہ سے وہ ساری رات نہ سو سکے صبح کو جب ان کے پاس فرشتہ آیا تو انہوں نے رگ بند ہو جانے کی شکایت کی۔ تب فرشتہ بولا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے تیری پچاس برس کی عبادت جس عبادت پر تو نازاں تھا؟ سے تیری یہ ایک شکایت افزوں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَایَلِجُ النَّارَ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ

''جو شخص خوف خدا سے روتا ہے وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا اسی طرح جیسے کہ دودھ دوبارہ اپنے تھنوں میں نہیں جاتا۔''

بحوالہ دقائق الاخبار قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا جب اس کے اعمال تولے جائیں گے تو برائیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا چنانچہ اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ملے گا، اس وقت اس کی پلکوں کا ایک بال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ اے رب ذوالجلال! تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ تِلْکَ الْعَیْنَ عَلَی النَّارِ

''جو اللہ رب العزت کے خوف سے روتا ہے اللہ رب العزت اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔''

اور میں تیرے خوف سے رویا تھا اللہ رب العزت کا دریائے رحمت جوش میں آئے

گا اور اس شخص کو ایک اشکبار بال کے بدلے جہنم سے بچا لیا جائے گا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام پکاریں گے فلاں بن فلاں ایک بال کے بدلے نجات پا گیا۔

بحوالہ ہدایۃ الہدایہ قیامت کے دن جب جہنم کو لایا جائے گا تو اس سے ہیبت ناک آوازیں نکلیں گی جس کی وجہ سے لوگ اس پر سے گزرنے میں گھبرائیں گے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتٰبِهَا (الجاثیہ: ۲۸)

''اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔''

جب لوگ جہنم کے قریب آئیں گے تو اس سے سخت گرمی اور خوفناک آوازیں سنیں گے جو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے سنائی دیتی ہوگی۔ جب ہر نبی نفسی نفسی اور حضور ﷺ امتی امتی کہہ رہے ہوں گے اس وقت جہنم سے ایک نہایت ہی بلند آگ باہر نکلے گی اور حضور ﷺ کی امت کی طرف بڑھے گی۔ آپ کی امت اس کی مدافعت میں کہے گی اے آگ! تجھے نمازیوں، صدقہ دینے والوں، روزہ داروں اور خوف خدا رکھنے والوں کا واسطہ، واپس چلی جا، مگر آگ برابر بڑھتی جائے گی۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ کہتے ہوئے کہ جہنم کی آگ امت محمد (ﷺ) کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک پیالہ پیش کریں گے اور عرض کریں گے اے اللہ رب العزت کے نبی! اس سے آگ پر چھینٹے ماریئے۔ آپ آگ پر پانی کے چھینٹے ماریں گے تو وہ آگ فوراً بجھ جائے گی۔ اس وقت آپ، جبرائیل علیہ السلام سے اس پانی کے متعلق پوچھیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام کہیں گے یہ خوفِ خدا سے رونے والے آپ کے گنہگار امتیوں کے آنسو تھے مجھے حکم دیا گیا کہ میں یہ پانی آپ کی خدمت میں پیش کروں اور آپ اس سے جہنم کی آگ کو بجھا دیں۔

حضور ﷺ دُعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ تَبْکِیَانِ مِنْ خَشْیَتِكَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ الدَّمْعُ

''اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو تیرے خوف سے رونے والی ہوں۔''

اَعَیْنِیْ هَلْ لَا تَبْکِیَانِ عَلٰی ذَنْبِیْ
تَنَا ثَرَ عُمْرِیْ مِنْ یَدِیْ وَلَا اَدْرِیْ

''اے میری دونوں آنکھو! میرے گناہوں پر کیوں نہیں روتی ہو؟ میری عمر ضائع

ہوگئی اور مجھے معلوم بھی نہ ہوا۔"

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا بندۂ مومن نہیں جس کی آنکھوں سے خوفِ خدا سے مکھی کے پَر کے برابر آنسو بہے اور اس کی گرمی اس کے چہرے پر پہنچے اور اسے کبھی جہنم کی آگ چھو جائے۔

جناب محمد بن المنذر رحمۃ اللہ علیہ جب خوفِ خدا سے روتے تو اپنی ڈاڑھی اور چہرے پر آنسو ملا کرتے اور کہتے میں نے سنا کہ وجود کے جس حصہ پر آنسو لگ جائیں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ عذاب الٰہی سے ڈرتا رہے اور اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی سے روکتا رہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۙ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ۙ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۙ

(النازعات: ۳۷ تا ۴۱)

"تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔"

جو انسان عذاب الٰہی سے بچنا چاہے اور ثواب و رحمت کا امیدوار ہو، اسے چاہئے کہ دنیاوی مصائب پر صبر کرے، اللہ رب العزت کی عبادت کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے۔

بروایت زہرۃ الریاض ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے ان کے سامنے طرح طرح کی نعمتیں پیش کریں گے ان کے لئے فرش بچھائیں گے منبر رکھے جائیں گے اور انہیں مختلف قسم کے کھانے اور پھل پیش کئے جائیں گے اس وقت جنتی حیران بیٹھے ہوں گے اللہ رب العزت فرمائے گا اے میرے بندو! حیران کیوں ہو یہ بہشت جائے حیرت نہیں ہے؟ اس وقت مومن عرض کریں گے بارالٰہی! تو نے ایک وعدہ کیا تھا جس کا وقت آن پہنچا ہے تب فرشتوں کو حکم الٰہی ہوگا کہ ان کے چہروں سے پردہ اٹھالو۔

فرشتے عرض کریں گے یہ تیرا دیدار کیسے کریں گے حالانکہ یہ گنہگار تھے؟ اس وقت فرمان الٰہی ہوگا تم حجاب اٹھادو۔ یہ ذکر کرنے والے سجدہ کرنے والے اور میرے خوف سے رونے والے تھے اور میرے دیدار کے امیدوار تھے۔ اس وقت پردے اٹھادیئے جائیں گے اور جنتی اللہ رب العزت کا دیدار کرتے ہوئے سجدہ میں گر جائیں گے۔ فرمانِ الٰہی ہوگا سر اٹھالو یہ جنت دارِ عمل نہیں دارِ جزا ہے اور وہ اپنے رب کو بے کیف دیکھیں گے۔ اللہ رب العزت خوشی سے فرمائے گا:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا عِبَادِيْ فَقَدْ رَضِيْتُ عَنْكُمْ فَهَلْ رَضِيْتُمْ عَنِّيْ

''میرے بندو! تم پر سلامتی ہو میں تم سے راضی ہوں کیا تم مجھ سے راضی ہو؟''

جنتی عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم کیسے راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں دیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور گزرا اور یہی اس فرمان الٰہی کا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ رب العزت سے راضی ہوئے۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسین: ۵۸)

''ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔''

اور یہ سلام بواسطہ اور بے واسطہ ہوگا اور ملائکہ کی ہر جانب سے پکار ہوگی کہ تم پر تمہارے رحمت والے رب کا سلام ہے۔

☆☆☆

باب 4:

ریاضت وخواہشاتِ نفسانی

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری زبان پر تمہارے کلام سے، تمہارے دل میں خیالات سے، تمہارے بدن میں تمہاری روح سے، تمہاری آنکھوں میں نورِ بصارت سے اور تمہارے کانوں میں قوتِ سماعت سے زیادہ قریب رہوں تو پھر حضرت محمد ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸)

''ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے اس نے آگے کیا بھیجا ہے؟''

اے انسان! اچھی طرح سمجھ لے کہ تجھے برائی کی طرف لے جانے والا تیرا نفس تیرے شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے اور شیطان کو تجھ پر تیری خواہشات کی بدولت غلبہ حاصل ہوا ہے لہٰذا تجھے تیرا نفس جھوٹی امیدوں اور دھوکے میں ڈالے ہے جو شخص بے خوف ہو اور غفلت میں گرفتار ہو اپنے نفس کی پیروی کرتا ہو اس انسان کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے اگر تو نفس کی رضا میں اس کی خواہشات کی اتباع کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور اگر اس کے محاسبہ سے غافل ہوگا تو بحرِ عصیاں میں غرق ہو جائے گا۔ اگر تو اس کی مخالفت سے عاجز آ کر اس کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو یہ تجھے نارِ جہنم کی طرف کھینچ لے جائے گا۔ نفس کی بازگشت بھلائی کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ مصائب کی جڑ، شرمندگی کی کان، ابلیس کا خزانہ اور ہر برائی کا ٹھکانہ ہے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو سوائے عالمِ خیر وشر کے یعنی اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:۸)

''اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے۔''

جب کوئی بندہ طلبِ آخرت کی وجہ سے اپنی گزشتہ زندگی پر غور وفکر کرتا ہے تو یہ تفکر

اس کے دل کے لئے غسل کا کام دیتا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ

''ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔''

لہٰذا ہر عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرے، جن چیزوں کا اقرار کرتا ہے ان میں تفکر کرے اور قیامت کے دن کے لئے توشہ بنائے، امیدوں کو کم کرے، توبہ میں جلدی کرے، اللہ رب العزت کا ذکر کرتا رہے، حرام چیزوں سے اعراض کرے اور نفس کو صبر پر آمادہ کرے، خواہشاتِ نفسانی کی اتباع نہ کرے کیونکہ نفس ایک بت کی طرح ہے جو نفس کی اتباع کرتا ہے وہ گویا بت کی عبادت کرتا ہے اور جو اخلاص سے اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے نفس پر قابو پانے والا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بصرہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کو انجیر نظر آئے، دل میں انہیں کھانے کی خواہش ہوئی، دوکاندار کے پاس پہنچے اور کہا میرے ان جوتوں کے عوض انجیر دے دو۔ دوکاندار نے جوتوں کو پرانا دیکھ کر کہا ان کے بدلہ میں کچھ نہیں مل سکتا۔ آپ یہ جواب سن کر چل پڑے۔ کسی نے دوکاندار سے کہا جانتے ہو یہ بزرگ کون تھے؟ وہ بولا نہیں۔ اس نے کہا یہ بزرگ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوکاندار نے جب یہ سنا تو اپنے غلام کو ایک ٹوکری انجیروں سے بھر کر دی اور کہا اگر جناب مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تجھ سے یہ ٹوکری قبول کر لیں تو اس خدمت کے بدلے تو آزاد ہے۔ غلام بھاگا بھاگا آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی حضور یہ قبول فرمایئے۔ آپ نے کہا میں نہیں لیتا۔ غلام بولا اگر آپ اسے قبول کر لیں تو میں آزاد ہو جاؤں گا آپ نے جواب دیا اس میں تیرے لئے تو آزادی ہے مگر میرے لئے ہلاکت ہے۔ جب غلام نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ دین کے عوض میں انجیر نہیں کھاؤں گا اور مرتے دم تک کبھی بھی انجیر نہیں کھاؤں گا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو مرضِ وفات میں اس بات کی خواہش ہوئی کہ میں گرم روٹی کا ثرید بنا کر کھاؤں جس میں شہد اور دودھ شامل ہوں چنانچہ آپ کے حکم سے خادم یہ تمام چیزیں لے کر حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر ان چیزوں کو دیکھتے رہے پھر بولے اے نفس! تو نے تیس سال متواتر صبر کیا ہے، اب زندگی اس آخری گھڑی میں کیا صبر نہیں کر سکتا؟

یہ کہا اور پیالہ چھوڑ دیا اور اسی طرح صبر کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے نیک بندوں یعنی انبیاء، اولیاء، صدیقین، عاشقین اور زاہدین کے حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس پر قابو پایا وہ اس شخص سے زیادہ طاقتور ہے جو تن تنہا ایک شہر کو فتح کر لیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ پر ایسے ایک چرواہے کی طرح ہوں کہ جب وہ ایک طرف نہیں اکٹھا کرتا ہے تو وہ دوسری طرف پھیل جاتی ہیں۔

جو شخص اپنے نفس کو فنا کر دیتا ہے اسے رحمت کے کفن میں لپیٹ کر کرامت کی زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور جو شخص اپنے ضمیر (قلب) کو ختم کر دیتا ہے اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر عذاب کی زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اپنے نفس کا طاعت و بندگی کر کے مقابلہ کرو۔

ریاضت، شب بیداری، قلیل گفتگو، لوگوں کی تکالیف برداشت کرنا اور کم کھانے کا نام ہے، کم سونے سے خیالات پاکیزہ ہوتے ہیں، کم بولنے سے انسان آفات سے محفوظ رہتا ہے، تکالیف برداشت کرنے سے درجات بلند ہوتے ہیں اور کم کھانے سے شہوات نفسانی ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ بہت کھانا دل کی سیاہی اور اسے گرفتار ظلمت کرنا ہے بھوک حکمت کا نور ہے اور سیر ہونا اللہ رب العزت سے دور کر دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اپنے قلوب کو بھوک سے منور کرو، اپنے نفس کا بھوک پیاس سے مقابلہ کرو اور ہمیشہ بھوک کے توسط سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو، بھوکے رہنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے اور اللہ رب العزت کے نزدیک بھوکے پیاسے رہنے سے بہتر کوئی عمل نہیں، آسمان کے فرشتے اس انسان کے پاس بالکل نہیں آتے جس نے اپنا پیٹ بھر کر عبادت کا مزہ کھو دیا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب سے ایمان لایا ہوں، کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تاکہ میں اپنے رب کی عبادت کا مزہ حاصل کر سکوں اور اپنے رب کے

شوقِ دیدار کی وجہ سے کبھی سیر ہو کر پانی نہیں پیا ہے اس لئے کہ بہت کھانے سے عبادت میں کمی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ جب انسان سیر ہو کر کھاتا پیتا ہے تو اس کا جسم گراں اور آنکھیں نیند سے بوجھل ہو جاتی ہیں اس کے اعضاء بدن سست پڑ جاتے ہیں پھر وہ باوجود کوشش کے سوائے نیند کے کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتا اور اس طرح وہ اس مردار کی مانند بن جاتا ہے جو رہ گزر میں پڑا ہو۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کھانا اور سونا کم کرو کیونکہ جو شخص زیادہ کھاتا اور زیادہ سوتا ہے وہ قیامت کے دن اعمالِ صالحہ سے خالی ہاتھ ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اپنے دلوں کو زیادہ کھانے پینے سے ہلاک نہ کرو، جس طرح زیادہ پانی سے کھیتی تباہ ہو جاتی ہے اسی طرح زیادہ کھانے پینے سے دل ہلاک ہو جاتا ہے۔ نیک لوگوں نے معدہ کو ایسی ہانڈی سے تشبیہ دی ہے جو ابلتی رہتی ہے اور اس کے بخارات برابر دل پر پہنچتے رہتے ہیں، پھر انہی بخارات کی کثرت دل کو غلیظ اور کثیف بنا دیتی ہے زیادہ کھانے سے علم وفکر میں کمی واقع ہوتی ہے اور شکم پری، فطانت و ذکاوت کو برباد کر دیتی ہے۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے شیطان کو دیکھا وہ بہت سے دام اٹھائے ہوئے تھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہیں؟ شیطان نے کہا یہ شہوات ہیں جن سے میں ابن آدم کو قید کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے بھی کوئی پھندہ ہے؟ شیطان بولا نہیں مگر ایک رات آپ نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا تھا جس سے آپ کو نماز میں سستی پیدا ہوگئی تھی، تب حضرت یحییٰ علیہ السلام بولے آئندہ میں کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا۔ شیطان بولا اگر یہ بات ہے تو میں بھی آئندہ کسی کو نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک رات جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی اور عبادت الٰہی میں حاضر نہ ہوئے، اللہ رب العزت نے وحی کی اے یحییٰ! کیا تو نے اس دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا ہے یا میرے جوارِ رحمت سے بہتر تو نے کوئی جوار پالیا ہے، مجھے عزت وجلال کی قسم اگر تو جنت الفردوس کا نظارہ کرے اور جہنم کو دیکھ لے تو آنسوؤں کے بدلے خون روئے اور اس مرقع کی بجائے لوہے کا لباس پہنے۔

☆☆☆

باب 5:

نفس کا غلبہ اور شیطان کی عداوت

ہر دانا کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھوکا رہ کر شہوات کو قلع قمع کرے اس لئے کہ بھوک اس دشمن خدا نفس کے لئے قہر ہے، شیطان کا وسیلہ ظفر یہی خواہشات اور کھانا پینا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوْا مَجَارِیَہٗ بِالْجُوْعِ

''شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اس کے ان راستوں کو بھوک سے بند کر دو۔''

بلاشبہ قیامت کے دن وہی شخص اللہ رب العزت سے زیادہ قریب ہوگا جس نے بھوک پیاس طویل عرصہ تک برداشت کی ہوگی اور ابن آدم کے لئے سب سے زیادہ برباد کرنے والی چیزیں پیٹ کی خواہشات ہیں۔ اس پیٹ کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے جبکہ اللہ رب العزت نے انہیں شجر ممنوعہ کے کھانے سے منع کر دیا تو انہوں نے پیٹ کی خواہشات کی بناء پر اسے کھا لیا تھا یہی پیٹ ہی حقیقت میں شہوات کا منبع اور مرکز ہے۔

ایک دانا کا قول ہے جس انسان پر اس کا نفس غالب آجاتا ہے وہ شہوات کا قیدی ہو جاتا ہے اور بے ہودگی کا تابع بن جاتا ہے اس کا دل تمام فوائد سے محروم ہو جاتا ہے جس کسی نے بھی اپنے اعضاء کی زمین کو شہوات سے سیراب کیا اس نے اپنے دل میں ندامت کاشت کی۔

اللہ رب العزت نے مخلوق کو تین قسموں پر پیدا فرمایا ہے۔

۱۔ فرشتوں کو پیدا فرمایا، ان میں عقل رکھی مگر انہیں شہوات سے پاک و منزہ رکھا۔

۲۔ جانوروں کو پیدا کیا، ان میں شہوت رکھی مگر عقل سے عاری کر دیا۔

۳۔ انسان کو پیدا کیا، ان میں عقل اور شہوت دونوں ودیعت فرمائے، اب جس انسان کی عقل پر اس کی شہوت غالب آجاتی ہے وہ جانوروں سے بدتر ہے اور جس مسلمان کی

شہوات پر اس کی عقل غالب آجاتی ہے وہ فرشتوں سے بھی بہتر ہے۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں لسگام کے پہاڑ میں تھا، وہاں میں نے انار دیکھے اور میرے دل میں انہیں کھانے کی خواہش ہوئی چنانچہ میں نے ایک انار اٹھا کر اسے دو ٹکڑے کیا مگر وہ ترش نکلا لہٰذا میں نے اسے پھینک دیا اور چل پڑا چند قدم آگے جا کر میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس پر بھڑیں چمٹی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے سلام کیا اور اس شخص نے میرا نام لے کر سلام کا جواب دیا میں نے حیرت سے پوچھا تم مجھے کیسے پہچانتے ہو؟ اس بندۂ خدا نے جواب دیا جو اپنے خدا کو پہچان لیتا ہے پھر اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے کہا تب تو تمہارا بارگاہِ ایزدی میں بڑا مقام ہے تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ یہ جو تمہیں چمٹی ہوئی ہیں تم سے دور ہو جائیں؟ اس نے کہا میں جانتا ہوں اللہ رب العزت کے ہاں تمہارا بھی بڑا مقام ہے۔ تم نے یہ دعا کیوں نہ مانگی کہ اللہ رب العزت تمہیں انار کھانے کی خواہش سے بچا لیتا کیونکہ بھڑوں کی تکلیف دنیاوی عذاب ہے مگر انار کھانے کی پاداش اخروی عذاب ہے۔ یہ بھڑیں تو انسان کے جسم پر ڈستی ہیں مگر خواہشات انسان کے دل کو ڈس لیتی ہیں۔ میں یہ نصیحت آموز گفتگو سن کر وہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہوات، بادشاہوں کو فقیر اور صبر فقیروں کو بادشاہ بنا دیتا ہے آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا قصہ نہیں پڑھا؟ یوسف علیہ السلام صبر کی بدولت مصر کے بادشاہ ہوئے اور زلیخا خواہشات کی وجہ سے عاجز اور رسوا ہوئی اور بصارت سے محروم عجوزہ (بڑھیا) بن گئی اس لئے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں صبر نہیں کیا تھا۔

جناب ابوالحسن رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو ان کے انتقال کے دو سال بعد خواب میں اس حال میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جہنم کا تارکول کا لباس تھا۔ میں نے پوچھا ابا جان! یہ کیا ہوا، میں آپ کو جہنمیوں کے لباس میں دیکھ رہا ہوں؟ میرے والد نے فرمایا اے فرزند! مجھے میرا نفس جہنم میں لے گیا اس کے دھوکہ میں کبھی نہ آنا۔

اِنِّیْ اُبْتُلِیْتُ بِاَرْبَعٍ مَاسَلَطُوْا
اِلَّا لِشِدَّۃِ شِقْوَتِیْ وَعِنَائِیْ

''میں ان چار دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں جو میری بدبختی اور کثرتِ گناہ کی وجہ سے

مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔''

اِبْلِیْسَ وَالدُّنْیَا وَنَفْسِیْ وَالْھَوٰی
کَیْفَ الْخَلَاصُ وَکُلُّھُمْ اَعْدَ اِئِیْ

''شیطان، نفس، دنیا اور خواہشات ان سے کیسے رہائی مل سکتی ہے حالانکہ یہ چاروں میرے جانی دشمن ہیں۔''

وَاَرَی الْھَوٰی تَدْعُوْا اِلَیْہِ خَوَاطِرِیْ
فِیْ ظُلْمَۃِ الشَّھَوَاتِ وَالْاَدْرَاءِ

''میں دیکھتا ہوں کہ خود بینی اور شہوات کی ظلمت میں میرے دل کو خواہشات اپنی طرف بلاتی رہتی ہیں۔''

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نفس میری سرحد ہے، علم میرا ہتھیار ہے، ناامیدی میرا گناہ ہے، شیطان میرا دشمن ہے اور میں نفس کے ساتھ فریب کرنے والا ہوں۔

ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور یہ جہاد ظاہری ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (النساء: آیت ۹۵)

۲۔ جھوٹے لوگوں کے ساتھ علم اور دلائل سے جہاد کرنا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (العنکبوت: آیت ۴۶)

۳۔ برائیوں کی طرف لے جانے والے سرکشِ نفس سے جہاد کرنا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۶۹)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

اَفْضَلُ الْجِھَادُ جِھَادُ النَّفْسِ

''نفس کے ساتھ جہاد بہترین جہاد ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جہاد سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے نفس، شیطان اور خواہشات سے جہاد کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے بوجوہ ذیل اکبر اور عظیم کہا کہ نفس سے جہاد ہمیشہ جاری رہتا ہے اور کفار کے ساتھ کبھی کبھی ہوتا ہے۔ کفار کے ساتھ جہاد میں غازی اپنے دشمن کو سامنے دیکھتا رہتا ہے مگر شیطان نظر نہیں آتا ہے اور دکھائی دینے والے دشمن سے لڑائی بہ نسبت چھپ کر وار کرنے والے دشمن کے آسان ہوتی ہے۔ کافر کے ساتھ غازی کی ہمدردیاں قطعی نہیں ہوتیں جبکہ شیطان کے ساتھ جہاد کرنے میں نفس اور خواہشات شیطان کی حامی قوتوں میں شمار ہوتے ہیں، اس لئے یہ مقابلہ سخت ہوتا ہے۔ اگر غازی کافر کو قتل کر دے تو مال غنیمت اور فتح حاصل کرتا ہے اور اگر شہید ہو جائے تو جنت کا مستحق بن جاتا ہے مگر اس جہاد اکبر میں وہ شیطان کے قتل پر قادر نہیں اور اگر اسے شیطان قتل کر دے یعنی راہ راست سے بھٹکا دے تو بندہ عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔ جنگ کے دن جس کا گھوڑا بھاگ پڑے وہ کافروں کے ہاتھ آجاتا ہے مگر جس کا ایمان بھاگ جائے وہ غضب الٰہی میں پھنس جاتا ہے اور جو کافروں کے ہاتھ پھنس جاتا ہے اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہیں ڈالی جاتیں اسے بھوکا، پیاسا اور ننگا نہیں کیا جاتا مگر جو غضب الٰہی کا مستحق ہو جائے اس کا منہ کالا تک کیا جاتا ہے اس کی مشکیں کس کر زنجیریں ڈال دی جاتی ہیں۔ اس کے پیروں میں آگ کی بیڑیاں ڈالی جاتی ہیں اس کا کھانا، پینا اور لباس سب جہنم کی آگ سے تیار ہوتا ہے۔

☆☆☆

باب 6:

غفلت

غفلت سے شرمندی بڑھتی ہے اور نعمت زائل ہوتی ہے، خدمت کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے، حسد زیادہ ہوتا ہے اور ملامت و پشیمانی کی فراوانی ہوتی ہے۔

ایک نیک آدمی نے اپنے استاد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا آپ کے نزدیک سب سے بڑی حسرت کون سی ہے؟ استاد نے جواب دیا غفلت کی حسرت سب سے بڑی ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا اے جھوٹے دعویدار! تو نے میری محبت کا دعویٰ کیا اور پھر مجھ سے غافل رہا۔

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ وَّقَلْبُكَ سَاهٍ
ذَهَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ كَمَاهِيْ

''تو غفلت میں مبتلا ہے اور تیرا دل بھولنے والا ہے، عمر ختم ہو گئی ہے اور گناہ ویسے کے ویسے ہی موجود ہیں۔''

ایک صالح آدمی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا اے ابا جان! آپ کیسے ہیں اور کیا حال ہے؟ باپ نے جواب دیا ہم نے زندگی غفلت میں گزاری اور غفلت ہی میں مر گئے۔

بروایت زہرۃ الریاض کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ملک الموت سے بھائی چارہ تھا ایک دن ملک الموت حاضر ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا تم ملاقات کے لئے آئے ہو یا روح قبض کرنے کو؟ ملک الموت نے کہا صرف ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے ایک بات کہنی ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا کہئے کون سی بات ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جب میری موت قریب آجائے اور تم روح قبض کرنے کو آنے والے ہو تو مجھے پہلے سے آگاہ کر دینا۔ ملک الموت نے کہا بہتر، میں اپنی آمد سے پہلے آپ کے

پاس دو یا تین قاصد بھیجوں گا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا اور ملک الموت روح قبض کرنے کو پہنچے تو آپ نے کہا تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ اپنی آمد سے پہلے میری طرف قاصد بھیجو گے۔ عزرائیل نے کہا میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ پہلے تو آپ کے سیاہ بال سفید ہو گئے، یہ پہلا قاصد تھا۔ پھر بدن کی چستی وتوانائی ختم ہوئی، یہ دوسرا قاصد تھا اور بعد میں آپ کا بدن جھک گیا، یہ تیسرا قاصد تھا۔ اے یعقوب (علیہ السلام) ہر انسان کے پاس میرے بھی تین قاصد آتے ہیں۔

مَضَى الدَّهْرُ وَالْأَيَّامُ وَالذَّنْبُ حَاصِلٌ
وَجَاءَ رَسُوْلُ الْمَوْتِ وَالْقَلْبُ غَافِلٌ

''زمانہ گزر گیا اور گناہوں کو چھوڑ گیا، موت کا قاصد آپہنچا اور دل (خدا سے) غافل ہی رہا۔''

نَعِيْمُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَحَسْرَةٌ
وَعَيْشُكَ فِي الدُّنْيَا مَحَالٌ وَبَاطِلٌ

''تیری دنیاوی نعمتیں دھوکہ اور فریب ہیں اور دنیا میں تیرا ہمیشہ رہنا محال اور کذب محض ہے۔''

شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے بیمار مردِ صالح کی عیادت کو گیا جن کا شمار مشائخِ کبار میں ہوتا تھا، میں نے ان کے گردان کے شاگردوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا شیخ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ رو رہے تھے۔ میں نے کہا اے شیخ! کیا آپ دنیا پر رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں، میں اپنی نمازوں کے قضا ہونے پر رو رہا ہوں، میں نے کہا آپ تو عبادت گزار شخص تھے پھر نمازیں کس طرح قضا ہوئیں؟ انہوں نے فرمایا میں نے ہر سجدہ غفلت میں کیا اور ہر سجدہ سے غفلت میں سر اٹھایا اور اب غفلت کی حالت میں مر رہا ہوں پھر ایک آہ بھری اور یہ اشعار پڑھے۔

تَفَكَّرْتُ فِيْ حَشْرِيْ وَيَوْمَ قِيَامَتِيْ
وَإِصْبَاحُ خَدِّيْ فِي الْمَقَابِرِ ثَاوِيًا

''میں نے اپنے حشر قیامت کے دن اور قبر میں رہنے کے بارے میں سوچا۔''

فَرِيْدًا وَّحِيْدًا بَعْدَ عِزٍّ وَّرِفْعَةٍ
رَهِيْنًا بِجَسَدِیْ وَالتُّرَابُ وَسَادِيًا

''جو عزت اور وقار والے وجود کے ساتھ مٹی کا زمین ہوگا اور مٹی ہی اس کا تکیہ ہوگا۔''

تَفَكَّرْتُ فِیْ طُوْلِ الْحِسَابِ وَعِرْضِهٖ
وَذَلَّ مَقَامِیْ حِيْنَ أُعْطِیَ كِتَابًا

''میں نے یوم حساب کی طوالت کے بارے میں سوچا اور اس وقت کی رسوائی کا خیال کیا جب نامۂ اعمال مجھے دیا جائے گا۔''

وَلٰكِنْ رَجَائِیْ فِيْكَ رَبِّیْ وَخَالِقِیْ
بِأَنَّكَ تَغْفِرُ يَاإِلٰهِیْ خَطَائِيًا

''مگر اے ربِ ذوالجلال! میری امیدیں تیری رحمت کے ساتھ ہیں، تو ہی میرا خالق اور میرے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔''

بروایت عیون الاخبار حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگ تین باتیں محض زبانی کرتے ہیں مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں اول یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ رب العزت کے بندے ہیں لیکن کام غلاموں جیسے نہیں کرتے بلکہ آزادوں کی طرح اپنی مرضی پر چلتے ہیں۔ دوم یہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہی ہمیں رزق دیتا ہے لیکن ان کے دل دنیا اور متاعِ دنیا جمع کئے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور یہ ان کے اقرار کے سراسر خلاف ہے۔ تیسرا یہ کہتے ہیں کہ آخر ہمیں مرجانا ہے مگر کام ایسے کرتے ہیں جیسے انہیں کبھی مرنا ہی نہیں۔

اے بھائی! ذرا سوچ تو سہی اللہ رب العزت کے سامنے تو کون سا منہ لے کر جائے گا اور کون سی زبان سے جواب دے گا؟ جب وہ تجھ سے ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق سوال کرے گا ان سوالات کے لئے ابھی سے اچھا جواب تلاش کرلے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ اور اللہ رب العزت سے ڈرو، بے شک اللہ رب العزت کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے مومنوں کو سمجھایا کہ وہ اس کے احکامات کو نہ چھوڑیں اور ہر حالت میں اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے رہیں۔

حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ عرش الٰہی کے پائے پر تحریر ہے کہ جو میری اطاعت کرے گا میں اس کی بات مانوں گا، جو مجھ سے محبت کرے گا، میں اسے اپنا محبوب بناؤں گا، جو مجھ سے مانگے گا میں اسے عطا کروں گا اور جو بخشش کی طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر ذی ہوش اور دانش مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ خوف اور بھرپور خلوص کے ساتھ اللہ رب العزت کی عبادت کرتا رہے اور راضی بہ قضا رہے۔اس کے نازل کردہ مصائب پر صبر کرے، اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہوئے کم وبیش پر قانع ہو جائے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے جو میری قضاء پر راضی، مصائب پر صابر نہیں اور نعمتوں کا شکر نہیں ادا کرتا اور کم وبیش پر قناعت نہیں کرتا، وہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کر لے۔

ایک شخص نے جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تعجب ہے کہ میں عبادت میں لطف نہیں پاتا۔آپ نے فرمایا شاید تو نے کسی ایسے شخص کو دیکھ لیا ہے جو اللہ رب العزت سے نہیں ڈرتا ہے۔حق بندگی یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی رضا کے لئے تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جائے۔

ایک شخص نے نماز شروع کی جب ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں خالص اللہ رب العزت ہی کی عبادت کر رہا ہوں۔غیب سے آواز آئی تو نے جھوٹ بولا ہے تو تو مخلوق کی عبادت کرتا ہے، تب اس نے مخلوق سے قطع تعلق کر لیا اور نماز شروع کی جب پھر اسی آیت مبارکہ تک پہنچا تو وہی دل میں گزرا، پھر ندا آئی تو اپنے مال کی عبادت کرتا ہے اس نے سارا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور نماز کی نیت کی، جب اسی آیت پر پہنچا تو پھر خیال آیا کہ میں اللہ رب العزت کی عبادت کرنے والا ہوں۔ندا آئی تم جھوٹے ہو تم اپنے کپڑوں کی عبادت کرتے ہو۔اس وقت اس شخص نے بدن کے کپڑوں کے علاوہ سب کپڑے راہِ خدا میں لٹا دیئے اب جو نماز میں اس آیت مبارکہ پر پہنچا تو آواز آئی کہ اب تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

رونق المجالس میں ہے کہ ایک شخص کی عبائیں گم ہوگئیں اور یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ ان کو کون لے گیا، جب اس شخص نے نماز شروع کی تو اسے یاد آ گیا۔جونہی نماز سے فارغ ہوا غلام کو آواز دی کہ جاؤ فلاں آدمی سے عبائیں لے آؤ۔غلام نے کہا آپ کو یہ کب

یاد آیا؟ اس نے کہا مجھے نماز میں یاد آیا۔ غلام نے فوراً جواب دیا تب تو آپ نے نماز عباء کے لئے پڑھی اللہ رب العزت کے لئے نہیں۔ یہ بات سنتے ہی اس شخص نے غلام کو آزاد کر دیا چنانچہ ہر ذی فہم کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کو ترک کر دے اور اللہ رب العزت کی عبادت کرتا رہے مستقبل کے بارے میں غور وفکر کرتا رہے اور اپنی آخرت سنوارتا رہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوری: ۲۰)

''جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔''

یعنی اس کے دل سے آخرت کی محبت نکال دی جاتی ہے۔

اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر چالیس ہزار دینار علانیہ اور چالیس ہزار دینار پوشیدہ خرچ کر دیئے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت دنیا اور اس کی خواہش سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز صرف مینڈھے کی ایک رنگی ہوئی کھال اور ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

☆☆☆

باب 7:

فسق، نفاق اور یادِ الٰہی سے غفلت

ایک عورت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی میری جوان بیٹی فوت ہوگئی ہے، میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھ لوں، کوئی ایسی دُعا بتلایئے جس سے میری مراد پوری ہو جائے۔ آپ نے اسے ایک دُعا سکھلائی۔ اس عورت نے رات میں وہ دُعا پڑھی اور اپنی بیٹی کو خواب میں دیکھا تو اس کا حال یہ تھا کہ اس نے جہنم کے تارکول کا لباس پہن رکھا تھا، اس کے ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ عورت نے دوسرے دن یہ خواب آپ کو سنایا آپ بہت مغموم ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکی کو جنت میں دیکھا اس کے سر پر تاج تھا وہ آپ سے کہنے لگی آپ مجھے پہچانتے ہیں میں اسی خاتون کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس آئی تھی اور میری تباہ حالت آپ کو بتلائی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا تیری حالت میں یہ انقلاب کس طرح آیا؟ لڑکی نے کہا قبرستان کے قریب سے ایک صالح شخص گزرا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اس کے درود پڑھنے کی برکت سے اللہ رب العزت نے ہم پانچ سو قبر والوں سے عذاب اٹھا لیا۔

غور کا مقام ہے کہ حضور ﷺ پر ایک شخص کے درود بھیجنے کی برکت سے اتنے بہت سے لوگ بخشے گئے کیا وہ شخص جو پچاس سال سے حضور ﷺ پر درود بھیج رہا ہو، قیامت میں اس کی مغفرت نہیں ہوگی؟ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ

''اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ رب العزت کو بھول بیٹھے۔''

یہاں ان جیسوں سے مراد منافقین ہیں یعنی شہواتِ دنیا سے لطف اندوز ہونے لگے اور فریب کاری کی طرف مائل ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ سے مومن اور منافق کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی ہمت نماز اور روزے کی طرف رہتی ہے اور منافق کی ہمت جانوروں کی طرح کھانے پینے کی طرف رہتی ہے اور وہ نماز، روزہ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ مومن اللہ رب

العزت کی راہ میں خرچ کرنے اور بخشش طلب کرنے میں مشغول رہتا ہے جبکہ منافق حرص و ہوس میں مصروف رہتا ہے، مومن اللہ رب العزت کے سوا کسی سے امید نہیں لگاتا اور منافق اللہ رب العزت کے سوا تمام مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے، مومن دین کو مال سے مقدم سمجھتا ہے اور منافق مال کو دین پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور منافق اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز سے ڈرتا ہے، مومن نیکی کرتا ہے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں روتا رہتا ہے، منافق گناہ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے، مومن خلوت وتنہائی کو پسند کرتا ہے۔ منافق بھیڑ بھاڑ اور میل جول کو پسند کرتا ہے۔ مومن بوتا ہے اور فصل کی بربادی سے ڈرتا رہتا ہے اور منافق فصل اجاڑ دینے کے بعد کاٹنے کی تمنا رکھتا ہے۔ مومن دین کی تدبیر کے ساتھ اچھائیوں کا حکم دیتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے اور اصلاح کرتا ہے، منافق اپنی ہیبت اور سطوت کے لئے فتنہ وفساد برپا کرتا ہے اور نیکیوں سے روکتا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ (التوبہ: ۶۸۔۶۷)

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ رب العزت کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ رب العزت نے انہیں چھوڑ دیا ہے بے شک منافق وہی پکے بے حکم ہیں اللہ رب العزت نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ میں رہیں گے وہ انہیں بس ہے اور اللہ رب العزت کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔''

ایک اور جگہ ان کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

''بے شک! اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔''

اس فرمان میں ابتداً منافقوں کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ وہ کفار سے بھی زیادہ بدبخت ہوتے ہیں اور اللہ رب العزت نے ان سب کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَلَهُمْ نَصِیْرًا

(النساء: ۱۴۵)

''بے شک منافق دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہیں اور ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

لفظ منافق لغت میں نافق الیربوع (جنگلی چوہے) سے مشتق ہے کہتے ہیں کہ جنگلی چوہے کے بل کے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا سوراخ نکلنے کے لئے ہوتا ہے ایک سوراخ سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے سے بھاگ نکلتا ہے، منافق کو بھی اس لئے منافق کہتے ہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمانوں کی شکل میں ہوتا ہے مگر کفر کی طرف نکل جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے منافق کی مثال ایسی نو وارد بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو، کبھی وہ اس ریوڑ کی طرف بھاگتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے یعنی کسی ایک ریوڑ میں نہیں ٹھہرتی، اسی طرح منافق بھی نہ تو کلیتہً مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں میں۔ اللہ رب العزت نے جہنم کو پیدا کیا اور اس کے سات دروازے بنائے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ (الحجر: ۴۴)

''اس کے سات دروازے ہیں۔''

اس کا ظاہر تانبے کا اور باطن سیسے کا ہے، اس کی گہرائی میں عذاب اور اس کی اونچائی میں اللہ رب العزت کی ناراضگی ہے، اس کی زمین تانبے، شیشے، لوہے اور سیسے کی ہے، اس میں رہنے والوں کے لئے اوپر، نیچے، دائیں، بائیں آگ ہی آگ ہے، اس کے طبقات اوپر سے نیچے کی طرف ہیں اور سب سے نچلا طبقہ منافقوں کے لئے ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے جہنم کی تعریف اور گرمی کے بارے میں دریافت فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اللہ رب العزت نے جہنم کو پیدا کیا اور اسے ہزار سال تک دہکایا تو وہ سرخ ہوگیا، پھر ہزار سال دہکایا تو سفید ہوگیا۔ جب مزید ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ بالکل سیاہ و تاریک ہوگیا۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر جہنمیوں کا ایک کپڑا بھی دنیا داروں کے سامنے

ظاہر ہو جائے تو تمام لوگ فنا ہو جائیں۔ اگر جہنم کے پانی کا ایک ڈول دنیا کے پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو بھی چکھے، وہ مر جائے اور جہنم کے زنجیروں کا ایک ٹکڑا جس کا ذکر اللہ رب العزت نے یوں فرمایا ہے۔

فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (الحاقہ:۳۲)

''ایسی زنجیریں جن کا ناپ ستر ہاتھ ہے۔''

ہر ٹکڑے کی لمبائی مشرق و مغرب کے طول کے برابر ہے، اگر اسے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائے گا اور اگر کسی جہنمی کو جہنم سے نکال کر دنیا میں لایا جائے تو اس کی بدبو سے تمام مخلوق فنا ہو جائے۔ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا یہ بتلاؤ کہ جہنم کے دروازے کیا ہمارے دروازوں جیسے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا نہیں وہ مختلف طبقات میں بٹے ہوئے ہیں، کچھ اوپر اور کچھ نیچے ہیں اور ایک دروازے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کا ہے، ہر دروازہ پہلے دروازہ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ آپ نے ان دروازوں میں رہنے والوں کے متعلق پوچھا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا سب سے نچلے کا نام ''ہاویہ'' ہے اور اس میں منافقین ہیں۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ (النساء:۱۴۵)

''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ ہیں۔''

دوسرے طبقے کا نام ''جحیم'' ہے اور اس میں مشرک ہیں۔ تیسرے کا نام ''سقر'' ہے اور اس میں صابی ہیں چوتھے کا نام ''لظی'' ہے اور اس میں ابلیس اور اس کے پیروکار مجوسی ہیں۔ پانچویں طبقہ کا نام ''حطمہ'' ہے اور اس میں یہود ہیں، چھٹے کا نام ''سعیر'' ہے اور اس میں نصاریٰ ہیں، پھر جبرائیل علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا اے جبرائیل! کیا تم مجھے ساتویں طبقہ میں رہنے والوں کے متعلق نہیں بتاؤ گے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی حضور مت پوچھئے۔ آپ نے فرمایا بتلاؤ تو سہی تب جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اس طبقہ میں آپ کے وہ امتی ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور بغیر توبہ کئے مر گئے۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۷۱)

''اورتم میں کوئی ایسا ہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔''

حضور ﷺ اپنی امت کے بارے میں انتہائی خوفزدہ ہوئے اور بہت زیادہ اشکبار ہوئے لہٰذا جو شخص بھی اللہ رب العزت کی سخت گرفت کو اور اس کے قہر کو جانتا ہے اسے چاہئے کہ بہت ڈرتا رہے اور نفس کی لغزشوں پر روتا رہے قبل اس کے کہ ان مصائب کو جھیلے، اس دہشت ناک مقام کو دیکھے، اس کی پردہ دری کی جائے، اس منتقم حقیقی کے سامنے پیش کیا جائے اور اسے جہنم میں جانے کا حکم ہو۔ کتنے ایسے بوڑھے ہیں جو جہنم میں فریادیں کرتے ہیں، کتنے جوان ہیں جو جوانی کے ضیاع کو یاد کر کے آہ و بکا کرتے ہیں، کتنی ایسی عورتیں ہیں جو گذشتہ زندگی کی بداعمالیوں کو یاد کر کے چلاتی ہیں درانحالیکہ ان کے اجسام اور چہرے سیاہ ہو چکے ہیں، ان کی کمریں ٹوٹ چکی ہیں، نہ ان کے بڑوں کی عزت کی جاتی ہے اور نہ ہی چھوٹوں پر رحم کیا جاتا ہے اور نہ ان کی عورتوں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

اے اللہ! ہمیں آگ، آگ کے عذاب اور ہر اس کام سے بچا جو ہمیں آگ کی طرف لے جائے اور اپنی رحمت کی طفیل ہمیں نیکوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما۔

اے عزیز! اے غفار! اے اللہ! ہمارے عیبوں کو ڈھانپ لے، ہمیں خوف سے نجات دے، ہمیں لغزشوں سے بچا اور اپنے سامنے شرمندگی سے محفوظ رکھ یا ارحم الراحمین۔

☆☆☆

باب 8:

توبہ

گناہوں سے توبہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (التحریم: ۸)

''اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ (الحشر: ۱۹)

''اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے۔''

یعنی ان ناسمجھوں کی مانند نہ بن جانا جنہوں نے اللہ رب العزت کے ساتھ وعدہ کر کے اسے توڑ دیا اور اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔

فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ

''تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔''

گویا انہوں نے اپنے حال پر رحم نہیں کیا اور اپنے آپ کو گناہوں سے نہیں بچایا اور آخرت کے لئے کوئی نیکی نہیں کی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

''جو شخص اللہ سے ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ اس سے ملاقات پسند فرماتا ہے اور جو اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمان الٰہی ہوتا ہے۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔''

فاسق کی دو قسمیں ہیں۔ اول فاسق کافر، دوم فاسق فاجر۔ فاسق کافر وہ ہے جو اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کا طالب ہوتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (الکہف:۵۰)

''تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اس سے دور بھاگتا ہو۔ فاسق فاجر وہ ہے جو شراب پیتا ہے، مال حرام کھاتا ہے، بدکاریاں کرتا ہے، عبادت کو چھوڑ کر گناہوں میں زندگی بسر کرتا ہے مگر اللہ رب العزت کو واحد مانتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ فاسق کافر کی بخشش موت سے پہلے کلمہ شہادت اور توبہ کے بغیر ناممکن ہے اور فاسق فاجر کی مغفرت موت سے پہلے توبہ اور پشیمانی کے ذریعہ ممکن ہے، اس لئے کہ ہر وہ گناہ جس کا تعلق خواہشات نفسانیہ سے ہے اس کی مغفرت ممکن ہے اور ہر وہ گناہ جس کی بنیاد تکبر اور خود بینی ہے اس کی مغفرت ناممکن ہے، شیطان کی نافرمانی کی وجہ بھی یہی تکبر اور خود بینی تھی۔ پس اے انسان تیرے لئے ضروری ہے کہ مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لے شاید کہ اللہ رب العزت تیرے گناہوں کو معاف فرما دے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ

''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔'' (الشوریٰ:۲۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے جب توبہ خلوص دل سے مانگی جائے تو اللہ رب العزت توبہ کو قبول فرماتے ہوئے گزشتہ اعمال بد سے درگزر فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔''

ایک جوان تھا وہ جب بھی کوئی گناہ کرتا تو اسے اپنے دفتر میں لکھ لیتا تھا، ایک دفعہ اس نے کوئی گناہ کیا، جب لکھنے کے لئے دفتر کھولا تو دیکھا اس میں اس آیت کے سوا کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔

فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان:۷۰)

''تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں میں بدل دے گا۔''

شرک کی جگہ ایمان، بدکاری کی جگہ بخشش، گناہ کی جگہ عصمت اور نیکوکاری لکھ دی

جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے آپ نے ایک جوان کو دیکھا جو کپڑوں کے نیچے شراب کی بوتل چھپائے چلا آرہا تھا۔ آپ نے پوچھا اے جوان! اس بوتل میں کیا لئے جارہے ہو؟ جوان بہت شرمندہ ہوا کہ میں کیسے کہوں اس بوتل میں شراب ہے؟ اس وقت اس جوان نے دل ہی دل میں دعا مانگی اے اللہ! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روبرو شرمندگی اور رسوائی سے بچا، میرے عیب کو ڈھانپ لے، میں پھر کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا۔ جوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا امیر المومنین! یہ سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ تو سہی چنانچہ آپ نے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔

اے انسان! ذرا غور کر ایک بندہ بندے کے ڈر سے خلوصِ دل سے تائب ہوا تو اللہ رب العزت نے اس کی شراب کو سرکہ میں تبدیل کر دیا، اسی طرح اگر کوئی گنہگار اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی نافرمانیوں کی شراب کو فرمانبرداری کے سرکہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھ کر باہر نکلا راستہ میں مجھے ایک عورت ملی اس نے مجھ سے کہا میں نے ایک گناہ کر لیا ہے کیا میں توبہ کر سکتی ہوں؟ میں نے پوچھا تو نے کونسا گناہ کیا؟ وہ بولی میں نے زنا کیا تھا اور جب اس زنا سے بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے کہا تو تباہ ہوگئی، تیرے لئے کوئی توبہ نہیں ہے۔ وہ عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی اور میں اپنی راہ چل دیا تب میرے دل میں خیال آیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر یہ بات کیوں کہہ دی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں آیا اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت برا کیا تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا تم نے فرمانِ الٰہی نہیں سنا اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں بناتے اور نہ ہی اسے پکارتے ہیں پس وہی ہیں اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جونہی میں نے یہ بات سنی میں اس عورت کی تلاش میں نکلا اور ہر کسی سے پوچھنے لگا مجھے اس عورت کا پتہ بتلاؤ جس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا یہاں تک کہ بچے مجھے پاگل سمجھنے لگے بالآخر میں نے اس عورت کو تلاش کر ہی لیا اور اسے یہ مسئلہ سنایا تو وہ خوشی سے دیوانی ہوگئی اور کہنے لگی میں نے اپنا باغ اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کیا۔

عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ جن کی فتنہ انگیزی اور شراب نوشی کی داستانیں مشہور تھیں ایک دن حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آئے اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ذیل کی آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کر رہے تھے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:۱۶)

''کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل نرم پڑ جائیں اللہ کی یاد میں۔''

آپ نے اس آیت کی ایسی تشریح کی کہ لوگ رونے لگے ایک جوان مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے بندۂ مومن! کیا مجھ جیسا فاسق و فاجر بھی اگر توبہ کر لے تو اللہ رب العزت توبہ قبول فرمائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ رب العزت تیرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ جب عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ زرد پڑ گیا اور کانپتے ہوئے چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کے قریب آ کر یہ شعر پڑھے۔

اَیَاشَابًّا لِرَبِّ الْعَرْشِ عَاصِیْ
اَتَدْرِیْ مَاجَزَاءُ ذَوِی الْمَعَاصِیْ

''اے اللہ کے نافرمان جوان! جانتا ہے نافرمانی کی سزا کیا ہے؟''

سَعِیْرًا لِلْعُصَاةِ لَهَا زَفِیْرٌ
وَعِیْظٌ یَوْمَ یُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ

''نافرمانوں کے لئے جہنم ہے اور حشر کے دن اللہ کی سخت ناراضگی ہے۔''

فَاِنْ تَصْبِرْ عَلَی النِّیْرَانِ فَاعْصِه
وَاِلَّا کُنْ عَنِ الْعِصْیَانِ قَاصِیْ

''اگر تو نارِ جہنم پر راضی ہے تو بے شک گناہ کرتا رہ، ورنہ گناہوں سے رک جا۔''

وَقَدْ کَسَبْتَ مِنَ الْخَطَایَا
رَهِنْتَ النَّفْسَ فَاجْهَدْ فِی الْخَلَاصِ

''تو نے اپنے گناہوں کے بدلے اپنی جان کو رہن رکھ دیا ہے اس کو چھڑانے کی کوشش کر۔''

عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ نے پھر چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کہنے لگے

اے شیخ! کیا مجھ جیسے بدبخت کی رب رحیم توبہ قبول کر لے گا؟ آپ نے کہا درگزر کرنے والا رب، ظالم بندے کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ اس وقت عتبہ رضی اللہ عنہ نے سر اٹھا کر رب سے تین دعائیں کیں:

۱۔ اے اللہ رب العزت اگر تو نے میرے گناہوں کو معاف اور میری توبہ کو قبول کر لیا ہے تو ایسے حافظے اور عقل سے میری عزت افزائی فرما کہ میں قرآن مجید اور علومِ دین میں سے جو کچھ بھی سنوں اسے کبھی فراموش نہ کروں۔

۲۔ اے اللہ رب العزت! مجھے ایسی آواز عنایت فرما کہ میری قرأت کو سن کر سخت سے سخت دل بھی موم ہو جائے۔

۳۔ اے اللہ رب العزت مجھے رزقِ حلال عطا فرما اور ایسے طریقے سے دے جس کا میں تصور بھی نہ کر سکوں۔

اللہ رب العزت نے عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں دعائیں قبول کر لیں، ان کا حافظہ اور فہم و فراست بڑھ گئی اور جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ہر سننے والا گناہوں سے تائب ہو جاتا تھا اور ان کے گھر میں ہر روز ایک پیالہ شوربہ کا اور دو روٹیاں (رزقِ حلال) سے پہنچ جاتیں اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کون رکھ جاتا ہے اور عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی ایسا ہی ہوتا رہا۔

یہ اس شخص کا حال ہے جس نے اللہ رب العزت سے لو لگائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا

''بے شک! اللہ نیک عمل کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو کیا اسے اپنی توبہ کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کا پتہ چل جاتا ہے؟ عالم نے جواب دیا ایسی مکمل بات تو نہیں البتہ کچھ نشانیاں ہیں جن سے توبہ کی قبولیت کا پتہ چلتا ہے وہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے۔ اس کے دل سے خوشی غائب ہو جاتی ہے۔ ہر دم اللہ رب العزت کو موجود سمجھنے لگتا ہے۔، نیکوں کے قریب اور بُروں سے دور رہنے لگتا ہے۔ دنیا کی تھوڑی سی نعمت کو عظیم اور آخرت کے لئے کثیر نیکیوں کو بھی قلیل سمجھتا ہے۔ اپنے دل کو ہر وقت فرائضِ خداوندی میں مصروف اور اپنی زبان کو بند رکھتا ہے۔ ہمیشہ اپنے گذشتہ گناہوں پر غور و فکر کرتا رہتا ہے اور غم اور پریشانی کو اپنے لئے لازم کر لیتا ہے۔

باب 9:

محبت

کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے جنگل میں ایک صورت بد کو دیکھ کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں تیرا بُرا عمل ہوں، اس آدمی نے پوچھا تجھ سے نجات کی بھی کوئی صورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا۔

جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

اَلصَّلٰوۃُ عَلَیَّ نُوْرُ الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَ ثَمَانِیْنَ عَامًا

''میرے اوپر درود و پل صراط کے لئے نور ہے جو مجھ پر جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس کے اسی سال کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

ایک آدمی حضور اکرم ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجتا تھا، ایک رات اس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس آدمی نے عرض کیا کہ کیا حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہیں اس لئے توجہ نہیں فرمائی؟ آپ نے جواب دیا نہیں میں تمہیں پہچانتا ہی نہیں۔ غرض کیا، حضور ﷺ مجھے کیسے نہیں پہنچانتے حالانکہ علماء کہتے ہیں کہ آپ اپنے امتیوں کو ان کی ماں سے بھی زیادہ پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا علماء نے سچ کہا ہے لیکن تو نے مجھے درود بھیج کر اپنی یاد نہیں دلائی، میرا کوئی امتی مجھ پر جتنا درود بھیجتا ہے میں اسے اتنا ہی پہچانتا ہوں۔ اس شخص کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور اس نے روزانہ ایک سو مرتبہ درود پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کے دیدار سے پھر خواب میں مشرف ہوا، آپ نے فرمایا اب میں تجھے پہچانتا ہوں اور میں تیری شفاعت کروں گا اس لئے کہ وہ رسولِ خدا ﷺ کا محبّ بن گیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۱)

''فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی (اطاعت) کرو اللہ تم کو دوست رکھے گا۔''

اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں کو دعوت اسلام دی تو وہ کہنے لگے ہم تو اللہ رب العزت کے بیٹوں کی طرح ہیں اور اس سے بہت محبت کرتے ہیں، تب اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے کہا ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۱ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران:۳۱)

''اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

مومنوں کی محبت اللہ رب العزت کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اس کے احکام پر عمل کریں، اس کی عبادت کریں اور اس کی رضا کے طلبگار رہیں اور اللہ رب العزت کی مومنوں کے ساتھ محبت یہ ہے کہ وہ ان کی تعریف کرے انہیں ثواب عطا فرمائے، ان کے گناہوں کو معاف کرے اور انہیں اپنی رحمت سے حسنِ توفیق، عفت وعصمت عطا فرمائے۔ جو شخص چار چیزوں کے بغیر چار چیزوں کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

۱۔ جو جنت کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر نیکی نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے۔

۲۔ جو شخص نبی ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر علماء اور صلحا کو دوست نہیں رکھتا وہ کذاب عالم ہے۔

۳۔ جو آگ سے ڈرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر گناہ نہیں چھوڑتا وہ کذاب دنیا ہے۔

۴۔ جو شخص اللہ رب العزت کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر تکالیف کی شکایت کرتا ہے تو وہ کذاب صبر ہے جیسا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

تَعْصِي الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِيْ فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعٌ

''تو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ بظاہر تو محبت خداوندی کا دعویدار ہے، مجھے زندگی کی قسم! یہ انوکھی بات ہے۔''

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهٗ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

''اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے۔''

اور محبت کی علامات محبوب کی موافقت کرنے اور اس کے خلاف نہ کرنے میں ہے۔

ایک جماعت حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور وہ لوگ کہنے لگے ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے انہیں دیکھ کر پتھر مارے تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے پوچھا اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری طرف سے دی گئی اتنی سی تکلیف پر کیوں بھاگ گئے ہو؟ پھر آپ نے فرمایا اہل محبت نے الفت کا پیالہ پیا تو ان پر یہ وسیع زمین اور شہر تنگ ہو گئے انہوں نے اللہ کو ایسے پہچانا جیسے پہچاننے کا حق ہے وہ اس کی عظمت میں سرگرداں اور اس کی قدرت میں حیران ہیں انہوں نے محبت کا جام پیا اور اس کی الفت کے سمندر میں ڈوب گئے اور اس کی بارگاہ میں مناجات سے شیرینی حاصل کی۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ذِكْرُ الْمَحَبَّةِ يَامَوْلَايَ أَسْكَرَنِي
وَهَلْ رَأَيْتَ مُحِبًّا غَيْرَ سُكْرَانِ

''اے مولا تیری محبت کی یاد نے مجھے مدہوش کر دیا کیا تو نے کسی ایسے محبّ کو دیکھا ہے جو مدہوش نہ ہو۔''

کہتے ہیں کہ اونٹ جب مست ہو جاتا ہے تو چالیس دن تک گھاس وغیرہ نہیں کھاتا اور اگر اس پر پہلے سے دوگنا بوجھ لاد دیا جائے تب بھی اسے اٹھا لیتا ہے اس لئے کہ جب اس کا دل محبوب کی یاد میں تڑپتا ہوتا ہے تو اسے نہ چارے کی خواہش ہوتی ہے نہ ہی وہ بھاری بوجھ اٹھانے سے گھبراتا ہے۔ جب اونٹ اپنے محبوب کی یاد میں اپنی خواہشات کو چھوڑ دیتا ہے اور بھاری بوجھ اٹھا لیتا ہے تو کیا تم نے بھی کبھی اللہ رب العزت کی رضا جوئی کے لئے اپنی ناجائز خواہشات کو چھوڑا ہے کبھی کھانا پینا بند کیا ہے؟ کبھی اپنے وجود پر بارِ گراں ڈالا ہے؟ اگر تم نے ان مذکورہ بالا امور میں سے کوئی کام نہیں کیا تو تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے جو تمہیں نہ دنیا میں فائدہ دے گا نہ آخرت میں، نہ مخلوق کے نزدیک فائدہ مند ہے نہ خالق کے حضور میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو جنت کا امیدوار ہو اس نے نیکیوں میں جلدی کی، جو جہنم سے ڈرا، اس نے خود کو ناجائز خواہشات سے روک دیا اور جسے موت کا یقین ہو گیا اس نے لذاتِ دنیا کو ختم کر دیا۔ جناب ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا محبت نام ہے ارادوں کو ختم کر دینے، تمام صفتوں اور حاجتوں کو مردہ کر دینے اور اپنے وجود کو اشارات کے سمندر میں غرق کر دینے کا۔

باب 10:

عشق

محبت نام ہے پسندیدہ چیز کی طرف میلانِ طبع کا اگر یہ میلان شدت اختیار کر جائے تو اسے عشق کہتے ہیں، اس میں زیادتی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ عاشق محبوب کا بندہ بے دام بن جاتا ہے اور مال و دولت اس پر قربان کر دیتا ہے۔ زلیخا کی مثال لے لیجئے جس نے یوسف علیہ السلام کی محبت میں اپنا حسن اور مال و دولت قربان کر دیا، زلیخا کے پاس ستر اونٹوں کے بوجھ کے برابر جواہر اور موتی تھے جو عشقِ یوسف میں نثار کر دیے جب بھی کوئی یہ کہہ دیتا کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے تو وہ اسے بیش قیمت ہار دے دیتی یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، اس نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ چھوڑا تھا اور فرطِ محبت میں یوسف علیہ السلام کے سوا سب کچھ بھول گئی تھی، جب آسمان کی طرف دیکھتی تو اسے ہر ستارے میں یوسف کا نام نظر آتا تھا۔

منقول ہے جب زلیخا ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئی تو سوائے عبادت و ریاضت اور توجہ الی اللہ کے اسے کوئی کام نہ تھا۔ اگر یوسف علیہ السلام اسے دن کو اپنے پاس بلاتے تو کہتی رات کو آؤں گی اور رات کو بلاتے تو دن کا وعدہ کرتی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا زلیخا! تو تو میری محبت میں دیوانی تھی، جواب دیا یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب میں آپ کی محبت کی ماہیت سے واقف نہ تھی، اب میں آپ کی محبت کی حقیقت پہچان چکی ہوں اس لئے اب میری محبت میں تمہاری شرکت بھی گوارا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ رب العزت نے اس بات کا حکم فرمایا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ تیرے بطن سے اللہ رب العزت دو بیٹے پیدا کرے گا اور دونوں کو نبوت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ زلیخا نے کہا اگر یہ حکم خداوندی ہے اور اس میں حکمت الٰہی ہے تو میں سر تسلیم خم کرتی ہوں اور خلوت میں کرتی ہوں۔

مجنوں سے کسی نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ بولا لیلیٰ! ایک دن اس سے کسی نے کہا کیا لیلیٰ مر گئی؟ مجنوں نے جواب دیا لیلیٰ نہیں مری وہ تو میرے دل میں ہے اور میں ہی لیلیٰ

ہوں۔ ایک دن جب مجنوں کا لیلیٰ کے گھر سے گزر ہوا تو وہ ستاروں کو دیکھتا ہوا گزرنے لگا۔ کسی نے کہا نیچے دیکھو شاید تمہیں لیلیٰ نظر آجائے۔ مجنوں بولا میرے لئے لیلیٰ کے گھر کے اوپر چمکنے والے ستارے کی زیارت ہی کافی ہے۔

جب منصور حلاج کو قید میں اٹھارہ دن گزر گئے تو جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پاس جا کر دریافت کیا اے منصور! محبت کیا ہے؟ منصور نے جواب دیا آج نہیں کل یہ سوال پوچھنا جب دوسرا دن ہوا اور ان کو قید سے نکال کر مقتل کی طرف لے گئے تو وہاں منصور نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر کہا شبلی! محبت کی ابتداء جلنا اور انتہاء قتل ہو جانا ہے۔

جب منصور رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ حق بیں نے اس حقیقت کو پہچان لیا کہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ

''اللہ رب العزت کی ذات کے سوا ہر شے باطل ہے۔''

اور ذاتِ الٰہی ہی حق ہے، تو وہ اپنے نام تک کو بھول گئے لہٰذا جب ان سے سوال کیا گیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو جواب دیا میں حق ہوں۔

''منتہٰی'' میں ہے کہ محبت کا صدق تین چیزوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

!۔ محبّ، محبوب کی باتوں کو سب کی باتوں سے اچھا سمجھتا ہے۔

۲۔ اس کی مجلس کو تمام مجالس سے بہتر سمجھتا ہے۔

۳۔ اس کی رضا کو اوروں کی رضا پر ترجیح دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ عشق پردہ دری کرنے والا اور رازوں کو افشاء کرنے والا ہے اور وجد ذکر کی شیرینی کے وقت روح کا غلبۂ شوق کا بار اٹھانے سے عاجز ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وجد کی حالت میں انسان کا کوئی عضو بھی کاٹ لیا جائے تو اسے محسوس تک نہیں ہوگا۔

ایک آدمی دریائے فرات میں نہا رہا تھا اس نے سنا کہ کوئی شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ (یٰسین:۵۹)

''اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔''

یہ سنتے ہی وہ تڑپنے لگا اور ڈوب کر مر گیا۔

محمد بن عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے بصرہ میں ایک بلند مقام پر کھڑے

ہوئے ایک نوجوان کو دیکھا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ جو عاشقوں کی موت مرنا چاہے اسے اس طرح مرنا چاہیے کیونکہ عشق میں موت کے بغیر کوئی لطف نہیں ہے۔ اتنا کہا اور وہاں سے خود کو گرا دیا لوگوں نے جب اسے اٹھایا تو وہ دم توڑ چکا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تصوف اپنی پسند کو ترک کرنے کا نام ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن میں خانہ کعبہ میں داخل ہوگیا میں نے وہاں ستون کے قریب ایک برہنہ نوجوان مریض کو پڑے دیکھا جس کے دل سے رونے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے اس کے قریب جا کر اسے سلام کیا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ایک غریب الوطن عاشق ہوں۔ میں اس کی بات سمجھ گیا اور میں نے کہا میں بھی تیری طرح ہوں۔ وہ رو پڑا اس کا رونا دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا اس لئے کہ تیرا اور میرا مرض ایک ہے۔ اس نے چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ میں نے اس پر اپنا کپڑا ڈالا اور کفن لینے چلا آیا۔ جب میں کفن لے کر واپس پہنچا تو وہ جوان وہاں نہیں تھا۔ میرے سینہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا۔ تب میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے ذوالنون! اس کی زندگی میں شیطان اسے ڈھونڈتا تھا مگر اسے پا نہ سکا دوزخ کے دربان نے اسے ڈھونڈا مگر نہ پا سکا، رضوانِ جنت اسے تلاش کے باوجود نہ پا سکا۔ میں نے پوچھا وہ پھر کہاں گیا؟ جواب آیا اپنی محبت، کثرتِ عبادت اور توبہ کی وجہ سے وہ اپنے قادر مالک کے حضور پہنچ گیا ہے۔

سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے ایک شیخ سے عاشق کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا عاشق میل ملاپ سے دور، تنہائی پسند، غور وفکر میں ڈوبا ہوا اور چپ چاپ رہتا ہے جب اسے دیکھا جائے وہ نظر نہیں آتا جب بلایا جائے تو سنتا نہیں، جب بات کی جائے تو سمجھتا نہیں اور جب اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو غمگین نہیں ہوتا، وہ بھوک کی پرواہ اور برہنگی کا احساس نہیں رکھتا، کسی کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتا، وہ تنہائی میں اللہ رب العزت سے التجائیں کرتا ہے، اس کی رحمت سے انس ومحبت رکھتا ہے، وہ دنیا کے لئے دنیا والوں سے نہیں جھگڑتا۔ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کی علامات میں یہ چند شعر کہے ہیں۔

لَاتَخْذَعَنَّ فَلِلْحَبِيْبِ
وَلَدَيْهِ مِنْ تُحَفِ الْحَبِيْبِ وَسَائِلٌ

''تو دھوکہ نہ دے کیونکہ محبوب کے پاس دلائل اور عاشق کے پاس محبوب کے تحفوں کے وسائل ہیں۔''

مِنْهَا تُنْعِمُهُ بِمُرِّ بَلَائِهٖ
وَسُرُوْرُهٗ فِيْ كُلِّ مَاهُوَفَاعِلٌ

''ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنی تلخ آزمائش سے لطف اندوز ہوتا ہے اور محبوب جو کرتا ہے وہ اس پر خوش ہوتا ہے۔''

فَالْمَنْعُ مِنْهُ عَطِيَّةٌ مَّقْبُوْلَةٌ
وَالْفَقْرُ اِكْرَامٌ وَبِرٌّ عَاجِلٌ

''اس کی طرف سے منع کرنا بھی عطیہ ہے اور فقر اس کے لئے عزت افزائی اور ایک فوری نیکی ہے۔''

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ تَرٰى مِنْ عَزْمِهٖ
طَوْعَ الْحَبِيْبِ وَاِنْ اَلَحَّ الْعَاذِلُ

''ایک علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کی اطاعت کا پختہ ارادہ رکھتا ہے اگر اسے ملامت کرنے والے ملامت کریں۔''

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ يَّرٰى مُتَبَسِّمًا
وَالْقَلْبُ فِيْهِ مِنَ الْحَبِيْبِ بَلَائِلُ

''ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے مسکراتا ہوا پاؤ گے اگرچہ اس کے دل میں محبوب کی طرف سے آگ سلگ رہی ہوتی ہے۔''

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ يُرٰى مُتَفَهِّمًا
لِكَلَامِ مَنْ يَّحْظٰى لَدَيْهِ السَّائِلُ

''ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے خطا کاروں کی گفتگو سمجھتا ہوا پاؤ گے۔''

وَمِنَ الدَّلَائِلِ اَنْ یَّرٰی مُتَقَشِّفًا
مُتَحَفِّظًا مِّنْ کُلِّ مَاھُوَ قَائِلٌ

''اور ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے ہر اس بات کا حفاظت کرنے والا پاؤ گے جسے وہ کہتا ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جوان کے قریب سے گزرے جو باغ کو پانی دے رہا تھا، اس نے آپ سے کہا اللہ رب العزت سے دُعا کیجئے، اللہ رب العزت مجھے ایک ذرہ اپنے عشق کا عطا فرما دے۔ آپ نے فرمایا ایک ذرہ بہت بڑی چیز ہے، تم اس کے تحمل کی استطاعت نہیں رکھتے، کہنے لگا اچھا آدھا ذرہ کا سوال کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے سوال کیا اے اللہ! اسے آدھا ذرہ اپنے عشق کا عطا فرما دے۔ اس کے حق میں یہ دعا کر کے آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کافی مدت کے بعد آپ پھر اسی راستہ سے گزرے اور اس جوان کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا وہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اور کہیں پہاڑوں کی طرف نکل گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب سے دعا کی اے اللہ! میری اس جوان سے ملاقات کرا دے۔ پس آپ نے دیکھا وہ ایک چٹان پر کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپ نے اسے سلام کہا مگر وہ خاموش رہا۔ آپ نے کہا مجھے نہیں جانتے میں عیسیٰ ہوں؟ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ! جس کے دل میں میری محبت کا آدھا ذرہ موجود ہو وہ انسانوں کی بات کیسے سنے گا؟ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر اسے آری سے دو ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو اسے محسوس نہ ہوگا۔

جو شخص تین باتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور خود ان کو تین چیزوں سے پاک نہیں رکھتا تو اس کا دعویٰ باطل ہے۔

۱۔ جو شخص ذکر خدا کی حلاوت کو پانے کا دعویٰ کرتا ہے مگر دنیا سے بھی محبت رکھتا ہے۔

۲۔ جو اپنے اعمال میں اخلاص کا دعویٰ کرتا ہے مگر لوگوں سے اپنی عزت افزائی کا خواہش مند ہے۔

۳۔ جو اپنے خالق کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یُحِبُّوْنَ خَمْسًا وَیَنْھَوْنَ خَمْسًا یُحِبُّوْنَ الدُّنْیَا

وَيَنْهَوْنَ الْاٰخِرَةَ وَيُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَيَنْهَوْنَ الْحِسَابَ وَيُحِبُّوْنَ الْخَلْقَ وَيَنْهَوْنَ الْخَالِقَ وَيُحِبُّوْنَ الذُّنُوْبَ وَيَنْهَوْنَ التَّوْبَةَ وَيُحِبُّوْنَ الْقُصُوْرَ وَيَنْهَوْنَ الْمَقْبَرَةَ

''میری امت پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے، جب وہ پانچ چیزوں سے محبت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھول جائیں گے۔ اول دنیا سے محبت رکھیں گے، آخرت کو بھول جائیں گے۔ دوم مال سے محبت رکھیں گے اور یوم حساب کو بھول جائیں گے۔ سوم مخلوق سے محبت رکھیں گے مگر خالق کو بھول جائیں گے۔ چہارم گناہوں سے محبت رکھیں گے مگر توبہ کو بھول جائیں گے۔ پنجم مکانوں سے محبت رکھیں گے اور قبر کو بھول جائیں گے۔''

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جوان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے جوان! تجھے تیری جوانی دھوکے میں نہ ڈالے، کتنے جوان ایسے تھے جنہوں نے توبہ کو مؤخر اور اپنی امیدوں کو طویل کر دیا، موت کو بھلا دیا اور یہ کہتے رہے کہ کل توبہ کر لیں گے، پرسوں توبہ کر لیں گے یہاں تک کہ اسی غفلت میں ملک الموت آ گیا اور وہ اندھیری قبر میں جا سوئے، نہ انہیں مال نے، نہ غلاموں نے، نہ اُلاد نے اور نہ ہی ماں باپ نے کوئی فائدہ دیا، فرمان الٰہی ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

''جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔'' (الشعراء:۸۹۔۸۸)

اے ربِ ذوالجلال! ہمیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے، ہمیں خواب غفلت سے ہوشیار فرما دے اور سید المرسلین ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔

مومن کی تعریف یہ ہے کہ وہ ہر گھڑی توبہ کرتا رہے اور اپنے گذشتہ گناہوں پر شرمندہ رہے، تھوڑی سی متاعِ دنیا پر راضی رہے، دنیاوی مشاغل کو بھول کر آخرت کی فکر کرے اور خلوصِ قلب سے اللہ رب العزت کی عبادت کرتا رہے۔

ایک منافق انتہائی بخیل تھا، اس نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ اگر تو نے کسی کو کچھ دیا تو تجھ پر طلاق ہے۔ ایک دن ایک سائل ادھر آ نکلا اور اس نے خدا کے نام پر سوال کیا۔ عورت

نے اسے تین روٹیاں دے دیں۔ واپسی میں اسے وہی بخیل مل گیا اور پوچھا تجھے یہ روٹیاں کس نے دی ہیں؟ سائل نے اس کے گھر کے متعلق بتایا کہ مجھے وہاں سے ملی ہیں۔ بخیل تیز قدموں سے گھر کی طرف چل پڑا اور گھر پہنچ کر بیوی سے بولا میں نے تجھے قسم نہیں دی تھی کہ کسی سائل کو کچھ نہیں دینا؟ بیوی بولی سائل نے اللہ رب العزت کے نام پر سوال کیا تھا لہٰذا میں رد نہ کر سکی۔ بخیل نے جلدی سے تنور بھڑکایا جب تنور سرخ ہو گیا تو بیوی سے کہا اٹھ اللہ رب العزت کے نام پر تنور میں داخل ہو جا۔ عورت کھڑی ہو گئی اور اپنے زیورات لے کر تنور کی طرف چل پڑی۔ بخیل چلایا کہ زیورات تو یہیں چھوڑ جا۔ عورت نے کہا آج میرا محبوب سے ملاقات کا دن ہے میں اس کی بارگاہ میں بن سنور کر جاؤں گی اور جلدی سے تنور میں گھس گئی۔ اس بدبخت نے تنور کو بند کر دیا۔ جب تین دن گزر گئے تو اس نے تنور کا ڈھکنا اٹھا کر اندر جھانکا مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عورت اللہ رب العزت کی قدرت سے اس میں صحیح و سالم بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کیا تجھے علم نہیں کہ آگ ہمارے دوستوں کو نہیں جلاتی؟

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایمان اپنے شوہر فرعون سے چھپایا تھا جب فرعون کو اس کا پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ اسے گوناگوں عذاب دیے جائیں تاکہ آپ ایمان کو چھوڑ دیں لیکن آپ ثابت قدم رہیں۔ تب فرعون نے میخیں منگوائیں اور ان کے جسم پر میخیں گڑوا دیں اور فرعون کہنے لگا اب بھی وقت ہے ایمان کو چھوڑ دو مگر آپ نے جواب دیا تو میرے وجود پر قادر ہے لیکن میرا دل میرے رب کی پناہ میں ہے، اگر تو میرا ہر عضو کاٹ دے تب بھی میرا عشق بڑھتا ہی رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہ! آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ رب العزت تیرے کارناموں پر فخر فرماتا ہے سوال کر تیری ہر حاجت پوری ہو گی۔ آپ نے دعا مانگی:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (التحریم:۱۱)

''اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دھوپ میں عذاب دیا جاتا تھا جب لوگ لوٹ جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے آپ پر سایہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنے جنت والے گھر دیکھتی رہتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ان کے جسم میں گڑوائیں اور ان کے سینے پر چکی کے پاٹ رکھ دئے گئے تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کی۔

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (التحریم:۱۱)

''اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ رب العزت نے اس دعا کے طفیل حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو فرعون سے باعزت رہائی عطا فرمائی اور ان کو جنت میں بلا لیا جہاں وہ ذی حیات کی طرح کھاتی پیتی ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مصائب اور تکالیف میں اللہ رب العزت کی پناہ مانگنا، اس سے التجا کرنا اور رہائی کا سوال کرنا مومنین اور صالحین کا طریقہ ہے۔

☆☆☆

باب 11:

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت

فرمانِ الٰہی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (آل عمران:۳۱)

''فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔''

اللہ رب العزت تم پر رحم فرمائے اچھی طرح سمجھ لو کہ بندے کے لئے اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، ان کی اطاعت اور ان کے احکامات کی پیروی ہے اور اللہ رب العزت کے لئے بندوں کی محبت، رحمت اور بخشش کا نزول ہے۔ جب بندہ یہ بات سمجھ لیتا ہے کہ کمالات حقیقی صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے ہیں اور مخلوق کے کمالات بھی حقیقت میں اللہ رب العزت ہی کے کمالات ہیں اور اللہ رب العزت ہی کے عطا کردہ ہیں تو اس کی محبت اللہ رب العزت کے ساتھ اور اللہ رب العزت کے لئے ہو جاتی ہے۔ یہی چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کی اطاعت کرے اور جن باتوں کا وہ اقرار کرتا ہے ان امور سے اس محبت میں اضافہ ہو، اسی لئے محبت کو اطاعت کے ارادوں کا نام دیا گیا ہے اور اس کو اخلاص عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم رب تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یعنی اطاعت رسول اللہ ﷺ محبت الٰہی کا موجب ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا اے بشر حافی! جانتے ہو اللہ رب العزت نے تمہیں تمہارے ہمعصروں سے بلند مقام کیوں دیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم نیکوں کی خدمت کرتے ہو، دوستوں کو نصیحت کرتے ہو، میری سنت اور اہل سنت سے محبت رکھتے ہو اور اپنے دوستوں سے حسنِ سلوک روا رکھتے ہو۔

فرمان نبوی ﷺ ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ شرعۃ الاسلام اور آثارِ مشہورہ میں ہے کہ جب مذہب میں فتنے پیدا ہو جائیں اور مخلوق میں پراگندگی رونما ہوجائے اس وقت حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کا ثواب سو شہیدوں کے اجر کے برابر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قَالُوْا مَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَتِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى كُلُّ عَمَلٍ لَيْسَ عَلٰى سُنَّتِيْ فَهُوَ مَعْصِيَةٌ

''میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا۔ عرض کی گئی حضور ﷺ! انکار کس نے کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں جائے گا جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا انکار کیا ہر وہ عمل جو میرے طریقے کے مطابق نہیں وہ گناہ ہے۔''

ایک بزرگ کا قول ہے اگر تو کسی شیخ کو ہوا میں اڑتا ہوا پانی پر چلتا ہوا یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ رب العزت کے کسی فرض یا نبی کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے، اس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں استدراج ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کوئی شخص بھی اللہ رب العزت تک اس کی توفیق کے بغیر نہیں پہنچتا اور اللہ رب العزت تک پہنچنے کا راستہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء و اتباع ہے۔ حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اتباعِ سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے۔

شرعۃ الاسلام فرمان نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ ضَيَّعَ سُنَّتِيْ حُرِمَتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ

''جس نے میری سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت حرام ہوگئی۔''

ایک شخص نے ایک دیوانے سے ایک ایسا عمل سرزد ہوتے دیکھا جو خلافِ توقع تھا وہ جناب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ کہہ سنایا آپ نے کہا اللہ رب العزت کے بہت سے عشاق ہیں کچھ جھوٹے ہیں کچھ بڑے، کچھ عقلمند ہیں اور کچھ دیوانے جس شخص کو تم نے دیکھا ہے وہ اللہ کا عاشق دیوانہ ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے ہمیں ان

کی بیماری کے اسباب کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کسی نے ہمیں ایک حکیم حاذق کا پتہ بتلایا ہم ان کا قارورہ اس حکیم کے پاس لے گئے۔ وہ حکیم کچھ دیر توجہ سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا! یہ کسی عاشق کا قارورہ نظر آتا ہے۔ یہ سنتے ہی میں بے ہوش ہوگیا اور بوتل میرے ہاتھ سے گر گئی۔ جب میں نے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس آکر واقعہ بتلایا تو انہوں نے تبسم فرمایا اور فرمایا اسے اللہ سمجھے! اس نے یہ کیسے معلوم کرلیا؟ میں نے پوچھا کیا محبت کے اثرات پیشاب میں بھی ظاہر ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تجھ سے پوچھا جائے تو اللہ رب العزت سے محبت کرتا ہے تو چپ ہو جا کیونکہ اگر تو نفی میں جواب دے گا تو یہ کفر ہوگا اور اگر ہاں کہے گا تو تیرے اندر عاشقوں جیسی صفت ہی موجود نہیں ہے (اس طرح تو جھوٹا سمجھا جائے گا) پس خاموشی اختیار کر کے ناراضگی سے بچ جا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص اللہ رب العزت کے دوست کو دوست رکھتا ہے وہ اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ رب العزت کے احترام کرنے والے کا احترام کرتا ہے وہ اللہ رب العزت کا احترام کرتا ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حُب خدا کی نشانی حُب قرآن ہے حُب خدا اور حُب قرآن کی نشانی حُب نبی ہے اور حُب نبی کی نشانی نبی کی سنت سے محبت ہے اور حُب سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے، آخرت کی محبت دنیا سے بغض کا نام ہے اور دنیا سے بغض کی نشانی معمولی مال دنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لئے دنیا کو خرچ کرنا ہے۔

حضرت ابوالحسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبادت کی بنیاد تین چیزوں ہیں، آنکھ، دل، زبان، آنکھ عبرت کے لئے، دل غور وفکر کے لئے اور زبان سچائی کا گہوارہ اور ذکر وتسبیح کے لئے چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا

''اللہ رب العزت کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔''

یہاں پاکی سے مراد ذکر الٰہی ہے۔

رونق المجالس میں منقول ہے حضرت عبداللہ اور احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہما ایک جگہ گئے۔ احمد بن حرب نے وہاں خشک گھاس کا ایک ٹکڑا کاٹا، حضرت عبداللہ نے جناب احمد بن حرب

سے کہا تجھے پانچ چیزیں حاصل ہوگئیں۔

۱۔ تیرے اس فعل سے تیرا دل اللہ رب العزت کی تسبیح سے غافل ہوا۔

۲۔ تو نے اپنے نفس کو اللہ رب العزت کے ذکر کے ماسوا کاموں کی عادت ڈالی۔

۳۔ تو نے اپنے نفس کے لئے ایک راستہ بنا دیا جس میں وہ تیرے پیچھے پڑے گا۔

۴۔ تو نے اسے اللہ رب العزت کی تسبیح سے روکا۔

۵۔ تو نے قیامت کے لئے اپنے نفس کو رب کے سامنے ایک حجت دے دی۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے شیخ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پسے ہوئے ستو دیکھے میں نے پوچھا آپ ستو کے علاوہ اور کچھ کیوں نہیں کھاتے ؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کھانا چبانے اور ستو پینے میں ستر تسبیحوں کا اندازہ لگایا ہے چالیس سال ہوئے میں نے روٹی کھائی ہی نہیں تا کہ ان تسبیحوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ پندرہ دن میں صرف ایک مرتبہ کھاتے اور جب ماہِ رمضان آتا تو مہینے میں صرف ایک مرتبہ کھاتے، بعض اوقات ستر دنوں تک بھی کچھ نہ کھاتے تھے۔ جب آپ کھانا کھاتے تو کمزور ہو جاتے اور جب بھوکے رہتے تو قوی ہو جاتے تھے۔

حضرت ابوحماد الاسود رحمۃ اللہ علیہ تیس برس خانہ کعبہ کے مجاور رہے مگر کسی نے انہیں کھاتے پیتے نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ ایک لمحہ اللہ رب العزت کے ذکر سے غافل ہوئے۔

حضرت عمرو بن عبید رحمۃ اللہ علیہ تین کاموں کے علاوہ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے نماز باجماعت کے لئے، مریضوں کی عیادت کے لئے اور جنازوں میں شرکت کے لئے اور وہ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو چور اور رہزن پایا ہے۔ عمر ایک عمدہ جوہر ہے جس کی قیمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس سے آخرت کے لئے خزانہ کرنا چاہئے اور آخرت کے طلبگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ریاضت کرے تا کہ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو جائے، ظاہر و باطن پر مکمل اختیار حاصل کئے بغیر حال کا سنبھالنا مشکل ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے ریاضت میں جب مجھے نیند آتی تو میں آنکھوں میں نمک کی سلائی لگاتا، جب نیند زیادہ تنگ کرتی تو گرم سلائی آنکھوں میں پھیر لیتا۔

حضرت ابراہیم بن حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میرے والد محترم کو جب نیند آنے لگتی تو وہ دریا کے اندر تشریف لے جاتے اور اللہ رب العزت کی تسبیح کرنے لگتے جسے سن کر دریا کی

مچھلیاں اکٹھی ہو جاتیں اور وہ بھی تسبیح کرنے لگتیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے رب سے دعا مانگی میری رات کی نیند اڑا دے اللہ رب العزت نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں چالیس برس تک نیند نہ آئی۔

حضرت حسن حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جسم کو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ جگہوں سے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا اور اسی حالت میں وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے حال میں بازار میں جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آجاتے جبکہ حضرت حبش بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

لہٰذا مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ باوضو رہے، جب بے وضو ہو جائے تو فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) ادا کرے، ہر مجلس میں قبلہ رو بیٹھے، حضور دل اور مراقبہ کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مواجہہ شریف میں بیٹھا ہے، تحمل اور بردباری کو اپنے افعال میں لازم رکھے، دکھ جھیلے مگر برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے، گناہوں سے استغفار کرتا رہے، خود بینی اور ریا کے قریب نہ جائے کیونکہ خود بینی شیطان کی صفت ہے، اپنے آپ کو حقارت سے اور نیک لوگوں کو احترام سے دیکھے اس لئے کہ جو شخص نیکوں کے احترام کو نہیں جانتا اللہ رب العزت اسے ان کی صحبت سے محروم کر دیتا ہے اور جو شخص عبادت کی حرمت و عظمت کو نہیں جانتا اللہ رب العزت اس کے دل سے عبادت کی شیرینی (سکون) نکال دیتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اے ابوعلیٰ! آدمی نیک کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب اس کی نیت میں نصیحت، دل میں خوف، زبان پر سچائی اور اس کے اعضاء سے اعمالِ صالحہ کا صدور ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے شب معراج فرمایا اے احمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار بننا پسند ہے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت کیجئے۔ آپ نے عرض کی اے اللہ! دنیا سے بے رغبتی کیسے ہو؟ فرمانِ الٰہی ہوا دنیا کے مال سے بقدر ضرورت کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں لے لیجئے اور کل کے لئے ذخیرہ نہ کیجئے اور ہمیشہ میرا ذکر کرتے رہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ذکر پر دوام کیسے ہو؟ جواب ملا لوگوں سے علیحدگی اختیار کیجئے، نماز اور بھوک کو اپنی غذا بنائیے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا یُرِیْحُ الْقَلْبَ وَالْبَدَنَ وَالرَّغْبَۃُ فِیْھَا تُکْثِرُ اَلْھَمَّ وَالْحُزْنَ

''دنیا سے کنارہ کشی جسم و جان کی تازگی ہے اور دنیا کی رغبت میں غم و اندوہ کی فراوانی ہے۔''

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور کنارہ کشی ہر خیر و برکت کی بنیاد ہے۔

ایک صالح شخص کا ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا وہاں ایک معالج بیماریوں اور دوائیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ صالح جوان نے پوچھا اے جسموں کے معالج! کیا تیرے پاس دلوں کا علاج ہے؟ وہ بولا ہاں بتاؤ دل میں کیا بیماری ہے؟ صالح جوان نے کہا گناہوں کی ظلمت نے اسے سخت کر دیا ہے۔ معالج نے کہا اس کا علاج صبح و شام گریہ وزاری، استغفار، رب غفور کی اطاعت میں سعی اور اپنے گناہوں پر معذرت طلبی ہے، دوا تو یہ ہے شفاء رب کے پاس ہے۔ وہ صالح جوان اتنا سنتے ہی بے حال ہو گیا اور کہنے لگا تم واقعی ایک اچھے طبیب ہو، تم نے لاجواب علاج بتلایا۔ معالج نے کہا یہ اس دل کا علاج ہے جو تائب ہو کر اپنے رب کے حضور آ گیا ہو۔

ایک شخص نے ایک غلام خریدا۔ غلام نے کہا اے مالک! میری تین شرطیں ہیں۔

۱۔ جب نماز کا وقت آئے تو مجھے اس کے ادا کرنے سے نہ روکنا۔

۲۔ دن کو مجھ سے جو چاہو کام لو مگر رات کو نہیں۔

۳۔ مجھے ایسا کمرہ دو جس میں میرے سوا کوئی نہ آئے۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کرتے ہوئے کہا گھر میں رہنے کے لئے کوئی کمرہ پسند کرلو۔ غلام نے ایک خراب سا کمرہ پسند کر لیا۔ مالک بولا تو نے خراب کمرہ کیوں پسند کیا؟ غلام نے جواب دیا اے مالک! یہ خراب کمرہ اللہ رب العزت کے یہاں چمن ہے چنانچہ وہ دن کو مالک کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ایک رات اس کا مالک وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کمرہ منور ہے، غلام سجدہ میں ہے اور اس کے سر پر ایک نورانی قندیل معلق ہے اور وہ آہ و زاری کرتے ہوئے کہہ رہا ہے، یا الٰہی! تو نے مجھ پر مالک کی خدمت واجب کر دی ہے اور مجھ پر یہ ذمہ داری نہ ہوتی تو میں صبح و شام تیری عبادت میں مشغول رہتا، اے اللہ رب العزت! میری عذر قبول فرمالے۔ مالک ساری رات اس کی عبادت دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، قندیل بجھ گئی اور کمرے کی چھت حسب سابق

ہموار ہوگئی وہ واپس لوٹا اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔ جب دوسری رات ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گیا، وہاں دیکھا تو غلام سجدہ میں تھا اور نورانی قندیل روشن تھی، وہ دونوں دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ساری رات اسے دیکھ کر روتے رہے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا ہم نے تجھے اللہ رب العزت کے نام پر آزاد کر دیا تا کہ تو فراغت سے اس کی عبادت کر سکے، غلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا۔

یَاصَاحِبَ السِّرِّاَنَّ السِّرَّ قَدْ ظَهَرَ
وَلَآ اُرِیْدُ حَیَاتِیْ بَعْدَ مَااِشْتَهَرَ

''اے صاحب زار، راز ظاہر ہوگیا، اب میں اس افشائے راز اور شہرت کے بعد زندگی نہیں چاہتا۔''

اس نے پھر کہا اے الٰہی ! مجھے موت دے دے اور گر کر مر گیا۔ واقعی صالح عاشق اور طالب مولیٰ لوگوں کے حالات ایسے ہی ہیں۔

زہرالریاض میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک عزیز دوست تھا ایک دن آپ سے کہنے لگا اے موسیٰ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت مجھے اپنی معرفت عطا فرمائے۔ آپ نے دعا کی اللہ رب العزت نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وہ دوست، آبادی سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں میں وحوش کے ساتھ رہنے لگا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے نہ پایا تو رب تعالیٰ سے التجا کی الٰہی ! میرا وہ دوست کہاں گیا؟ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ! جو مجھے صحیح معنوں میں پہچان لیتا ہے وہ مخلوق کی دوستی کبھی پسند نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اکٹھے بازار میں جا رہے تھے ایک عورت نے انہیں زور سے ہٹایا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا رب کی قسم! مجھے اس کا پتہ ہی نہیں چلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سبحان اللہ! آپ کا بدن تو میرے ساتھ ہے مگر دل کہاں ہے؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا اے خالہ کے بیٹے! اگر میرا دل ایک لمحہ بھی غیر خدا سے متعلق ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں میں نے اپنے رب کو پہچانا ہی نہیں!

کہا گیا ہے سچی معرفت یہ ہے کہ انسان دنیا و آخرت کو چھوڑ کر اللہ رب العزت کا ہی ہو جائے اور شراب محبت کا ایسے جام پیئے کہ اللہ رب العزت کا دیدار کئے بغیر ہوش میں نہ آئے، ایسا شخص ہی ہدایت یاب ہے۔

باب 12:

شیطان اور اس کی سزا

فرمان الٰہی ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ (آل عمران:۳۲)

''پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کفر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر لیں تو ایسے اللہ رب العزت نہ تو ان کو معاف کرے گا اور نہ ہی توبہ کو قبول کرے گا۔ جیسے کفر اور تکبر کی وجہ سے شیطان کی توبہ قبول نہ ہوئی اور اپنی غلطی کا اقرار کرنے، شرمندہ ہونے اور اپنے نفس کو ملامت کرنے کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی توبہ اللہ رب العزت نے قبول فرمالی، اگرچہ قولِ صحیح کے مطابق آدم علیہ السلام نے حقیقتہً کوئی گناہ نہیں کیا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل اور بعد ہر حال میں گناہوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن صورت گناہ کی سی تھی لہٰذا حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ

(الاعراف:۲۳)

''عرض کی اے رب ہمارے، ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں سے ہوئے۔''

حضرت آدم علیہ السلام اپنی غلطی پر شرمسار ہوئے اللہ رب العزت کی رحمت کے امیدوار ہوئے اور توبہ میں جلدی کی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر:۵۳)

''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔''

لیکن شیطان نے اپنی غلطی کو تسلیم نہ کیا، پشیمان نہ ہوا، اپنے نفس کو ملامت نہ کی، توبہ میں جلدی نہ کی اور تکبر کی وجہ سے رحمت خداوندی سے ناامید ہوگیا چنانچہ آج بھی جس کسی

کی کیفیت ابلیس کی طرح ہوگی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی مگر جو آدم علیہ السلام کی طرح کرے گا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی، کیونکہ ہر وہ گناہ جس کا تعلق خواہشاتِ انسانی سے ہے، اس کی بخشش ممکن ہے اور جس گناہ کا تعلق تکبر وخود بینی سے ہو اس کی بخشش ناممکن ہے، شیطان کی غلطی یہی تھی اور آدم علیہ السلام کی خطا خواہشِ نفس سے تھی۔

ایک مرتبہ شیطان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے رسول بنایا ہے اور آپ سے کلام فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! مگر تم کون ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا میں شیطان ہوں، اللہ رب العزت سے سوال کیجئے کہ تیری مخلوق تجھ سے توبہ کی طالب ہے۔ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی فرمایا اس سے کہو کہ ہم نے تیری درخواست کو قبول کیا مگر ایک شرط کے ساتھ کہ آدم علیہ السلام کی قبر پر جا کر سجدہ کرلو جب تو سجدہ کرلے گا میں تیری توبہ قبول کرلوں گا اور تیرے گناہوں کو معاف کردوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب شیطان کو یہ بتلایا تو وہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور تکبر سے کہنے لگا اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تو آدم علیہ السلام کو جنت میں سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کیسے کرلوں؟

شیطان کو جہنم میں شدید عذاب دے کر پوچھا جائے گا تو نے عذاب کو کیسا پایا؟ جواب دے گا، بہت سخت! اسے کہا جائے گا آدم علیہ السلام ریاضِ جنت میں ہیں انہیں سجدہ کرلو اور گذشتہ اعمال پر معذرت کرو تا کہ تیری بخشش ہو جائے مگر شیطان سجدہ کرنے سے انکار کر دے گا پھر اس پر عام جہنمیوں کی نسبت ستر ہزار گنا زیادہ عذاب بھیجا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ رب العزت ہر لاکھ سال بعد شیطان کو آگ سے نکال کر آدم کو سجدہ کا حکم دے گا مگر وہ برابر انکار کرتا رہے گا اور اسے بار بار جہنم میں ڈالا جائے گا۔ پس اگر تم ابلیس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو رب کریم کے دامن رحمت سے چمٹ جاؤ اور اسی سے پناہ مانگو۔ جب قیامت کا دن ہوگا شیطان کے لئے آگ کی کرسی رکھی جائے گی، وہ اس پر بیٹھے گا، تمام شیطان اور کافر وہاں جمع ہو جائیں گے۔ شیطان گدھے کی طرح چیختے ہوئے کہے گا اے جہنمیو! تم نے اپنے رب کے وعدہ کو کیسا پایا؟ سب کہیں گے بالکل سچ پایا۔ پھر وہ کہے گا میں آج کے دن اللہ رب العزت کی رحمت سے ناامید ہوگیا ہوں۔ تب اللہ رب العزت کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس پر اس کی پیروی کرنے والوں پر آگ کے ڈنڈے برساؤ پس وہ کبھی بھی وہاں سے نکلنے کا حکم نہیں سنیں گے۔

ایک روایت ہے شیطان کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق پہنا کر آگ کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ اللہ رب العزت جہنم کے فرشتوں کو حکم دے گا، اس کی کرسی کو جہنم میں دھکیل دو مگر وہ کوشش کے باوجود ایسا نہیں کر سکیں گے، تب جبرائیل علیہ السلام کو اسی ہزار فرشتوں کے ساتھ اسے دھکیلنے کا حکم ملے گا مگر وہ بھی بے بس ہو جائیں گے، پھر اسرافیل پھر عزرائیل کو فرشتوں کی اسی ہزار کی جماعت کے ساتھ حکم ملے گا مگر وہ بھی نہیں دھکیل سکیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا کہ اگر میرے پیدا کردہ فرشتوں سے دگنے فرشتے بھی آجائیں تو بھی اسے نہیں ہلا سکیں گے کیونکہ اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا ہوا ہے اس کے بوجھ کے باعث یہ یہاں سے جنبش نہیں کر سکتا۔

شیطان کا نام پہلے آسمان پر عابد، دوسرے پر زاہد، تیسرے پر عارف، چوتھے پر ولی، پانچویں پر متقی، چھٹے پر عزرائیل اور لوحِ محفوظ پر ابلیس تھا۔ وہ اپنی عاقبت سے بے فکر تھا، جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو کہنے لگا اے اللہ رب العزت! تو نے اسے مجھ پر فضیلت دے دی حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے اور مٹی سے پیدا کیا ہے، خداوند تعالیٰ نے فرمایا میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں۔

شیطان نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر سمجھا اور ننگ و تکبر کی وجہ سے آرام سے منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ جب فرشتے آدم علیہ السلام کو سجدہ کر کے اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ سجدہ شکر میں گر گئے لیکن شیطان ان سے بے تعلق کھڑا رہا اور اسے اپنے اس فعل پر کوئی پشیمانی نہ ہوئی۔ تب اللہ رب العزت نے اس کی صورت مسخ کر دی خنزیر کی طرح لٹکا ہوا منہ، سر اونٹ کے سر کی طرح، سینہ بڑے اونٹ کی کوہان جیسا، ان کے درمیان چہرہ ایسے جیسے بندر کا چہرہ، آنکھیں کھڑی، نتھنے حجام کے کوزے جیسے کھلے ہوئے، ہونٹ بیل کی طرح لٹکے ہوئے، دانت خنزیر کی طرح باہر نکلے ہوے اور داڑھی میں صرف سات بال تھے اسی صورت میں اسے جنت سے نیچے پھینک دیا گیا بلکہ آسمان و زمین سے جزائر کی طرف پھینک دیا گیا، وہ اب اپنے کفر کی وجہ سے زمین پر چھپے چھپے آتا ہے اور قیامت تک کے لئے لعنت کا مستحق بن گیا ہے۔

شیطان کتنا خوبصورت، حسین، کثیر العلم، کثیر العبادت، ملائکہ کا سردار، مقربین کا سرخیل تھا مگر اسے کوئی چیز اللہ رب العزت کے غضب سے نہ بچا سکی بے شک اس میں

عقلمندوں کے لے عبرت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ رب العزت نے شیطان کی گرفت کی تو جبرائیل و میکائیل رونے لگے رب نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ عرض کی اے اللہ رب العزت تیری گرفت کے خوف سے روتے ہیں۔ ارشاد ہوا اسی طرح میری گرفت سے روتے رہنا۔

شیطان نے اللہ رب العزت سے کہا اے اللہ رب العزت! تو نے مجھے جنت سے نکالا تو آدم کے سبب اب مجھے اولادِ آدم پر غلبہ عطا فرما۔ رب تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجھے انبیاء علیہم السلام کے سوا جن کی عصمت مسلم ہے، آدم کی اولاد پر غلبہ دیا۔ شیطان بولا کچھ اور؟ رب نے فرمایا جتنی آدم کی اولاد ہوگی اتنی ہی تیری اولاد ہوگی۔ شیطان بولا کچھ اور؟ رب تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کے سینوں کو تیرا مسکن بنایا تو ان میں خون کی طرح گردش کرے گا۔ عرض کی کچھ اور؟ فرمانِ الٰہی ہوا اپنے سوار اور پیادہ مددگاروں سے امداد مانگ کر انہیں مال حرام کی کمائی پر آمادہ کرنا، انہیں ایامِ حیض وغیرہ میں مجامعت سے اولاد حرام کا حقدار بنانا اور حرام کاری کے اسباب مہیا کرنا، انہیں مشرکانہ تعلیم کرنا جیسے عبدالعزنے وگیرہ، انہیں گندی گفتگو، بُرے افعال اور جھوٹی تسلیاں دینا جیسے معبودانِ باطلہ کی شفاعت، آباؤ اجداد کی کرامتوں پر فخر، طویل امیدوں کے ذریعہ توبہ میں تاخیر وغیرہ اور یہ سب کچھ تہدید کے طور پر تھا اور جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے تم جو چاہو، کرو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ رب العزت! تو نے میری اولاد پر ابلیس کو مسلط کر دیا، اب اس سے رہائی تیری رحمت کے بغیر کیسے ہوگی؟ رب نے فرمایا تیرے ہر ایک فرزند کے ساتھ میں محافظ فرشتے بناؤں گا۔ عرض کی ابھی کچھ اور؟ فرمان الٰہی ہوا ایک نیکی کا ثواب انہیں دس گنا ملے گا، عرض کی ابھی کچھ اور! فرمان الٰہی ہوا ان کے آخری سانس تک ان کی توبہ قبول کروں گا عرض کی کہ کچھ اور عطا فرما؟ فرمان ہوا ان کے لئے بخشش عام کردوں گا، میں بے نیاز ہوں، اے میرے رب یہ کافی ہے۔ شیطان نے کہا اے اللہ! تو نے آدم کی اولاد میں نبی بنائے، ان پر کتابیں نازل کیں، میرے رسول اور کتابیں کیا ہیں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا تیرے رسول اور گدی ہوئی کھالیں تیری کتابیں جھوٹ تیری حدیثیں جھوٹ تیرا قرآن شعر تیرے مؤذن باجے تیری مسجد بازار تیرا گھر حمام خانے تیرا کھانا وہ جس پر میرا نام نہ لیا گیا ہو تیرا پینا شراب اور عورتیں تیرا جال ہیں۔

باب 13:

امانت

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَ مَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (الاحزاب:۷۲)

''بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں پر زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔''

انہیں خوف ہوا کہ وہ اس امانت کا حق ادا نہ کرسکیں گے اور عذاب کے مستحق ہوں گے یا انہیں خیانت کا خوف لاحق ہوا۔ اس آیت کریمہ میں امانت کے معنی ایسی عبادت اور فرائض ہیں جن کی ادائیگی اور عدم ادائیگی سے ثواب و عذاب وابستہ اور معلق ہے۔ قرطبی کا قول ہے امانت دین کی تمام شرائط وعبادات کا نام ہے۔ یہ جمہور کا قول ہے اور قولِ صحیح ہے۔ اس کی تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مال کی امانت جیسے امانت رکھا ہوا مال وغیرہ۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ فرائض میں سب سے اہم مال کی امانت ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غسل جنابت امانت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سب سے پہلے اللہ رب العزت نے انسان کی شرمگاہ کو پیدا کیا اور فرمایا یہ امانت ہے جو میں تجھے دے رہا ہوں، اسے بے راہ روی سے بچانا، اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو میں تیری حفاظت کروں گا لہٰذا شرمگاہ امانت ہے، کان امانت ہے، زبان امانت ہے، پیٹ امانت ہے، ہاتھ اور پیر امانت ہیں اور جس میں امانت ہیں اس کا ایمان نہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی جو یہ تمام مظاہر کائنات اور جو کچھ ان میں ہے، سخت بے چین ہو گے۔ اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا اگر تم اچھے عمل کرو گے تو تم کو اجر ملے گا اور اگر بُرے کام کرو گے تو میں عذاب دوں گا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان پر امانت پیش کی اور یہی کہا گیا

تو انہوں نے کہا میں اس بار کو اٹھاتا ہوں۔ یہ بات سمجھ لئے کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں کو امانت لینے نہ لینے کا اختیار دیا گیا تھا، انہیں مجبور نہیں کیا گیا تھا اگر ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہوتا تو لامحالہ انہیں یہ بارِ امانت اٹھانا پڑتا۔

آیت بالا میں ''ارض'' سے ایک مثال دی گئی ہے کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں پر ان کی بے پناہ جسامت کے باوجود شریعت مطہرہ کے احکامات کی ذمہ داری اگر ان پر ڈالی جاتی تو یہ عذاب وثواب کی وجہ سے ان پر گراں گزرتی کیونکہ یہ تکلیف ہی ایسی مہتم بالشان ہے کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں کا عاجز آجانا عین ممکن ہے مگر اسے انسان نے قبول کر لیا چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے اور انسان نے (بوجھ) اٹھا لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر اس وقت یہ امانت پیش کی گئی جبکہ میثاق کے وقت ان کی اولاد کو ان کی صلب سے ننھی منی صورتوں میں نکالا گیا تو آدم علیہ السلام نے یہ بارِ امانت قبول کر لیا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:۷۲)

''بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔''

انسان نے اس بارِ امانت کو اٹھا کر اپنے آپ پر ظلم کیا اور وہ اس بارِ گراں کا اندازہ نہ کر سکا۔ یہ امانت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور فرمان ہوا اسے مکمل طور پر لے لو، اگر تم نے اطاعت کی تمہیں بخش دوں گا، اگر نافرمانی کی تو عذاب دوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ! میں نے اسے مکمل طور پر قبول کیا اور اسی دن عصر سے رات تک کا وقت ہی گزرا تھا کہ انہوں نے شجرہ (ممنوعہ) کھا لیا۔ اللہ رب العزت نے انہیں اپنی رحمت میں لے لیا۔ آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

امانت ایمان سے مشتق ہے، جو شخص امانت خداوندی کی حفاظت کرتا ہے اللہ رب العزت اس کے ایمان کا محافظ ہوتا ہے، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّاعَهْدَ لَهٗ

''اس کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جو عہد کو پورا کرنے والا نہیں۔''

ایک شاعر کہتا ہے۔

تَبًّا لِّمَنْ رَضِیَ الْخِیَانَۃَ مُھَیْعًا
وَأَزْوَرَّ عَنْ صَوْنِ الْاَمَانَۃِ جَانِبُہٗ

''خدا اس کو ہلاک کرے جو خیانت کو اپنی پناہ گاہ بنائے اور امانت کی حفاظت سے پہلو تہی کرے۔''

رَفَضَ الدِّیَانَۃَ وَالْمُرُوْنَۃَ فَاغْتَدٰی
وَلَدَیْہِ مِنْ تُخْفِ الْحَبِیْبِ وَسَائِلُ

''اس نے دیانت ومروت کو خیر باد کہہ دیا تو اس پر زمانہ کے پے در پے مصائب آنے لگے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَخْلُقْ بِمَنْ رَضِیَ الْخِیَانَۃَ شِیْمَۃً
اَنْ لَّا یَرٰی اِلَّا صَرِیْحَ حَوَادِثٖ

''جو خیانت کو اپنی عادت بنالے وہ اس لائق ہے کہ حوادثِ زمانہ کا شکار ہو جائے۔''

مَازَالَتِ الْاَرْزَاءُ یَنْزِلُ بُؤْسُھَا
اَبَدًا بِغَادِرِ ذِمَّۃٍ اَوْنَاکِثٖ

''جو شخص بدعہدی یا عہد شکنی کرتا ہے اس پر مسلسل مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلٰی کُلِّ خَلْقٍ لَیْسَ الْخِیَانَۃُ وَالْکِذْبُ

''مؤمن میں ہر ایک وصف پایا جاتا ہے سوائے جھوٹ اور خیانت کے۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَّالَمْ تَرَالْاَمَانَۃَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَۃَ مَغْرَمًا

''میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی جب تک وہ امانت کو مالِ غنیمت اور صدقہ کو تاوان نہ سمجھے۔''

نیز فرمایا۔

اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ

''جو شخص تیرے پاس امانت رکھے اسے امانت واپس لوٹا دو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔''

نیز حضور ﷺ نے فرمایا۔

اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

''منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

یعنی جب کوئی اسے کسی بات کا راز دار بناتا ہے تو دوسرے لوگوں کو بتلا دیتا ہے یا امانت لوٹانے سے انکار کر دیتا ہے یا امانت کا تحفظ نہیں کر پاتا یا اسے غلط استعمال میں لاتا ہے وغیرہ۔ حفظ امانت مقرب فرشتوں انبیاء کرام اور نیک بندوں کی صفت ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (النساء:۵۸)

''بے شک! اللہ رب العزت تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہی کے سپرد کرو۔''

مفسرین کرام کہتے ہیں، اس آیت کریمہ میں بہت سے احکامِ شرعی موجود ہیں اور اس کا خطاب عمومی طور پر تمام والیوں (حاکموں) سے ہے، اس لئے والیوں کے لئے ضروری ہے کہ مظلوم کے ساتھ انصاف کریں، اظہارِ حق سے نہ رکیں کیونکہ یہ ان کے پاس امانت ہے، عمومی طور پر تمام مسلمانوں اور خصوصی طور پر یتیموں کے مال کی حفاظت کریں۔

علماء کے لئے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو دینی احکامات کی تعلیم دیں کیونکہ علماء نے اس بارِ امانت کو اٹھانے کا عہد کیا ہے۔ باپ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اسے اچھی تعلیم دے کیونکہ یہ ان کے پاس امانت ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ

''تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔''

زہر الریاض میں ہے قیامت کے دن ایک انسان کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، خداوند عزوجل فرمائے گا تو نے فلاں شخص کی امانت واپس کی تھی؟ بندہ عرض

کرے گا نہیں۔ رب تعالیٰ حکم دے گا اور فرشتہ اسے جہنم کی طرف لے جائے گا وہاں وہ جہنم کی گہرائی میں اس امانت کو رکھا ہوا دیکھے گا وہ اس امانت کی طرف گرے گا اور ستر سال کے بعد وہاں پہنچے گا پھر وہ امانت اٹھا کر اوپر آئے گا جب وہ جہنم کے کنارے پر پہنچے گا تو اس کا پاؤں پھسل جائے گا اور وہ پھر جہنم کی گہرائی میں گر جائے گا اسی طرح وہ گرتا رہے گا اور چڑھتا رہے گا یہاں تک کہ نبی ﷺ کی شفاعت سے اسے رب ذوالجلال کی رحمت حاصل ہو جائے گی اور امانت کا مالک اس سے راضی ہو جائے گا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا تا کہ نماز ادا کی جائے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کیا گیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے پھر پوچھا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کی گئی تین دینار تب آپ نے نماز پڑھائی، ایک اور جنازہ لایا گیا آپ نے پوچھا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نہیں۔ آپ نے نماز پڑھائی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا آپ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا اس نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نہیں۔ اس وقت آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا تم اس کی نماز پڑھ لو لیکن آپ ﷺ نے نماز نہیں پڑھی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک جوان نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اگر میں راہِ خدا میں شاکر و صابر، ایمان اور امید ثواب لے کر آگے بڑھتا ہوا شہید ہو جاؤں تو اللہ رب العزت میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ جوان خدمت سے رخصت ہو گیا تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا اللہ رب العزت قرض کے سوا شہید کے ہر گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

☆☆☆

باب 14:

نماز میں خضوع وخشوع

فرمانِ الٰہی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:۱)

''بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔''

علماء نے فرمایا ہے کہ خشوع دو معنوں میں مستعمل ہے، بعض علماء نے اسے افعال قلب میں شمار کیا ہے جیسے ڈر، خوف، انبساط وغیرہ اور بعض نے اسے اعضائے ظاہری کے افعال میں شمار کیا ہے جیسے اطمینان سے کھڑا ہونا، بے توجہی اور بے پروائی سے بچنا وغیرہ۔ خشوع کے معنی میں ایک یہ بھی اختلاف ہے کہ یہ نماز کے فرائض میں سے ہے یا فضائل میں سے، جو اسے فرائض نماز سے سمجھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

لَیْسَ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِهٖ اِلَّا مَا عَقَلَ

''بندے کے لئے نماز سے اسی قدر حصہ ہے جتنا اس نے سمجھا۔''

بیہقی نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو آسمان کی طرف نظر فرماتے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ عبدالرزاق نے اس روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ آپ کو خشوع کا حکم دیا گیا چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے اپنی چشم ہائے مقدس کو سجدہ گاہ پر مرکوز فرمادیا۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز پڑھتے تو آسمان کی طرف نظر فرماتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی تب آپ نے اپنے سر اقدس کو جھکا لیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ كَثِيْرَ الْمَاءِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَهَلْ يُبْقِىْ عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ شَيْءٌ

''پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے ایک

بڑی نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر میل رہے گا؟''

لہٰذا جب حضورِ قلب اور خشوع سے نماز پڑھی جائے تو انسان کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، بغیر خشوع کے نماز رد کر دی جاتی ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ فِیْهِمَا شَیْءٍ مِنَ الدُّنْیَا غَفَرَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

''جس نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے دل میں کسی قسم کا دنیاوی خیال نہیں آیا تو اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے نماز کی فرضیت، حج کا حکم، طواف و مناسکِ حج کا حکم اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے دیا گیا ہے، اب اگر ان کی ادائیگی کے وقت دل میں ذکرِ خدا کی عظمت و ہیبت نہ ہو تو اس عبادت کی کوئی قیمت نہیں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِلَمْ یَزْدَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا

''جسے نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہیں روکا وہ اللہ رب العزت سے دور ہوتا جائے گا۔''

حضرت ابوبکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اے انسان! اگر تو اپنے مالک کے حضور بغیر اِذن کے حاضر ہونا اور بغیر کسی ترجمان کے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو اس کے دربار میں داخل ہو جا۔ پوچھا گیا یہ کیسے ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا وضو کو مکمل کر لے، پھر مسجد میں چلا جا اب تو اللہ رب العزت کے دربار میں آ گیا، اب بغیر کسی ترجمان کے گفتگو کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ہم اور حضور ﷺ آپس میں باتیں کرتے تھے، جب نماز کا وقت آ جاتا تو اللہ رب العزت کی عظمت کی وجہ سے ہم ایسے ہو جاتے جیسے ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔ اللہ رب العزت اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا جس میں

انسان کا دل اس کے بدن کے ساتھ شاملِ عبادت نہیں ہوتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کافی فاصلے سے ان کے دل کی دھڑکن سنی جاتی۔

حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو ان کے آنسوان کے چہرے اور ڈاڑھی پر گرتے رہتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا تو حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء پرسکون ہوتے۔

جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ رب العزت کی اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا جسے اللہ رب العزت نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا مگر انہوں نے معذوری ظاہر کر دی تھی اور میں نے اسے اٹھا لیا۔

روایت ہے کہ جب علی بن حسین رضی اللہ عنہما وضو کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا گھر والے کہتے آپ کو وضو کے وقت کیا تکلیف لاحق ہو جاتی ہے؟ آپ جواب دیتے، جانتے نہیں ہو میں کس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہا ہوں۔

حضرت حاتم اصم سے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے کہا جب نماز کا وقت آجاتا ہے، میں پوری طرح وضو کر کے اس جگہ آجاتا ہوں جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، جب میرے اعضاء پرسکون ہو جاتے ہیں تو میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اس وقت کعبہ کو اپنے سامنے، پل صراط کو قدموں کے نیچے جنت کو دائیں، دوزخ کو بائیں، ملک الموت کو پیچھے اور اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھ کر خوف و امید کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہوں۔ دل سے تصدیق کرتے ہوئے تکبیر کہتا ہوں۔ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، خشوع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، بائیں ران پر بیٹھتا ہوں، بائیں پیر کو بچھاتا اور دائیں کو کھڑا کرتا ہوں اور سراپا خلوص بن جاتا ہوں مگر یہ نہیں جانتا کہ میری نماز قبول ہوئی یا نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، خضوع و خشوع کی دو رکعتیں سیاہ دل والے کی ساری رات کی عبادت سے بہتر ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اخیر زمانہ میں میری امت کے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو

مسجدوں میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے۔ دنیا اور دنیا کی محبت کا ذکر کرتے رہیں گے ان کی مجالس میں نہ بیٹھنا اللہ رب العزت کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو بدترین چور بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ نماز چرانے والے ہیں۔ عرض کیا گیا حضور! نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رکوع اور سجدہ صحیح طور پر نہیں کریں گے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا، اگر نمازیں پوری ہونگی تو حساب آسان ہو جائے گا، اگر نمازیں کچھ کم ہوں گی تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائے گا اگر میرے بندے کے کچھ نوافل ہوں تو ان سے ان نمازوں کو پورا کر دو۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مَااُعْطِیَ عَبْدٌعَطَاءً خَیْراً مِّنْ اَنْ یُوْذَنَ لَہٗ فِیْ رَکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْھِمَا

''بندہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق سے بہتر کوئی اور انعام نہیں ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ کا جسم کانپنے لگتا اور دانت بجنے لگتے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا امانت کی ادائیگی اور فرض پورا کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسے کیسے ادا کروں گا؟

حکایت: حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نماز میں تھے کہ انہیں کسی جانور نے کاٹ لیا اور خون بہنے لگا مگر انہیں محسوس نہ ہوا یہاں تک کہ ابن سعید باہر آئے اور انہوں نے آپ کو بتایا اور خون آلود کپڑا دھویا۔ پوچھا گیا آپ کو جانور نے کاٹ لیا اور خون بھی بہا مگر آپ کو محسوس نہ ہوا، آپ نے جواب دیا اسے کیسے محسوس ہوگا جو اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا ہو اس کے پیچھے ملک الموت ہو بائیں طرف جہنم اور قدموں کے نیچے پل صراط ہو۔

حضرت عمرو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر عابد اور زاہد تھے ان کے ہاتھ میں ایک ایسا زخم پڑ گیا کہ اطباء نے کہا اس ہاتھ کو کاٹنا پڑے گا۔ آپ نے کہا کاٹ دو۔ اطباء نے کہا آپ کو رسیوں سے جکڑے بغیر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ آپ نے کہا ایسا نہ کرو بلکہ جب میں نماز شروع کروں تب کاٹ دینا چنانچہ آپ نے نماز شروع کی تو آپ کا ہاتھ کاٹ دیا گیا مگر آپ کو محسوس نہ ہوا۔

باب 15:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی سانسوں سے ایک سفید بادل پیدا کرتا ہے، پھر اس بادل کو بحرِ رحمت سے استفادہ کرنے کا حکم ملتا ہے، اس کے بعد اسے برسنے کا حکم ملتا ہے، اس کا جو قطرہ زمین پر پڑتا ہے اس سے اللہ رب العزت سونا، جو پہاڑوں پر پڑتا ہے اس سے چاندی پیدا کرتا ہے اور جو قطرہ کسی کافر پر پڑتا ہے اسے ایمان کی دولت عطا ہوتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۰)

''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر ہوئیں۔''

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت میں امت محمدیہ کی تمام دوسری امتوں پر فضیلت کا بیان ہے اور امت اسلامیہ علی الاطلاق تمام امم سے بہتر ہے اور دیگر امتوں کی بہ نسبت اس کی ابتداء و انتہا دونوں بہتر ہیں اگرچہ ذاتی طور پر کچھ ہستیاں بہت زیادہ فضیلت و کمال کی مالک تھیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق احادیث موجود ہیں۔

أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا معنی ہے جمیع اوقات میں لوگوں کے نفع اور خیر خواہی کے لئے ممتاز حیثیت دے کر انہیں بھیجا گیا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)

''تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔''

یہ مستانفہ جملہ ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امت سلامیہ کی فضیلت اس لئے ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور اللہ رب العزت پر ایمان رکھتے ہیں، اگر وہ اس راستے سے ہٹ جائیں تو ان کی فضیلت باقی نہیں رہے گی، وہ کافروں سے جہاد کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام لے آئیں، اس لئے انہیں غیروں پر ترجیح دے گی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْ یَضُرُّ النَّاسَ

''بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور بدترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

اور وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ فرمایا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ رب العزت کی توحید کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نہ مانا، اس نے اللہ رب العزت کو نہیں مانا، اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو عطا کردہ معجزہ بیاں آیات کو اللہ رب العزت کی طرف سے نہیں سمجھتا ہے بلکہ ان کی اپنی اختراع گردانتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

''تم میں سے کوئی کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ قوت بازو سے مٹا دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اسے دل میں بُرا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے یعنی یہ ایمان والوں کا کمزور ترین فعل ہے۔''

بعض علماء نے یہ کہا ہے ہاتھوں سے برائی کا ختم کرنا حاکموں کے لئے، زبان سے برائی کے خلاف جہاد کرنا علماء کے لئے اور دل میں برا سمجھنا عوام کے لئے ہے۔ بعض علماء کا قول ہے جو شخص جس قوت کا مالک ہو اسے وہی قوت اس کے مٹانے میں صرف کرنی چاہئے اور برائی کو مٹانا چاہئے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:۲)

''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون بنو اور برائی اور ظلم میں ایک دوسرے کے معاون نہ بنو۔''

یہاں تَعَاوَنُوْا سے مراد نیکی کی ترغیب دینا، نیکی کے راستوں کو آسان کرنا اور شر و فساد کو حسب طاقت بند کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا جس نے کسی خلاف غلط بات پیدا کرنے والے کو جھڑک دیا۔ اللہ رب العزت نے اس کے دل کو ایمان واطمینان سے بھر دے گا اور جو ایسے شخص کی توہین کرتا ہے اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن بے خوف کر دے گا اور جس

نے نیکی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا وہ زمین پر اللہ رب العزت، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہے۔ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے عنقریب ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے مومن سے، گدھے کا مردار زیادہ پسندیدہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! اس شخص کا بدلہ کیا ہوگا جس نے اپنے بھائی کو بلایا اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا؟ رب تعالیٰ نے فرمایا اس کے ہر کلمہ کے بدلے سال کی عبادت لکھ دی جاتی ہے اور میری رحمت کو اسے جہنم میں جلاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حدیث قدسی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان اس جیسا نہ بن جو توبہ میں تاخیر کرتا ہے امیدیں طویل رکھتا ہے اور بغیر کسی عمل کے آخرت کی طرف لوٹتا ہے، باتیں نیکوں کی کرتا ہے، عمل منافقوں جیسا کرتا ہے، اگر اسے دے دیا جائے تو قناعت نہیں کرتا، اگر نہ دیا جائے تو صبر نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کو بُرائیوں سے روکتا ہے مگر خود نہیں رکتا۔

اس جگہ ایک حدیث بیان کرنا مناسب ہے حدیث بیان کرنے سے پہلے اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم خدا کی مجھ پر آسمان گرنا میرے واسطے آسان ہے لیکن حضور ﷺ کی طرف سے کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا بہت مشکل ہے۔ پھر حدیث بیان فرمائی میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اخیر زمانے میں نوعمر اور کم سمجھ دار لوگوں کی ایک جماعت نکلے گی، باتیں بظاہر اچھی کہیں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پس تم انہیں جہاں پانا قتل کر دینا کہ قیامت کے دن ان کے قتل کے لئے بڑا اجر وثواب ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۲۴)

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ میں نے معراج کی رات ایسے آدمی دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

(البقرہ:۴۴)

''کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔''

لہٰذا مومنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں مگر اپنے آپ کو بھی نہ بھولیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (التوبہ:۷۱)

''مومن مرد اور مرمن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم کریں۔''

اس آیت میں اللہ رب العزت نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اب جو نیکی کا حکم دینا بند کر دے وہ اس ممدوح جماعت میں سے نہیں ہیں اور اللہ رب العزت نے ان کی مذمت کی ہے جنہوں نے امر بالمعروف کو چھوڑ دیا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

''جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔'' (المائدہ:۷۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا نہیں تو اللہ رب العزت تم پر ایسے حاکم مقرر کر دے گا جو تمہارے بزرگوں کا احترام نہیں کرے گا، تمہارے بچوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے بڑے بلائیں گے لیکن ان کی بات نہیں مانی جائے گی، وہ مددگار طلب کریں گے مگر ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ بخشش طلب کریں گے مگر انہیں نہیں بخشا جائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت نے قریہ والوں پر عذاب بھیجا ان میں اسی ہزار ایسے بھی تھے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرح نیک عمل کئے تھے۔ پوچھا گیا ایسا کیسے ہوا؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ رب العزت کے لئے کسی کو برا نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی نیکی کا حکم دیتے اور نہ ہی برائیوں سے روکتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مشرکین سے لڑنے کے علاوہ کوئی اور بھی جہاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں

اے ابوبکر! اللہ رب العزت کی زمین پر ایسے مجاہدین بھی ہیں جو شہداء سے افضل ہیں، زمین پر چلتے پھرتے ہیں، رزق پاتے ہیں اللہ رب العزت ملائکہ میں ان پر فخر کرتا ہے، ان کے لئے جنت سنواری جاتی ہے جیسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو میرے لئے سنوارا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ نیکی کا حکم کرنے والے، برائیوں سے روکنے والے، اللہ کے لئے دشمنی اور اللہ رب العزت کے لئے محبت کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ایسا شخص جنت میں تمام بالا خانوں سے اوپر، یہاں تک کہ شہداء کے بالا خانوں سے بھی اوپر ایک بالا خانے میں ہوگا جس کے یاقوت اور سبز زمرد کے تین سو دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ نور سے معمور ہوگا اور وہاں پر تین سو پاکدامن حوروں سے ان کی شادی کی جائے گی، جب وہ کسی ایک حور کی طرف متوجہ ہوگا وہ کہے گی تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے نیکی کا حکم دیا تھا اور برائی سے روکا تھا؟ دوسری کہے گی آپ کو وہ جگہ یاد ہے جہاں آپ نے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کیا تھا؟

روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تم نے کبھی میرے لئے بھی عمل کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی! میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقات دیئے، تیرے آگے سجدے کئے، تیری حمد کی، تیری کتاب کو پڑھا اور تیرا ذکر کرتا رہا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! نماز تیری دلیل، روزہ تیرے لئے ڈھال، صدقہ تیرے لئے سایہ، تسبیح تیرے لئے جنت میں درخت، کتاب کی قرأت تیرے لئے جنت میں حور وقصور اور میرا ذکر تیرا نور ہے۔ بتا تو نے میرے لئے کیا عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب ذوالجلال! مجھے بتا! وہ کون سا عمل ہے جو میں تیرے لئے کروں؟ رب نے فرمایا تو نے کبھی میری وجہ سے کسی سے محبت کی؟ تو نے میری وجہ سے کبھی کسی سے دشمنی رکھی؟ تب موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ سب سے اچھا عمل اللہ رب العزت کے لئے محبت اور اللہ رب العزت کے لئے دشمنی رکھنا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کون سے شہید کی زیادہ عزت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوان جو ظالم حاکم کے سامنے گیا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اسی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا اور اگر اسے قتل نہیں کیا گیا تو وہ جب تک زندہ

رہے گا اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے افضل شہید وہ شخص ہے جو حاکم کے پاس گیا اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اسی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا ایسے شہید کا ٹھکانہ جنت میں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوگا۔

اللہ رب العزت نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری امت کے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بُروں کو ہلاک کرنے والوں ہوں۔ آپ نے عرض کی نیکوں کا کیا قصور ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا انہوں نے میرے دشمنوں کو دشمن نہیں سمجھا اور یہ باہم میل ملاپ سے رہتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ! کیا ہمیں نیکی کا اس وقت حکم کرنا چاہئے جب ہم مکمل طور پر نیکیوں پر عمل کریں اور برائیوں سے اس وقت روکنا چاہئے جب ہم مکمل طور پر برائیوں سے کنارہ کش ہو جائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگرچہ تم مکمل طور پر عمل نہ کر سکو تم برائیوں سے روکتے ہو اگرچہ تم خود بھی اس سے کنارہ کش نہ ہو سکے۔

ایک صالح شخص نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ جب تم میں سے کوئی نیکیوں کا حکم دینا چاہیے تو اسے چاہئے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور اللہ رب العزت سے ثواب کی امید رکھے کیونکہ جو شخص اللہ رب العزت پر اعتماد کرتا ہے وہ کبھی تکالیف میں مبتلا نہیں ہوتا۔

☆☆☆

باب 16:

عداوتِ شیطان

ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ علماء اور صلحاء سے محبت رکھے، ان کی محفلوں میں بیٹھتا رہے، جو کچھ جانتا ہو، وہ ان سے پوچھتا رہے، ان کی نصائح سے بہرہ اندوز ہوتا رہے بُرے کاموں سے گریزاں رہے اور شیطان کو اپنا دشمن سمجھے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (فاطر:٦)

''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔''

یعنی اللہ رب العزت کی عبادت کر کے اس سے دشمنی رکھو اور اللہ رب العزت کی نافرمانی میں اس کی پیروی نہ کرو اور صدقِ دل سے ہمیشہ اپنے عقائد و اعمال کا اس سے تحفظ کرو، جب تم کوئی کام کرو تو اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ بسا اوقات اعمال میں ریا داخل ہو جاتا ہے اور برائیاں اچھی طرح نظر آتی ہیں، یہ سب شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا اس کے خلاف اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ رب العزت کا راستہ ہے، پھر آپ نے اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں جن کے لئے وہ لوگوں کو بلاتا رہتا ہے اور آپ نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی۔

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ (الانعام:۱۵۳)

''اور بے شک میرا راستہ سیدھا ہے تو اس پر چلو اور اور راہ پر نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گے۔''

پس حضور ﷺ نے ہمارے لئے شیطان کے کثیر راستوں کو بیان فرمایا تا کہ ہم اس کے فریب میں نہ آئیں۔ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زاہد کو شیطان نے راہِ راست سے ہٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ ایک لڑکی کو پیٹ کی بیماری میں

مبتلا کر دیا اور اس کے گھر والوں کے دلوں میں خیال ڈال دیا کہ اس بیماری کا علاج زاہد کے سوا کہیں بھی ممکن نہیں ہے چنانچہ وہ لوگ زاہد کے پاس آئے مگر اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا لیکن ان کی بار بار کی گذارشات پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے لڑکی کو علاج کے لئے اپنے پاس ٹھہرا لیا جب بھی وہ لڑکی زاہد کے پاس جاتی، شیطان اسے انتہائی خوش نما انداز میں پیش کرتا یہاں تک کہ زاہد کے قدم ڈگمگا گئے اور اس نے لڑکی سے مباشرت کی جس سے لڑکی کو حمل رہ گیا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ یہ تو بہت بری بات ہوئی، میرے زہد پر حرف آ گیا لہٰذا اسے قتل کر کے دفن کر دینا چاہئے جب اس کے گھر والے پوچھنے کو آئیں گے تو کہہ دوں گا وہ مرگئی ہے چنانچہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر زاہد نے اس لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا ادھر لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں شیطان نے یہ خیال ڈال دیا کہ اسے زاہد نے قتل کر کے دفن کر دیا ہے لہٰذا وہ زاہد کے پاس آئے اور لڑکی کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ زاہد نے کہا وہ مرگئی ہے لیکن ان لوگوں نے اپنے وسوسے کے مطابق زاہد پر سختی کی اور اس نے اقرار کر لیا کہ اس نے لڑکی کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور قصاص میں قتل کرنے لگے تب شیطان ظاہر ہوا اور زاہد سے بولا میں نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کیا تھا اور میں نے ہی اس کے گھر والوں کے دلوں میں تیرے جرم کا خیال ڈالا تھا اب تو میرا کہنا مان لے، میں تجھے بچالوں گا۔ زاہد نے پوچھا کیا کروں؟ شیطان بولا مجھے دو سجدے کر لے چنانچہ زاہد نے جان بچانے کے لئے شیطان کو سجدہ کر لیا اب شیطان یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا کہ میں تیرے اس فعل سے بری ہوں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْ مِّنْكَ

(الحشر:۱۶)

''جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا تو بولا میں تجھ سے الگ ہوں۔''

شیطان نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تیرا اس ذات کے متعلق کیا خیال ہے جس نے مجھے جیسے چاہا پیدا کیا اور جو چاہا مجھ سے کرایا، اس کے بعد وہ مجھے چاہے تو جنت میں بھیج دے اور چاہے تو جہنم میں بھیج دے، کیا ایسا کرنے والا عادل ہے ظالم! امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا اے شخص! اگر اس نے تجھے تیری منشاء کے مطابق پیدا کیا تو

واقعی تو مظلوم ہے اور اگر اس نے تجھے اپنے ارادۂ قدرت کے تحت پیدا کیا تو پھر اس کی مرضی ہے جو کرے۔ شیطان شرم سے پانی پانی ہوگیا اور کہنے لگا یہی سوال کر کے میں نے ستر ہزار عابدوں کو ضلالت و گمراہی کے غار میں دھکیل دیا ہے۔

انسانی قلب کی مثال ایک قلعہ جیسی ہے اور شیطان ایک دشمن ہے جو قلعہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ قلعہ کی حفاظت دروازوں کو بند کئے بغیر اور تمام راستوں اور رخنوں کی نگرانی کے بغیر ناممکن ہے اور یہ فریضہ وہی سرانجام دے سکتا ہے جو ان راستوں سے اچھی طرح واقف ہو لہٰذا دل کو شیطانی وساوس کی یلغار سے محفوظ رکھنا ہر عقل مند کے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ ایک فرض عین ہے چونکہ شیطان کی یلغار کا مقابلہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کی تمام گزرگاہوں سے واقفیت نہ ہو لہٰذا ان گذرگاہوں سے واقفیت اولین ضرورت ہے اور یہ گزرگاہیں انسان کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔ ان گزرگاہوں سے واقف ہونا ضروری ہے اور بندے کی ہی یہ صفات ہیں کہ غضب و شہوت انسانی عقل کو ختم کر دیتا ہے لہٰذا جب عقل ماند پڑ جاتی ہے تو شیطان، انسان پر زبردست حملہ کر دیتا ہے، جونہی انسان غضبناک ہوتا ہے، شیطان اس سے ایسے کھیلتا ہے جیسے بچہ گیند سے کھیلتا ہے۔ ایک بندۂ خدا نے شیطان سے پوچھا یہ بتلا تو انسان پر کیسے قابو پالیتا ہے؟ شیطان نے کہا میں اسے غصہ اور اس کی شہوت کے وقت زیر کرتا ہوں۔ شیطان کے راستوں میں ایک راستہ حرص اور حسد کا بھی ہے کیونکہ حرص انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے لہٰذا شیطان اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے تمام برائیوں کو حرص کے سامنے حسین انداز میں پیش کرتا ہے اور وہ اسے خوبیاں سمجھ کر قبول کرتا چلا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم خداوندی پہلے ہر جنس کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کیا اور خود بھی سوار ہوئے تو آپ نے ایک اجنبی بوڑھے کو دیکھ کر پوچھا تمہیں کس نے کشتی میں سوار کیا ہے؟ اس نے کہا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں پر قبضہ کر لوں، اس وقت ان کے دل میرے ساتھ اور بدن آپ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ رب العزت کے دشمن! اے ملعون! نکل جا! ابلیس بولا اے نوح! پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے میں لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہوں، تین تمہیں بتاؤں گا اور دو نہیں بتاؤں گا۔ اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی آپ

کہیں کہ مجھے تین سے آگاہی کی ضرورت نہیں تو مجھے صرف وہی دو بتا دے۔ شیطان بولا وہ دو ایسی ہیں جو مجھے کبھی جھوٹا نہیں کرتیں اور نہ ہی کبھی ناکام لوٹاتی ہیں اور انہیں سے میں لوگوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک حسد ہے اور دوسری حرص ہے، اسی حسد کی وجہ سے تو میں راندۂ درگاہ اور معلون ہوا ہوں اور حرص کے باعث آدم علیہ السلام کو ممنوعہ چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور میری آرزو پوری ہوگئی۔

شیطان کا ایک راستہ انسان کا پیٹ بھرا ہونا ہے اگرچہ وہ رزقِ حلال سے ہی بھرا گیا ہو کیونکہ پیٹ کا بھر جانا شہوتوں کو برانگیختہ کرتا ہے اور شیطان کا یہی ہتھیار ہے۔

روایت ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ شیطان کو دیکھا وہ بہت سے پھندے اٹھائے ہوئے تھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہیں؟ شیطان نے جواب دیا یہ وہ پھندے ہیں جن سے میں انسان کو پھانستا ہوں۔ آپ نے پوچھا کبھی مجھ پر بھی تو نے پھندا ڈالا ہے؟ شیطان نے کہا آپ جب بھی سیر ہو کر کھا لیتے ہیں میں آپ کو ذکر و نماز سے سست کر دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا اور کچھ؟ کہا بس! تب آپ نے قسم کھائی کہ میں آئندہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے بھی جواباً قسم کھائی میں بھی آئندہ کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

شیطان کا ایک راستہ مال و متاع دنیا پر فریفتگی ہے کیونکہ شیطان جب انسان کا دل ان چیزوں کی طرف مائل دیکھتا ہے تو انہیں اور زیادہ حسین انداز میں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسان کو ہمیشہ مکانات کی تعمیر، آرائش و زیبائش میں الجھائے رکھتا ہے اور اسے خوبصورت لباس، اچھی اچھی سواریوں اور طویل عمر کی جھوٹی امیدوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب کوئی انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی راہِ خدا پر واپسی دشوار اور پھر مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک امید کے بعد دوسری امید بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت مقرر آجاتا ہے اور وہ اسی شیطانی راستے پر گامزن رہتے اور خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے اس ناپائیدار دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔

شیطان کے غلبے کا ایک راستہ لوگوں سے امیدیں رکھنا ہے جناب صفوان بن سلیم فرماتے ہیں کہ شیطان، جناب عبداللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔ انہوں نے کہا مجھے تیری کسی پند کی ضرورت نہیں ہے۔ شیطان نے کہا تم سنو تو سہی اگر اچھی بات ہو تو یاد رکھنا ورنہ چھوڑ دینا بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا

کسی انسان سے اپنی آرزوؤں کا سوال نہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ غصہ میں تمہاری کیا حالت ہوتی ہے کیونکہ میں غصہ کی حالت میں ہی انسان پر قابو پاتا ہوں۔

شیطان کا ایک راستہ ثابت قدمی کا انسان میں فقدان اور جلد بازی کی طرف اس کا میلان ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے جلد بازی شیطانی فعل ہے اور تحمل و بردباری اللہ رب العزت کا عطیہ ہے۔ جلد بازی میں انسان کو شیطان ایسے طریقے سے برائی پر مائل کرتا ہے کہ انسان محسوس نہیں کرتا۔ روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو شیطان کے تمام شاگرد اس کے یہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے آج تمام بت سرنگوں ہو گئے ہیں۔ شیطان نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے، تم یہیں ٹھہرو میں معلوم کرتا ہوں چنانچہ اس نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا مگر کچھ بھی پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت پر پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ملائکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ واپس اپنے شاگردوں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ گذشتہ شب ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے میں ہر بچہ کی ولادت کے وقت موجود ہوتا ہوں مگر مجھے ان کی پیدائش کا قطعی علم نہیں ہوا لہٰذا اس رات کے بعد بتوں کی عبادت ختم ہو جائے گی اس لئے اب انسان پر جلد بازی اور لاپروائی کے وقت حملہ کرو۔

ایک راستہ زر اور زمین کا ہے کیونکہ جو چیز انسان کی حاجت سے زائد ہو وہ شیطان کا مسکن بن جاتی ہے۔ حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو شیطان نے اپنے شاگردوں سے کہا آج کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے، جاؤ دیکھو تو کیا ماجرا ہے؟ وہ سب تلاش میں نکلے مگر ناکام لوٹ کر کہنے لگے ہمیں تو کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ شیطان نے کہا تم ٹھہرو میں ابھی تمہیں آکر بتاتا ہوں۔ شیطان نے واپس آکر کہا کہ اللہ رب العزت نے محمد (ﷺ) کو مبعوث فرمایا ہے چنانچہ شیطان نے اپنے تمام شاگردوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے لگایا کہ ان لوگوں کو گمراہ کریں مگر واپس جا کر کہتے اے استاد! ہم نے آج تک ایسی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا جب یہ نماز شروع کرتے ہیں تو ہمارا سب کیا دھرا خاک میں مل جاتا ہے۔ تب شیطان نے کہا گھبراؤ نہیں ابھی کچھ اور انتظار کرو عنقریب ان پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی اور اس وقت ہمیں اپنی امیدیں پورا کرنے کا خوب موقع ملے گا۔

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن پتھر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، شیطان کا وہاں سے گزر ہوا؟ اس نے کہا اے عیسیٰ! تم نے دنیا کو مرغوب سمجھا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا اور اس کی گدی میں مکا رسید کر کے فرمایا یہ لے جا، یہ تیرے لئے دنیا ہے۔

ایک راستہ فقر و فاقہ کا ڈر اور بخیلی ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان کو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے روکتی ہیں اور اسے مال و دولت جمع کرنے اور عذابِ الیم کی دعوت دیتی ہیں۔ بخل کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بخیل مال و دولت حاصل کرنے کے لئے بازاروں کے چکر لگاتا ہے جو کہ شیطان کی آماجگاہیں ہیں۔

ایک راستہ مذہب سے نفرت، خواہشات کی پیروی، اپنے مخالفین سے بغض و حسد اور انہیں حقارت سے دیکھنا ہے اور یہ چیز خواہ وہ عابد ہو یا فاسق سب کو ہلاک کر دیتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے کہا میں نے امت محمدیہ کو گناہوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکایا مگر انہوں نے استغفار سے مجھے شکست دے دی، تب میں نے انہیں ایسے گناہوں کی طرف لے گیا جن کے لئے وہ کبھی استغفار نہیں کرتے اور وہ ان کی ناجائز خواشات ہیں اور ملعون کی یہ بات حقیقتاً صداقت پر مبنی ہے کیونکہ عام طور پر لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ خواہشات ہی اصل میں گناہوں کی طرف راغب کرتی ہیں لہٰذا وہ اللہ رب العزت سے استغفار کریں۔

ایک راستہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کا ہے لہٰذا اس سے اور بدبختوں کی تہمتوں سے بچنا چاہئے، اگر آپ کبھی کسی ایسے انسان کو دیکھیں جو لوگوں کے عیب ڈھونڈتا ہے اور بدگمانیاں پھیلاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص خود ہی بدباطن ہے اور یہ امر اس کی بدباطنی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے داخلے کے ان تمام راستوں کو مسدود کر دے اور اللہ رب العزت کی یاد سے اپنے دل کو ایک محفوظ قلعہ بنالے۔

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ جب قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کرنے اور متعدد قبائل کے لوگوں کو مسلمان ہوتے دیکھا تو انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت نہ کر جائیں اور وہاں ایک زبردست جماعت اپنی حمایت میں تیار کر کے ہمیں شکست نہ دے دیں چنانچہ یہ لوگ دارالندویٰ میں جمع ہوئے، دارالندویٰ

قصی بن کلاب کا مکان تھا یہ دارالندوی اس لئے کہلاتا تھا کہ یہاں قریش اپنے تمام اہم امور سرانجام دیتے اور منصوبے تیار کرتے تھے۔ اس دارالندوی میں چالیس سالہ قریشی کے علاوہ کوئی اور شخص یا کم عمر قریشی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ سب لوگ ابوجہل کے ساتھ ہفتہ کے روز جمع ہوئے اس لئے ہفتہ کو دھوکے اور فریب کا دن کہا گیا ہے، ان لوگوں کے ساتھ ابلیس بھی شریک مشاورت ہوتا تھا، اس معلون کے شامل ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جب قریشِ مکہ دارالندوی کے دروازہ پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک باوقار بوڑھا کھردرا سا کمبل اوڑھے کھڑا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ طلسمان کی ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں شیخ نجدی ہوں تم نے جو ارادہ کیا ہے میں نے وہ سن لیا ہے اور میں اس لئے آیا کہ تمہاری گفتگو سنوں اور مشورے اور نصیحتیں کروں چنانچہ یہ سب لوگ اندر داخل ہو گئے اور باہم مشورہ ہونے لگا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سو آدمی تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ پندرہ آدمی تھے۔ ابوالجنتری (جو غزوہ بدر کے دن مارا گیا تھا) نے مشورہ دیا! محمد ﷺ کو لوہے کے ایک قلعہ میں بند کر دو اور اس وقت کا انتظار کرو جب ان کا انجام بھی پہلے شعراء جیسا ہو جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ بات غلط ہے بخدا اگر تم انہیں آہنی دروازے کے پیچھے بھی بند کر دو تو وہ وہاں سے نکل کر اپنے اصحاب کے ہاں پہنچ جائیں گے۔ ابوالاسود ربعیہ بن عمرو العامری نے رائے دی کہ محمد ﷺ کو جلا وطن کر دو یہ جہاں بھی جائیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں بس ہمارے شہروں میں نہ رہیں۔ شیخ نجدی نے اس رائے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کیا تم نے محمد (ﷺ) کی اچھی باتیں، ان کی شیریں بیانی اور لوگوں کو ان پر نثار ہوتا نہیں دیکھا؟ اگر تم ان کو جلا وطن کر کے مطمئن ہو گئے تو یہ تمہاری سب سے بڑی غلطی ہوگی، وہ کسی اور قبیلہ میں چلے جائیں گے اور اپنی سحر بیانی سے لوگوں کو اپنا فریفتہ بنالے گا اور اپنے معتقدین کی ایک عظیم جمعیت کے ساتھ تم پر غلبہ حاصل کر لے گا۔ تمہاری یہ شان و شوکت حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی اور وہ تمہارے ساتھ جو چاہیں گے کریں گے کوئی اور رائے دو۔ ابوجہل نے کہا میرے ذہن میں ایک ایسی رائے ہے جو کسی نے بھی نہیں دی وہ یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک صاحب حسب و نسب بہادر لیا جائے اور یہ سب مل کر یکبارگی محمد ﷺ پر تلواروں سے بھرپور وار کریں اور ان کو قتل کر دیں، ہماری بھی جان چھوٹ جائے گی اور بنو عبد مناف تمام قبائل کا مقابلہ کرنے سے تو رہے وہ صرف دیت لے لیں گے جسے تمام قبائل باہم ادا کر دیں گے،

شیطان ملعون اس رائے پر پھڑک اٹھا اور کہا اب ہوئی بات، چنانچہ متفقہ طور پر یہ رائے مان لی گئی اور سب لوگ گھروں کو چل دیئے۔ ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ رب العزت کے نبی! آج اس بستر پر استراحت نہ فرمائیں جس پر آپ ہمیشہ آرام فرماتے ہیں۔ جب رات ہوئی تو قریش کے جوان کاشانۂ نبوت کے گرد منڈلانے لگے اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے کہ آپ باہر آئیں اور وہ یکبارگی حملہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر اس شب سلایا اور ان پر سبز رنگ کی ایک چادر ڈال دی جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور عیدین کے موقعوں پر اوڑھا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی جان کے عوض حضور ﷺ کی حفاظت کی تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے۔

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِیَ الثَّرٰی
وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

''میں نے اپنی جان کے بدلے اس خیر خلق ﷺ کی حفاظت کی جو اللہ کی زمین پر سب سے بہتر ہے اور جو ہر طواف کرنے والے، حجر اسود کو چومنے والے سے بہترین ہے۔''

رَسُوْلُ اللّٰہِ خَافَ اَنْ یَمْکُرُوْا بِہٖ
فَنَجَاہُ ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰہُ مِنَ الْمَکَرِ

''رسول اللہ ﷺ کو قریش مکہ کے فریب کا اندیشہ ہوا تو ان کو ربِ ذوالجلال نے ان کے فریب سے بچا لیا۔''

وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْغَارِ آمِنًا
مُوْقعیً وَفِی حِفْظِ الْاِلٰہِ وَفِیْ سِتْرٍ

''اور رسول خدا ﷺ نے غارِ میں نہایت سکون کے ساتھ اللہ رب العزت کی حفاظت میں رات بسر کی۔''

وَبِتُّ اُرَاعِیْھِمْ وَمَا یَتَمُوْنَنِیْ

وَقَدْ وَطَّنْتُ نَفْسِیْ عَلَی الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ

''جبکہ میں قریش مکہ کے روبرو سویا ہوا تھا اور اس طرح میں خود کو اپنے قتل و قید ہونے پر آمادہ کئے ہوئے تھا۔''

اللہ رب العزت نے قریش کے ان نوجوانوں کو اندھا کر دیا اور رسول اللہ ﷺ قریش کے جیالوں پر مٹی ڈالتے ہوئے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (سورہ یٰسین:۹)

''تو انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔''

اس حال میں ایک شخص وہاں آیا اور اس نے ان لوگوں سے پوچھا یہاں کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم محمد (ﷺ) کے منتظر ہیں اس نے کہا خدا کی قسم وہ تمہارے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے نکل گئے ہیں اور اللہ رب العزت نے تمہیں ذلیل و رسوا کیا ہے۔اب تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اب جو انہوں نے اپنے سروں کو ہاتھ لگایا تو سب کے سروں میں مٹی پڑی ہوئی تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کی چادر اوڑھے سوتا دیکھ کر ایک دوسرے سے یہی کہتے رہے کہ خدا کی قسم یہ محمد (ﷺ) سو رہے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے ان کو دیکھ کر یہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے اس شخص نے واقعی سچ کہا تھا، اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ (الانفال:۳۰)

''یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کر دیں۔''

اشعار:

لَاتَجْزَعَنَّ فَبَعْدَ الْعُسْرِ تَیْسِیْرُ
وَكُلُّ شَیْءٍ لَهٗ وَقْتٌ وَتَقْدِیْرٌ

''گھبراؤ نہیں، ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے اور ہر چیز ایک وقت مقرر تک رہتی ہے۔''

وَلِلْمُقَدِّرِ فِیْ اَحْوَالِنَا نَظَرٌ
وَفَوْقَ تَدْبِیْرِنَا لِلّٰهِ تَدْبِیْرُ

''مقدر ہم سے زیادہ باخبر ہے اور ہماری تدبیروں پر اللہ رب العزت کی تدبیر غالب ہرتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل:۸۰)

''اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت بالا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی ہجرت کا ساتھی منتخب کریں۔

حاکم کی روایت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کرے؟ تو انہوں نے کہا حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ)۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے متعلق بتایا اور فرمایا تم میرے بعد یہیں رہنا اور لوگوں کی امانتیں واپس کر کے آنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم گھر بیٹھے ہوئے تھے اور دوپہر کا وقت تھا اور طبرانی نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ مکہ میں دو مرتبہ صبح اور شام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے مگر اس دن زوال کے وقت تشریف لائے میں نے اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا اباجان! نبی کریم ﷺ آج خلافِ معمول چہرے پر کپڑا لپیٹے تشریف لائے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! حضور کسی اہم کام کے لئے اس وقت تشریف لائے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اجازت لے کر اندر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے لئے چارپائی خالی کر دی۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہو گئے تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو باہر بھیج دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہن آپ ہی کا گھرانہ ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا مطمئن رہیں یہ میری بیٹیاں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے رب

ذوالجلال نے ہجرت کی اجازت دی ہے اور تم میرے ساتھ رہو گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سنتے ہی شدتِ جذبات سے رو پڑے اور عرض کی حضور! میری ان سواریوں میں سے ایک سواری پسند فرما لیجئے۔ آپ نے فرمایا میں قیمتاً لوں گا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا چاہو تو ایک میرے ہاتھ بیچ دو۔ آپ نے قیمت دے کر اس لئے سواری حاصل کی تاکہ آپ کو ہجرت کی مکمل فضیلت حاصل ہو جائے اور جان و مال کی قربانی سے اس کی ابتداء ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے جلدی جلدی سامانِ سفر درست کیا۔ ایک روایت ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین سامان سفر باندھا اور اسے ایک تھیلے میں ڈالا۔ واقدی کی روایت ہے کہ زادِ راہ میں ایک بھنی ہوئی بکری تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی کمر کا پٹکا پھاڑا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھ دیا اسی لئے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ''ذات النا طقین'' کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین راتیں غارِ ثور میں گزاریں۔ اس غار میں چونکہ ثور بن عبد مناف آ کر ٹھہرا تھا، اسی لئے اسے غارِ ثور کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت مکان کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہوئے تھے راستہ میں ابوجہل آ رہا تھا مگر اللہ رب العزت نے اسے اندھا کر دیا اور آپ خیریت سے گزر گئے۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پانچ ہزار درہم ساتھ لے کر گئے تھے۔

صبح جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو انہوں نے مکہ کے چاروں طرف تلاش کیا اور ہر طرف سراغ دوڑائے، جو لوگ غارِ ثور کی طرف جا رہے تھے، انہوں نے آپ کے نشانِ قدم تلاش کر لئے اور غارِ ثور کی طرف چل پڑے مگر جب غار کے قریب پہنچے تو نشان ختم ہو گئے، قریش حضور کی ہجرت سے بہت چراغ پا تھے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کر دیا تھا۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جبلِ ثبیر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی آپ میری پیٹھ سے اتر جائیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ آپ کو شہید نہ کر دیں اور مجھے عذاب نہ دیا جائے۔ غارِ حرا نے التجا کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے یہاں تشریف لائے۔

روایت ہے کہ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں غارِ ثور

میں داخل ہوئے اللہ رب العزت نے غار کے دروازے پر ایک جھاڑی پیدا کر دی جس نے ان حضرات کو کفار کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ حکم خداوندی سے مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا اور جنگلی کبوتروں کو اللہ رب العزت نے ایسی بے مثال جزا دی کہ آج تک حرم میں جتنے کبوتر ہیں وہ انہی دو کی اولاد ہیں جیسے انہوں نے اللہ رب العزت کے نبی کی حفاظت کی تھی ویسے ہی اللہ رب العزت نے بھی حرم میں ان کے شکار پر پابندی عائد کر دی ہے۔

قریش کے نوجوان ڈنڈے، لاٹھیاں اور تلواریں سنبھالے چاروں طرف پھیل گئے۔ جن میں سے کچھ غار کی طرف جا نکلے، انہوں نے وہاں کبوتروں کا گھونسلا اور اس میں انڈے دیکھے تو واپس لوٹ گئے اور کہنے لگے ہم نے غار کے دہانے پر کبوتروں کا گھونسلا اور اس میں انڈے رکھے دیکھے ہیں اگر وہاں کوئی داخل ہوتا تو لامحالہ کبوتر اڑ جاتے۔ حضور ﷺ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور سمجھ گئے کہ اللہ رب العزت نے مشرکین کو ناکام لوٹایا ہے۔ کسی نے کہا غار میں جا کر دیکھو تو سہی جواب میں امیہ بن خلف نے کہا غار میں گھسنے کی کوئی ضرورت نہیں، تمہیں غار کے منہ پر مکڑی کا جو جالا نظر آتا ہے وہ تو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اگر وہ اس میں داخل ہوتے تو یہ جالا اور انڈے ٹوٹ جاتے۔ یہ حقیقت میں قوم قریش کو مقابلہ میں شکست دینے سے بھی بڑا معجزہ تھا۔ غور کیجئے مطلوب کیسے کامیاب اور تلاش کرنے والے کیسے گمراہ ہوئے۔ مکڑی نے جستجو کا دروازہ بند کر دیا اور غار کا دہانہ ایسا بن گیا کہ سراغ رسانوں کے قدم لڑکھڑا گئے اور ناکام واپس لوٹے اور مکڑی کو لازوال سعادت میسر آئی۔ ابن نقیب نے خوب کہا ہے۔

وَدُوْدَ الْقَزِّ اِنْ نَّسَجَتْ صَرِيْرًا
يَعْجَلُ لُبْسُهٗ فِی كُلِّ شَیءٍ

''ریشم کے کیڑوں نے ایسا ریشم بنا جو حسن میں یکتا ہے۔''

فَاِنَّ الْعَنْكَبُوْتَ اَجَلُّ مِنْهَا
بِمَا نَسَجَتْ عَلٰی رَاسِ النَّبِیِّ

''مگر مکڑی ان سے لاکھوں درجہ بہتر ہے اس لئے کہ اس نے غارِ ثور میں نبی ﷺ کے اوپر غار کے دہانے پر جالا بُنا تھا۔''

بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

فرمایا جب ہم غار میں تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی حضور! اگر یہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو یقیناً ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خدشہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ ادھر سے داخل ہوں گے تو ہم ادھر سے نکل جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار میں نگاہ کی تو دوسری طرف ایک دروازہ نظر آیا جس کے ساتھ ایک بحرِ ناپید کنار بہ رہا تھا اور اس غار کے دروازہ پر ایک کشتی بندھی ہوئی تھی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ غار کی طرف جا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی حضور ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے چلتے حضور ﷺ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا جب مجھے تلاش کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو میں آپ کے پیچھے ہو جاتا ہوں اور جب گھات میں بیٹھے ہوئے دشمنوں کا خیال آتا ہے تو آگے آگے چلنے لگتا ہوں، مبادا آپ کو کوئی گزند پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم خطرہ کی صورت میں میرے آگے مرنا پسند کرتے ہو؟ عرض کی رب ذوالجلال کی قسم میری یہی آرزو ہے۔

جب غار کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ٹھہریئے میں غار کو صاف کرتا ہوں اور اندر پہنچ کر ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر غار کو صاف کرنا شروع کیا جہاں کہیں کوئی سوراخ نظر آتا وہاں کپڑا پھاڑ کر اس کو بند کر دیتے یہاں تک کہ سارا کپڑا ختم ہو گیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا وہاں آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا تاکہ کوئی چیز حضور ﷺ کو تکلیف نہ دے۔ حضور ﷺ غار میں داخل ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سوراخ سے سانپ نے ڈس لیا مگر آپ نے پیر کو جنبش نہ دی کہ مبادا حضور ﷺ کی آنکھ کھل جائے اور آپ کی نیند میں خلل آئے۔ شدتِ تکلیف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو حضور ﷺ کے چہرے پر پڑے تو حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی پوچھا ابوبکر کیا بات ہے؟ عرض کی حضور (ﷺ)! سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حضور ﷺ نے لعابِ دہن لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے۔

وَثَانِیَ الثَّنَیْنِ فِی الغَارِ الْمُنِیْفِ
طَافَ الْعُدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا
وَکَانَ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ بَدَلَا

''دو میں سے دوسرے جو اونچی غار میں جانے کے لئے پہاڑ پر چڑھے تھے اور دشمن گھات میں تھا لیکن انہیں یقین تھا کہ حضور ﷺ کی محبت سے بڑھ کر مخلوق میں سے کسی کی محبت نہیں ہوسکتی۔''

حضور ﷺ نے جمعرات کے دن مکہ سے ہجرت کی، تین راتیں، غارِ ثور میں گزار کر یکم ربیع الاوّل شب دوشنبہ کو وہاں سے روانہ ہوئے اور ۱۲ ربیع الاوّل کو مدینہ طیبہ پہنچے۔

زکریا نام کا ایک مشہور زاہد گزرا ہے۔ شدید بیماری کے بعد جب اس پر سکرات کا عالم طاری ہوا تو اس کے دوست نے اسے کلمہ کی تلقین کی مگر اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا، دوست نے دوسری مرتبہ تلقین کی لیکن اس نے ادھر سے ادھر منہ پھیر لیا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ تلقین کی تو اس زاہد نے کہا میں نہیں کہتا۔ دوست یہ سنتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جب زاہد کو کچھ افاقہ ہوا اس نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا تم نے مجھ سے کیا کچھ کہا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے تم کو کلمہ کی تلقین کی تھی مگر تم نے دو مرتبہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ کہا ''میں نہیں کہتا۔'' زاہد نے کہا بات یہ ہے کہ میرے پاس شیطان پانی کا پیالہ لے کر آیا اور دائیں طرف کھڑا ہو کر مجھے وہ پانی دکھاتے ہوئے کہنے لگا تمہیں پانی کی ضرورت ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا کہو عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ میں نے منہ پھیر لیا تو دوسرے رخ کی طرف سے آکر کہنے لگا، میں نے پھر منہ پھیر لیا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ کہا تو میں نے کہا میں نہیں کہتا، اس پر وہ پانی کا پیالہ زمین پر پٹخ کر بھاگ گیا۔ میں نے تو یہ لفظ شیطان سے کہے تھے تم سے تو نہیں کہے تھے اور پھر کلمہ شہادت کا ذکر کرنے لگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ کسی نے اللہ رب العزت سے سوال کیا مجھے انسانی دل میں شیطان کی جگہ دکھا دے، خواب میں اس نے شیشہ کی طرح صاف شفاف ایک انسانی جسم دیکھا جو اندر سے باہر سے یکساں نظر آرہا تھا۔ شیطان کو دیکھا وہ اس انسان کے بائیں کندھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور اپنی طویل ناک سے اس کے دل میں

وسوسے ڈال رہا تھا۔ جب وہ انسان اللہ رب العزت کا ذکر کرتا تو وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ جاتا۔

اے ربِ ذوالجلال! ختم المرسلین ﷺ کے طفیل ہمیں شیطان مردود کے تسلط سے بچا، ہمیں حاسد زبان سے نجات بخش اور اپنے ذکر وشکر کی توفیق عنایت فرما۔

☆☆☆

باب 17:

امانت اور توبہ

محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے طوافِ کعبہ کرتے ہوئے ایک ایسے جوان کو دیکھا جو قدم قدم پر درود شریف پڑھ رہا تھا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے کہا اے جوان! تم تسبیح وتہلیل چھوڑ کر صرف درود شریف ہی پڑھ رہے ہو کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟ جوان نے پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا سفیان ثوری! اس نے کہا اگر آپ کا شمار اللہ رب العزت کے نیک بندوں میں نہ ہوتا تو میں کبھی بھی آپ کو یہ راز نہ بتاتا۔ ہوا یوں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حج کے ارادہ سے نکلا راستہ میں ایک جگہ میرا باپ سخت بیمار ہوگیا، میں نے بہت کوشش کی مگر اسے موت سے نہ بچا سکا موت کے بعد ان کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پرھا اور اُس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اسی غم کی کیفیت میں میری آنکھیں بوجھل ہوگئیں اور مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں میں نے ایک ایسے حسین کو دیکھا جو حسن میں بے مثال تھا، اس کا لباس نفاست کا آئینہ دار تھا اور اس کے وجودِ مسعود سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ نازک خرامی کے ساتھ آیا اور میرے باپ کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر ہاتھ سے چہرے کی طرف اشارہ کیا تو میرے باپ کا چہرہ سفید ہوگیا جب وہ واپس تشریف لے جانے لگے تو میں نے دامن تھام کر عرض کی اللہ رب العزت نے آپ کے طفیل اس غریب الوطنی میں میرے باپ کی آبرو رکھ لی آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں صاحب قرآن اللہ کا نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، تیرا باپ اگرچہ بہت گنہگار تھا مگر مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا تھا جب اس پر مصیبت نازل ہوئی تو اس نے مجھ سے مدد طلب کی اور میں ہر اس شخص کا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا ہے فریادرس ہوں۔ جوان نے کہا اس کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا میرے باپ کا چہرہ سفید ہو چکا تھا۔

جناب عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَّسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فَقَدْ اَخْطَأَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ

''جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔''

امانت، امن سے ماخوذ ہے اور کوئی شخص حق کو چھوڑ کر مامون نہیں رہتا، امانت کی ضد خیانت ہے جو خون سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے کم کرنا کیونکہ جب تم کسی چیز میں خیانت کرو گے تو اس میں کمی واقع ہو جائے گی یہ بات باورر ہے کہ جب تو کسی کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو اسے نقصان سے دوچار کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دھوکہ، فریب اور خیانت، جہنمیوں کا شیوہ ہے۔ مزید فرمایا کہ جس نے لوگوں کے ساتھ معاملات میں ظلم نہیں کیا اور ان سے جھوٹی باتیں نہیں کہیں، اس کی مرادیں مکمل ہوگئیں، انصاف ظاہر ہو گیا اور اس سے بھائی چارہ رکھنا ضروری ہو گیا۔

ایک اعرابی، قوم کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے وہ امین ہیں کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتے، کسی مسلمان کی حرمت کو پامال نہیں کرتے اور ان کے ذمہ کسی کا حق باقی نہیں ہے، وہ بہترین قوم ہے۔ اعرابی کے ممدوحین گزر چکے ہیں اب تو انسانی لباس میں بھیڑیئے پھرتے ہیں جیسے کسی نے کہا ہے۔

بِمَنْ یَّثِقُ الْاِنْسَانُ فِیْمَا یَنُوْبُہٗ
وَمِنْ اَیْنَ لِلْحُرِّ الْکَرِیْمِ صَاحِبُ

''اس شخص کے لئے جو انسان پر اس کی انابتوں کے باوجود بھروسہ کرتا ہے تو پھر عزت دار آزاد شخص کے لئے ٹھکانا کہاں رہے گا۔''

وَقَدْ صَارَ ھٰذَا النَّاسُ اِلَّا اَقَلَّھُمْ
ذِئَابًا عَلٰی اَجْسَادِھِنَّ ثِیَابُ

''چند لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب انسانی لباس میں بھیڑیئے ہیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

ذَھَبَ الَّذِیْنَ یُقَالُ عِنْدَ فِرَاقِھِمْ
لَیْتَ الْبِلَادَ وَمَا بِھَا تَصَدَّعُ

''وہ لوگ چلے گئے جن کے فراق میں کہا جاتا تھا کاش! یہ شہر ویران ہو جاتے اور

قیامت آجاتی۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب امانت اٹھائی جائے گی، لوگ باہم تجارت کریں گے مگر امین کوئی نہیں ہوگا یہاں تک کہ کہا جائے گا فلاں قبیلہ میں فلاں آدمی امین ہے یعنی امین آدمی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔

توبہ کا وجوب آیات قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے۔فرمان الٰہی ہے۔

وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

''اے مسلمانو! اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:۳۱)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ توبہ کریں تا کہ ان کو فلاح میسر ہو۔ دوسری آیت میں ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا (التحریم:۸)

''اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو مگر سچی توبہ۔''

لفظ نصوح ''نصح'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں خالص اللہ رب العزت کے لئے توبہ کرنا جو تمام عیوب سے پاک ہو۔توبہ کی فضیلت اللہ رب العزت کے اس فرمان سے ثابت ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرہ:۲۲۲)

بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے پاک صاف رہنے والوں کو۔''

اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

''توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے اور توبہ کرنے والا اس انسان کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔''

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ رحمت خداوندی کو اس انسان کی توبہ سے زیادہ مسرت ہوتی ہے جو ہلاکت خیز زمین میں اپنی سواری پر کھانے پینے کا سامان لادے سفر کر رہا ہو اور

وہاں آرام کی غرض سے رک جائے، وہ سر رکھے تو اسے نیند آجائے، جب سو کر اٹھے تو اس کی سواری مع سامان کے غائب ہو اور وہ اس کی جستجو میں نکلے یہاں تک کہ شدتِ گرمی اور پیاس سے بدحال ہو کر اسی جگہ واپس آجائے جہاں وہ پہلے سویا تھا اور موت کے انتظار میں اپنے بازو کا تکیہ بنا کر لیٹ جائے اب وہ جاگا تو اس نے دیکھا اس کی سواری مع سامان اس کے قریب موجود ہے۔ اللہ رب العزت کو بندہ کی توبہ سے اس سواری والے شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کا سامان جاگنے کے بعد اس کو مل گیا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے انہیں مبارک باد پیش کی، جبرایل و میکائیل علیہما السلام حاضر ہوئے اور کہا اے آدم! آپ نے توبہ کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرلیا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اگر اس توبہ کی قبولیت کے بعد رب سے پھر سوال کرنا پڑا تو کیا ہوگا؟ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے آدم! تو نے اپنی اولاد کو محنت اور دکھ و تکلیف کا وارث بنایا اور ہم نے انہیں توبہ بخشی جو بھی مجھے پکارے گا میں تیری طرح اس کی پکار کو سنوں گا جو مجھ سے مغفرت کا سوال کرے گا میں اسے ناامید نہیں کروں گا کیونکہ میں قریب ہوں، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوں، میں توبہ کرنے والوں کو ان کی قبروں سے اس طرح اٹھاؤں گا کہ وہ ہنستے مسکراتے ہوئے آئیں گے ان کی دعائیں مقبول ہونگی۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ رب العزت کا دست رحمت رات کے گنہگاروں کے لئے صبح تک اور دن کے گنہگاروں کے لئے رات تک دراز رہتا ہے۔ اس وقت تک جب مغرب سے سورج طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا یعنی قیامت تک اللہ رب العزت بندوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اگر تم نے آسمان کے برابر گناہ کر لئے اور پھر شرمندہ ہو کر توبہ کر لی تو اللہ رب العزت تمہاری توبہ قبول کر لے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے آدمی گناہ کرتا ہے پھر اسی گناہ کے سبب جنت میں داخل ہوتا ہے۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا گناہ کے بعد فوراً اس کی آنکھیں بارگاہِ رب العزت میں اَشکبار ہو جاتی ہیں۔

فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ندامت گناہوں کا کفارہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک حبشی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں خطائیں کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ کچھ دور جا کر واپس لوٹ آیا اور دریافت کیا کہ جب میں گناہ کرتا ہوں تو اللہ رب العزت دیکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! حبشی نے اتنا سنتے ہی ایک چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

روایت ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ابلیس کو ملعون قرار دیا تو اس نے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی، اللہ رب العزت نے اسے مہلت دے دی تو وہ کہنے لگا مجھے تیرے عزت وجلال کی قسم جب تک انسان کی زندگی کا رشتہ قائم رہے گا میں اسے گناہوں پر اکساتا رہوں گا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! میں ان کی زندگی کی آخری سانسوں تک ان کے گناہوں پر توبہ کا پردہ ڈالتا رہوں گا۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے نیکیاں گناہوں کو اس طرح دور لے جاتی ہیں جیسے پانی میل کو بہا لے جاتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت

اِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۵)

''بے شک وہ توبہ قبول کرنے والوں کو بڑا بخشنے والا ہے۔''

اس شخص کے بارے میں جو نازل ہوئی جو گناہ کرتا پھر توبہ کر لیتا پھر گناہ کرتا اور پھر توبہ کر لیتا تھا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ربِ ذوالجلال کا ارشاد ہے گنہگاروں کو بشارت دے دو اگر وہ توبہ کریں تو میں قبول کرلوں گا۔ صدیقین کو متنبہ کر دیجئے اگر میں نے اعمال کا وزن کیا تو انہیں عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے جو گناہوں کی یاد میں پشیمان ہوگا اور اس کا دل خوفِ خدا سے کانپ گیا اس کے گناہوں کو محو کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے دریافت کیا، میں گناہ کر کے انتہائی شرمندہ ہوں، میرے لئے توبہ ہے؟ آپ نے منہ پھیر لیا۔ جب دوبارہ اس شخص کی طرف

دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں، کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کئے جاتے ہیں سوائے بابِ توبہ کے وہ کبھی بھی بند نہیں ہوتا عمل کرتا رہ اور رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

بنی اسرائیل میں سے ایک جوان شخص نے بیس سال متواتر اللہ رب العزت کی عبادت کی پھر بیس سال گناہوں میں بسر کئے، ایک مرتبہ آئینہ دیکھا تو اسے داڑھی میں بڑھاپے کے آثار نظر آئے، وہ بہت غمگین ہوا اور بارگاہِ رب العزت میں گزارش کی اے ربِ ذوالجلال! میں نے بیس سال تیری عبادت کی پھر بیس سال گناہوں میں بسر کئے، اب اگر میں تیری طرف لوٹ آؤں تو مجھے قبول کر لے گا؟ اس نے ہاتف غیبی کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا تو نے ہم سے محبت کی، ہم نے تجھے محبوب بنایا، تو نے ہمیں چھوڑ دیا ہم نے تمہیں چھوڑ دیا، تو نے گناہ کئے ہم نے مہلت دی، اب اگر تو ہماری بارگاہ میں لوٹے گا تو ہم تجھے شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ توبہ کرتا ہے، اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، محافظ فرشتے اس کے ماضی کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں، اس کے اعضائے جسمانی اس کی خطاؤں کو بھول جاتے ہیں، زمین کا وہ ٹکڑا جس پر اُس نے گناہ کیا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جس کے نیچے اس نے گناہ کیا ہے اس کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں، جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے گناہوں پر گواہی دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار برس قبل عرش کے چاروں طرف لکھ دیا گیا تھا:

اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ:۸۲)

''جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے، میں اسے بخشنے والا ہوں۔''

صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے توبہ فرض عین ہے کیونکہ صغیرہ گناہوں پر اصرار انہیں کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (آل عمران: ۱۳۵)

''اور وہ یہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں۔''

خالص توبہ یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن سے توبہ کرے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم عزم کرے۔ جو شخص ظاہری طور پر توبہ کرتا ہے اس کی مثال ایسے مردار کی ہے جس پر ریشم و کمخواب کی چادریں ڈال دی گئی ہوں اور لوگ اسے حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے ہوں، جب اس سے چادریں ہٹائی جائیں تو لوگ منہ پھیر کر چل دیں، اسی طرح لوگ ظاہری عبادت کرنے والوں کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن قیامت کا دن ہوگا تو ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا جائے گا اور فرشتے منہ پھیر کر چل دیں گے۔

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ (الطارق:۹)

''جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔''

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قیامت کے دن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو خود کو تائب سمجھ کر آئیں گے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اس لئے کہ انہوں نے توبہ کے دروازے کو شرمندگی سے مستحکم نہیں کیا ہوگا، توبہ کے بعد گناہ نہ کرنے کا عزم نہیں کیا ہوگا، مظالم کو اپنی امکانی طاقت تک دفع نہیں کیا ہوگا اور آسان امور کے جواز کے سلسلہ میں جو کام انہوں نے کئے ہیں اور ان سے طلب مغفرت میں انہوں نے کوئی اہتمام نہیں کیا اور ان کے لئے یہ بات آسان ہے کہ اللہ رب العزت اس سے راضی ہو جائے۔ گناہوں کو بھول جانا بہت خطرناک بات ہے ہر عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا:

یَاَیُّھَا الْمُذْنِبُ الْمُحْصِی جَرَائِمَہٗ
لَاتَنْسَ ذَنْبَکَ وَاذْکُرْمِنْہُ مَاسَلَفَا

''اے گناہوں کو شمار کرنے والے مجرم اپنے گناہوں کو مت بھول اور گذشتہ غلطیوں کو یاد کرتا رہ۔''

وَتُبْ اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَانْزَجِرْ
یَاعَاصِیًا وَّاعْتَرِفْ اِنْ کُنْتَ مُعْتَرِفَا

''موت سے پہلے اللہ کی طرف رجوع کرے، گناہوں سے رک جا اور غلطیوں کا

اعتراف کر لے۔"

فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کی دروازے پر کھڑے ہوئے نوجوان کی گریہ وزاری نے میرا جگر جلا دیا۔ آپ نے فرمایا اسے اندر لاؤ! جب جوان حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا اے جوان تم کس لئے رو رہے ہو؟ عرض کی میں اپنے گناہوں کی کثرت اور رب ذوالجلال کی ناراضگی کے خوف سے رو رہا ہوں، آپ نے پوچھا کیا تو نے شرک کیا ہے؟ کہا نہیں۔ کیا تو نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے؟ آپ نے دوبارہ پوچھا۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تیرے گناہ ساتوں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے برابر ہوں تب بھی اللہ رب العزت اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ جوان بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا گناہ ان سے بھی بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا یا ہے کرسی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرشِ الٰہی؟ عرض کی میرا گناہ۔ آپ نے فرمایا تیرا گناہ بڑا یا رب ذوالجلال؟ عرض کی رب ذوالجلال بہت عظیم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ جرم عظیم کو رب عظیم ہی معاف فرماتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تم مجھے اپنا گناہ بتاؤ۔ عرض کی مجھے آپ کے سامنے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم بتاؤ۔ عرض کی میں سات سال سے کفن چوری کر رہا ہوں، انصار کی ایک لڑکی فوت ہوگئی تو میں اس کا کفن چرانے جا پہنچا، میں نے قبر کھود کر کفن لے لیا اور چل پڑا کچھ ہی دور گیا تھا کہ مجھ پر شیطان غالب آ گیا اور میں الٹے قدم واپس پہنچا اور لڑکی سے بدکاری کی۔ میں گناہ کر کے ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ لڑکی کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اے جوان! خدا تجھے غارت کرے تجھے اس نگہبان کا خوف نہیں آیا جو ہر مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاتا ہے تو نے مجھے مردوں کی جماعت سے برہنہ کر دیا اور دربارِ خداوندی میں ناپاک کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا دور ہو جا اے بدبخت! تو نارِ جہنم کا مستحق ہے۔ جوان وہاں سے روتا ہوا اور اللہ رب العزت سے استغفار کرتا ہوا نکل گیا۔ جب اسے اسی حالت میں چالیس دن گزر گئے تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا اے محمد و آدم و ابراہیم علیہم السلام کے رب! اگر تو نے میرے گناہ کو بخش دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مطلع فرما دے وگرنہ آسمان سے آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام،

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مخلوق کو تم نے پیدا کیا ہے؟ آپ فرمایا نہیں بلکہ مجھے اور تمام مخلوق کو اللہ رب العزت نے پیدا کیا ہے اور اسی نے رزق دیا ہے؟ تب جبرائیل علیہ السلام نے کہا اللہ رب العزت فرماتا ہے میں نے جوان کی توبہ قبول کر لی ہے پس نبی کریم ﷺ نے اُس جوان کو بلا کر اسے توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ایسا تھا جو اپنی توبہ پر کبھی قائم نہیں رہتا تھا۔ جب بھی وہ توبہ کرتا اسے توڑ دیتا یہاں تک کہ اسے اس حال میں بیس سال گزر گئے۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی میرے اس بندے کو کہہ دو میں تجھ سے سخت ناراض ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو اللہ رب العزت کا پیغام دیا تو وہ بہت غمگین ہوا اور بیابانوں کی طرف نکل گیا وہاں جا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے ربِ ذوالجلال! تیری رحمت جاتی رہی یا میرے گناہوں نے تجھے دکھ دیا؟ تیری بخشش کے خزانے ختم ہو گئے یا بندوں پر تیری نگاہِ کرم نہیں رہی؟ تیرے عفو و درگزر سے کونسا گناہ بڑا ہے؟ تو کریم ہے، میں بخیل ہوں۔ کیا میرا بخیل تیرے کرم پر غالب آ گیا ہے؟ اگر تو نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا تو وہ کس کے در پر جائیں گے؟ اگر تو نے انہیں اپنی بارگاہ سے نکال دیا تو وہ کہاں جائیں گے؟ اب ربِ قادر و قہار! اگر تیری بخشش جاتی رہی اور میرے لئے عذاب ہی رہ گیا ہے تو تمام گنہگاروں کا عذاب مجھے دے دے میں ان پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اور میرے بندے سے کہہ دو کہ تو نے میرے کمالِ قدرت اور عفو و درگزر کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے، اگر تیرے گناہوں سے زمین بھر جائے تب بھی میں بخش دوں گا۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ رب العزت کو گنہگار توبہ کرنے والے کی آواز سب سے زیادہ محبوب اور کوئی آواز نہیں ہے۔ جب وہ اللہ رب العزت کو بلاتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میں موجود ہوں جو چاہے مانگ! میری بارگاہ میں تیرا مرتبہ میرے بعض فرشتوں کے برابر ہے، میں تیرے دائیں، بائیں، اوپر ہوں اور تیری دلی دھڑکن سے زیادہ قریب ہوں۔ اے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اللہ رب العزت کے بہت سے ایسے

بندے ہیں جنہوں نے خطاؤں کے پودے لگائے، انہیں توبہ کا پانی دیا اور حسرت وندامت کا پھل کھایا، وہ دیوانگی کے بغیر دیوانے کہلائے اور بغیر کسی مشقت کے لذتیں حاصل کیں، یہ لوگ اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کی معرفت رکھنے والے فصیح وبلیغ حضرات ہیں اور عدیم النظیر ہیں۔ انہوں نے محبت کے جام پیئے اور مصائب پر صبر کرنے کی دولت سے مالا مال ہوئے پھر عالمِ ملکوت میں ان کے دل غمزدہ ہو گئے اور عالم جبروت کے حجابات کی سیر نے ان کے افکار کو جلا بخشی۔ انہوں نے ندامت کے خیموں میں بسیرا کیا، اپنی خطاؤں کے صحیفوں کو پڑھا اور گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنی پرہیزگاری کی بدولت زہد کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے، انہوں نے ترکِ دنیا کی تلخی کو شیریں سمجھا اور سخت بستروں کو انتہائی نرم جانا تا آنکہ انہوں نے راہِ نجات اور سلامتی کی بنیادوں کو پالیا۔ ان کی ارواح کو بہشت کے باغوں میں جگہ ملی اور ابدی زندگی کے مستحق قرار پائے۔ انہوں نے آہ وبکار کی خندقوں کو پاٹ دیا اور خواہشات کی پلوں کو عبور کر کے گئے یہاں تک کہ وہ علم کے ہمسائے ہوئے اور حکمت ودانائی کے تالاب سے سیراب ہوئے، وہ فہم وفراست کی کشتیوں میں سوار ہوئے۔ انہوں نے سلامتی کے دربار میں نجات کی دولت سے قلعے بنائے اور راحت کے باغات اور عزت وکرامات کے خزانوں کے مالک بن گئے۔

☆☆☆

باب 18:

رحمدلی کی فضیلت

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جنت میں رحم کرنے والا ہی داخل ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم سب رحم کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا رحیم وہ نہیں جو اپنے آپ پر رحم کرے بلکہ رحیم وہ ہے جو اپنے آپ پر اور دوسروں پر رحم کرے۔

اپنے آپ پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خلوصِ دل سے عبادت کر کے گناہوں سے کنارہ کش ہو کر اور توبہ کر کے اپنے وجود کو اللہ رب العزت کے عذاب سے بچائے۔ دوسروں پر رحم یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے۔

فرمانِ نبی کریم ﷺ ہے مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں اور وہ جانوروں پر رحم کرے، ان سے ان کی طاقت کے مطابق کام لے۔

ایک شخص سفر میں جا رہا تھا اسے راستہ میں سخت پیاس لگی اسے قریب ہی ایک کنواں نظر آیا، جب کنویں سے پانی پی کر چلا تو دیکھا ایک کتا پیاس کے مارے زبان باہر نکالے پڑا ہے اسے خیال آیا کہ اسے بھی میری طرح پیاس لگی ہوگی، وہ واپس گیا منہ میں پانی بھر کر کتے کے پاس آیا اور اسے پلا دیا۔ اللہ رب العزت نے محض اسی رحم کی بدولت اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! جانوروں پر شفقت کرنے سے بھی ہمیں ثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہر ذی روح پر شفقت کا اجر ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت لگا رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک قافلہ سے ہوا۔ آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہیں کوئی ان کا سامان نہ چرا لے راستے میں انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے پوچھا امیر المومنین! اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک قافلہ قریب اترا ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی چور ان کا سامان نہ لے جائے چلو ان کی نگہبانی کریں۔ یہ دونوں حضرات قافلہ کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور ساری رات پہرہ دیتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے قافلہ والو! نماز کے لئے اٹھو! جب قافلہ والے جاگ

گئے تو یہ حضرات واپس لوٹے۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں۔، اللہ رب العزت نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

رُحَمَآءُ بَیۡنَکُمۡ (الفتح:۲۹)

وہ مسلمانوں پر بلکہ تمام مخلوق پر رحم کرنے والے ہیں یہاں تک کہ ذمی کافر بھی ان کی نگاہِ شفقت سے محروم نہ رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے ذمی کو لوگوں کے دروازں پر بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا، جوانی میں تجھ سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں تجھے دربدر ٹھوکریں کھانے کو چھوردیا آپ نے اسی وقت بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کردیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے ایک صبح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ایک اونٹ پر سوار چلے جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا امیر المومنین! کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ گم ہوگیا ہے اسے تلاش کررہا ہوں۔ میں نے کہا آپ نے بعد میں آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا اے ابوالحسن (رضی اللہ عنہ)! مجھے ملامت نہ کرو رب ذوالجلال کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا اگر دریائے فرات کے کنارے ایک سالہ بھیڑ کا بچہ بھی مرجائے تو قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے مواخذہ ہوگا کیونکہ اس امیر کی کوئی عزت نہیں جس نے مسلمانوں کو ہلاک کردیا اور نہ ہی اس بدبخت کا کوئی مقام ہے جس نے مسلمانوں کو خوفزدہ کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے ابدال نماز روزے کی کثرت کی بدولت جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ وہ قلوب کی صفائی، نفوس کی سخاوت اور تمام مسلمانوں کے ساتھ رحم دلی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے رحم کرنے والوں پر اللہ رب العزت رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَایُرْحَمْ وَمَنْ لَّا یَغْفِرْ لَا یُغْفَرْ

''جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو کسی کو نہیں بخشتا اسے نہیں بخشا جاتا۔''

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم پر مسلمانوں کے چار حقوق ہیں اپنے محسن کی امداد کرنا، گنہگار کے لئے مغفرت طلب کرو، مریض کی عیادت کرو اور توبہ کرنے والے کو دوست رکھو۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے سوال کیا اے اللہ! تو نے مجھے کس وجہ سے صفی بنایا؟ اللہ رب العزت نے فرمایا مخلوق پر تیرے رحم کرنے کی وجہ سے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بچوں سے چڑیاں خرید کر انہیں چھوڑ دیتے اور فرماتے جاؤ آزادی کی زندگی بسر کرو۔

فرمان نبوی ﷺ ہے رحمت، شفقت اور محبت میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو سارا جسم اس درد اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل پر سخت قحط کا زمانہ تھا، ایک عابد کا ریت کے ٹیلے سے گزر ہوا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کاش یہ ریت کا ٹیلا آٹے کا ٹیلا ہوتا اور میں اس سے بنی اسرائیل کے پیٹ بھرتا۔ اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کے نبی کی طرف وحی بھیجی، میرے اس بندہ سے کہہ دو کہ تجھے اس ٹیلے کے برابر بنی اسرائیل کو آٹا کھلانے جتنا ثواب ملتا ہے ہم نے تمہاری اس نیت کی بدولت ہی اتنا ثواب دے دیا ہے۔ اسی لئے فرمان نبوی ﷺ ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ

''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے، آپ نے شیطان کو دیکھا ایک ہاتھ میں شہد اور دوسرے میں راکھ لئے چلے جا رہا تھا، آپ نے پوچھا اے دشمن خدا! یہ شہد اور راکھ تیرکس کام آتی ہے؟ شیطان نے کہا شہد غیبت کرنے والوں کے ہونٹوں پر لگاتا تاکہ وہ اور آگے بڑھیں، راکھ یتیموں کے چہروں پر ملتا ہوں تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الیَتِیْمَ اِذَا ضُرِبَ اِھْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِبُکَائِہٖ

''جب یتیم کو دکھ دیا جاتا ہے تو اس کے رونے سے اللہ کا عرش کانپ جاتا ہے۔''

اور رب ذوالجلال فرماتا ہے اے فرشتو! اس یتیم کو جس کا باپ منوں مٹی تلے دفن ہو چکا ہے کس نے رلایا ہے؟

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے یتیم کے لباس و طعام کی ذمہ داری لے لی اللہ رب العزت نے اس کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھانے سے پہلے میل دو میل کا چکر لگا کر مہمانوں کو تلاش کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پوچھا گیا آپ کیوں روئے؟ آپ نے فرمایا ایک ہفتہ ہو گیا میرے ہاں کوئی مہمان نہیں آیا شاید اللہ رب العزت مجھ سے خوش نہیں ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ اَطْعَمَ جَائِعًا یُّرِیْدُ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ مَّنَعَ الطَّعَامَ عَنِ الْجَآئِعِ مَنَعَ اللّٰہِ عَنْہُ فَضْلَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَذَّبَہٗ فِی النَّارِ

''جو کسی بھوکے کو فی سبیل اللہ کھانا کھلاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جس نے کسی بھوکے سے کھانا روک لیا، اللہ قیامت کے دن اس شخص سے اپنا فضل و کرم روک لے گا اور اسے عذاب دے گا۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ

''سخی اللہ کے نزدیک ہے، جنت کے نزدیک ہے، لوگوں کے نزدیک ہے، جہنم سے دور ہے جبکہ بخیل اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہوتا ہے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ قیامت کے دن چار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ عالم باعمل حاجی جس نے حج کے بعد موت تک گناہوں کا ارتکاب نہ کیا۔ شہید جو اللہ

کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ سخی جس نے مال حلال کمایا اور اللہ کی رضا جوئی میں خرچ کر دیا۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے اس بات پر جھگڑیں کہ جنت میں پہلے کون داخل ہوتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے بعض بندوں کو مال و دولت سے مالا مال کر دیا تا کہ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہیں جو شخص فائدہ پہنچانے میں پس وپیش کرتا ہے اللہ رب العزت اس کی دولت کسی اور کو دے دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں زمین پر جھکی ہوئی ہیں جس نے اس کی کسی شاخ کو تھام لیا وہ اسے جنت میں لے جائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا صبر اور سخاوت۔

حضرت مقدام ابن شریح رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد اور اپنے جد سے روایت کرتے ہیں ان کے دادا نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت کا مکین بنادے۔ آپ نے فرمایا مغفرت کے اسباب میں سے کھانا کھلانا، سلام کرنا اور خوش اخلاقی ہے۔

باب 19:

نماز میں خضوع وخشوع کا بیان

حدیث شریف میں ہے ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے آسمانوں پر ایک ایسا فرشتہ دیکھا جو تخت نشین تھا اور ستر ہزار فرشتے صف بستہ اس کی خدمت میں حاضر تھے اس کے ہر سانس سے اللہ رب العزت ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے، ابھی ابھی میں نے اسے شکستہ پروں کے ساتھ کوہِ قاف میں روتے ہوئے دیکھا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا تم اللہ رب العزت کے حضور میری سفارش کرو۔ میں نے پوچھا تیرا جرم کیا ہے؟ اس نے کہا معراج کی رات جب محمد ﷺ کی سواری گزری تو میں تخت پر بیٹھا رہا تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا اس لئے اللہ رب العزت نے مجھے اس جگہ اس عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رو رو کر اس کی سفارش کی اللہ رب العزت نے مجھ سے فرمایا تم اس سے کہو کہ یہ محمد ﷺ پر درود بھیجے چنانچہ اس فرشتہ نے آپ پر درود بھیجا تو اللہ رب العزت نے اس کی اس لغزش کو معاف کر دیا اور اس کے نئے پر بھی پیدا فرما دیئے۔

روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی نمازیں دیکھی جائیں گی اگر اس کی نمازیں مکمل ہوئیں تو نمازوں سمیت اس کے سارے اعمال قبول کر لئے جائیں گے اگر نمازیں نامکمل ہوئیں تو نمازوں سمیت اس کے تمام اعمال رد کرے جائیں گے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے فرض نماز ترازو کی طرح ہے جس نے انہیں پورا کیا وہ کامیاب رہا۔

حضرت یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی نماز اس طرح برابر ہوتی تھی جیسے وہ ترازو پر تولی گئی ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے میری امت کے دو آدمی نماز پڑھیں گے، ان کے رکوع، سجود ایک جیسے ہوں گے مگر ان کی نمازوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا، ایک میں خشوع ہوگا اور دوسری بغیر خشوع ہوگی۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت نے قیامت کے دن اس بندے پر نظر رحمت نہیں ڈالے گا جس نے رکوع اور سجدہ کے درمیان اپنی پیٹھ کو سیدھا نہیں کیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس نے وقت پر نماز پڑھی، وضو صحیح کیا اور رکوع و سجود کو خشوع و خضوع سے پایہ تکمیل تک پہنچایا اس کی نماز سفید اور براق صورت میں آسمانوں کی طرف جاتی ہے اور کہتی ہے اے بندے! جیسے تو نے میری حفاظت کی اسی طرح اللہ رب العزت تجھے محفوظ رکھے لیکن جس نے نماز وقت پر نہ پڑھی، نہ وضو صحیح کیا اور اپنے رکوع و سجود کو خشوع سے آراستہ نہ کیا اس کی نماز کالی سیاہ شکل میں اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے جیسے تو نے مجھے خراب کیا اللہ رب العزت تجھے بھی خراب کرے یہاں تک کہ اسے پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ بدترین آدمی نماز کا چور ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، نماز ایک پیمانہ ہے جس نے اسے پورا کر دیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس میں کمی کی اس کے لئے عذاب ہے۔

بعض علماء کا قول ہے نمازی تاجر کی طرح ہے تاجر کو اسی مال سے نفع ملتا ہے جو خالص ہو اسی طرح نمازی کی عبادت بھی فرائض کو ادا کئے بغیر سود مند نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کے وقت فرماتے اے لوگو! اللہ رب العزت نے تمہارے لئے جو آگ جلائی ہے اٹھو اسے نماز کے ذریعے بجھا دو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّمَا الصَّلَاۃُ تَمَسْکُنٌ وَتَوَاضُعٌ

''نماز سکون اور تواضع کے ساتھ ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اپنی نماز کے باعث فحش اور برے کاموں سے نہ رکا، اللہ رب العزت سے اس کی دوری بڑھتی جاتی ہے پس غافل کو نماز سے برائیوں سے نہیں روکتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو نمازوں سے دکھ اور تکلیف کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کا اشارہ ان نمازیوں کی طرف ہے جو غفلت سے نماز ادا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے بندہ کا نماز میں وہی حصہ ہے جسے وہ کامل توجہ سے پڑھتا ہے۔

اہل معرفت کہتے ہیں نماز چار چیزوں کا نام ہے، علم سے آغاز، حیا کے ساتھ قیام، تعظیم سے ادائیگی اور خوفِ خدا سے اس کا اختتام۔

بعض مشائخ کا قول ہے جس کا دل نماز کی حقیقت کو نہ سمجھتا ہو اس کی نماز فاسد ہے۔

فرمانِ رسول مقبول ﷺ ہے جنت میں افیح نام کی ایک نہر ہے جس میں زعفران سے پیدا کی ہوئی حوریں موتیوں کے ساتھ دل بہلاتی رہتی ہیں اور ستر ہزار زبانوں ہیں اللہ رب العزت کی تسبیح کرتی رہتی ہیں ان کی آوازیں حضرت داؤد علیہ السلام کے لحن سے زیادہ شیریں ہیں۔ وہ کہتی ہیں ہم ان کے لئے ہیں جو خضوع وخشوع سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے ایسے نمازی کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دونگا اور اسے شرفِ دیدار بخشوں گا۔

حکایت: اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے موسیٰ! جب تو دل شکستہ ہو کر مجھے یاد کرتا ہے تو میں تجھے یاد کرتا ہوں، کامل اطمینان اور خشوع سے میرا ذکر کیا کر، اپنی زبان کو دل کا مطیع بنا، میری بارگاہ میں ذلیل کی طرح حاضری دے، خوفزدہ دل سے مجھے پکار اور سچائی کی زبان سے مجھے بلاتا رہا۔

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی امت کے گنہگاروں سے کہہ دو میرا ذکر نہ کریں، میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ جو مجھے یاد کرے گا میں اسے یاد کروں گا یہ جب مجھ یاد کرتے ہیں تو میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔

اے اربابِ ہوش! یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو گنہگار ہیں مگر یادِ خدا سے غافل نہیں، ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بدکار بھی ہیں اور یادِ خدا سے بھی غافل ہیں۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے انسان نماز میں جس قدر سکون و اطمینان اور لذت وسرور حاصل کرتا ہے، اسی قدر قیامت کے دن وہ پرسکون ہوگا۔

حضور ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں اس کا ظہور ہوتا یعنی یہ داڑھی سے اس طرح نہ کھیلتا۔ آپ نے فرمایا جس کے دل میں خشوع نہیں اس کی نماز رائیگاں ہے۔

اللہ رب العزت نے نماز میں خشوع وخضوع رکھنے والوں کی تعریف متعدد آیات

میں کی ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:۲)

''جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔''

عَلٰی صَلَوَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ (المومنون:۹)

''اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔''

عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَائِمُوْنَ (المعارج:۲۳)

''جو نماز کے پابند ہیں۔''

کسی نے خوب کہا نمازی تو بہت ہیں مگر خشوع سے نماز ادا کرنے والے کم ہیں، حاجی بہت ہیں لیکن نیک سیرت کم ہیں، پرندے بہت ہیں مگر بلبلیں کم ہیں اور عالم بہت ہیں مگر عامل کم ہیں۔صحیح نماز خشوع وخضوع اور انکساری کا نام ہے اور یہی قبولیت نماز کی علامت ہے کیونکہ جیسے جوازِ نماز کی شرائط ہیں اسی طرح قبولیتِ نماز کی بھی شرائط ہیں، جواز کی شرائط فرائض کا ادا کرنا اور قبولیت نماز کی شرائط میں خشوع اور تقویٰ سرفہرست ہیں چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:۱﴿۲﴾۲)

''بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔''

تقویٰ بھی نماز کی ایک شرط ہے اور اس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المائدہ:۲۷)

''بے شک اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جو اُس سے ڈرتا ہے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس نے کامل خشوع سے دو رکعت نماز ادا کی وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے دن پاک تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز میں دل، خیالاتِ فاسدہ کی وجہ سے صحیح معنوں میں نماز کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا لہٰذا ان خیالات سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔نجات کے کئی طریقے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھی جائے یا ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جہاں کامل سکوت ہو، نیچے رنگین فرش نہ ہو اور نمازی منقش کپڑے نہ پہنے ہو کیونکہ ان چیزوں

پر جونہی نظر پڑتی ہے انسان ادھر متوجہ ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے ابوجہم کے بھیجے ہوئے منقش کرتے میں نماز پڑھی اور نماز کے فوراً بعد وہ کرتہ اتار کر واپس بھیج دیا اور فرمایا اس نے ابھی مجھے نماز میں اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ ایک مرتبہ نئے جوتے پہن کر آپ نے نماز پڑھی نماز کے بعد آپ نے حکم دیا کہ پرانے جوتے لائیں جائیں انہوں نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر دیا۔ مردوں کے لئے سونے کے زیورات کی حرمت سے پہلے آپ ایک دن سونے کی انگوٹھی پہن کر منبر پر تشریف فرما تھے آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا یہ مجھے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھی، اچانک ایک پرندہ اڑا اور وہ درختوں سے نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تعجب سے یہ منظر دیکھا تو وہ ادا شدہ رکعتوں کی تعداد بھول گئے آپ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور اس آزمائش کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے میں نے باغ اللہ رب العزت کی راہ میں دے دیا ہے اب حضور نبی کریم ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں۔

ایک اور شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنے اس باغ میں جو کھجوروں سے لدا ہوا تھا نماز پڑھی تو ان کی نظر کھجوروں کے پھل دیکھنے میں ایسی الجھی کہ اسے رکعتوں کی تعداد یاد نہ رہی۔ نماز ختم کر کے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اس باغ کو اللہ کے نام پر بخش دیا ہے اسے اللہ رب العزت کے راستہ میں خرچ کر دیجئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ باغ پچاس ہزار میں روپے میں فروخت کر دیا۔

اسلاف میں سے بعض حضرات کا ارشاد ہے کہ نماز میں چار چیزیں انتہائی بُری ہیں، کسی دوسری طرف متوجہ ہونا، منہ پر ہاتھ پھیرنا، کنکریاں صاف کرنا اور گزرگاہ پر نماز پڑھنا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنی توجہ نماز سے نہیں ہٹاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی میخ گڑی ہوئی ہے۔ بعض حضرات اتنے سکون سے رکوع کرتے کہ پرندے انہیں پتھر سمجھ کر ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے۔ ذوقِ سلیم بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب دنیاوی شان وشوکت والے انسانوں کے حضور لوگ انتہائی تعظیم سے حاضر

ہوتے ہیں تو اس بادشاہوں کے بادشاہ کے حضور تو بطریقِ اولی تعظیم وتکریم سے حاضر ہونا چاہئے۔تورات میں مرقوم ہے اے انسان! میری بارگاہ میں روتے ہوئے حاضری دینے سے گھبرا، میں تیرے دل سے بھی زیادہ قریب ہوں اور ہر جگہ میرا نور جلوہ فگن ہے۔

روایت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا حالت اسلام میں انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی نماز کامل نہیں ہوتی، پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا دل میں خشوع نہ آیا، انکساری پیدا نہ ہوئی اور نماز میں اللہ رب العزت کی طرف ہمہ تن متوجہ نہ بنا۔

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس فرمانِ الٰہی کے متعلق پوچھا گیا:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۵)

''جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔''

تو آپ نے فرمایا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز میں بھول جاتا ہے اور اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے دو رکعت پڑھی ہیں یا تین؟

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ ارشادِ الٰہی اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ رب العزت فرماتا ہے:

لَا یَنْجُوْا مِنِّیْ عَبْدِیْ اِلَّا بِاَدَآءِ مَا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ

''میرے بندے فرائض کو ادا کئے بغیر مجھ سے رہائی نہیں پا سکیں گے۔''

☆☆☆

باب 20:

غیبت اور چغل خوری

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں غیبت کی مذمت کرتے ہوئے غیبت کرنے والوں کو مردار کا گوشت کھانے والے کہا ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات:۱۲)

''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔''

فرمانِ نبی کریم ﷺ ہے کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِيَّاكُمْ وَالْغِيْبَةَ فَاِنَّ الْغِيْبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

''اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے۔''

اور زانی گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اُس کی توبہ قبول کر لیتا ہے مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ جس کی غیبت کی جائے وہ معاف نہ کردے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیبت کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک منجنیق لگائی اور وہ اس منجنیق کے ذریعے دائیں بائیں نیکیاں پھینک رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو کسی مسلمان بھائی کی برائی چاہتے ہوئے غیبت کرتا ہے اللہ رب العزت اسے یومِ قیامت جہنم کے پل پر اس وقت کھڑا کرے گا کہ جب تک وہ غیبت کردہ باتوں سے بری نہ ہو جائے۔

فرمانِ رسول کریم ﷺ ہے غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے خواہ اس کے بدن کا کوئی عیب ہو، نسب کا عیب ہو، اس کے قول و فعل یا

دین دنیا کا عیب ہو یہاں تک کہ اس کے کپڑوں اور سواری میں بھی کوئی عیب نگالے گا تو یہ غیبت ہوگی۔

ایک چھوٹے قد کی عورت کسی کام کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب وہ واپس چلی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کا قد کتنا چھوٹا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! تم نے اس کی غیبت کی ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ اس میں تین مصیبتیں ہیں، غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی نیکیاں نامقبول ہوتی ہیں اور اس پر گناہوں کی بارش ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغل خور ہوگا جو آپ کے پاس اور چہرے لے کر آتا ہے، دوسرے کے پاس اور چہرہ لے کر جاتا ہے اور فرمایا جو دنیا میں چغل خوری کرتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کی دو زبانیں نظر آئیں گی اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

اللہ رب العزت نے تمام جانوروں کے منہ میں زبان پیدا کی ہے مگر مچھلی کو زبان نہیں دی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حکم خداوندی سے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ابلیس رجیم ہو کر مسخ شدہ صورت میں زمین پر پھینک دیا گیا تو وہ سمندروں کی طرف گیا تو اسے سب سے پہلے اسے مچھلی نظر آئی جسے اس نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا قصہ سنایا اور یہ بھی بتلایا کہ وہ بحر و بر کے جانوروں کا شکار کرے گا تو مچھلی نے تمام دریائی جانوروں تک حضرت آدم علیہ السلام کی کہانی سنا دی اسی لئے اللہ رب العزت نے اسے زبان کے شرف سے محروم کر دیا۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کی بہن مدینہ کے نواح میں رہتی تھی، وہ بیمار ہوگئی تو یہ شخص اس کی تیمارداری میں لگا رہا لیکن وہ مرگئی تو اس شخص نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا آخر جب اسے دفن کر کے واپس لوٹا تو اسے یاد آیا کہ وہ رقم کی ایک تھیلی قبر میں بھول آیا ہے۔ اس نے اپنے ایک دوست سے مدد طلب کی دونوں نے جا کر اس کی قبر کھود کر تھیلی نکال لی۔ تو اس نے دوست سے کہا ذرا ہٹنا میں دیکھوں تو سہی میری بہن کس حال میں ہے؟ اس نے لحد میں جھانک کر دیکھا تو وہ آگ سے بھڑک رہی تھی۔ وہ واپس چپ چاپ چلا آیا اور ماں سے پوچھا میری بہن میں کیا کوئی خراب عادت

تھی ؟ ماں نے کہا تیری بہن کی عادت تھی وہ ہمسایوں کے دروازوں سے کان لگا کر ان کی باتیں سنتی تھی اور چغل خوری کیا کرتی تھی پس اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے پس جو شخص عذاب قبر سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ غیبت اور چغل خوری سے پرہیز کرے۔

ابواللیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے گھر سے روانہ ہوئے اور دو دینار جیب میں ڈال لئے روانہ ہوتے وقت قسم کھائی کہ اگر میں نے مکہ مکرمہ کو جاتے یا گھر واپس آتے ہوئے کسی کی غیبت کی تو یہ دو دینار اللہ رب العزت کے نام پر صدقہ کر دوں گا۔ آپ مکہ تشریف لے گئے اور گھر واپس آئے مگر دینار اسی طرح جیب میں محفوظ رہے۔ ان سے غیبت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میں ایک مرتبہ کی غیبت کو سو مرتبہ کے زنا سے بدترین سمجھتا ہوں۔

ابوحفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں کسی انسان کی غیبت کرنے کو ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھنے سے بدتر سمجھتا ہوں۔ نیز فرمایا جس نے کسی عالم کی غیبت کی تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہوگا یہ اللہ رب العزت کی رحمت سے ناامید ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے معراج کی رات میرا ایسی قوم پر گزر ہوا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو چھیل رہے تھے اور مردار کھا رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہیں یعنی غیبت کرتے رہے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے رب ذوالجلال کی قسم! غیبت لقمہ کے پیٹ میں پہنچنے سے بھی جلد تر، مومن کے دین میں رخنہ ڈال دیتی ہے بہ نسبت اس کے جتنا کوئی پھوڑا جسم میں خرابی ڈالتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے ہمراہ سفر پر تھے اور ان کے لئے کھانا تیار کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کھانے کی کوئی چیز نہ پائی جسے تیار کر کے وہ کھانے کا انتظام کر سکے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کے جا کر دیکھو وہاں کچھ موجود ہے؟ انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ وہاں کچھ نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے

کہا اگر تم فلاں کنویں کی طرف جاتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات:۱۲)

''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے تم بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتے ہو مگر تمہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے قیامت کے دن اس کے سامنے مردہ بھائی کا گوشت رکھا جائے گا جسے تو زندہ کھاتا تھا اب اسے مردہ کو بھی کھا اور وہ اسے کھائے گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (الحجرات:۱۲)

''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔''

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غیبت بہت کم کی جاتی تھی اس لئے اس کی بدبو آتی تھی مگر اب غیبت اتنی عام ہو گئی کہ مشام اس کی بدبو کے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ اسے محسوس نہیں کر سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص چمڑے رنگنے والوں کے گھر میں داخل ہو تو وہ اس کی بدبو سے ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکے گا مگر وہ لوگ وہیں کھاتے پیتے ہیں اور انہیں بو محسوس ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے مشام (ناک) اس قسم کی بو کے عادی ہو چکے ہیں اور یہی حال اب اس غیبت کی بدبو کا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے، جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرا وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو غیبت کرتے کرتے مر گیا وہ جہنم میں سب سے پہلے جائے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (ہمزہ:۱)

''خرابی ہے اس کے لئے جو منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے۔''

یہاں هُمَزَة سے مراد وہ بندہ ہے جو کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی کرے اور

لُمَزَةٍ سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کی موجودگی میں اس کی برائی کرے۔

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے حضور ﷺ اور مسلمانوں کی برائیاں کیا کرتا تھا اس آیت کی شانِ نزول تو خاص ہے مگر اس کی وعید عام ہے۔

رسولِ مقبول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ یہ زنا سے بھی بدتر ہے، پوچھا گیا یہ زنا سے کیسے بدتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا آدمی زنا کر کے توبہ کر لیتا ہے، اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر غیبت کرنے والے کو جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہو، معاف نہ کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، لہٰذا ہر غیبت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے حضور شرمندہ ہو کر توبہ کرے تا کہ اللہ رب العزت کی کرم سے فیض یاب ہو کر پھر اس شخص سے معذرت کرے جس کی اس نے غیبت کی تھی تا کہ غیبت کے اندھیاروں سے رہائی حاصل ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کا منہ دبر کی طرف پھیر دے گا، اس لئے ہر غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اللہ رب العزت سے معافی مانگ لے اور جس شخص کی غیبت کی ہے اس تک بات پہنچنے سے قبل ہی رجوع کر لے کیونکہ غیبت کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے جس کی غیبت کی گئی ہو، اگر توبہ کر لی جائے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے مگر جب بات اس شخص تک پہنچ جائے تو جب تک وہ خود معاف نہ کرے توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتا اور اسی طرح شادی شدہ عورت سے زنا کا مسئلہ ہے جب تک اس کا شوہر معاف نہ کرے، توبہ قبول نہ ہوگی رہا نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کا معاملہ تو قضا ادا کئے بغیر ان کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

☆☆☆

باب 21:

زکوٰۃ

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ (المومنون:۴)

''اور وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مال و دولت کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے پہلو اور پیٹھ جہنم کے سخت گرم پتھروں سے داغی جائے گی اور اس کا جسم وسیع کر دیا جائے گا اور جب کبھی اس کی حرارت میں کمی آئے گی اس کو بڑھا دیا جائے گا اور دن اس کے لئے طویل کر دیا جائے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے اعمال کا فیصلہ ہوگا پھر وہ جنت کی طرف اپنا راستہ اختیار کرے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ (التوبہ:۳۴۔۳۵)

''اور وہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔''

فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ قیامت کے دن فقراء، دولت مندوں کے لئے ہلاکت کا سبب بنیں گے جب وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ! انہوں نے

ہمارے حقوق غضب کر کے ہم پر ظلم کیا تھا۔ اللہ رب العزت فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! آج میں تمہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دوں گا اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دوں گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

''اور وہ جن کے مال میں مانگنے اور نہ مانگنے والوں کا حق مقرر ہے۔''

(المعارج:۲۵)

فرمانِ نبوی ﷺ ہے معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جنہوں نے آگے پیچھے چیتھڑے لگائے ہوئے تھے اور جہنم کا تھوہر، ایلوا اور بدبودار گھاس جانوروں کی طرح کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کا صدقہ (زکوٰۃ) نہیں دیتے تھے اللہ رب العزت نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضرت ابی سنان رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے آئی، جب ان لوگوں کو وہاں بیٹھے کچھ دیر ہوگئی تو ابی سنان رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا ہے چلو تعزیت کے لئے اس کے بھائی کے پاس چلیں۔ محمد بن یوسف الفریانی کہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے اور اس کے بھائی کے پاس پہنچے تو دیکھا وہ بہت آہ و بکا کر رہا تھا ہم نے اسے کافی تسلیاں دیں، صبر کی تلقین کی مگر اس کی گریہ وزاری برابر جاری رہی۔ ہم نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر شخص کو آخر مرجانا ہے؟ وہ کہنے لگا یہ صحیح ہے مگر میں اپنے بھائی کے عذاب پر روتا ہوں۔ ہم نے پوچھا کیا اللہ رب العزت نے تمہیں غیب سے تمہارے بھائی کے عذاب کی خبر دی ہے؟ کہنے لگا نہیں بلکہ ہوا یوں کہ جب سب لوگ میرے بھائی کو دفن کر کے چل دیئے تو میں وہیں بیٹھا رہا میں نے اس کی قبر سے آواز سنی وہ کہہ رہا تھا آہ! وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے اور میں عذاب میں مبتلا ہوں میری نمازیں اور روزے کہاں گئے؟ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اس کی قبر کھودنا شروع کر دی تا کہ دیکھوں میرا بھائی کس حال میں ہے، جونہی قبر کھلی میں نے دیکھا اس کی قبر میں آگ دہک رہی ہے اور اس کی گردن میں آگ کا طوق پڑا ہوا ہے مگر میں اُس کی محبت میں دیوانہ وار آگے بڑھا اور اس طوق کو اتارنا چاہا جس کو ہاتھ لگاتے ہی میرا یہ ہاتھ انگلیوں سمیت جل گیا۔ ہم نے دیکھا واقعی اس کا ہاتھ بالکل سیاہ ہو

چکا تھا۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا میں نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور واپس لوٹ آیا اب اگر میں نہ روؤں تو اور کون روئے گا؟ ہم نے پوچھا تیرے بھائی کا کوئی کام ایسا بھی تھا جس کے باعث اسے یہ سزا ملی؟ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ ہم بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہ اس فرمان الٰہی کی تصدیق ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:۱۸۰)

''اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔''

تیرے بھائی کو قیامت سے پہلے ہی عذاب دے دیا گیا۔ محمد بن یوسف الفریانی کہتے ہیں ہم وہاں سے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور انہیں سارا ماجرا سنا کر دریافت کیا کہ یہود و نصاریٰ مرتے ہیں مگر ان کے ساتھ کبھی ایسا اتفاق نہیں دیکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دائمی عذاب میں ہیں مگر اللہ رب العزت تمہیں عبرت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کی یہ حالتیں دکھاتا ہے۔

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (الانعام:۱۰۴)

''تمہارے رب کی طرف سے جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا اپنے برے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے زکوٰۃ نہ دینے والے اللہ رب العزت کے یہاں یہود و نصاریٰ کی طرح ہیں، عشر نہ دینے والے مجوس کی طرح اور جو لوگ زکوٰۃ اور عشر نہ دینے والے نبی کریم ﷺ اور فرشتوں کی زبان سے معلون قرار پائے اور ان کی گواہی نامعقول ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے زکوٰۃ اور عشر ادا کیا اور اس کے لئے بھی خوشخبری ہے جس پر قیامت کے روز زکوٰۃ کا عذاب نہیں ہے۔ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اللہ رب العزت نے اس سے عذابِ قبر کو اٹھا لیا اس پر جہنم کو حرام کر دیا اس کے لئے بغیر حساب کے جنت واجب کر دی اور اسے قیامت کے دن پیاس نہیں لگے گی۔

باب 22:

زنا

فرمانِ الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ (المومنون:۵)

''وہ حرام اور بدکاریوں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

لَاتَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ (الانعام:۱۵۱)

''اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جوان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔''

یہاں بڑے سے مراد زنا اور چھوٹے سے مراد بوسہ لینا، بُری نظر سے دیکھنا اور چھونا ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے ہاتھ زنا کرتے ہیں، پیر زنا کرتے ہیں اور آنکھیں زنا کرتی ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰی لَھُمْ (النور:۳۰)

''اور مومن مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔''

اللہ رب العزت نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حرام کی طرف نہ دیکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو ارتکابِ حرام سے محفوظ رکھیں۔ اللہ رب العزت نے متعدد آیات میں زنا کی حرمت بیان فرمائی ہے۔ ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا (الفرقان:۶۸)

''اور جو یہ کام کرے گا وہ بڑے گناہ میں مبتلا ہوگا۔''

اثام کے متعلق کہا گیا ہے کہ جہنم کی ایک وادی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ وہ جہنم کا ایک غار ہے جب اس کا منہ کھولا جائے گا تو اس کی شدید بدبو سے جہنمی چیخ اٹھیں گے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے زنا سے بچو اس میں چھ مصیبتیں ہیں جن میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا آخرت سے ہے۔ دنیا میں رزق کم ہو جاتا ہے، زندگی مختصر ہو جاتی ہے اور چہرہ مسخ ہو جاتا ہے، آخرت میں خدا کی ناراضگی، سخت حساب اور جہنم میں داخل ہونا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زانی کی سزا کے بارے میں پوچھا تو اللہ رب العزت نے فرمایا میں اسے آگ کی زرہ پہناؤں گا۔ وہ ایسی وزنی ہے کہ اگر بہت بڑے پہاڑ پر رکھ دی جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔ کہتے ہیں، ابلیس کو ہزار بدکار مردوں سے ایک بدکار عورت زیادہ پسند ہوتی ہے۔

مصابیح میں ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل کر اس کے سر پر چھتری کی طرح معلق رہتا ہے اور جب وہ اس گناہ سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کا ایمان پھر لوٹ آتا ہے۔

فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ رب العزت کے نزدیک نطفہ کو حرام کاری میں صرف کرنے سے بھی بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور لواطت زنا سے بھی بدتر ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے آئے گی مگر لوطی اس سے محروم رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر بیٹھے تھے کہ ایک حسین لڑکا آتا ہوا نظر آیا آپ دوڑ کر گھر میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ کچھ دیر بعد پوچھا فتنہ چلا گیا یا نہیں؟ لوگوں نے کہا چلا گیا تب آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان کی طرف دیکھنا، گفتگو کرنا اور ان کے پاس بیٹھنا حرام ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان اور حسین لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ جس نے شہوت کے ساتھ لڑکے کو بوسہ دیا وہ پانچ سو سال جہنم میں جلے گا اور جس نے کسی عورت کا بوسہ لیا اس نے گویا ستر باکرہ خواتین کے ساتھ زنا کیا اور جس نے کسی باکرہ عورت سے زنا کیا اس نے گویا ستر ہزار شادی شدہ عورتوں سے زنا کیا۔

رونق التفاسیر میں کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے سب سے پہلے لواطت ابلیس نے

شروع کی وہ لوط علیہ السلام کی قوم میں ایک حسین وجمیل لڑکے کی صورت میں آیا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا یہاں تک کہ لواطت ان لوگوں کی عادت بن گئی، جو بھی مسافر آتا وہ اس سے بدفعلی کرتے۔ حضرت لوطِ علیہ السلام نے انہیں اس فعل بد سے روکا اللہ رب العزت کی طرف بلایا اور عذابِ خداوندی سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے، اگر تم سچے ہو تو جاؤ عذاب لے آؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ رب العزت رب العزت سے دعا مانگی۔

رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (ھود:۸۳)

''اے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر۔''

جس کے جواب میں ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ ہر پتھر پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ اسی آدمی کو آ کر لگا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ (ھود:۸۳)

''رب کے ہاں اُن پر نشان لگے ہوئے تھے۔''

حضرت لوطِ علیہ السلام کی قوم کا ایک تاجر مکہ میں بغرض تجارت آ گیا تھا اس کے نام کا پتھر وہیں پہنچ گیا مگر فرشتوں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ اللہ رب العزت کا حرم ہے چنانچہ چالیس دن یہ پتھر حرم کے باہر زمین وآسمان کے درمیان معلق رہا یہاں تک کہ وہ شخص تجارت سے فارغ ہو کر مکہ معظّمہ سے باہر نکلا اور وہ پتھر اسے جا لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے تمام اہل خانہ کو لے کر بستی سے نکل گئے، اور فرمایا کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔ جب قوم پر عذاب نازل ہوا تو ان کی بیوی نے آوازیں سن کر پیچھے دیکھا اور کہا ہائے میری قوم! جس کی پاداش میں اسے ایک پتھر لگا اور وہ ہلاک ہو گئی۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب صبح قریب ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو پروں پر اٹھا لیا اور اتنی بلندی تک لے گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے ان کے کتوں کا بھونکنا اور مرغوں کی بانگوں کو سن لیا، اس وقت یہ بستیاں الٹ دی گئیں، سب سے پہلے ان کے مکانات گرے، پھر وہ خود اوندھے منہ زمین پر آ رہے اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

کہتے ہیں کہ یہ پانچ شہر تھے جن میں سب سے بڑا سدوم کا شہر تھا، ان شہروں کی آبادی چار لاکھ تھی اور اللہ رب العزت نے انہیں سورۂ برات میں موتفکات کے نام سے یاد کیا ہے۔

باب 23:

رشتہ داروں سے حسن سلوک

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء:۱)

''اللہ ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔''

فرمانِ الٰہی ہے:

''فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (محمد:۲۳۔۲۲)

''تم سے کچھ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ رب العزت نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (البقرہ:۲۷)

''وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔''

فرمانِ الٰہی ہے جو لوگ عہد خداوندی کو توڑتے ہیں اور جس چیز کے ملانے کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں ان کے لئے لعنت خداوندی اور برا ٹھکانہ ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ

(الرعد:۲۵)

''اور جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا ہے اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا برا ٹھکانہ ہے۔''

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ رب العزت نے مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہو گیا تو قرابت نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں تجھ سے قطع رحمی کی پناہ چاہتی ہوں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جس نے تجھ سے تعلق جوڑا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جس نے تجھ سے قطع کر لیا میں اسے قطع کر دوں گا، اس نے کہا میں راضی ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھا کرو:

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ (محمد:۲۳-۲۲)

''تم سے کچھ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ رب العزت نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔''

بروایت ترمذی یہ حدیث احسن ہے اور بروایت حاکم اور ابن ماجہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں عذاب دیا جاتا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ بروایت حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ قاطع کا معنی ہے قاطع رحم یعنی قطع تعلقی کرنے والا۔

مسند احمد میں ہے انسان کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں مگر قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ بیہقی سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام پندرہویں شعبان کی رات کو میرے پاس آئے اور کہا آج کی رات اللہ رب العزت

نے بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر گہنگاروں کو بخش دیتا ہے مگر مشرک، کینہ پرور، قاطعِ رحم، تکبر سے اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلنے والا، والدین کا نافرمان اور شرابی کو نہیں بخشا جاتا۔

ابن حبان سے مروی ہے تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، شرابی، قاطع رحم اور جادوگر۔ مسند احمد، ابن ابی الدنیا اور بیہقی سے مروی ہے اس امت کے کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو ولعب میں راتیں گزاریں گے جب صبح ہوگی تو ان کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ صبح کو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے فلاں خاندان زمین میں دھنس گیا ہے، فلاں معزز اپنے گھر کے ساتھ زمین میں عرق ہو گیا ہے، ان کی شراب نوشی، سود خوری، قطع رحمی، ناچ گانے پر فریفتگی اور ریشمی لباس پہننے کی وجہ سے ان پر قومِ لوط کی طرح پتھروں کی بارش ہوگی اور قوم عاد کی طرح ان پر ہلاکت خیز آندھیاں بھیجی جائیں گی جن سے وہ اپنے قبائل سمیت ہلاک ہو جائیں گے۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے، ہم لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ کر فرمایا اے مسلمانو! اللہ رب العزت سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی کا ثواب بہت جلد ملتا ہے، ظلم و زیادتی سے بچو کیونکہ اس کی گرفت بہت جلد ہوتی ہے، والدین کی نافرمانی سے بچو، جنت کی خوشبو ہزار سال کے فاصلہ سے آئے گی مگر والدین کا نافرمان اس سے محروم رہے گا، قرابت نہ رکھنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے ازار گھسیٹنے والا، اس سے محروم رہیں گے۔

اصفہانی سے مروی ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع رحم ہماری مجلس میں نہ بیٹھے، مجلس میں سے ایک جوان اٹھ کر خالہ کے ہاں چلا گیا، ان کے درمیان کوئی تنازعہ تھا جس کی اس نے معافی مانگی دونوں نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا اور وہ دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قوم پر رحمت خداوندی کا نزول نہیں ہوتا جس میں قاطع رحم موجود ہو۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنا رہے تھے۔ آپ نے کہا ہر قاطع رحم ہماری محفل سے اٹھ جائے۔ ایک جوان اٹھ کر اپنی خالہ کے ہاں گیا جس سے اس کا دو سال پرانا جھگڑا تھا، جب دونوں ایک دوسرے سے راضی ہو گئے تو اس جوان نے خالہ سے کہا تم جا کر اس سے سبب پوچھو، آخر ایسا کیوں ہوا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس قوم میں قاطع رحم ہو، اس پر اللہ رب العزت کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

طبرانی میں اعمش کی روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما ایک صبح محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا میں قاطع رحم کو اللہ رب العزت کی قسم دیتا ہوں کہ وہ یہاں سے اٹھ جائے تاکہ ہم اللہ رب العزت سے مغفرت کی دعا کریں کیونکہ قاطع رحم پر آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔

صحیحین میں ہے قرابت اور رشتہ داری عرشِ خدا سے معلق ہے اور کہتی ہے جس نے مجھے ملایا، اللہ رب العزت اسے ملائے اور جس نے مجھ سے قطع تعلق کیا اللہ رب العزت اس سے قطع تعلق کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرما رہے تھے اللہ رب العزت فرماتا ہے میں رب ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام سے مشتق کیا، جس نے صلہ رحمی کی میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں گا اور جس نے قطع رحمی کی میں اسے اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ سب سے بڑا سود مسلمان کے مال کو ناحق کھانا ہے اور قرابت و صلہ رحمی اللہ رب العزت کے نام کی ایک شاخ ہے جس نے صلہ رحمی نہ کی اللہ رب العزت اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔

صحیح ابن حبان میں ہے رحم رب ذوالجلال کی ایک عطا ہے، رحم نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی اے رب! مجھ پر ظلم ہوا، مجھے بُرا کہا گیا، مجھے قطع کیا گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جو تجھے ملائے گا میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں گا جو تجھے کاٹے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔

بزار نے روایت کی ہے، رحم (قرابت و رشتہ داری) عرشِ خدا سے چمٹی ہوئی عرض کرتی ہے، اے اللہ رب العزت جس نے مجھے ملایا تو اسے ملا جس نے مجھے کاٹا، تو اس سے تعلق منقطع فرما! رب تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا نام اپنے نام رحمٰن اور رحیم سے مشتق کیا ہے جس نے تجھے ملایا ہے میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں گا جس نے تجھ سے تعلق منقطع کیا میں اس سے رحمت کو منقطع کر لوں گا۔

بزار کی روایت ہے، تین چیزیں عرشِ خدا سے لٹکی ہوئی ہیں، قرابت کہتی ہے اے اللہ رب العزت میں تیرے ساتھ ہوں، کبھی تجھ سے جدا نہ ہوں گی، امانت کہتی ہے اے اللہ رب العزت! میں تیرے ساتھ ہوں، میں تیری رحمت سے کبھی جدا نہ ہوں گی، نعمت کہتی ہے اے اللہ رب العزت! میں تیری رحمت سے جدائی نہیں چاہتی، میرا انکار نہ کیا جائے۔

بیہقی کی روایت ہے، خلت یا سرشت عرش کے دروازوں سے معلق ہے جبکہ رحم میں تشکیک واقع ہو جائے اور گناہوں پر عمل بڑھ جائے اور احکام الٰہیہ پر عمل نہ کرنے پر جرأت پیدا ہو جائے تو اللہ رب العزت سرشت کو بھیجتا ہے جو اس کے قلب پر حاوی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کو گناہوں کا شعور باقی نہیں رہتا۔

صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ رب العزت اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، صلہ رحمی کرے اور اچھی بات کرے یا چپ رہے۔

ایک اور روایت ہے جو شخص طویل عمر اور فراخی رزق کی تمنا رکھتا ہے اسے چاہئے وہ صلہ رحمی کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے سنا، جو شخص فراخی رزق اور عمر طویل کو پسند کرتا ہے وہ صلہ رحمی کرے، مزید فرمایا اپنا نسب یاد کرو تاکہ رشتہ داروں کو پہچان سکو، اس لئے کہ رشتہ داروں سے میل ملاپ میں خاندان کی محبت بڑھتی ہے، مال و دولت زیادہ ہوتی ہے اور عمر طویل ہو جاتی ہے۔

بزار اور حاکم کی روایت ہے، جو شخص یہ تمنا رکھتا ہو کہ اس کی عمر طویل ہو، رزق میں کشادگی ہو اور بری موت سے بچ جائے وہ اللہ رب العزت سے ڈرے یا صلہ رحمی کرے۔

حاکم اور بزار کی روایت ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے، توراۃ میں مرقوم ہے کہ جو عمر طویل اور زیادتی رزق کا خواہش مند ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

ابو یعلی نے بنو خشعم کے ایک شخص سے روایت بیان کی ہے، اس نے کہا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے، میں نے پوچھا آپ ﷺ نے رسولِ خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا اے نبی اللہ (ﷺ)! مجھے بتایئے کونسا عمل اللہ رب العزت کو زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ ایمان لانا میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا صلہ رحمی! میں نے پوچھا اور کونسا عمل اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ ناپسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ

رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا قطع رحمی! میں نے پوچھا پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا برائیوں کی ترغیب دینا اور نیکی سے روکنا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے حضور ﷺ اونٹنی پر سوار صحابہ کرام کے ساتھ سفر میں جارہے تھے کہ ایک بدوی نے آکر آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا حضور (ﷺ)! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ ٹھہر گئے اور صحابہ کرام کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ شخص ہدایت یاب ہوگیا۔ حضور ﷺ نے بدوی سے فرمایا کہ اپنا سوال دہراؤ۔ اس کے دہرانے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت کو وحدہ لاشریک جان کر اس کی عبادت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر اور اب میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دے۔ جب بدوی چلا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ ان باتوں پر عمل کرتا رہا تو جنت میں جائے گا۔ طبرانی کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک قوم ایسی ہے کہ اللہ رب العزت اس کے شہروں کو آباد کرتا ہے، اس کے مال کو بڑھاتا ہے اور جب سے انہیں پیدا کیا ہے کبھی ناراضگی کی نگاہ سے انہیں نہیں دیکھا، پوچھا گیا وہ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس قوم کی صلہ رحمی کی وجہ سے یعنی وہ قوم صلہ رحمی کرتی ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے، جسے نرمی دی گئی اسے دین و دنیا کی بھلائی سے حصہ دیا گیا، اچھی ہمسائیگی اور حسنِ خلق کا نتیجہ شہروں کی آبادی اور عمروں کی درازی ہے۔

ابوالشیخ، ابن حبان اور بیہقی کی روایت ہے یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بہترین انسان کونسا ہے؟ صحابہ کرام نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا رب سے زیادہ ڈرنے والا، زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور نیکیوں کا حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا۔

طبرانی اور ابن حبان کی روایت ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب لبیب ﷺ نے چند اچھی چیزوں کی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہ ہیں، میں اپنے سے اوپر والے کو نہیں بلکہ نیچے والے کو دیکھوں، میں یتیموں سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں، میں صلہ رحمی کروں، اگرچہ رشتہ دار پیٹھ پھیر جائیں، اللہ رب العزت کے معاملہ میں کسی سے نہ ڈروں، سچی بات اگرچہ تلخ ہو میں کہتا رہوں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھتا رہوں کیونکہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔

صحیحین کی روایت ہے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت

کئے بغیر اپنی لونڈی آزاد کر دی۔ جب حضور ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ کو معلوم ہے میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا واقعی؟ عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم وہ لونڈی اپنے خالہ زاد کو دے دیتیں تو تمہیں بہت زیادہ ثواب ملتا۔

ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، توبہ کی کوئی صورت بتلایئے! آپ ﷺ نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ کہا نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا تمہاری خالہ زندہ ہے، عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ ! فرمایا جاؤ اور اس کی خدمت کرو یہی صلہ رحمی ہے۔

بخاری وغیرہ میں ہے، صلہ رحمی یہ نہیں کہ ملنے جلنے والے رشتہ داروں سے میل ملاپ برقرار رکھے بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جو رشتہ دار تعلقات منقطع کر چکے ہوں ان سے بھی میل ملاپ برقرار رکھے۔ ترمذی کی روایت ہے، ان لوگوں سے نہ بنو جو کہتے ہیں اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ہم پر زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ تم اس بات کے عادی بنو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور وہ زیادتی کریں تو تم زیادتی نہ کرو۔

مسلم کی روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی میں رشتہ داروں سے تعلق جوڑتا ہوں مگر وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے بھلائی کرتا ہوں، وہ میری برائی کرتے ہیں، میں ان سے حلم و بردباری کا سلوک کرتا ہوں، وہ مجھے خطرے میں نہیں لاتے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیری باتیں سچی ہیں تو تو نے ایک دو دروازے کو طے کرلیا اور جب تک تو اس عادت پر قائم رہے گا اللہ رب العزت تیرا حامی و ناظر ہوگا۔

طبرانی، ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت ہے کہ سب سے بہترین صدقہ کینہ پرور رشتہ دار کو کچھ دینا ہے، حضور ﷺ کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے۔

وَ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ

''جو رشتہ دار تجھ سے تعلق منقطع کر لے تو اسے تعلق جوڑ۔''

بزار حاکم اور طبرانی کی روایت ہے کہ جس میں یہ تین صفات پائی جائیں گی، اس کا حساب انتہائی آسان ہوگا، صحابہ نے عرض کی حضور وہ کونسی ہیں؟ فرمایا جو تجھے محروم رکھے تو

اسے دیتا رہ، جو تعلق توڑے تو اسے تعلق جوڑتا رہ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کرتا رہ، تیرا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔

احمد کی روایت ہے حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا دستِ اقدس تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بہترین اعمال بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عقبہ۔ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے، اسے معاف کر دے۔ حاکم کی روایت میں ہے جو درازی عمر اور فراخی رزق کی آروز رکھتا ہو، وہ صلہ رحمی کرے۔ طبرانی کی روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تم کو دنیا اور آخرت کی بہترین عادتیں بتلاتا ہوں، تم تعلقات منقطع کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے رہو، جو تم کو محروم رکھے، اسے دیتے رہو اور جو زیادتی کرے اسے معاف کرتے رہو۔

طبرانی کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کر، محروم کرنے والے کو عطا کر اور جس نے تجھے گالیاں دیں اس سے درگزر کر۔

بزار کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں وہ باتیں نہ بتلاؤں جن سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ طبرانی کی روایت میں ہے، میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس سے اللہ رب العزت عزت دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا جو تم سے اعراض کرے اس سے درگزر کرو جس نے تم پر ظلم کیا اسے معاف کر دو، جس نے تم کو محروم کیا اسے عطا کرو اور جس نے تعلقات ختم کئے اس سے تعلقات استوار کرو۔

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ سب اعمال سے جلدی اجر پانے والی چیز احسان اور صلہ رحمی ہے یعنی احسان اور صلہ رحمی سے زیادہ جلدی اجر اور کسی عمل کا نہیں ملتا اور سب اعمال سے جلدی عذاب لانے والی چیز ظلم و زیادتی اور قطع رحمی ہے۔

طبرانی کی روایت ہے، جھوٹ، قطع رحمی اور خیانت کا مرتکب اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت اسے دنیا میں بھی عذاب دے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق گردانے اور سب اعمال سے جلدی اجر صلہ رحمی کا ملتا ہے اگرچہ اس گھر کے لوگ گنہگار ہوتے ہیں مگر صلہ رحمی کی وجہ سے ان کا مال بھی خوب بڑھتا ہے اور ان کی اولاد بھی بکثرت ہوتی ہے۔

باب 24:

والدین سے حسن سلوک

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین سے حسن سلوک۔ میں نے پوچھا پھر کونسا عمل محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

مسلم کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔ مسلم ہی کی روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپ کے ہاتھ پر اللہ رب العزت کی رضا جوئی میں ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کی دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور والدین کی خدمت کرو۔

ابویعلیٰ اور طبرانی کی روایت ہے ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور کہا میں جہاد کی تمنا رکھتا ہوں مگر چند مجبوریوں کی بنا پر معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کی میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ رب العزت سے توفیق مانگ کر ماں سے حسن سلوک کرتا رہ، تجھے حج، عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔

طبرانی میں ہے ایک آدمی نے جہاد کی تمنا ظاہر کی تو آپ نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا ماں کے قدموں کو پکڑ جنت پالے گا۔

ابن ماجہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اولاد پر والدین کے کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تیری جنت اور جہنم ہیں۔

ابن ماجہ، نسائی اور حاکم کی روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کی ہاں! آپ نے فرمایا ماں سے حسن سلوک کر، جنت ماں کے

قدموں کے پاس ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا تیرے والدین ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا ان کی خدمت کر، جنت ان کے قدموں میں ہے۔

ترمذی میں ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آکر کہا میری ماں مجھے بیوی کو طلاق دینے کا کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا والدین جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہے تو اسے ضائع کر دے اور چاہے تو اس کی حفاظت کر۔

ابن حبان کی روایت ہے ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرا باپ پہلے تو مجھے شادی کرنے کو کہتا رہا اور اب کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ آپ نے فرمایا نہ میں تجھے والدین کی نافرمانی کے لئے کہتا ہوں اور نہ ہی بیوی کو طلاق دینے کے لئے کہتا ہوں میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث سناتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے تیری مرضی ہے اس کی حفاظت کر یا اسے چھوڑ دے۔

سنن اربعہ، ابن حبان اور ترمذی کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں بہت پسند کرتا تھا مگر میرا باپ اسے اچھا نہیں سمجھتا تھا میرے باپ نے کہا اسے طلاق دے دو تو میں نے انکار کر دیا۔ میرے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیوی کو طلاق دے دو۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ جو درازیٔ عمر اور فراخی رزق کی تمنا رکھتا ہو وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

ابویعلی اور حاکم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے والدین سے حسن سلوک کیا اسے مبارک ہو کہ اللہ رب العزت نے اس کی عمر بڑھا دی۔

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے، دعا تقدیر کو لوٹا دیتی ہے اور حسن خلق عمر کو درازی عطا کرتا ہے۔ ترمذی کی روایت ہے دعا قضا کو لوٹا دیتی ہے اور حسن سلوک عمر کو دراز کر دیتا ہے۔

حاکم کی روایت ہے دوسرے لوگوں کی عورتوں سے درگزر کرو، تمہاری عورتوں سے درگذر کیا جائے گا، اپنے والدین سے حسن سلوک کرو تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی۔

طبرانی کی روایت ہے اپنے والدین سے حسن سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی اور تم درگزر کرو تمہاری عورتیں بھی درگزر کریں گی۔

مسلم کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس کی ناک غبار آلود ہو اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک غبار آلود ہو۔ عرض کیا گیا کس کی؟ آپ نے فرمایا جس نے والدین کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں نہ گیا یا انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔

طبرانی کی روایت ہے حضور ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا آمین آمین۔ پھر فرمایا جبرایل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا اور مر گیا تو وہ جہنم میں گیا، اللہ رب العزت اسے دور کرے، آپ آمین کہیں تو میں نے آمین کہا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! جس نے ماہ رمضان کو پایا اور گناہ بخشوائے بغیر مر گیا تو وہ جہنم میں گیا اللہ رب العزت نے اسے جنت سے دور کر دیا آپ ﷺ آمین کہیں تو میں نے آمین کہا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مر گیا تو وہ جہنم میں گیا اللہ رب العزت نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا کہئے آمین تو میں نے آمین کہا۔ ابن حبان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں، جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا اور وہ مر گیا تو جہنم میں گیا۔ اللہ رب العزت اسے اپنی رحمت سے دور کرے، میں نے آمین کہا۔ حاکم وغیرہ کی روایت کے آخر میں ہے کہ وہ رحمت سے دور ہو گیا۔ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے اسے جنت میں نہیں پہنچایا، میں نے آمین کہا۔ طبرانی کی ایک روایت ہے کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا وہ اللہ رب العزت کی رحمت سے دور ہوا اور غضبِ خدا کا مستحق بنا۔ میں نے آمین کہا۔ احمد کی روایت ہے جس نے کسی غلام مسلمان کو آزاد کیا وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا پھر بھی اس کی بخشش نہ ہوئی اللہ رب العزت اسے رحمت سے دور کر دے۔

صحیحین کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں کون محبت کرنے کے زیادہ لائق ہے؟ آپ نے فرمایا ماں۔ پوچھا پھر کون؟ فرمایا

ماں۔ پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا ماں۔ جب چوتھی بار پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا باپ۔

صحیحین میں حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری بے دین ماں آئی ہے؟ میں اس سے کیا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا حسن سلوک کرو۔

ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت کی رضا والد کی رضا میں ہے یا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ رب العزت کی ناراضگی والد یا والدین کی ناراضگی میں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت ہے والد یا والدین کی اطاعت میں اللہ رب العزت کی اطاعت ہے اور والد یا والدین کی نافرمانی میں اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے۔ بزار کی ایک روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا والدین کی رضا میں رب کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ رب العزت کی ناراضگی ہے۔

ترمذی، ابن حبان اور حاکم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، میرے لئے توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ عرض کی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تیری خالہ ہے؟ عرض کی ہاں! فرمایا جاؤ اور خالہ سے حسن سلوک کرو۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! والدین کی موت کے بعد ان سے نیکی کرنے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، ان کے وعدوں کو پورا کرو، ان کے رشتہ داروں سے تعلق رکھو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ ابن حبان کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اس جوان نے کہا یہ کتنی عمدہ اور جامع بات ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اس پر عمل کرو۔

امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف جا رہے تھے راستہ میں اسے بدوی ملا۔ آپ نے اسے اپنے گدھے پر سوار کیا اور اپنی پگڑی اتار کر اسے دے دی۔ ابن دینار نے کہا اللہ رب العزت آپ پر رحم کرے۔ یہ بدوی لوگ تو معمولی سی عطا سے خوش ہو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا بہترین نیکی بیٹے کا اپنے باپ کے دوستوں کو عزیز رکھنا ہے۔

صحیح ابن حبان میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا نہیں! انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں سوئے ہوئے باپ سے نیکی چاہتا ہے وہ اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے میرے باپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تمہارے باپ میں بھائی چارہ تھا میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔

صحیحین اور دوسری کتبِ احادیث میں مروی ہے کہ اگلے وقتوں میں تین آدمی تلاشِ معاش کے لئے سفر میں نکلے راستہ میں انہیں بارش نے آلیا اور وہ بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے، اچانک ایک چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آ کر رُک گئی اور غار کا منہ بند ہوگیا، انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہر ایک اپنے اچھے اعمال کو یاد کر کے دعا مانگے تا کہ یہ چٹان ہٹ جائے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ذرا سوچو اور کوئی ایسا عمل یاد کرو جو تم نے اللہ رب العزت کی رضا جوئی میں کیا ہو اور اس عمل کو واسطہ بنا کر اس چٹان سے نجات کی دُعا مانگو، ایک اور روایت کے الفاظ میں، چٹان گرنے کی وجہ سے غار کا نشان مٹ گیا، اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا ہم کہاں ہیں، اللہ رب العزت سے اپنے بہترین عمل کو سامنے رکھتے ہوئے دعا کریں، تب ان میں سے ایک نے کہا رب العالمین! میرے والدین بوڑھے تھے، میں ان سے پہلے شام کو کسی بچے کو دودھ نہیں پلایا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، میں کسی کام سے چلا گیا، جب میں واپس آیا تو وہ سو چکے تھے، میں نے دودھ دوہا اور ساری رات دودھ لے کر سرہانے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور میرے بچے ساری رات بھوکے سوتے رہے، اے ربِ ذوالجلال! میں نے یہ سب کچھ تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا اب تو یہ چٹان ہم سے ہٹا دے اس دعا کے بعد چٹان اتنی ہٹ گئی کہ سورج کی روشنی اندر آنے لگی۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، میرے چھوٹے بچے تھے، میں جب بکریاں چرا کر واپس آتا تو دودھ دوھ کر پہلے والدین کو پلاتا پھر بچوں کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے ضروری کام کے لئے جانا ہوا واپسی اس وقت ہوئی جب میرے والدین سو چکے تھے، میں نے حسب معمول دودھ نکالا اور لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہوگیا اور بچے میرے قدموں میں پڑے دودھ طلب کرتے رہے مگر میں نے والدین کو دودھ پلائے بغیر

انہیں دودھ دینا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اے اللہ رب العزت! اگر میرا یہ عمل تیری رضا جوئی میں تھا تو اس چٹان کو ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چٹان اتنی ہٹ گئی کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے چچازاد بہن سے زنا سے باز رہنے کا ذکر کیا اور تیسرے نے مزدور کی اجرت کی امانت داری کا ذکر کیا یہاں تک کہ چٹان مکمل طور پر ہٹ گئی اور وہ باہر نکل گئے۔

☆☆☆

باب 25:

زکوٰۃ اور بخل

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران:۱۸۰)

''اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (حم السجدہ:۷۔۶)

''اور ہلاکت ہے، مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

مَامِنْ اَحَدٍ لَّا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ حَتّٰى يَطُوْقَ بِهٖ عُنُقَهٗ

''جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں جھول رہا ہوگا۔''

فرمان نبوی ﷺ ہے۔ اے گروہ مہاجرین! پانچ بلائیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں اللہ رب العزت سے تمہارے لئے پناہ مانگتا ہوں۔

۱۔ جب کسی قوم میں کھلم کھلا بدکاریاں ہوتی ہیں تو اللہ رب العزت ان پر ایسے مکروہات نازل کرتا ہے جو پہلے کسی پر نازل نہیں ہوتے۔

۲۔ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو ان پر تنگ دستی، قحط سالی اور ظالم حاکم کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ جب کوئی قوم اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتی، انہیں خشک سالی گھیر لیتی ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوں تو کبھی ان پر بارش نہ کرے۔

۴۔ جب کوئی قوم اللہ رب العزت اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیتی ہے تو اس پر اس کے دشمن مسلط ہو جاتے ہیں جو ان سے ان کا مال و دولت چھین لیتے ہیں۔

۵۔ اور جس قوم کے فرمانروا کتاب اللہ رب العزت سے فیصلہ نہیں کرتے ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت بخیل کی زندگی اور سخی کی موت کو ناپسند فرماتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، دو عادتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بد خلقی۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، اللہ رب العزت نے قسم کھائی ہے کہ بخیل کو جنت میں نہیں بھیجے گا، فرمان نبوی ﷺ ہے بخل سے بچو! جس قوم میں بخل آ جاتا ہے وہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے صلہ رحمی نہیں کرتے اور ناحق خون ریزیاں کرتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت نے رکاکت (کمینگی) اور شعلہ پن کو پیدا کیا اور اسے مال اور بخل سے ڈھانپ دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بخل کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا بخل یہ ہے کہ انسان راہِ خدا میں خرچ کرنے کو مال کا ضیاع اور مال جمع کرنے کو خوبی سمجھے، بخل کی بنیاد، اولاد اور مال کی محبت، فقر و فاقہ کا خوف اور طول امل ہے۔

حدیث شریف میں ہے بعض آدمی ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے ان کی محبت روپیہ جمع کرنے اور اسے سنبھال کر رکھنے میں ہوتی ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انہیں ایک دن مر جانا ہے۔ ان بخیلوں کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے۔

اَ اَخِیْ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَھِیْمَۃٌ
فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ اللَّبِیْبِ الْمُبْصِرِ

''اے بھائی! عقلمند لوگوں کی شکل میں بہت سے جانور بھی ہوتے ہیں۔''

فَطِنٌ بِکُلِّ مُصِیْبَۃٍ فِیْ مَالِہٖ
فَاِذَا اُصِیْبَ بِدِیْنِہٖ لَمْ یَشْعُرِ

''جو اپنے مال کی ہر اونچ نیچ کو جانتے ہیں لیکن اگر ان کا دین چلا جائے تو انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَلْبُخْلُ دَاءٌ دَوِیٌّ لَا یَلِیْقُ بِذِیْ
مُرُوْءَۃٍ وَلَا عَقْلٍ وَلَا دِیْنٍ

''بخل ایسی بیماری ہے جو کسی بامروت عقل مند اور دین دار کے لائق ہیں۔''

مَنْ اٰثَرَ الْبُخْلَ عَنْ وَفْرٍ وَعَنْ جَدَّۃٍ
فَقَدْ لَعَمْرِیْ اَضْحٰی وَھُوَ مَغْبُوْنٌ

''جس نے مال و دولت حاصل کر کے بخل کیا مجھے زندگی کی قسم وہ دھوکے میں رہا۔''

یَابُؤْسَ مِنْ مَنْعِ الدَّارَیْنِ حَقَّھُمَا
فَبَاءَ دُنْیَاہ بَعْدَ الدِّیْنِ بِالدُّوْنِ

''ہائے افسوس! جس نے دنیا و آخرت کے حقوق ادا نہ کئے اس نے حقیر فقیر کے بدلے اپنے دین کے بعد دنیا بھی بیچ ڈالی۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اِذَا الْمَالُ لَمْ یَنْفَعْ صَدِیْقًا وَلَمْ یُصِبْ
قَرِیْبًا وَلَمْ یُجْرِ بِہٖ حَالَ مُعْدَمِ

''جب مال کسی دوست کو نفع نہ پہنچائے کسی عزیز کے کام نہ آئے اور کسی تنگدست کی حاجت روائی نہ کرے۔''

فَعَقْبَاہُ اَنْ تَحْتَازَہٗ کَفُّ وَارِثٍ
وَکَلْبَاخِلِ الْمُوْرِثِ عُقْبَی التَّنَدُّمِ

''تو انجام یہ ہوگا کہ مال تو وارث کے ہتھے چڑھے گا اور بخیل قیامت کی شرمندگی اپنے ساتھ لے جائے گا۔''

جناب بشر کا قول ہے کہ بخیل کی ملاقات موجب ملال اور اسے دیکھنا دل کی سنگینی

میں اضافہ کرتا ہے، عرب ایک دوسرے کو بخل اور بزدلی پر شرم دلایا کرتے تھے۔

شاعر کہتا ہے۔

أَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ اِقْلَالًا فَقَدْ قُسِمَتْ
عَلَى الْعِبَادِ مِنَ الرَّحْمٰنِ اَرْزَاقٌ

''خرچ کرتا رہ اور کمی کا خوف نہ کر، اللہ نے بندوں کے رزق بانٹ دیئے ہیں۔''

لَايَنْفَعُ الْبُخْلُ مَعَ دُنْيَا مُوَلِّيَةً
وَلَا يَضُرُّ مَعَ الْاِقْبَالِ اَنْفَاقٌ

''دنیا سے جاتے ہوئے بخل کوئی فائدہ نہ دے گا اور سخاوت کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَرَى النَّاسَ خُلَّانَ الْجَوَادِ وَلَا اَرَىٰ
بَخِيْلًا لَهٗ فِي الْعَالَمِيْنَ خَلِيْلٌ

''میں نے لوگوں کو اہلِ سخا کا تو دوست پایا ہے مگر دو عالم میں بخیل کا کسی کو دوست نہیں دیکھا۔''

وَاِنِّيْ رَاَيْتُ الْبُخْلَ يُزْرِيْ بِاَهْلِهٖ
فَاَكْرَمْتُ فِي الْعَالَمِيْنَ خَلِيْلُ

''میں نے دیکھا ہے کہ بخل بخیلوں کو ذلیل وخوار کرتا ہے لہٰذا میں نے بخل سے کنارہ کشی کر لی۔''

بخیل کی ذلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ دوسرے کے لئے مال جمع کرتا ہے خرچ کرنے سے تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس کی فراوانی سے لطف اندوز نہیں ہوتا ایسے آدمیوں کے لئے جناب وکیع کا قول ہے۔

نَحِيْمٌ لَايَزَالُ يَلُمُّ وَقْرًا
لِوَارِثِهٖ وَيَدْفَعُ عَنْ حِمَاهُ

''بخیل ہمیشہ اس کے وارثوں کے لئے مال اکٹھا کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

كَكَلْبِ الصَّيْدِ يُمْسِكُ وَهُوَ طَاوٍ
فَرِيْسَتَهُ لِيَاْكُلَهُ سِوَاهُ

''شکاری کتے کی طرح ہے جو بھوکا ہونے کے باوجود شکار کی حفاظت کرتا ہے تاکہ اسے دوسرے کھائیں۔''

ایک ضرب المثل ہے کہ بخیل کے مال کی آنے والے وارث کو خوشخبری دے دو۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں بخیل کا فیصلہ نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اپنے بخل کی وجہ سے اپنے حق سے زیادہ لینے کی کوشش کرتا ہے اور ایسا آدمی امانت دار نہیں ہوتا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا تجھے کونسا آدمی پسند، کونسا ناپسند ہے؟ ابلیس نے کہا مجھے مومن بخیل پسند ہے مگر گہنگار سخی پسند نہیں، آپ نے پوچھا وہ کیوں؟ ابلیس نے کہا اس لئے کہ بخیل کو تو اس کا بخل ہی لے ڈوبے گا مگر فاسق سخی کے متعلق مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں اللہ رب العزت اس کے گناہوں کو اس کی سخاوت کے باعث معاف نہ فرما دے۔ پھر ابلیس جاتے ہوئے کہتا گیا کہ اگر آپ یحییٰ علیہ السلام نہ ہوتے تو میں راز کی باتیں کبھی نہ بتلاتا۔

☆☆☆

باب 26:

طول اَمل (لمبی امیدیں)

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ میں تم پر دو چیزوں کے تسلط سے ڈرتا ہوں، طول امل یعنی لمبی امیدیں اور خواہشات کی پیروی، بے شبہ طویل امیدیں، آخرت کی یاد بھلا دیتی ہیں اور خواہشات کی پیروی حق وصداقت سے روک دیتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ میں تین شخصوں کے لے تین چیزوں کا ضامن ہوں، دنیا میں ہمہ تن غرق دنیا کے حریص اور بخیل کے لئے دائمی فقر، دائمی مشغولیت اور دائمی غم مقدر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حمص والوں سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی تم ایسے مکانات بناتے ہو جن میں تمہیں نہیں رہنا، ایسی امیدیں رکھتے ہو جنہیں نہیں پاسکتے اور ایسا سامان جمع کرتے ہو جسے اپنے مصرف میں نہیں لاتے۔ تم سے پہلی امتوں نے عالیشان عمارتیں بنوائیں، بہت مال و دولت جمع کیا اور طویل ترین امیدیں رکھیں مگر ان کی امیدیں فریب نکلیں اور ان کا جمع کردہ مال برباد اور ان کی عمارتیں قبریں بن گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تم اپنے دوست سے آرزوئے ملاقات رکھتے ہو تو پیوند لگا کپڑا پہنو، پرانا جوتا استعمال کرو، امیدیں کم کرو اور پیٹ بھر کر نہ کھاؤ۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو پانچ باتوں کی وصیت کی اور فرمایا اپنی اولاد کو بھی یہی وصیت کرنا، عارضی دنیا پر مطمئن نہ ہونا میں جاودانی جنت میں مطمئن تھا۔ اللہ رب العزت نے مجھے وہاں سے نکال دیا۔ عورتوں کی خواہشات پر کام نہ کرنا۔ میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر شجر ممنوعہ کھا لیا اور شرمندگی اٹھائی۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچ لو، اگر میں انجام سوچ لیتا تو جنت سے نہ نکالا جاتا۔ جس کام سے تمہارا دل مطمئن نہ ہو اس کام کو نہ کرو کیونکہ جب میں نے شجرِ ممنوعہ کھایا تو میرا دل مطمئن نہ تھا مگر میں اس کے کھانے سے باز نہ رہا، کام کرنے سے پہلے مشورہ کر لیا کرو کیونکہ اگر میں فرشتوں سے مشورہ

کر لیتا تو مجھے یہ تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔

مجاہد کا قول ہے، مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صبح کو شام کی فکر نہ کرو اور شام کو دوسری صبح کی فکر نہ کرو، موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت سمجھ کیونکہ پتہ نہیں کل تمہارا کیا حال ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم سب جنت میں جانے کی تمنا رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا امیدیں کم کرو اور اللہ رب العزت سے کما حقہ شرم کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ رب العزت سے شرم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حیا وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو، حیا یہ ہے کہ تم قبروں اور ان کی تکالیف کو یاد کرو۔ پیٹ کو حرام سے محفوظ رکھو، دماغ کو برے خیالات کی آماجگاہ نہ بناؤ اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے وہ دنیاوی زینتوں کو ترک کر دے، یہی حقیقی شرم ہے اور اسی سے بندہ اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس امت کی اولین نیکی زہد اور یقینِ کامل ہے اور اس کی ہلاکت کا آخری سبب بخل اور جھوٹی امیدیں ہیں۔

حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ رب العزت سے شرم کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہ کچھ جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں، وہ امیدیں رکھتے ہو جو پا نہیں سکتے اور ایسے مکانات بناتے ہو جن میں تمہیں ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ کے قرض پر ایک سو دینار میں لونڈی خریدی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا تمہیں تعجب نہیں ہوا؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ کے قرض پر لونڈی خریدی ہے، اس کی امیدیں بہت طویل ہیں، ربِ ذوالجلال کی قسم میں آنکھیں کھولتا ہوں تو مجھے اتنی امید نہیں ہوتی کہ پلکیں ایک دوسرے سے ملیں گی یا اللہ رب العزت اس سے پہلے میری روح قبض فرمالے گا میں تو نگاہ اٹھانے کے بعد نگاہ کی واپسی کی امید نہیں رکھتا، لقمہ منہ میں ڈال کر اسے چبانے تک زندگی کی امید نہیں رکھتا پھر ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر تم عقل مند ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شامل سمجھو، ربِ ذوالجلال کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم پر ایک وقت مقرر (موت) آئے

گا جس کو تم ٹال نہیں سکو گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ مٹی سے مسح فرمالیتے۔ میں عرض کرتا حضور (ﷺ) پانی قریب ہے آپ فرماتے کیا خبر میں پانی تک پہنچ سکوں یا نہ پہنچ سکوں۔ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے تین لکڑیاں لیں، ایک کو سامنے، دوسری کو پہلو میں اور تیسری کو دور نصب فرمایا اور فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے، صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ انسان ہے، یہ موت ہے اور وہ انسان کی امیدیں ہیں، آدمی امیدوں کے پیچھے بھاگتا ہے مگر راستہ میں اسے موت آلیتی ہے۔

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور ایک بوڑھا پھاوڑے سے زمین کھود رہا تھا۔ آپ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی اے اللہ رب العزت اس سے زندگی کی امید چھین لے۔ بوڑھے نے پھاوڑا رکھ دیا اور لیٹ گیا جب کچھ دیر گزر گئی تو آپ نے اللہ رب العزت سے دعا کی کہ اسے اس کی امیدیں لوٹا دے۔ بوڑھا کھڑا ہوگیا اور پھاوڑے سے زمین کھودنے لگا تو آپ نے اس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کام کرتے ہوئے میرے دل میں خیال آیا کہ میں اب بورھا ہوگیا ہوں کب تک یہ کام کرتا رہوں گا لہٰذا میں نے پھاوڑا رکھ دیا اور لیٹ گیا کچھ دیر بعد میرے دل میں خیال آیا تجھے زندگی گزارنے کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے چنانچہ میں پھاوڑا سنبھال کر پھر کھڑا ہوگیا اور کام کرنے لگا۔

☆☆☆

باب 27:

عبادت گزاری وترکِ حرام

اطاعت کے معنی فرائض کی ادائیگی، حرام چیزوں سے پرہیز اور حدودِ شرع پر کاربند ہونا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرمان الٰہی

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص: ۷۷)

کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت کی عبادت و اطاعت کرتا رہے۔

اطاعت کی حقیقت اللہ رب العزت کی معرفت، خوفِ خدا اور اللہ رب العزت سے امید اور ہمہ وقت اللہ رب العزت کی طرف رجوع ہونا ہے، وہ بندہ جو ان اوصاف سے خالی ہوتا ہے وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا لہٰذا اطاعت اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ بندہ اللہ رب العزت کی معرفت اور اسی بے مثل، بے مثال قادر و خالق ربِ ذوالجلال کی تمام صفتوں پر ایمان نہیں لاتا۔

ایک بدوی نے حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ تم نے اللہ رب العزت کو دیکھا ہے؟ اس کی عبادت کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھ کر عبادت کرتا ہوں۔ پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ آنکھوں کے نور سے نہیں دل کے ادراک سے دیکھا جاتا ہے، اسے حواس نہیں پا سکتے، وہ اپنی لاتعداد نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے، بے اندازہ اوصاف سے موصوف ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ آسمان و زمین کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بدوی بے ساختہ پکارا اللہ رب العزت جانتا ہے کہ اس نے کس گھرانے میں اپنا رسول بھیجا ہے۔

ایک عارف سے باطنی علم کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے کہا وہ اللہ رب العزت کا راز ہے جسے وہ اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور کسی فرشتے اور انسان کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا اگر انسان ایک دانے کے

برابر اللہ رب العزت کی عظمت پر یقین حاصل کرے تو وہ ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کے ادراک پر انسان کے اقرار عاجزانہ کو ایمان قرار دیا اور عطا کردہ نعمتوں پر انسان کے شکر نہ کر سکنے کے اعتراف کو شکر قرار دیا ہے۔

جناب محمود الوارق کے اشعار میں۔

اِذَا کَانَ شُکْرِیْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ نِعْمَۃٌ
عَلَیَّ لَہٗ فِیْ مِثْلِھَا یُوْجِبُ الشُّکْرٗ

''جب کہ اللہ کی نعمتوں پر میرا شکر کرنا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے۔''

فَکَیْفَ بُلُوْغُ الشُّکْرِ اِلَّا بِفَضْلِہٖ
وَاِنْ طَالَتِ الْاَیَّامُ وَاتَّصَلَ الْعُمْرٗ

''پس میں کیسے اس کے کرم کے بغیر شکر یہ ادا کر سکتا ہوں اگر چہ مجھے بہت طویل زندگی بھی دے دی جائے۔''

اِذَا مَسَّ بِالسَّرَّاءِ عَمَّ سُرُوْرُھَا
وَاِنْ مَسَّ بِالضَّرَّاءِ عُقْبَاھَا الْاَجْرٗ

''جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو مسرتیں عام ہو جاتی ہیں اور جب کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اس کے بعد اسے بہترین اجر ملتا ہے۔''

وَمَا مِنْھُمَا اِلَّا لَہٗ فِیْہِ نِعْمَۃٌ
تُضِیْقُ لَھَا الْاَوْھَامُ وَالْبَرُّ وَالْبَحْرٗ

''ہر خوشی اور غمی میں اللہ کی ایسی نعمت پوشیدہ ہے جو بحر و بر میں نہیں سما سکتی۔''

جب معرفت خداوندی حاصل ہو جائے تو بندگی کا اقرار لازمی ہے اور جب ایمان دل میں جاگزیں ہو جائے، رب تعالیٰ کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔

ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہر اور باطن، زبان سے اقرار کو ظاہر اور دل سے تصدیق کو باطن کہتے ہیں۔ قربِ خداوندی اور عبادت و اطاعت میں مومنوں کے مختلف درجات ہیں مگر ایمان میں سب برابر کے شریک ہیں۔ جو مومن توکل، اخلاص اور اللہ رب العزت کی رضا

جوئی میں جتنا حصہ رکھتا ہے اسی قدر اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت سے اپنے اعمال کے اجر کا طالب نہ ہو اس لئے کہ جو شخص ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کرتا ہے اس کا اخلاص مکمل نہیں ہوتا کیونہ اس نے تو اپنی بھلائی کے لئے عبادت کی ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ برے کتے کی طرح نہ بنو جو ڈر کے مارے کام کرتا ہے، نہ ہی برے مزدور کی طرح بنو جو اجرت کے بغیر کام ہی نہیں کرتا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (الحج:۱۱)

''اور کچھ لوگ اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی تو چین سے ہیں اور جب کوئی مشکل آن پڑی منہ کے بل پلٹ گئے ان کے دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔''

اگر اللہ رب العزت اعمال پر اجر نہ دیتا تب بھی اس کے احسانات اور انعامات اتنے ہیں کہ ہم پر اس کی عبادت اور اطاعت ضروری ہے چہ جائیکہ اس کا حکم بھی ہوا اور اجر کا وعدہ بھی ہو۔

توکل یہ ہے کہ انسان حاجت مندی کے وقت اللہ رب العزت پر اعتماد کرے، ضرورت کے وقت اسی کی طرف رجوع کرے اور مصائب کے نزول میں اطمینانِ قلب اور کامل سکون کا ثبوت فراہم کرے کیونکہ متوکل آدمی خوب جانتا ہے کہ مصائب کا ورود اللہ ہی کی طرف سے ہے، وہ خیر و شر کے ہر کام کو باپ بیٹے، مال و دولت کی طرف سے نہیں خالقِ کائنات کی طرف سے سمجھتے ہیں اور کسی بھی حالت میں اللہ رب العزت کے سوا کسی اور پر اعتماد نہیں کرتے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (طلاق:۳)

''جو اللہ پر توکل رکھتا ہے پس اللہ اسے کافی ہے۔''

رضا کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے جاری کردہ امور کو مسکراتے ہوئے قبول کرے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو اس کی رضا پر راضی ہے، حکماء کا قول ہے کہ بہت سی مسرتیں بیماری ہوتی ہیں اور

بہت سی بیماریاں شفا ہوتی ہیں۔ کسی شاعر کا قول ہے۔

كَمْ نِعْمَةٍ مَطْوِيَّةٌ
لَكَ بَيْنَ أَنْيَابِ النَّوَائِبِ

''کتنی نعمتیں ایسی ہیں جو مصائب سے گھری ہوئی ہیں۔''

وَمُسَرَّةٍ قَدْ أَقْبَلَتْ
مِنْ حَيْثُ تَرْتَقِبُ الْمَصَائِبُ

''اور کتنی مسرتیں ایسی ہیں جو مصائب کی طرح نازل ہوئیں۔''

فَاصْبِرْ عَلٰى حَدَثَانِ دَهْرٍ
فَالْأُمُوْرُ لَهَا عَوَاقِبُ

''خوشی اور غم دونوں میں صبر کر کیونکہ ہر کام کا ایک انجام ہوتا ہے۔''

وَلِكُلِّ كَرْبٍ فَرْحَةٌ
وَلِكُلِّ خَالِصَةٍ شَوَائِبُ

''ہر غم کے بعد خوشی ہے اور ہر خوبی میں برائی بھی پوشیدہ ہے۔''

ہمارے لئے یہ ارشادِ ربانی کافی ہے۔

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ:۲۱۶)

''اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔''

بندہ کی عبادت اور اطاعت جب دنیا ترک کئے بغیر نامکمل رہتی ہے۔

ایک دانشور کا قول ہے کہ بہترین نصیحت وہ ہے جو دل پر کوئی حجاب نہ رہنے دے اور یہ حجابات دنیاوی تعلقات ہیں یعنی اس نصیحت سے تمام دنیاوی تعلقات دل سے منقطع ہو جائیں۔ ایک اور حکیمانہ مقولہ ہے کہ دنیا ایک لمحہ ہے اسے اطاعت و بندگی میں گزار دے۔

ابوالولید الباجی کے اشعار ہیں۔

اِذَا كُنْتُ اَعْلَمُ يَقِيْنًا
بِاَنَّ جَمِيْعَ حَيَاتِيْ كَسَاعَةٍ

''تم خوب اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہاری زندگی ایک ساعت سے زیادہ نہیں۔''

فَلِمَ لَا اَكُوْنُ صَيْنًا بِهَا
وَاجْعَلْهَا فِيْ صَلَاحٍ وَّطَاعَةٍ

''تو تم اسے احتیاط سے کیوں خرچ نہیں کرتے اسے اطاعت وعبادت میں کیوں بسر نہیں کرتے۔''

ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں موت کو ناپسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا مال وغیرہ ہے؟ عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا مال کو پہلے بھیج دو کہ آدمی اپنے مال کے ساتھ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں بھلائی ہے، بولنے، دیکھنے اور چپ رہنے میں جس کا بولنا ذکر خدا نہیں وہ بولنا لغو ہے جس کا دیکھنا عبرت کی نگاہ سے نہیں وہ دیکھنا سہو ونسیان ہے اور جس کی خاموشی اپنے انجام پر غور کرنے کے لئے نہیں اس کی خاموشی بیکار ہے کیونکہ تفکر ہی سے دنیاوی میلان ختم ہوتا ہے، پسندیدہ چیزوں کی تمنا مرجھا جاتی ہے اور انسان غور وفکر کا عادی ہو جاتا ہے۔

ہر انسان کو حرام چیزوں کی طرف نگاہ نہیں ڈالنی چاہئے کیونکہ نظر ایک ایسا تیر ہے جو خطا نہیں ہوتا اور یہ ایک زبردست قوت ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے خوفِ خدا کی وجہ سے اس حرام سے بچا لیا۔ اللہ رب العزت اسے ایسا ایمان عطا کرے گا جس کی لذت وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرے گا۔

حکماء کا قول ہے کہ جس نے اپنی نگاہ کو آوارہ چھوڑ دیا اس نے بے انتہا شرمندگی اٹھائی۔ یہ آزاد نگاہی انسان کو بے نقاب کر دیتی ہے، اسے ذلیل وخوار کرتی ہے اور جہنم میں طویل مدت تک رہنے کو اس پر واجب کر دیتی ہے، اپنی نظر کی حفاظت کر، اگر تو نے اسے آوارہ چھوڑ دیا تو برائیوں میں گھر جائے گا اور اگر تو نے اسے پر قابو پا لیا تو تمام اعضائے بدن تیرے مطیع ہو جائیں گے۔

افلاطون سے پوچھا گیا کہ دل کے لئے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز کان ہے یا آنکھ؟ اس نے کہا یہ دونوں دل کے لئے پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں، وہ انہیں کی قوت سے اڑتا ہے، جب ان میں سے کوئی پر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ اڑنے میں بہت دشواری

محسوس کرتا ہے۔

محمد بن ضوء کا قول ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر ذی عقل کے لئے یہ سزا رکھ دی ہے کہ وہ ہر اس چیز کے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے جس سے وہ نفرت کرتا ہے۔

ایک زاہد نے کسی شخص کو دیکھا وہ ایک لڑکے سے ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ زاہد نے اس سے کہا اے عقل کے اندھے! تجھے کراماً کاتبین اور محافظ فرشتوں سے بھی شرم نہیں آتی جو تیرے اعمال لکھ کر انہیں محفوظ کرتے جا رہے ہیں اور تیری ان برائیوں کے گواہ بن رہے ہیں اور تیری ایسی پوشیدہ برائیوں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں جن کو تو لوگوں کے سامنے کرنے سے گھبراتا ہے۔

قاضی الارجانی کہتے ہیں۔

تَمَتَّعَا يَانَاظِرِیْ بِنَظْرَةٍ
فَاَوْرَدْ تْمَا قَلْبِیْ اَشَرَّ الْمَوَارِدِ

''اے میری دو آنکھو! تم نے غلط نگاہی سے کام لے کر میرے دل کو بہت بری جگہ پر لا کھڑا کیا ہے۔''

اَعَیْنَایَ کُفَّا عَنْ فُؤَادِیْ فَاِنَّهٗ
مِنَ الْبَغْیِ سَعَی اثْنَیْنِ فِیْ قَتْلِ وَاحِدٍ

''اے میری آنکھو! میرے دل کو گمراہ کرنے سے رک جاؤ تم دو ہو کر ایک کو قتل کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ آنکھیں شیطان کا جال ہیں، آنکھ سریع الاثر عضو ہے اور بہت ہی جلد شکست کھا جاتا ہے، جس کسی نے اپنے اعضائے بدن کو اللہ رب العزت کی عبادت میں استعمال کیا، وہ اس کی امید بر آئی اور جس نے اپنے اعضائے بدن کو خواہشات کے پیچھے لگا دیا، اس کے اعمال باطل ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے ایمان کی حقیقت رسولوں کی لائی ہوئی کتابوں کی تصدیق کو کہا جاتا ہے جو قرآن کی تصدیق کرتا ہے اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے اسے جہنم سے نجات مل گئی۔ جو حرام کردہ چیزوں سے کنارہ کش ہوا وہ توبہ پر مائل ہوا جس نے رزقِ حلال کھایا وہ متقی بن گیا، جس نے فرائض کو انجام دیا اس کا اسلام مکمل ہو گیا جس نے

زبان کو راست گو بنایا وہ ہلاکت سے بچ گیا، جس نے ظلم کو ناپسند کیا وہ قصاص سے بچ گیا جس نے سنن کو ادا کیا، اس کے اعمال پاکیزہ ہو گئے اور جس نے خلوص سے اللہ رب العزت کی عبادت کی اس کے اعمال مقبول ہو گئے۔

حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا مجھے وصیت فرمایئے، آپ نے فرمایا پاکیزہ ہنر اختیار کر، نیک عمل کر، اللہ رب العزت سے ہر دن کا رزق طلب کرتا رہ اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر۔ اور ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال پر نہ اترائے کیونکہ یہ اعمال کے لئے ایک عظیم ہلاکت ہے، ایسا آدمی عمل کر کے اللہ رب العزت پر احسان دھرتا ہے حالانکہ اسے یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا عمل مقبول ہوا یا نہیں، ایسے گناہ جن کے بعد ندامت اور پشیمانی ہو اس عبادت سے اچھے ہیں جس میں تکبر اور ریا شامل ہو۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر:۴۷)

''اور انہیں اللہ کی جانب سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔''

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں نیک عمل کر کے اترایا کرتے تھے، آخرت میں ان کی وہ نیکیاں برائیوں کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ ایک بزرگ جب یہ آیت پڑھتے تو فرمایا کرتے کہ دکھلاوے کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۱۱۰)

''اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر۔''

سے بھی بعض علماء نے ریا کی شرکت مراد لی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (البقرہ:۲۸۱)

''اور ڈرو اس دن سے جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جان کو اس کی

کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

محمد بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَضٰی اَمْسُكَ الْاَدْنٰی شَهِيْدًا مُّعْدِلًا
وَيَوْمُكَ هٰذَا بِالْفِعَالِ شَهِيْدُ

''تیرا کثیر وقت گزر چکا، اس بقیہ تھوڑے کو کام میں لا اس طرح کہ تو عادل گواہ ہو اور تیرے یہ افعال تیری نیک خصلتوں کی شہادت دیں گے۔''

فَاِنْ تَكُ بِالْاَمْسِ اقْتَرَفْتَ اِسَاءَةً
فَكُنْ بِاِحْسَانٍ وَاَنْتَ حَمِيْدُ

''اگر تو نے گذشتہ دنوں میں برائیاں اکٹھی کر لی ہیں تو اب نیکیاں کر تو نیک بخت ہو جائے گا۔''

وَلَا تَرْجُ فِعْلَ الْخَيْرِ مِنْكَ اِلٰی غَدٍ
لَعَلَّ غَدًا يَّاْتِيْ وَاَنْتَ فَقِيْدُ

''اچھی بات کو کل پر نہ ڈال، کل آئے اور تو نہ ہو۔''

ایک اور دوسرا شاعر کہتا ہے۔

تُعَجِّلُ الذَّنْبَ بِمَا تَشْتَهِيْ
وَتُاَمِّلُ التَّوْبَةَ فِيْ قَابِلِ

''بری خواہشات کو جلد پورا کرتا ہے اور توبہ کو کل پر ڈال دیتا ہے۔''

وَالْمَوْتُ يَاْتِيْ بَعْدَ ذَا غَفْلَةٍ
مَاذَاكَ فِعْلُ الْحَازِمِ الْعَاقِلِ

''اسی غفلت میں موت آجائے گی یہ عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا تین چیزیں مومن کی پرہیز گاری پر دلالت کرتی ہیں نہ پانے کی صورت میں بہترین توکل پا لینے کی صورت میں بہترین رضا اور ختم ہو جانے کی صورت میں بہترین صبر۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے مصائب پر صبر کیا اس نے مقصود کو پا لیا۔

شاعر کہتا ہے۔

عَلَیْكَ بِالصَّبْرِ اِنْ نَّابَتْكَ نَائِبَةٌ
مِّنَ الزَّمَانِ وَلَا تَرْكُنْ اِلٰى الْجَزْعِ

''اگر تجھ پر زمانہ کوئی مصیبت نازل کرے تو صبر کر، آہ وفغاں نہ کر۔''

وَاِنْ تَعَرَّضَتِ الدُّنْيَا بِزِيْنَتِهَا
فَالصَّبْرُ عَنْهَا دَلِيْلُ الْخَيْرِ وَالْوَرَعِ

''اگر دنیا اپنے تمام تر حسن کے باوجود تجھ سے منہ پھیر لے تو صبر کیونکہ یہ تقویٰ اور نیکی کی نشانی ہے۔''

فَجَاهِدِ النَّفْسَ قَسْراً فِيْهَا اَبَداً
تَلْقَ الَّذِیْ تَرْتَجِيْهِ غَيْرَ مُمْتَعِ

''اپنے نفس کو صبر اور تقویٰ پر مجبور کر پھر تو ہر اس فضیلت کو پالے گا جس کی تو تمنا رکھتا ہے۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ مَايُرْجٰى
وَلَمْ يَزَلْ دَائِمًا يُعِيْنُ

''صبر حصولِ مقصود کی کلید ہے اور ایک دائمی مددگار ہے۔''

فَاصْبِرْ وَاِنْ طَالَتِ اللَّيَالِیْ
فَرُبَّمَا شَاهِدُ الْحَزُوْنِ

''اگر دکھ کی رات طویل ہو جائے تو صبر کر کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دکھ کا انجام مسرت ہوتا ہے۔''

وَرُبَمَا نَيْلُ بِاصْطِبَارِ
مَاقِيْلَ هَيْهَاتَ لَايَكُوْنُ

''اور بسا اوقات صبر کرنے والے کو صبر کرنے کے بعد پچھتانا نہیں پڑتا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَلصَّبْرُ اَوْثَقُ عُرْوَۃ الْاِیْمَانِ
وَمَجَنَّۃٌ مِنْ نَزَغَۃِ الشَّیْطَانِ

''صبر ایمان کی مضبوط رسی اور شیطانی وساوس کے لئے ڈھال ہے۔''

اَلصَّبْرُ فِیْہِ عَوَاقِبُ مَحْمُوْدَۃٌ
وَالطَّیْشُ فِیْہِ عِوَاقِبُ الْخُسْرَانِ

''صبر کا انجام بہترین اور غصے کا انجام بدترین ہوتا ہے۔''

فَاِذَا لَقِیْتَ مِنَ الزَّمَانِ مُلِمَّۃً
وَکَذَاکَ فِیْنَا عَادَۃُ الْاَزْمَانِ

''اگر تجھے زمانہ کوئی دکھ دے تو سمجھ لے کہ شروع ہی سے ایسا ہوتا ہے۔''

فَتَذَرَّعِ الصَّبْرَ الْجَمِیْلَ تَیَقُّنًا
اِنَّ التَّصَبُّرَ زَائِدُ الرِّضْوَانِ

''اس یقین محکم کے ساتھ صبر کی زرہ پہن لے کہ صبر خوشنودی خدا کا باعث ہے۔''

اور صبر کی کئی اقسام ہیں، پابندی سے فرائضِ خداوندی کا ادا کرنا اور ان کے بہترین اوقات کا خیال رکھنا، عبادت پر صبر، دوستوں اور ہمسائیوں کی زیادتیوں پر صبر، مرض پر صبر، فقر پر صبر، گناہوں، ناجائز خواہشات، شیطانی وساوس اور اعضائے جسمانی کو غیر ضروری کاموں میں استعمال کرنے سے صبر وغیرہ۔

☆☆☆

باب 28:

موت کو یاد کرنا

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

اَکْثِرُوْا مِنْ ذِکْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

''لذتوں کو مٹانے والی (یعنی موت) کو بہت یاد کیا کرو۔''

اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ انسان موت کو یاد کر کے دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو جائے تا کہ اسے بارگاہِ ربوبیت میں مقبولیت حاصل ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اگر تمہاری طرح جانور موت کو جان لیتے تو ان میں کوئی موٹا جانور کھانے کو نہ ملتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کسی کا حشر شہیدوں کے ساتھ بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے وہ شہید کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کی یاد دنیا سے دل اچاٹ کر دیتی ہے اور آخرت کی تیاری پر اکساتی ہے لیکن موت کو بھول جانا انسان کو دنیاوی خواہشات میں منہمک کر دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ موت مومن کے لئے ایک تحفہ ہے اس لئے کہ مومن دنیا میں قید خانے جیسی زندگی بسر کرتا ہے، اسے اپنی خواہشاتِ نفسانی کی اور شیطان کی مدافعت کرنا پڑتی ہے اور یہ چیز کسی مومن کے لئے عذاب سے کم نہیں مگر موت اسے ان مصائب سے یاد دلاتی ہے لہٰذا یہ اس کے لئے تحفہ ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ موت مسلمان کے لئے کفارہ ہے، مسلمان سے مراد وہ مومنِ کامل ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس میں مومنوں کے اخلاقِ حسنہ پائے جائیں اور وہ ہر کبیرہ گناہ سے بچتا ہو، ایسے شخص کی موت اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور فرائض کی ادائیگی اسے گناہوں سے منزہ و پاک کر دیتی ہے۔

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک ایسی مجلس سے گزرے جس میں لوگ زور زور سے ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اپنی مجلس میں لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا ذکر کرو۔ پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ موت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرو، اس سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی بڑھتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ موت جدائی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ موت سب سے بڑا ناصح ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایسی جماعت کو دیکھا جو ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا موت کو یاد کرو ربِ ذوالجلال کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو میں جانتا ہوں اگر وہ تمہیں معلوم ہو جائے تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔

حضور ﷺ کی محفل میں ایک مرتبہ ایک شخص کی بہت تعریف کی گئی، آپ نے فرمایا کیا وہ موت کو یاد کرتا ہے؟ عرض گیا کہ ہم نے کہیں نہیں سنا۔ تب آپ نے فرمایا کہ پھر وہ ایسا نہیں ہے جیسا تم خیال کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں دسواں شخص تھا جو حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا ایک انصاری جوان نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ باعزت اور ہوشیار کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو موت کو بہت یاد کرتا ہے اور اس کے لئے زبردست تیاری کرتا ہے وہ ہوشیار ہے اور ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں باعزت ہوتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ موت نے دنیا کو ذلیل کر دیا ہے اس میں کسی دانا کے لئے مسرت ہی نہیں ہے۔ جناب ربیع بن خیثم کا قول ہے کہ مومن کے لئے موت کا انتظار سب انتظاروں سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ ایک دانا نے اپنے دوست کو لکھا اے بھائی! اس جگہ جانے سے پہلے جہاں آرزو کے باوجود بھی موت نہیں آئے گی (اس جگہ) موت سے ڈر اور نیک عمل کر۔

امام ابن سیرین کی محفل میں جب موت کا تذکرہ کیا جاتا تو ان کا ہر عضو سن ہو جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ ہر رات علماء کو جمع کرتے، موت، قیامت

اور آخرت کا ذکر کرتے ہوئے اتنا روتے کہ معلوم ہوتا جیسے جنازہ سامنے رکھا ہے۔ابراہیم التیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مجھے موت اور اللہ رب العزت کے حضور حاضری کی یاد نے دنیاوی لذتوں سے نا آشنا کر دیا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے موت کو پہچان لیا اس سے تمام دنیا کے دکھ، درد ختم ہو گئے۔ مطرب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کوئی شخص بصرہ کی مسجد کے وسط میں کھڑا کہہ رہا تھا کہ موت کی یاد نے خوفِ خدا رکھنے والوں کے جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دئے، رب کی قسم تم انہیں ہر وقت بے چین پاؤ گے۔ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، وہاں جہنم، قیامت اور موت کا ذکر سنتے۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو انہوں نے کہا موت کو یاد کیا کرو، تمہارا دل نرم ہو جائے گا، اس نے ایسا ہی کیا اور اس کا دل نرم ہوگیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب موت کا ذکر سنتے تو ان کے جسم سے خون کے قطرے گرنے لگتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب موت اور قیامت کا ذکر کرتے تو ان کی سانس اکھڑ جاتی اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا، جب رحمت کا ذکر کرتے تو ان کی حالت سنبھل جاتی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں نے جس عقل مند کو دیکھا اس کو موت سے لرزاں اور غمگین پایا۔

حضرت عمر بن العزیز رضی اللہ عنہ نے ایک عالم سے کہا مجھے نصیحت کرو، انہوں نے کہا تم خلیفہ ہونے کے باوجود موت سے نہیں بچ سکتے، تمہارے آباؤ اجداد میں آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر کسی نے موت کا جام پیا ہے اب تمہاری باری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بہت دیر تک روتے رہے۔

حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے ایک گوشے میں قبر کھود رکھی تھی اور دن میں کئی مرتبہ اس میں جا کر سوتے اور ہمیشہ موت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے، اگر میں ایک لمحہ بھی موت کی یاد سے غافل ہو جاؤں تو سارا کام بگڑ جائے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن الشخیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس موت نے دنیا داروں سے ان کی دنیا چھین لی ہے پس اللہ رب العزت سے ایسی نعمتوں کا سوال کرو جو دائمی ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عنبسہ سے کہا موت کو اکثر یاد کیا کرو اگر تم فراخ دست ہو تو یہ تم کو تنگ دست کر دے گی اور اگر تم تنگ دست ہو تو یہ تم کو ہمیشہ کی فراخ دستی عطا کر دے گی۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میں نے اُم ہارون سے پوچھا کہ تجھے موت سے محبت ہے؟ وہ بولی نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا میں جس شخص کی نافرمانی کرتی ہوں اس سے ملاقات کی تمنا کبھی نہیں کرتی۔ موت کے لئے میں نے کوئی کام نہیں کیا لہٰذا اسے کیسے محبوب سمجھوں۔

جناب ابوموسیٰ تمیمی کہتے ہیں کہ مشہور شاعر فرزدق کی بیوی کا انتقال ہوگیا تو اس کے جنازہ میں بصرہ کی مقتدر ہستیاں شریک ہوئیں جن میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے ابوفرزدق! تو نے اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا ساٹھ سال سے متواتر اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کر رہا ہوں، جب اسے دفن کر دیا گیا تو فرزدق نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا۔

اَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرَا اِنْ لَّمْ تُعَافِنِیْ
اَشَدَّ مِنَ الْقَبْرِ اِلْتِهَابًا وَّاَضْيَقَا

''اے اللہ! مجھے معاف کر دے، میں قبر کے افشار اور شعلوں سے خائف ہوں۔''

اِذَا جَاءَ نِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَائِدٌ
عَنِيْفٌ وَّسَوَّاقٌ يَّسُوْقُ الْفَرَزْدَقَا

''جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک سنگدل ہیبت ناک فرشتہ فرزدق کو ہنکائے گا۔''

لَقَدْ خَابَ مِنْ اَوْلَادِ اٰدَمَ مَنْ مَّشٰی
اِلَی النَّارِ مَغْلُوْقُ الْقِلَادَةِ اَزْرَقَا

''بلاشبہ نسل آدم کا وہی شخص رسوا ہوا جسے طوق پہنا کر جہنم میں بھیجا گیا۔''

اہل قبور کے لئے بعض شعراء نے کچھ عبرت انگیز اشعار کہے ہیں۔

قِفْ بِالْقُبُوْرِ وَقُلْ عَلٰی سَاحَتِهَا
مَنْ مِّنْكُمُ الْمَغْمُوْرُ فِی ظُلْمَتِهَا

''قبروں کے صحن میں کھڑا ہو کر ان سے پوچھ تم میں سے کون تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔''

وَمَنِ الْمُكَرَّمُ مِنْكُمْ فِیْ قَعْرِهَا
قَدْ ذَاقَ بَرْدَ الْاَمْنِ مِنْ رَوْعَاتِهَا

''اور کون اس کی گہرائی میں باعزت طور پر امن وسکون میں ہے۔''

اَمَّاالسُّكُوْنُ لِذِی الْعُیُوْنِ فَوَاحِدٌ
لَایَسْتَبِیْنُ الْفَضْلُ فِیْ دَرَجَاتِهَا

''آنکھ والوں کے لئے ایک ہی سکون ہے اور مراتب کا تفاوت دکھائی نہیں دیتا۔''

لَوْجَاوَبُوْكَ لَاَخْبَرُوْكَ بِاَلْسُنٍ
تَصِفُ الْحَقَائِقَ بَعْدَ مِنْ حَلَا تِهَا

''اگر وہ تجھے جواب دیں تو اپنی زبانِ حال سے حالات کی حقیقت یوں بیان کریں گے۔''

اَمَّا الْمُطِیْعُ فَنَازِلٌ فِی رَوْضَةٍ
یُفْضِیْ اِلٰی مَاشَآءَ مِنْ دَوْحَاتِهَا

''جو مطیع اور فرمانبردار تھا وہ جنت کے باغوں میں جہاں چاہتا ہے سیر کرتا ہے۔''

وَالْمُجْرِمُ الطَّاغِیْ بِهَا مُتَقَلِّبٌ فِیْ
خُضْرَةٍ یَّاوِیْ اِلٰی حَیَّاتِهَا

''اور بدبخت مجرم سانپوں کے مسکن والے ایک گڑھے میں تڑپ رہا ہے۔''

وَعَقَارِبُ تَسْعٰی اِلَیْهِ فَرُوْحُهٗ
فِی شِدَّةِ التَّعْذِیْبِ مِنْ لَدَهَاتِهَا

''اس کی طرف بچھو دوڑ دوڑ کر بڑھ رہے ہیں اور اس کی روح ان کی وجہ سے

سخت عذاب میں ہے۔''

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں قبرستان سے یہ شعر پڑھتا ہوا گزرتا۔

أَتَيْتُ الْقُبُوْرَ فَنَادَيْتُهَا
فَأَيْنَ الْمُعَظِّمُ وَالْمُحْتَقِرُ

''میں نے قبرستان میں آکر پکارا کہ عزت دار اور فقراء کہاں ہے؟۔''

وَأَيْنَ الْمُدِلُّ بِسُلْطَانِهِ
وَأَيْنَ الْمُزَكِّي إِذَا مَا افْتَخَرَ

''اپنی پاک دامنی پر فخر کرنے والا اور بادشاہِ وقت کہاں ہے؟''

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے سوالات کا قبروں سے یہ جواب آیا۔

تَفَانَوْا جَمِيْعًا فَمَا مُخْبِرٌ
وَمَاتُوْا جَمِيْعًا وَمَاتَ الْخَبَرُ

''سب فنا ہوگئے، کوئی خبر دینے والا نہیں رہا سب کے سب مر گئے، ان کے نشان بھی مٹ گئے''

تَرُوْحُ وَتَغْدُوْ بَنَاتُ الثَّرٰى
فَتَمْحُوْ مَحَاسِنُ تِلْكَ الصُّوَرَ

''صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے اور ان کی حسین صورتیں مٹی بگاڑتی چلی جاتی ہے۔''

فَيَا سَائِلِيْ عَنْ أُنَاسٍ مَّضَوْا
أَمَالَكَ فِيْمَا تَرٰى مُعْتَبَرُ

''اے گزرے ہوؤں کے متعلق پوچھنے والے کیا تو نے ان قبروں سے عبرت حاصل کی ہے۔''

ایک اور قبر پر لکھا ہوا تھا۔

تُنَاجِيْكَ اَجْدَاثٌ وَهُنَّ صُمُوْتٌ
وَسُكَّانُهَا تَحْتَ التُّرَابِ خُفُوْتٌ

''وہ قبریں جن کے رہنے والے منوں مٹی کے نیچے خاموش پڑے ہیں، زبانِ حال سے تجھے یہ کہہ رہی ہیں''

اَيَا جَامِعَ الدُّنْيَا لِغَيْرِ بَلَاغَةٍ
لِمَنْ تَجْمَعُ الدُّ نْيَا وَاَنْتَ تَمُوْتُ

''اے لوگوں کے لئے دنیا جمع کرنے والے تجھے تو مر جانا ہے پھر یہ دنیا تو کس کے لئے جمع کرتا ہے؟''

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں قبرستان سے گزرا، ایک قبر پر لکھا تھا۔

يَمُرُّ اَقَارِبِيْ جَنْبَاتِ قَبْرِيْ
كَاَنَّ اَقَارِبِيْ لَمْ يَعْرِفُوْنِيْ

''میرے رشتہ دار میری قبر کے پہلو سے انجان بن کر گزر جاتے ہیں۔''

ذَوُوْ الْمِيْرَاثِ يَقْتَسِمُوْنَ مَالِيْ
وَمَا يَالُوْنَ اِنْ جَحَدُوْا دُيُوْنِيْ

''انہوں نے میرا مال تو تقسیم کر لیا مگر میرا قرض نہ اتارا۔''

وَقَدْ اَخَذُوْا سِهَامَهُمْ وَعَاشُوْا
فَبِاللّٰهِ اَسْرَعَ مَانَسُوْنِيْ

''اپنے اپنے حصے لے کر وہ خوش ہیں، ہائے افسوس! وہ مجھے کتنی جلدی بھول گئے ہیں۔''

ایک اور قبر پر یہ لکھا تھا۔

اِنَّ الْحَبِيْبَ مِنَ الْاَحْبَابِ مُخْتَبَسٌ
لَا يَمْنَعُ الْمَوْتَ بَوَّابٌ وَلَا حَرَسٌ

''موت نے دوست کو دوستوں کی محفل سے اچک لیا اور کوئی دربان، چوکیدار راستے نہ بچا سکا۔''

فَكَيْفَ تَفْرَحُ بِالدُّنْيَا وَلَذَّتِهَا
يَامَنْ يُّعَدُّ عَلَيْهِ اللَّفْظُ وَالنَّفْسُ

''وہ دنیاوی آسائشوں سے کیسے خوش ہوسکتا ہے جس کی ہر بات اور ہر سانس کو گنا جائے۔''

اَصْحَبْتَ يَاغَافِلًا فِيْ النَّقْصِ مُنْغَمِسًا
وَاَنْتَ دَهْرُكَ فِي اللَّذَّاتِ مُنْغَمِسُ

''اے غافل! تو نقصان میں سرگرم ہے اور تیری زندگی خواہشات میں ڈوبی ہوئی ہے۔''

لَايَرْحَمُ الْمَوْتُ ذَاجَهْلٍ لِغُزَّتِهٖ
وَلَا الَّذِيْ كَانَ مِنْهُ الْعِلْمُ يُقْتَبَسُ

''موت کسی جاہل پر جہالت کے باعث اور کسی عالم پر علم کے سبب رحم نہیں کرتی۔''

كَمْ اَخْرَسَ الْمَوْتُ فِيْ قَبْرٍ وَقَفْتَ بِهٖ
عَنِ الْجَوَابِ لِسَانًا مَّابِهٖ خُرَسُ

''موت نے کتنے بولنے والوں کو قبروں میں گونگا بنا دیا وہ جواب ہی نہیں دے سکتے۔''

قَدْ كَانَ قَصْرُكَ مَعْمُوْرًا لَهٗ شَرَفٌ
فَقَبْرُكَ الْيَوْمَ فِي الْاَجْدَاثِ مُنْدَرِسُ

''کل تیرا محل عزت سے معمور تھا اور آج تیری قبر کا نشان بھی مٹ گیا ہے۔''

ایک اور قبر پر لکھا تھا۔

وَقَفْتُ عَلَى الْاَحِبَّةِ حِيْنَ صَفَّتْ
قُبُوْرُهُمْ كَاَفْرَاسِ الرِّهَانِ

''جب میرے دوستوں کی قبریں اونٹ کو ہانکنے کی طرح بلند اور برابر ہوگئیں تو مجھے معلوم ہوا۔''

فَلَئِنْ بَكَيْتُ وَفَاضَ دَمْعِي
رَاَتْ عَيْنَايَ بَيْنَهُمْ مَكَانِي

''اگر چہ میں رویا اور میرے آنسو بہنے لگے مگر ان کی آنکھیں اس طرح ٹھہری رہیں۔''

ایک طبیب کی قبر پر لکھا ہوا تھا۔

قَدْ قُلْتُ لَمَّا قَالَ لِيْ قَائِلٌ
قَدْ صَارَ اللُّقْمَانُ اِلٰى رَمْسِهٖ

''جب کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ لقمان جیسا طبیب و دانش مند بھی اپنی قبر میں جا سویا۔''

فَاَيْنَ مَنْ يُوْصَفُ مِنْ طِبِّهٖ
وَحَذْقِهٖ فِي الْمَاءِ مَعَ جِسْمِهٖ

''کہاں ہے وہ جس کی طب میں شخصیت مسلم تھی اور اس جیسا کوئی ماہر نہ تھا۔''

هَيْهَاتَ لَايَدْفَعُ عَنْ غَيْرِهٖ
مَنْ كَانَ لَا يَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهٖ

''جو اپنے آپ سے موت کو نہ ٹال سکا وہ دوسروں سے موت کو کیسے ٹالتا۔''

ایک اور قبر پر لکھا ہوا تھا۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كَانَ لِيْ اَمَلٌ
قَصُرَبِيْ عَنْ بُلُوْغِهٖ الْاَجَلُ

''اے لوگو! میری بہت سی تمنائیں تھیں مگر موت نے انہیں پورا کرنے کی مہلت نہ دی۔''

فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ رَجُلٌ
اَمْكَنَهٗ فِي حَيَاتِهٖ الْعَمَلُ

''اللہ سے ڈرتے رہا کرو اپنی زندگی میں نیک عمل کر۔''

مَا اَنَا وَحْدِيْ نُقِلْتُ حَيْثُ تَرٰى
كُلٌّ اِلٰى مِثْلِهٖ سَيَنْتَقِلُ

''میں اکیلا یہاں نہیں آیا بلکہ ہر کسی کو یہاں آنا ہے۔''

باب 29:

آسمانوں اور مختلف چیزوں کی پیدائش

روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے جوہر کو پیدا کیا جب اس پر مصیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پگھل گیا اور خوفِ خدا سے کانپنے لگا جس سے وہ پانی بن گیا۔ پھر اللہ رب العزت نے اس پر نگاہِ رحمت ڈالی تو آدھا پانی جم گیا جس سے عرش بنایا گیا، عرش کانپنے لگا تو اس پر۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

لکھ دیا جس سے وہ ساکن ہوگیا مگر پانی کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا جو قیامت تک موجزن رہے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (ھود:۷)

''اللہ کا عرش پانی پر تھا۔''

پھر جب پانی میں تلاطم خیز موجیں پیدا ہوئیں جن سے تہ بہ تہ دھوئیں کے بادل اٹھے اور جھاگ پیدا ہوئی اور اس سے زمین و آسمان بنائے گئے جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ان دونوں کے درمیان اللہ رب العزت نے ہوا کو پیدا کیا جس کے دباؤ سے زمین و آسمان کے طبق ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہوگئے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ (البقرہ:۲۹)

''پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا۔''

اہل حکمت کہتے ہیں اللہ رب العزت نے آسمانوں کو دھوئیں سے اس لئے پیدا فرمایا کہ دھواں باہم پیوست ہوتا ہے اور بلندیوں پر جا کر ٹھہرتا ہے، بخارات سے اس لئے پیدا نہیں فرمایا کہ وہ واپس لوٹ جاتے ہیں، یہ اللہ رب العزت کے علم و حکمت کا ادنیٰ کرشمہ ہے پھر ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق اللہ رب العزت نے پانی کی طرف نظر رحمت کی تو وہ جم گیا۔

زمین اور آسمانِ دنیا کی اور ہر آسمان دنیا سے دوسرے آسمان کا بُعد اور مسافت پانچ سو سال کے سفر کی دوری کے برابر ہے اور اسی طرح ہر آسمان کا اپنا اپنا حجم ہے، کہتے ہیں کہ پہلا آسمان دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے مگر کوہ قاف کی سبزی کی وجہ سے یہ ہرا نظر آتا ہے، اس آسمان کا نام رقیعہ ہے۔ دوسرے آسمان کا نام فیدو یا ماعون ہے اور وہ ایسے لوہے کا ہے جس سے روشنی کی شعاعیں پھوٹی پڑتی ہیں۔ تیسرے آسمان کا نام ملکوت یا ہاریون ہے اور وہ تانبے کا ہے۔ چوتھے آسمان کا نام زاہرہ ہے اور وہ آنکھوں میں خیرگی پیدا کرنے والی سفید چاندی سے بنا ہے۔ پانچویں آسمان کا نام مزینہ یا سہرہ ہے اور وہ سرخ سونے کا ہے۔ چھٹے آسمان کا نام کا خالصہ ہے اور وہ چمکدار موتیوں سے بنایا گیا ہے۔ ساتویں آسمان کا نام لابیہ یا دامعہ ہے وہ سرخ یاقوت کا ہے اور اسی میں بیت المعمور ہے۔

بیت المعمور کے چار ستون ہیں، ایک سرخ یاقوت کا، دوسرا سبز زبرجد کا، تیسرا سفید چاندی کا اور چوتھا سرخ سونے کا ہے، بیت المعمور کی عبادت سرخِ عقیق کی ہے ہر روز وہاں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور ایک مرتبہ داخل ہو جاتے ہیں پھر قیامت تک انہیں دوبارہ داخلے کا موقع نہیں ملے گا۔ معتبر قول یہ ہے کہ زمین و آسمان سے افضل ہے کیونکہ یہ انبیاء کا مولد و مدفن ہے اور زمین کے سب طبقات میں بہتر اوپر والا طبق ہے جس پر خلقِ خدا آباد اور نفع اندوز ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آسمانوں میں سب سے زیادہ افضل کرسی ہے جس کی چھت عرشِ الٰہی سے ملی ہوئی ہے، سات ستاروں کے علاوہ تمام قائد بخش ستارے اسی آسمان ہیں ہیں، سات ستاروں کی تفصیل یہ ہے۔ زحل جو شنبہ کے دن کا ستارہ ہے، ساتویں آسمان میں ہے۔ مشتری جو پنجشنبہ کا ستارہ ہے، چھٹے آسمان میں ہے۔ سہ شنبہ کا سیارہ مریخ پانچویں آسمان میں ہے۔ یک شنبہ کا سیارہ شمس چوتھے آسمان میں ہے۔ جمعہ کا سیارہ زہرہ تیسرے آسمان میں ہے۔ چہار شنبہ کا سیارہ عطارد دوسرے آسمان میں ہے۔ اور دوشنبہ کا سیارہ قمر پہلے آسمان میں ہے۔

اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ نے آسمان و زمین کی صنعت میں بے انتہا عجائبات ودیعت کئے ہیں حالانکہ سارے آسمان دھوئیں سے بنائے گئے ہیں مگر کسی میں ایک دوسرے کی مشابہت نہیں پائی جاتی، آسمان سے پانی برسایا، اس سے مختلف سبزیاں اور پھل

اگائے جن کے ذائقے اور رنگ جدا جدا ہیں، حکمت الٰہی کے بموجب وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے لذیذ ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں مختلف اقسام بنائیں کوئی سفید ہے کوئی سیاہ، کوئی مومن کوئی کافر، کوئی عالم اور کوئی جاہل ہے حالانکہ سب آدم علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆☆☆

باب 30:

عرش، کرسی، مقرب فرشتے، روزی اور توکل

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرہ:۲۵۵)

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

کرسی سے مراد علم الٰہی ہے یا ملک خداوندی یا پھر مشہور آسمان کا نام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کرسی ایک موتی ہے جس کی لمبائی اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے وسیع صحرا میں ایک حلقہ پڑا ہو۔ مزید فرمایا کہ آسمان کرسی میں ہیں اور کرسی عرشِ الٰہی کے سامنے ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سورج کرسی کے نور کا ستر واں حصہ ہے اور عرشِ الٰہی حجابات الٰہی کے نور کا ستر ہواں حصہ ہے۔ مروی ہے کہ عرش اور کرسی کے اٹھانے والے فرشتوں کے مابین ستر ہزار نور کے اور ستر ہزار ظلمت کے پردے حائل ہیں، ہر پردہ پانچ سو سال کا سفر ہے، اگر یہ پردے نہ ہوتے تو حاملینِ کرسی حاملینِ عرش کے نور سے جل جاتے۔ عرش ایک نورانی شے ہے جو کرسی سے اوپر ہے اور ایک علیحدہ وجود رکھتا ہے مگر اس قول سے حسن بصری رضی اللہ عنہ کو اختلاف ہے۔

عرشِ الٰہی کی بناوٹ کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بعض کہتے ہیں سرخ یاقوت کا ہے یا سبز موتی کا ہے بعض کی رائے کہ سفید موتی سے بنایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت ہی اس کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔ فلکیات کے ماہرین اسے نواں، آسمان، فلکِ اعلیٰ، فلک الافلاک اور فلک اطلس کہتے ہیں، اس میں کوئی ستارہ وغیرہ نہیں ہے۔ قدیم ہیئت دانوں کے بقول تمام ستارے آٹھویں آسمان میں ہیں جس کو وہ فلک البروج اور اہلِ شرع کرسی کہتے ہیں۔ عرشِ الٰہی مخلوقات کی چھت ہے، کوئی چیز اس کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتی، وہ بندوں کے علم و ادراک اور مطلوب کی انتہاء ہے اللہ رب العزت نے اسے عظیم قرار دیا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (التوبہ:۱۲۹)

''پس اگر وہ پھر جائیں تو فرما دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔''

حضور ﷺ کا نام نامی توریت میں متوکل تھا اور کیوں نہ ہوتا، آپ سے بڑھ کر معرفت خداوندی کا شناسا اور کون ہے؟ آپ موحدین کے سردار اور عارفین کاملین کے رہنما ہیں، توکل کی حقیقت آپ پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی۔

توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر لیا جائے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے بلکہ توکل اسباب کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے، حضور ﷺ سے ایک بدوی نے پوچھا میں اونٹ کا پیر باندھ کر، یا کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اونٹ کا پاؤں باندھ دے اور توکل کر اللہ رب العزت پر۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اگر تم اللہ رب العزت پر توکل کرنے کی حقیقت کو پالیتے ہو تو اللہ رب العزت تمہیں پرندوں کی طرح رزق دیتا جو صبح بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی مکہ معظّمہ میں ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے پوچھا اے شفیق بلخی! تم نے یہ بلند مرتبہ کیسے پایا؟ جناب شفیق نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میرا ایک بیابان سے گزر ہوا، وہاں میں نے ایک ایسا پرندہ پڑا دیکھا جس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے تھے۔ میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ دیکھوں تو سہی اسے کیسے رزق ملتا ہے، میں وہاں بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد ایک پرندہ آیا جس کی چونچ میں ایک ٹڈی تھی اور اس نے وہ پرندہ کے منہ میں ڈال دی، میں نے دل میں سوچا کہ وہ رازقِ کائنات ایک پرندے کے ذریعے دوسرے پرندے کا رزق پہنچا دیتا ہے لہٰذا میرا رزق بھی مجھے ہر حالت میں پہنچا سکتا ہے لہٰذا میں نے سب کاروبار چھوڑ دئے اور عبادت میں مصروف ہو گیا۔ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے شفیق! تم نے مجبور و معذور پرندہ بننا پسند کیا اور تندرست پرندہ بننا پسند نہ کیا کہ تم کو مقام بلند نصیب ہوتا کیا تم نے یہ فرمان نبوی ﷺ نہیں سنا۔

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

مومن تو ہمیشہ بلندی درجات کی تمنا کرتا ہے تا آنکہ وہ ابرار کی صف میں جگہ پاتا ہے۔حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو چوما اور کہا بیشک آپ میرے استاد ہیں۔

جب انسان رزق کے حصول کے اسباب مہیا کر لے تو اسباب کی بجائے اپنا نصب العین اس خالقِ کائنات کو بنائے جو حقیقت میں روزی رساں ہے، سائل جو کشکول لے کر گداگری کرتا رہتا ہے وہ کشکول کو نہیں بلکہ ہمیشہ دینے والے سخی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو شخص اپنے آپ کو سب سے زیادہ غنی بنانا چاہتا ہے وہ اپنے مال سے زیادہ انعامِ خداوندی پر نظر رکھے۔

جناب حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سال تک حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی تھی۔ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا کوئی عجیب واقعہ سناؤ۔انہوں نے کہا کہ ایک بار ہم مکہ معظّمہ کی طرف جا رہے تھے، راستہ میں ہمارا زادِ راہ ختم ہوگیا ہم کوفہ کی ایک ویران مسجد میں اقامت گزیں ہوئے، ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تم بھوک سے نڈھال نظر آتے ہو؟ میں نے کہا ہاں مجھے شدت کی بھوک لگ رہی ہے۔ آپ نے مجھ سے قلم و دوات منگوائی اور کاغذ پر بسم اللہ شریف کے بعد لکھا۔

اَنْتَ الْمَقْصُوْدُ بِکُلِّ حَالٍ وَّالْمُشَارُ اِلَیْہِ بِکُلِّ شَیٍ

''اے اللہ! تو ہر حالت میں ہمارا مقصود اور ہر کام میں تو ہی ملجا ہے۔''

پھر یہ اشعار لکھے۔

اَنَا حَامِدٌ اَنَا شَاکِرٌ ذَاکِرٌ
اَنَا جَامِعٌ اَنَا ضَائِعٌ اَنَا عَارِیٌ

''میں تیری حمد کرنے والا، شکر کرنے والا اور ذکر کرنے والا ہوں، میں بھوکا، خستہ حال اور برہنہ ہوں۔''

ھِیَ سِتَّۃٌ وَاَنَا الضَّمِیْنُ لِنِصْفِھَا
فَکُنْ الضَّمِیْنَ لِنِصْفِھَا یَابَارِیُ

''اے اللہ! تین باتوں کا میں ضامن ہوں اور بقیہ تین کی ضمانت تو قبول فرما۔''

مَدْحِی لِغَیْرِکَ لَھْبُ نَارٍ خِفْتُھَا
فَاجِرْ عَبِیْدَکَ مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

''تیرے سوا کسی اور کی ثنا میرے لئے آگ سے کم نہیں ہے اپنے بندے کو اس آگ سے بچالے۔''

اور مجھ سے فرمایا دل میں کسی غیر کا خیال نہ لانا، جو آدمی تمہیں سب سے پہلے نظر آئے یہ رقعہ دے دینا۔ سب سے پہلا شخص جو مجھے ملا وہ ایک خچر سوار تھا۔ میں نے وہ رقعہ اس کو دے دیا۔ اس نے پڑھا اور رونے لگا پھر پوچھا۔ اس رقعہ کا کاتب کہاں ہے؟ میں نے کہاں فلاں ویران مسجد میں بیٹھا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے، بعد میں مجھے ایک اور شخص ملا میں نے اس سے خچر سوار کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ نصرانی تھا۔ میں نے واپس آکر ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر وہ ابھی آجائے گا۔ کچھ دیر کے بعد وہ نصرانی آگیا اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے سر کو چومنے لگا اور مسلمان ہوگیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے حاملین عرش (فرشتوں) کو پیدا فرمایا اور انہیں عرش کو اٹھانے کا حکم دیا مگر وہ نہ اٹھا سکے، اللہ رب العزت نے ہر فرشتہ کے ساتھ سات آسمانوں کے فرشتوں کے برابر فرشتے پیدا کئے، پھر انہیں عرش کو اٹھانے کا حکم دیا مگر وہ نہ اٹھا سکے، پھر اللہ رب العزت نے ہر فرشتہ کے ساتھ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے فرشتوں کے برابر فرشتے پیدا فرمائے اور انہیں عرش اٹھانے کا حکم دیا مگر وہ پھر بھی نہ اٹھا سکے۔ تب اللہ رب العزت نے فرمایا تم لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو۔ جب انہوں نے کہ کہا تو عرشِ الٰہی کو اٹھا لیا گیا مگر ان کے قدم ساتویں زمین میں ہوا پر جم گئے جب انہوں نے محسوس کیا کہ ہمارے قدم ہوا پر ہیں اور نیچے کوئی ٹھوس چیز موجود نہیں ہے تو انہوں نے عرشِ الٰہی کو مضبوطی سے تھام لیا اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے میں محو ہو گئے تاکہ وہ انتہائی پستیوں پر گرنے سے محفوظ رہیں اب وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرشِ الٰہی انہیں تھامے ہوئے ہے بلکہ ان تمام کو قدرت الٰہی سنبھالے ہوئے ہے۔

روایت ہے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

''مجھے اللہ کافی ہے اس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔''

پڑھتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کے تمام عزائم کو پورا کر دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے دنیا و آخرت کے تمام کام پورے ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

باب 31:

ترکِ دنیا و مذمت دنیا

قرآن مجید میں دنیا کی مذمت اور دنیا سے توجہ ہٹا کر آخرت کی جانب مائل کرنے کے لئے بے شمار آیات ہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا سبب یہی چیز تھی۔ قرآن مجید کی آیات اتنی مشہور ہیں کہ یہاں ان کے ذکر سے صرفِ نظر کر کے صرف بعض احادیث کے ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مردہ بکری کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بکری اپنے مالک کو پسند ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اس کی بدبو ہی کی وجہ سے تو یہاں پھینک دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا! دنیا اللہ رب العزت کے ہاں اس مردہ بکری سے بھی زیادہ بے وقار ہے اگر اللہ رب العزت کے ہاں دنیا کا مقام مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتا تو کوئی کافر اس دنیا سے ایک گھونٹ بھی پانی نہ پی سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ

''دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ دنیا ملعون ہے، اس کی ہر وہ چیز ملعون ہے جو اللہ رب العزت کے لئے نہ ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا سے محبت کی اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے دنیا کو قابل اعتبار نہ سمجھا، تم فانی دنیا پر باقی رہنے والی چیزوں کو ترجیح دو۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی بنیاد ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے پانی منگوایا تو پانی اور شہد حاضر کیا گیا۔ آپ جب اسے منہ کے قریب لے گئے تو بے اختیار رونے لگے یہاں تک کہ پاس بیٹھے ہوئے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

بھی رونے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ نے پھر پینے کا رادہ فرمایا مگر شہد اور پانی دیکھ کر دوبارہ رونے لگ گئے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خیال کیا کہ شاید ہم اس گریہ کی وجہ دریافت نہیں کرسکیں گے۔ جب آپ نے اپنے آنسو صاف کئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کا شرف نصیب ہوا آپ اپنے جسم مبارک سے کسی نظر نہ آنے والی چیز کو دفع فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس چیز کو ہٹا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی دنیا آئی تھی، میں نے اسے کہا مجھ سے دور رہو، وہ لوٹ گئی اور یہ کہہ گئی ہے کہ آپ نے مجھ سے کنارہ کشی فرمالی ہے مگر بعد میں آنے والے ایسا نہیں کرسکیں گے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ایسے انسان پر انتہائی تعجب ہے جو بہشت پر ایمان رکھتے ہوئے دنیا کے حصول میں سرگرم ہے۔

مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نزیلہ (کوڑے کے ڈھیر) کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا دنیا کی طرف آیئے۔ آپ نے ایک پرانا چیتھڑے اور بوسیدہ ہڈی کو دست مبارک میں لے کر فرمایا یہ دنیا ہے۔ اس تمثیل سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ دنیا کی زینت اس چیتھڑے کی طرح پرانی ہو جائے گی اور چلتے پھرتے انسان کی ہڈیاں اس ہڈی کی طرح بوسیدہ ہو جائے گی۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا سبز (خوش آئند) اور شیریں ہے، اللہ رب العزت نے تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اور وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، بنی اسرائیل پر جب دنیا فراخ کر دی گئی تو انہوں نے اپنی تمام تر کوششیں زیورات، کپڑوں، عورتوں اور عطریات کے لئے وقف کردی تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا کو معبود بنا کر اس کے بندے نہ بن جاؤ اپنا خزانہ اس ذات کے یہاں جمع کراؤ جو کسی کی کمائی کو ضائع نہیں کرتا۔ دنیاوی خزانوں کے لئے تو خوفِ ہلاکت ہوتا ہے مگر جس کے خزانے خدا کے یہاں جمع ہوں وہ کبھی تباہ نہیں ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میرے حواریو! میں نے دنیا کو اوندھے منہ ڈالا ہے تم میرے بعد کہیں اسے گلے نہ لگالینا، دنیا کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس میں آدمی اللہ رب العزت کا نافرمان بن جاتا ہے اور اسے چھوڑے بغیر آخرت کی بھلائی ناممکن ہے دنیا میں دلچسپی نہ لو، اسے عبرت کی نگاہ سے دیکھو اور باخبر رہو، دنیا کی محبت ہر برائی کی اصل ہے

اور ایک لمحہ کی خواہشِ نفسانی اپنے پیچھے طویل پشیمانی چھوڑ جاتی ہے، اور فرمایا کہ دنیا تمہارے لئے سواری بنائی گئی اور تم اس کی پشت پر سوار ہو گئے تو اب بادشاہ اور صورتیں تمہیں اس سے نہ اتار دیں، رہا بادشاہوں کا معاملہ تو ان سے دنیا کی وجہ سے مت جھگڑو، وہ تمہاری دنیا اور تمہاری پسماندہ چیزوں کو تمہیں واپس نہ کریں گے، رہی عورتیں تو ان کے صوم وصلوٰۃ سے ہوشیار رہو۔

مزید فرمایا دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی ہے، جو خوشنودی، خدا کا طالب ہوتا ہے، دنیا اس کی طالب رہتی ہے اور اسے رزق بہم پہنچاتی ہے اور جو دنیا کا طالب ہوتا ہے اسے آخرت طلب کرتی ہے اور موت اسے گردن سے پکڑ کر لے جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسند یہی دنیا ہے اللہ رب العزت نے اسے جب سے پیدا فرمایا ہے کبھی نظر رحمت سے نہیں دیکھا۔

روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے تخت پر کہیں جا رہے تھے، پرندے آپ پر سایہ کر رہے تھے، انسان اور جنات آپ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے، بنی اسرائیل کے ایک عابد نے دیکھ کر کہا بخدا! اللہ رب العزت نے آپ کو ملک عظیم دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ بندۂ مومن کے نامہ اعمال میں درج صرف ایک تسبیح میری تمام سلطنت سے بہتر ہے کیونکہ یہ سب فانی ہے مگر تسبیح باقی رہنے والی ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تمہیں مال کی کثرت نے مشغول کر رکھا ہے، انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال، مگر اپنے مال میں جو تو نے کھایا وہ ختم ہو گیا جو پہنا وہ پرانا ہو گیا جو راہِ خدا میں خرچ کیا وہی باقی رہے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا اسی کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو، بے وقوف ہی اسے جمع کرتا ہے، بے علم ہی اس کے لئے جھگڑتا ہے ناسمجھ ہی اس کے لئے دشمنی اور حسد کرتا ہے اور بے یقین ہی اس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔

فرمانَ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی سب سے بڑی تمنا حصول دنیا ہے، اللہ رب العزت کے یہاں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، اللہ رب العزت ایسے کے دل پر چار چیزوں کو مسلط کر دیتا ہے، دائمی غم، دائمی مشغولیت، دائمی فقر اور کبھی نہ پوری ہونے والی آرزوئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے دنیا کی حقیقت دکھلاؤں؟ میں نے عرض کی ہاں! آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لے گئے جہاں کوڑا پڑا تھا اور اس میں گندگی، چیتھڑے اور انسان کے سر کی بوسیدہ ہڈیاں تھیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! یہ سر بھی تمہارے سروں کی طرح حریص تھے اور ان میں تمہاری طرح بہت آرزوئیں تھی مگر آج یہ خالی ہڈیاں بن چکی ہیں جن پر کھال بھی نہیں رہی اور عنقریب یہ مٹی ہو جائیں گے یہ گندگی ان کے کھانوں کے رنگ ہیں جنہیں انہوں نے کما کما کر کھایا آج لوگ ان سے منہ پھیر کر گزرتے ہیں، یہ پرانے چیتھڑے جو کبھی ان کے ملبوسات تھے آج ہوا انہیں اڑائے پھرتی ہے اور یہ ان کی سواریوں کی ہڈیاں ہیں جن پر سوار ہو کر وہ شہروں شہروں گھوما کرتے تھے جو دردناک انجام پر رونا پسند کرتا ہو اسے رونا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے۔

روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو اللہ رب العزت نے فرمایا تباہی کے لئے عمارتیں بناؤ اور موت کے لئے بچے پیدا کرو۔

حضرت داؤد بن بلال رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں مرقوم ہے کہ اے دنیا! تو نیکوکاروں کی نظر میں اپنی تمام تر زیب و زینت کے باوجود بے وقار ہے، میں نے ان کے دلوں میں تیری عداوت اور تجھ سے بے توجہی رکھ دی ہے، میں نے تجھ جیسی بے وقار کوئی اور چیز نہیں پیدا کی، تیری ہر ادا جھوٹی اور فانی ہے، میں نے تیری پیدائش کے وقت فیصلہ فرما دیا تھا کہ نہ تو کسی کے پاس ہمیشہ رہے گی اور نہ ہی ہمیشہ رہے گا اگرچہ تجھے پانے والا کتنا ہی بخل کرتا رہے، نیکوکاروں کے لئے میری بشارت ہے جن کے دل میری رضا پر راضی ہیں اور جن کے دل صدق و استقامت کا گہوارہ ہیں، ان کے لئے خوشخبری ہے کہ جب وہ قبروں سے گروہ در گروہ اٹھیں گے تو میں انہیں یہ جزا دوں گا کہ ان کے آگے نور ہوگا اور فرشتے انہیں گھیرے ہوئے ان کی تمناؤں کے مرکز یعنی بہشت میں پہنچائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے دنیا زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے اسے اللہ رب العزت نے جب سے پیدا فرمایا ہے کبھی نظر رحمت سے نہیں دیکھا، قیامت کے دن دنیا بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گی مجھے اپنے دوستوں کے مقدر میں لکھ دے۔ رب فرمائے گا میں دنیا میں اس ملاپ کو ناپسند کرتا تھا اور آج بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔

مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ شجر کو دیکھا تو انہیں پیٹ میں گرانی محسوس ہوئی حالانکہ جنت کی نعمتوں میں یہ بات نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام قضائے حاجت کے لئے چاروں طرف حیران پھر رہے تھے کہ اللہ رب العزت کے حکم سے فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا اے آدم (علیہ السلام)! حیران کیوں پھر رہے ہو؟ آپ نے فرمایا میں اپنے پیٹ کی گرانی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتہ بولا اس گرانی کو کہاں ڈالو گے؟ جنت کے فرش پر، تختوں پر، درختوں کے سایہ میں، جنت کی نہروں کے کناروں پر؟ جنت میں ان چیزوں کی کوئی جگہ نہیں ہے، آپ دنیا میں چلے جائیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگ آئیں گے جن کے اعمال حسنہ تہامہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے مگر انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ نماز روزہ ادا کرنے والے ہوں گے؟ فرمایا ہاں وہ روزہ دار اور رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارنے والے ہوں گے مگر وہ دنیا کے دلدادہ ہونگے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بندۂ مومن دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے، اعمالِ گذشتہ پر فکرمند رہتا ہے اور آنے والے وقت کے لئے پریشان رہتا ہے کہ اللہ رب العزت کی قضاء و قدر میں میرے لئے کیا مرقوم ہے۔

بندہ اپنی زندگی سے اپنے لئے بھلائی پیدا کرے، اپنی دنیا سے آخرت کو سنوارے، حیات سے موت کو اور جوانی سے بڑھاپے کو آراستہ کرے کیونکہ دنیا تمہارے لئے اور تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو۔ ربِ ذوالجلال کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے موت کے بعد بندہ کے لئے اور کوئی تکلیف دہ چیز نہیں ہے اور دنیا کے بعد بہشت یا دوزخ کے سوا کوئی اور ٹھکانا نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس طرح ایک برتن میں آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک دل میں دنیا اور آخرت کی محبت جمع نہیں ہو سکتی۔

مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے تو بہت طویل عمر پائی ہے یہ فرمائیں کہ آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا دنیا ایک سرائے ہے جس کے دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے میں نکل گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ اپنی رہائش کے لئے گھر کیوں نہیں بناتے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا گذشتہ لوگوں کے یہ پرانے مکان میری رہائش کے لئے بہت ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ دنیا سے ڈرو، یہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لائے اور فرمایا کون ہے جو اللہ رب العزت سے اندھے پن کا نہیں بلکہ بصارت کا سوال کرتا ہے؟ باخبر ہو جاؤ جو دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اس سے بے انتہا امیدیں رکھنے لگا اس کا دل اندھا ہوگیا اور جس نے دنیا سے کنارہ کشی کر لی اور اس سے کوئی مخصوص امیدیں نہ رکھیں، اللہ رب العزت نے اسے نورِ بصیرت عطا فرمایا، وہ تعلیم کے بغیر علم اور تلاش کے بغیر ہدایت یاب ہوگیا۔ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جن کی سلطنت کی بنیاد قتل اور جور و جفا پر ہوگی، جن کی امیری و تمول بخل و تکبر سے بھرپور ہوگی اور نفسانی خواہشات کے سوا انہیں کسی چیز سے محبت نہیں ہوگی، خبردار تم میں سے کوئی اگر وہ وقت پائے اور مالداری کی قوت رکھتے ہوئے فقر پر راضی ہو جائے، محبت پا سکنے کے باوجود ان سے عداوت پر راضی رہے اور رضا الٰہی میں غیرت حاصل کر سکنے کے باوجود تواضع سے زندگی بسر کرے تو اللہ رب العزت اسے پچاس صدیقوں کا درجہ دے گا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام سخت بارش میں گھر گئے، آپ کو پناہ تلاش کرتے ہوئے ایک خیمہ نظر آیا، جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ اس میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، واپس لوٹے تو پہاڑ کا ایک غار نظر آیا، وہاں جا کر دیکھا تو ایک شیر کھڑا تھا، آپ نے اس پر ہاتھ رکھا اور عرض کی اے ربِ ذوالجلال! تو نے ہر چیز کا ٹھکانا بنایا ہے مگر میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا تیرا ٹھکانا میری رحمت ہے، میں قیامت کے دن اپنے دست قدرت سے پیدا کردہ سو حوروں سے تیرا عقد کروں گا اور تیری دعوتِ ولیمہ چار ہزار سال جاری رہے گی۔ ہر سال کے دن دنیا کی زندگی کے برابر ہوں گے اور ندا کرنے والا تیری فرمان سے ندا کرے گا اے دنیا سے کنارہ کشی کرنے والو! آؤ اور زاہد اعظم عیسیٰ ابن مریم کی شادی دیکھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ طالب دنیا کے لئے ہلاکت ہو، وہ دنیا کو کیسے چھوڑ کر مرے گا جس کی ساری توجہ، اعتماد اور بھروسہ اسی دنیا پر ہے، یہ لوگ اپنی ناپسندیدہ چیز

(موت) کا کیسے مقابلہ کریں گے، جو انہیں محبوب چیزوں سے جدا کردے گی اور جس کے بارے میں ان کو پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا، ہلاک ہو وہ شخص جس کی تمام تر کوششیں حصولِ دنیا کے لئے ہیں جس کے اعمال گناہوں پر مشتمل ہیں وہ کل قیامت کے دن اپنے گناہوں سے کیسے رہائی پائے گا؟

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے موسیٰ علیہ السلام! تمہارا ظالموں کے گھر سے کیا تعلق؟ تم اپنی توجہ اور تعلق اس دنیا سے جو بہت برا گھر ہے، ہٹالو یہ صرف اسی کے لئے اچھی ہے جو اس میں رہ کر اپنے خالق کو راضی کر لیتا ہے، اے موسیٰ علیہ السلام! میں ہر مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاؤں گا۔

مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا، وہ وہاں سے مال و دولت لے کر آئے، جب انصار کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ سب صبح کی نماز میں حاضر ہوئے، نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا شاید تمہیں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مال لے کر آنے کی خبر مل گئی ہے؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں مبارک ہو، ربِ ذوالجلال کی قسم مجھے تمہارے بارے میں فقر و فاقہ کا خوف نہیں ہے بلکہ میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تم پر پہلی امتوں کی طرح دنیا فراخ ہو جائے گی اور تم اس میں پہلی امتوں کی طرح مشغول ہو کر ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اکثر اس بات کا اندیشہ کرتا ہوں جب اللہ رب العزت تم پر یہ دنیا اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ فراخ کردے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اپنے دلوں کو دنیا کی یاد میں نہ لگاؤ۔ آپ نے دنیا کی یاد سے منع کر دیا ہے چہ جائیکہ انسان اپنی تمام تر توجہ اسی پر مرکوز کر دے۔

جناب عمار بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ایسی بستی سے گزر ہوا جس کے مکین مختلف اطراف اور راستوں پر مردہ پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے حواریوں سے فرمایا یہ لوگ اللہ رب العزت کی ناراضگی کا شکار ہیں ورنہ انہیں ضرور دفن کیا جاتا۔ حواریوں نے عرض کی ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ان کے حالات کا پتہ چل جائے۔ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دُعا مانگی تو ربِ ذوالجلال نے فرمایا، جب رات آجائے تو ان سے پوچھنا یہ اپنی ہلاکت کا سبب بتائیں گے۔ جب رات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بستی والو! ایک آواز آئی لبیک یا روح اللہ! آپ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیسی ہے اور اس عذاب کے نزول کا باعث کیا ہے؟ جواب آیا ہم نے عافیت کی زندگی گزاری اور جہنم کے مستحق قرار پائے اس لئے کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے تھے اور گنہگاروں کی پیروی کیا کرتے تھے۔ آپ نے پوچھا تمہیں دنیا سے کیسی محبت تھی؟ جواب آیا جیسے ماں کو بچہ سے محبت ہوتی ہے جب ہمارے پاس دنیا آجاتی تو ہم نہایت مسرور ہوتے اور جب دنیا چلی جاتی تو ہم نہایت غمگین ہوجاتے۔ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ صرف تو ہی جواب دے رہا ہے اور تیرے باقی ساتھی خاموش ہیں؟ جواب ملا طاقتور پرہیبت فرشتوں نے ان کو آگ کی لگامیں ڈالی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو کیسے جواب دے رہا ہے؟ جواب ملا میں ان میں رہتا ضرور تھا مگر ان جیسی بداعمالیاں نہیں کرتا تھا جب عذابِ الٰہی آیا تو میں بھی اس کی لپیٹ میں آگیا، اب میں جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں کیا خبر اس سے نجات پاتا ہوں یا اس میں گر جاتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو فرمایا نمک سے جو کی روٹی کھانا، پھٹا پرانا کپڑا پہننا اور کوڑے کے ڈھیر پر سو جانا، دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے بہت عمدہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عضبا نامی اونٹنی تھی جو تیز رفتاری میں سب سے عمدہ تھی، ایک دفعہ ایک بدوی کی اونٹنی اس سے آگے نکل گئی جس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت افسوس ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ قانونِ قدرت ہے کہ ہر کمال کو زوال نصیب ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو سمندر کی لہروں پر عمارت بنائے یہ دنیا اسی طرح ہے تم اسے جائے قرار نہ بناؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا ہمیں ایک ایسی چیز بتلایئے جس کے سبب اللہ رب العزت ہمیں محبوب بنالے، فرمایا تم دنیا سے عداوت رکھو، اللہ رب العزت تمہیں محبوب رکھے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے۔

حضرت ابوالدراء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو

آبادی چھوڑ کر ویران ٹیلوں کی طرف نکل جاتے اور اپنے کو ریاضت میں مشغول کرتے، گریہ زاری کرتے اور ضروری سامان کے علاوہ تمام مال و متاع چھوڑ دیتے لیکن دنیا تمہارے اعمال کی مالک بن گئی ہے اور دنیا کی امیدوں نے تمہارے دل سے آخرت کی یاد مٹا کر رکھ دی ہے اور تم اس کے لئے جاہلوں کی طرح سرگرداں ہو، تم میں سے بعض لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو اپنی خواہشات میں اندھے بن کر انجام کی فکر نہیں کرتے، تم سب دینی بھائی ہوتے ہوئے ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے ہو اور نہ ہی ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہو، تمہارے خبیث نفس نے تمہارے راستے جدا کر دیئے ہیں، اگر تم صراطِ مستقیم پر چلتے تو ضرور باہم محبت کرتے، تم دنیاوی امور میں تو باہم مشورے کرتے ہو مگر آخرت کے امور میں مشورہ نہیں کرتے اور تم اس ذات سے محبت نہیں رکھتے جو تمہیں محبوب رکھتا ہے اور تمہیں آخرت کی بھلائی کی طرف لے جانا چاہتا ہے، یہ سب اس لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان کمزور پڑ چکا ہے، اگر تم آخرت کی بھلائی اور برائی پر یقین رکھتے جیسے دنیاوی اونچ نیچ پر یقین رکھتے ہو تو تم دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے کیونکہ آخرت تمہارے اعمال کی مالک ہے، اگر تم یہ کہو کہ ہم پر دنیا کی محبت غالب ہے تو یہ تمہارا عذر فضول ہے کیونکہ تم مقررہ معیاد پر آنے والی آخرت پر اس دنیا کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے جسم کو ان کاموں سے دکھ درد جھیلنے پر مجبور کر رہے ہو جنہیں تم کبھی بھی نہیں پا سکتے، تم بڑے ناہنجار ہو، تم ایمان کی حقیقت کو پہچانتے ہی نہیں، اگر تمہیں محمد ﷺ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) میں شک ہے تو ہمارے پاس آؤ، ہم تمہاری ایسے نور کی طرف راہنمائی کریں گے جس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، بخدا تم کم عقلی کا بہانہ بنا کر جان نہیں چھڑا سکتے کیونکہ دنیاوی امور میں تم صائب الرائے ہو اور انہیں بخوبی سرانجام دے رہے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم معمولی سی دنیا پر خوش ہو جاتے ہو اور معمولی سے دنیاوی نقصان پر انتہائی رنجیدہ ہو جاتے ہو، تمہارے چہرے اور زبانیں دکھ کی مظہر ہیں اور تم اسے مصیبت کہتے ہو اور تم دنیا پر گناہوں سے آلودہ زندگی بسر کرتے ہو اور دین کے اکثر احکامات کو نظر انداز کر دیتے ہو اور اس سے نہ تمہارے چہروں پر شکن آتی ہے اور نہ ہی تمہاری حالت میں کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ رب العزت تم سے بری ہو، تم باہم محبت رکھتے ہو مگر اللہ رب العزت کے حضور حاضری کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بہت برا سمجھتے ہو، تم خائن بن گئے اور امیدوں کے پیچھے دوڑنے لگے اور موت کا

انتظار ختم کر دیا۔ میں اللہ رب العزت سے دُعا مانگتا ہوں وہ مجھے تم سے علیحدگی بخشے اور مجھے اپنے محبوب کی خدمت میں پہنچا دے، اگر وہ دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو میں کبھی تم میں رہنا پسند نہیں کرتا، اگر تم میں نیک بننے کی تڑپ ہے تو میں تمہیں بہت کچھ بنا چکا، اللہ رب العزت سے نعمتوں کا سوال کرو، بہت آسانی سے پالو گے میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ رب العزت سے دعا مانگتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا جس طرح دنیادار دنیا کی چاہت میں معمولی سے دین پر راضی ہیں تم بھی دین کی سلامتی کے لئے معمولی سی دنیا پر راضی ہو جاؤ۔

اسی موضوع پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

اَرٰی رِجَالًا بِاَدْنَی الدِّیْنِ قَدْ قَنَعُوْا
وَمَا اَرَاھُمْ رَضُوْابِالْعَیْشِ بِالدُّوْنِ

''میں نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تھوڑے سے دین پر راضی ہو گئے مگر تھوڑی سی دنیا پر راضی نہیں ہوئے۔''

فَاسْتَغْنٰی بِالدِّیْنِ عَنْ دُنْیَا الْمُلُوْكِ
كَمَا اسْتَغْنَی الْمُلُوْكُ بِدُنْیَا هُمْ عَنِ الدِّیْنِ

''جس طرح دنیا دار دنیا کے بدلے دین سے بے نیاز ہو گئے ہیں تو بھی دین کے بدلے دنیا سے بے نیاز ہو جا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے دنیا کو سونے چاندی کے لئے طلب کرنے والے! ترکِ دنیا بہت عمدہ چیز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم پر دنیا آئے گی اور تمہارے ایمان کو ایسے کھا جائے گی جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے موسیٰ! دنیا کی محبت میں مشغول نہ ہونا، میری بارگاہ میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام ایک روتے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے، جب آپ واپس ہوئے تو وہ شخص ویسے ہی رو رہا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے عرض کیا یا

اللہ رب العزت! تیرا بندہ تیرے خوف سے رو رہا ہے، اللہ رب العزت نے کہا اے موسیٰ! اگر آنسو کے راستے اس کا دماغ باہر نکل آئے اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ ٹوٹ جائیں تب بھی میں اسے نہیں بخشوں گا یہ دنیا سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص میں چھ عادتیں پائی جاتی ہیں وہ نارِ جہنم سے دور اور جنت کا مطلوب ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت کو پہچان کر اس کی عبادت کی۔
۲۔ شیطان کو پہچان کر اس کی مخالفت کی۔
۳۔ حق کو پہچان کر اس کی اتباع کی۔
۴۔ باطل کو پہچان کر اس سے اجتناب کیا۔
۵۔ دنیا کو پہچان کر اسے ترک کر دیا۔
۶۔ آخرت کو پہچان کر اس کا طلب گار رہا۔

حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت نے ان لوگوں پر رحم فرمایا جن کے پاس دنیا امانت کے طور پر آئی اور انہوں نے اسے خیانت کے بغیر لوٹا دیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہلکے پھلکے ہو کر چلے۔ مزید فرمایا جو تجھے دین کی طرف رغبت دلائے اسے قبول کر لے اور جو تجھے دنیا کی طرف رغبت دلائے اسے اس کے گلے میں ڈال دے۔

حضرتِ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ یہ دنیا بہت گہرا سمندر ہے، اس میں بہت لوگ غرق ہو گئے ہیں، اس سے گزرنے کے لئے خوفِ خدا کی کشتی بنا جس میں بھراؤ ایمانِ خداوندی کا ہو اور اسے توکل کے راستوں پر چلا تا کہ نجات پا جائے ورنہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔

حضرتِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں اس ارشادِ ربانی میں بہت غور کرتا ہوں۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (الکہف:۷۔۸)

''بلاشبہ ہم نے زمین کی چیزوں کو زمین کے لئے زینت بنا دیا ہے تا کہ آزمائیں کون نیک عمل کرتا ہے اور ہم ان چیزوں کو بنجر نا قابل زراعت بنانے والے ہیں۔''

ایک حکیم کا قول ہے کہ تجھے دنیا میں جو کچھ ملا ہے تجھ سے پہلے بھی کچھ لوگ اس کے مالک بنے تھے اور تیرے بعد بھی اور لوگ اس کے مالک بنیں گے، تیرے لئے دنیا میں صبح و شام کی روٹی ہے، اس روٹی کے لئے خود کو ہلاکت میں نہ ڈال، دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت پر افطار کر، دنیا کا مال خواہشات ہیں اور ان کا منافع نارِ جہنم ہے۔

کسی راہب سے زمانہ کے متعلق پوچھا گیا، اس نے جواب دیا یہ جسموں کو پرانا کرتا ہے، امیدیں بڑھاتا ہے، موت کو قریب کرتا ہے اور آرزوؤں کو دور کر دیتا ہے، دنیا والوں کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا جس نے دنیا کو پالیا وہ دکھ میں مبتلا ہوا اور جس نے اسے نہ پایا وہ مصیبت میں گھر گیا اسی لئے کہا گیا ہے۔

وَمَنْ يَحْمَدُ الدُّنْيَا لِعَيْشٍ يَسُرُّهٗ
فَسَوْفَ لَعُمْرِیْ عَنْ قَلِيْلٍ يَلُوْمُهَا

''جو دنیاوی عیش و عشرت کے سبب اس کی تعریف کرتا ہے مجھے زندگی کی قسم عنقریب وہ اسے برا بھلا کہے گا۔''

اِذَا اَدْبَرَتْ كَانَتْ عَلَى الْمَرْءِ حَسْرَةً
وَاِنْ اَقْبَلَتْ كَانَتْ كَثِيْرَةٌ هَمُوْمُهَا

''جب دنیا چلی جاتی ہے تو حسرت چھوڑ جاتی ہے اور جب آتی ہے تو بہت سے غم ساتھ لے کر آتی ہے۔''

ایک دانا کا قول ہے، دنیا تھی اور میں نہیں تھا، یہ دنیا رہے گی اور میں نہیں رہوں گا، میں اس کی پروا نہیں کرتا ہوں کیونکہ اس کی زندگی قلیل ہے، اس کی صفا میں بھی کدورت ہے، اس میں رہنے والے اس کے زائل ہونے، مصیبت کے نازل ہونے اور موت کے آنے سے سخت خوفزدہ رہتے ہیں۔

ایک اور دانا کا قول ہے، دنیا انسان کو اس کی منشاء کے مطابق نہیں ملتی، یا تو زیادہ ملتی ہے یا پھر کم۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تم دنیا کی نعمتوں کو دیکھو وہ اپنی برائی کی وجہ سے ہمیشہ نالائقوں کے پاس ہی ہوتی ہیں۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب کسی طالب دنیا کو دنیا ملتی ہے تو

وہ زیادہ کی تمنا کرتا ہے اور جب کسی طالب آخرت کو آخرت کا اجر ملتا ہے تو وہ زیادہ کی تمنا کرتا ہے نہ اس کی تمنا ختم ہوتی ہے اور نہ اس کی تمنا ختم ہوتی ہے۔

ایک شخص نے ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ سے دنیا کی محبت کا شکوہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ آپ نے کہا جو کچھ تم کو اللہ رب العزت نے دیا ہے اس میں سے صرف رزقِ حلال لے لو اور اسے صحیح مصرف میں خرچ کر، اس طرح تم کو دنیا کی محبت کوئی نقصان نہیں دے گی اور آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اگر تو نے اپنے نفس کو اس سے لگایا تو یہ تجھے ایسی تکلیف میں ڈال دے گی کہ تو دنیا سے تنگ ہو جائے گا اور اس سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا شیطان کی دکان ہے اس میں سے کچھ نہ لو، اگر تم نے کچھ لے لیا تو شیطان تلاش کرتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر دنیا مٹ جانے والے سونے اور آخرت باقی رہنے والی ٹھیکری کی ہوتی، تب بھی فانی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو ترجیح دینا مناسب ہوتا چہ جائیکہ یہ دنیا ٹھیکری ہے اور آخرت خالص سونا ہے مگر ہم نے پھر بھی دنیا کو پسند کر لیا ہے۔

حضرتِ ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ طلبِ دنیا سے بچو، میں نے سنا ہے جو شخص دنیا کی توقیر کرتا ہے، قیامت کے دن اسے بارگاہِ خداوندی میں کھڑا کر کے کہا جائے گا، یہ اس چیز کی عزت کرتا تھا جسے اللہ رب العزت نے ذلیل پیدا کیا تھا۔

حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اس دنیا میں ہر شخص بطور مہمان ہے اور یہاں کی ہر چیز مستعار ہے مہمان آخر کوچ کر جاتا ہے اور مستعار چیز واپس کرنی پڑتی ہے۔

وَمَا الْمَالُ وَالْاَهْلُوْنَ اِلَّا وَدِيْعَةٌ
وَلَا بُدَّ يَوْمًا اَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

''یہ مال اور اولاد مستعار چیزیں ہیں انہیں ایک دن یقیناً واپس کرنا ہے۔''

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے یہاں ان کے ساتھی جمع ہوئے اور دنیا کی مذمت کا ذکر چھیڑ دیا۔ آپ نے کہا چپ ہو جاؤ، دنیا کا ذکر نہ کرو شاید تمہارے دلوں کے کسی گوشے میں دنیا کی محبت ضرور موجود ہے کیونکہ جس شخص کو جس چیز سے محبت ہو جاتی ہے وہ اکثر اس کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے دنیا کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيقِ دِيْنِنَا
فَلَا دِيْنُنَا يَبْقٰى وَلَا مَانُرَقِّعُ

''ہم نے دنیا کے لئے دین کو پارہ پارہ کر دیا مگر نہ دنیا ملی اور نہ دین باقی رہا۔''

فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ آثَرَ اللّٰهَ رَبَّهٗ
وَجَادَ بِدُنْيَاهُ لِمَا يَتَوَقَّعُ

''وہ بندہ خوش نصیب ہوتا ہے جس نے اللہ رب العزت کی طرف توجہ کی اور دنیا کو بہتر آخرت کی امید میں صرف کر دیا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اَرٰى طَالِبَ الدُّنْيَا وَاِنْ طَالَ عُمْرُهٗ
وَنَالَ مِنَ الدُّنْيَا سُرُوْراً وَّاَنْعُمَا

''دنیا کے طلب گار کی اگرچہ طویل عمر ہو اور اسے ہر قسم کا عیش و نشاط میسر ہو۔''

كَبَانٍ بَنٰى بُنْيَانَهٗ فَاَقَمَّهٗ فَلَمَّا
اسْتَوٰى مَاقَدْ بَنَاهُ تَهَدَّمَا

''مگر میں اسے اس شخص جیسا سمجھتا ہوں جس نے ایک عمارت بنائی اور وہ عمارت مکمل ہوتے ہی زمین بوس ہو گئی ہو۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

هَبِ الدُّنْيَا تُسَاقُ اِلَيْكَ عَفْوًا
اَلَيْسَ مَصِيْرُ ذَاكَ اِلٰى اِنْتِقَالِ

''یہ دنیا آخر کسی اور کی طرف منتقل ہو جائے گی، اسے راہِ خدا میں خرچ کر دے، تجھے بخشش سے ہمکنار کرا دے گی۔''

وَمَا دُنْيَاكَ اِلَّا مِثْلُ فَيْءٍ
اَظَلَّكَ ثُمَّ آذَنَ بِالزَّوَالِ

''تیری دنیا سائے کی طرح ہے، کچھ دیر تیرے اوپر سایہ فگن رہے گی اور پھر ڈھل جائے گی۔''

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے! دنیا کو آخرت کے لئے بیچ دے دونوں طرف سے نفع اٹھائے گا اور آخرت کو دنیا کے لئے نہ بیچ کہ دونوں طرف سے نقصان میں رہے گا۔

جناب مطرف بن شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بادشاہوں کے عیش و نشاط اور نرم و نازک لباس کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ دنیا سے کتنی جلدی جارہے ہیں اور کیسا برا ٹھکانا ان کو ملے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اللہ رب العزت نے دنیا کے تین حصے کئے ہیں، ایک حصہ مومن کے لئے، دوسرا منافق کے لئے اور تیسرا حصہ کافر کا ہے۔ مومن اسے زادِ راہ بناتا ہے، منافق زیب و زینت کرتا ہے اور کافر اس سے نفع اندوز ہوتا ہے۔

بعض صالحین کا قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ کتوں کی زندگی بسر کرنے پر تیار ہے، اسی لئے کہا گیا ہے۔

یَاخَاطِبَ الدُّنْیَا اِلٰی نَفْسِھَا
تَنَحَّ عَنْ خِطْبَتِھَا تَسْلَمْ

''اے دنیا کو اپنے قریب بلانے والے تو اسے نہ بلا، سلامت رہے گا۔''

اِنَّ الَّتِیْ تَخْطُبُ غَدَّارَۃٌ
قَرِیْبَۃُ الْعُرْسِ مِنَ الْمَاثَمِ

''جس دھوکہ باز کو تم اپنے پاس بلا رہے ہو وہ ہیبت ناک اور گناہ سے معمور چیز ہے۔''

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت کے یہاں دنیا کی بے قدری اس لئے ہے کہ ہر گناہ اس میں پروان چڑھتا ہے اور اس سے کنارہ کشی کئے بغیر اللہ رب العزت کی نعمتوں کو نہیں پایا جاسکتا، اسی لئے کہا گیا ہے۔

اِذَا امْتَحَنَ الدُّنْیَا لَبِیْبٌ تَکَشَّفَتْ
لَہٗ عَنْ عَدُوٍّ فِیْ ثِیَابِ صَدِیْقِ

''جب دانا نے دنیا کو جانچا تو اسے دوست کے لباس میں ایک دشمن نظر آیا۔''

اسی موضوع پر چند اشعار یہ بھی ہیں۔

يَارَاقِدَ اللَّيْلِ مَسْرُوْراً بِأَوَّلِهٖ
اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ يَطْرُقْنَ أَسْحَارًا

''اے اول رات میں خوش خوش سونے والے! حوادثاتِ زمانہ کبھی رات کے آخری حصہ میں بھی نازل ہوتے ہیں۔''

أَفْنَى الْقُرُوْنَ الَّتِيْ كَانَتْ مُنْعِمَةً
كَرُّ الْجَدِيْدَيْنِ اِقْبَالًا وَاِدْبَارًا

''دن رات کی گردش نے ان صدیوں کو بھی فنا کر دیا جو خوشحالی میں بے مثال تھیں۔''

كَمْ قَدْ اَبَادَتْ صُرُوْفُ الدَّهْرِ مِنْ مَلِكٍ
قَدْ كَانَ فِي الدَّهْرِ نَفَّاعًا وَضَرَّارًا

''گردشِ دوراں نے ایسے کتنے ملکوں کو ویران کر دیا جو زمانہ میں سکھ دکھ دینے والے تھے۔''

يَامَنْ يُعَانِقُ الدُّنْيَا لَا بَقَاءَ لَه
يُمْسِيْ وَيُصْبِحُ فِي دُنْيَاهُ صَفَّارًا

''اے فانی دنیا کو گلے لگانے والے! تو نے صبح وشام سفر کیا ہے۔''

هَلَّا تَرَكْتَ مِنَ الدُّنْيَا مُعَانَقَهُ
حَتّٰى تُعَانِقَ فِي الْفِرْدَوْسِ اَبْكَارًا

''تو نے دنیا سے تعلق ختم کیوں نہیں کیا تاکہ جنت الفردوس میں عقب مآب حوروں سے ہم آغوش ہوسکتا۔''

اِنْ كُنْتَ تَبْغِيْ جِنَانَ الْخُلْدِ تَسْكُنُهَا
فَيَنْبَغِيْ لَكَ اَنْ لَا تَأْمَنَ النَّارَ

''اگر تو جنت میں سکونت کا خواہش مند ہے تو تجھے نارِ جہنم سے بے خوف نہیں ہونا

چاہیئے۔''

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو شیطان اپنے لشکر کے پاس آیا۔انہوں نے شیطان سے کہا ایک نبی مبعوث ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کی امت بھی ہے۔شیطان نے پوچھا کیا وہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! شیطان نے کہا پھر تو کوئی پروا نہیں اگر وہ بتوں کو نہیں پوجتے تو نہ پوجیں ہم انہیں تین باتوں میں پھنسائیں گے، دوسرے کی چیز لے لینا، غیر پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرنا اور لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا یہی تین چیزیں تمام برائیوں کی بنیاد ہیں۔

ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دنیا کی تعریف پوچھی آپ نے فرمایا میں اس گھر کی کیا تعریف کروں جس کا صحت مند اصل میں بیمار، جس کا بے خوف پشیمان، جس کا مفلس غمگین، جس کا مالدار مصائب میں مبتلا ہو اور جس کے حلال کا حساب ہو، حرام پر عذاب ہو اور مشکوک پر ملامت ہو، یہی بات آپ سے دوسری مرتبہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا وضاحت سے بیان کروں یا مختصر جواب دوں؟ عرض کیا گیا مختصراً فرمایئے۔آپ نے فرمایا اس کے مالِ حلال کا حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زبردست جادوگر سے بچو جو علماء کے دلوں پر بھی جادو چلا لیتی ہے اور فرمایا گیا وہ جادوگر دنیا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب دل میں آخرت کا تصور بسا ہوا ہو تو دنیا اس سے مزاحمت کرتی ہے اور جب دل میں دنیا کا تصور جاگزیں ہو تو آخرت کوئی مزاحمت نہیں کرتی اس لئے کہ آخرت کے تصورات کریمانہ ہیں اور دنیاوی وساوس انتہائی جاہلانہ ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ہمارے خیال میں اس سلسلہ میں جناب یسار بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ کی بات زیادہ دانش مندانہ ہے۔انہوں نے کہا ہے دنیا اور آخرت دونوں دل میں جمع ہوتی ہیں پھر ان میں جو غالب آجائے دوسرا فریق اس کا تابع بن جاتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے تم جس قدر دنیا کے لئے غمگین ہوتے ہو اسی قدر آخرت کا غم کیوں ہو جاتا ہے اور جس قدر آخرت کا غم کھاتے ہو اسی قدر دنیا کا غم مٹ جاتا ہے۔آپ کا یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، ایک کو جتنا راضی کرو گے دوسری اتنی ہی ناراض ہوگی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے بخدا رب نے ایسی قومیں بھی پیدا کی ہیں جن کے سامنے یہ دنیا مٹی کی طرح بے وقار تھی، انہیں دنیا کے آنے جانے کی کوئی پرواہ ہیں تھی چاہے وہ اس کے پاس ہو یا اس کے پاس ہو۔ کسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس کو اللہ رب العزت نے مال دیا ہے، وہ اس سے راہِ خدا میں دیتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے کیا ایسا شخص تلاشِ معاش کرے تا کہ کچھ اور دنیا حاصل کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اگر ساری دنیا اسی کے دامن میں سمٹ آئے تب بھی اس کے لئے بس ایک دن کی روزی ہوگی۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر مجھے ساری دنیا کسبِ حلال کی صورت میں مل جائے مگر آخرت کی بھلائی اس میں نہ ہو تو میں اس سے اس طرح دامن بچا کے نکل جاؤں گا جیسے تم مردار سے دامن بچا کے نکل جاتے ہو۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کی مملکت میں داخل ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی پر آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے جس کی نکیل رسی کی تھی، سلام و دعا کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے خیمہ میں تشریف لائے، وہاں اونٹ کے پالان، تلوار اور ڈھال کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کوئی اور سامان بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمارے آرام کے لئے یہی کچھ کافی نہیں ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دنیا کی محبت میں ڈوب کر بنی اسرائیل نے اللہ رب العزت کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت شروع کی تھی۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بدن کے لئے دنیاوی غذا حاصل کرو اور دل کے لئے اخروی غذا کی تلاش کرو۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا قول ہے میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ دنیا عقلمندوں کے لئے مالِ غنیمت اور جاہلوں کے لئے سامانِ غنیمت ہے، انہوں نے اس کی حقیقت نہ جانی یہاں تک کہ دنیا سے کوچ کر گئے، جب وہاں ان پر اس کی حقیقت منکشف ہوئی تو انہوں نے واپسی کا سوال کیا جو نامنظور ہوا۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے! اگر تو نے دنیا سے بے توجہی برتی اور آخرت کی طرف متوجہ رہا تو ایسے گھر کے قریب پہنچ گیا جو اس گھر سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت سعید بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کی دنیا بڑھ رہی ہو اور آخرت کم ہو رہی ہو مگر وہ اس بات پر راضی ہو تو سمجھ لو کہ وہ شخص فریب خوردہ ہے کہ اس کی صورت مسخ کی جا رہی ہے اور اسے محسوس بھی نہیں ہو رہا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا بخدا! میں نے تم جیسی قوم نہیں دیکھی جس چیز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کنارہ کش رہے، تم اس میں مگن ہو بخدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے تین دن کبھی نہیں گزرے کہ ان پر ان کے مال سے زیادہ قرض نہ ہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ آیت فَلَا یَغُرَّنَّکُمُ الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا پڑھ کر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کس کا فرمان ہے؟ یہ خالق دنیا، مالک دنیا رب تعالیٰ کا فرمان ہے، خود کو دنیا کی مشغولیت سے بچاؤ دنیا میں بہت سے شغل ہیں اگر انسان دنیا کے کسی شغل کا دروازہ کھول دیتا ہے تو اس پر دنیا کے دس اور دروازے خود بخود وا ہو جاتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ انسان کتنا مسکین ہے ایک ایسے گھر پر راضی ہو گیا ہے جس کے حلال کا حساب ہو گا اور حرام پر عذاب! اگر وہ کسبِ حلال سے دنیا حاصل کرتا ہے تو قیامت کے دن اس سے اس کا حساب لیا جائے گا اور اگر مالِ حرام کھاتا ہے تو عذاب میں مبتلا ہو گا انسان مال کو کم سمجھتا ہے مگر افسوس کہ عمل کو کم نہیں سمجھتا دینی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اور دنیاوی مصیبت پر فریاد وفغاں کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں بعد از تسلیمات تحریر فرمایا کہ تم آخری انسان ہو جنہوں نے موت کا پیالہ پیا آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا بعد از تسلیم گویا تم دنیا میں کبھی نہیں رہے اور ہمیشہ آخرت میں رہے ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا میں آنا آسان ہے مگر اس سے نکلنا سخت مشکل ہے۔

بعض صوفیاء کا قول ہے کہ اس شخص پر انتہائی تعجب ہے جو موت کو حق سمجھتے ہوئے بھی مسرور ہے جہنم کو یقینی سمجھتے ہوئے بھی ہنستا ہے، دنیا کی ہلاکتوں کو دیکھتے ہوئے بھی مطمئن ہے، تقدیر خدا کو یقینی سمجھتے ہوئے بھی غمگین ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نجران کا ایک ایسا شخص آیا جس کی عمر دو سو سال تھی، آپ نے پوچھا تو نے دنیا کو کیسے پایا؟ کہنے لگا بری بھی ہے، بھلی بھی ہے، دن کے بدلے دن اور رات کے بدلے رات، اس کی برائی اور بھلائی برابر رہتی ہے، بچہ پیدا ہوتا اور اسے ہلاک کرنے والے ہلاک کر دیتا ہے اگر نئی مخلوق پیدا نہ ہوتی رہتی تو مخلوق بہت پرانی اور ویران ویران سی ہو جاتی اور اگر ہلاک کرنے والا نہ ہوتا تو یہ دنیا مخلوق سے بھر جاتی اور اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا کچھ مانگنا ہو تو مانگو، اس نے جواب

دیا میری گذشتہ عمر لوٹا دیجئے یا اجل مقررہ کو ٹال دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ چیزیں تو میرے دائرہ اختیار میں نہی ہیں اس شخص نے جواب دیا پھر آپ سے مجھے کچھ اور مانگنا نہیں ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اے انسان! تو امیدوں کو پا کر خوش ہو رہا ہے حالانکہ تیری اجل قریب آ گئی ہے اور تو نے نیک اعمال میں تاخیر کی ہے گویا یہ تیرے نہیں کسی اور کے کام آتے۔

حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ رب العزت سے دنیا مانگتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت دیر تک حساب کے لئے ٹھہرنے کا سوال کرتا ہے۔ حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو تجھے مسرور کرے مگر اللہ رب العزت نے اس میں ایک ایسی صفت بھی رکھ دی ہے جو تجھے بری معلوم ہوگی۔ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر انسان دل میں تین حسد لے کر مرتا ہے ایک یہ کہ وہ اپنے جمع کردہ مال سے سیر ہوتا اور نہیں ہوا، دوسرے یہ کہ اپنی امیدوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہو مگر نہ پہنچا سکا اور تیسرے یہ کہ وہ آخرت کے لئے نیک عمل بھیجتا، اور نہ بھیج سکا۔

ایک بندہ مومن سے کسی نے کہا کہ میں نے غنا کو پالیا ہے اس نے کہا جس نے خود کو دنیا کی غلامی سے آزاد کر لیا حقیقی مالداری اسی نے پائی۔

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیوی خواہشات سے وہی رکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ہم نے محبت دنیا میں ایک دوسرے سے صلح کر لی ہے ہم میں سے کوئی کسی کو نہ حکم دیتا ہے نہ منع کرتا ہے حالانکہ اللہ رب العزت نے ہمیں اس چیز کا حکم نہیں فرمایا کیا خبر ہم کس قسم کے عذاب میں مبتلا ہونگے۔ حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا کو معمولی سی محبت بھی آخرت سے کافی بے توجہی پیدا کر دیتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی بے قدری کرو، یہ اپنی بے قدری کرنے والوں پر بہت آسان ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جب اللہ رب العزت کسی بندہ کی بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دنیا کا عطیہ دیتا ہے، جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو اور دے دیتا ہے اور جب بندہ دنیا کو حقیر سمجھنے لگتا ہے تو اللہ رب العزت اسے بے اندازہ مال و دولت دے دیتا ہے۔

ایک صالح اپنی دعا میں کہا کرتے تھے۔

یَامُمْسِكَ السَّمَاءِ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِكَ اَمْسِكِ الدُّنْيَا عَنِّیْ

''اے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکنے والے! مجھ سے دنیا کو روک لے۔''

جناب محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص بھی ہوں گے جنہوں نے زندگی کے دن روزوں میں اور راتیں عبادت میں گزاری ہوں گی، راہِ خدا میں مال و دولت خرچ کیا ہوگا، راہ خدا میں جہاد کیا ہوگا اور منکرات سے اپنا دامن بچایا ہوگا مگر ان کے بارے میں کہا جائے گا یہ وہ ہیں جنہوں نے رب کی حقیر کردہ چیز کو بہت بڑا سمجھا تھا اور رب کی باعظمت چیزوں کو انہوں نے حقیر سمجھا تھا، ذرا سوچو تو سہی ہم میں کتنے ایسے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا نہیں ہیں، علاوہ ازیں گناہوں کے گوہ گراں کا بار بھی ہماری گردنوں پر موجود ہے۔

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کے حصول میں دشواریاں ہیں، فرق یہ ہے کہ آخرت کے حصول میں آپ کسی کو مدگار نہیں پائیں گے مگر دنیا کے حصول میں جب بھی کسی چیز کی جانب ہاتھ بڑھاؤ گے تو دوسرے بدبخت کو اپنے سے پہلے موجود پاؤ گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے جب سے دنیا کو پیدا کیا ہے وہ زمین و آسمان کے درمیان پرانے مشکیزے کی طرح لٹکی ہوئی ہے اور اسی طرح قیامت تک لٹکتی رہے گی، جب وہ اللہ رب العزت سے سوال کرتی ہے اے اللہ رب العزت! تو نے مجھے کیوں ناپسند فرمایا ہے؟ تو رب کریم فرماتا ہے اے ناچیز خاموش رہ!

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے دل کو اپنا شکار بنالیا ہے اب اس میں بھلائی کیسے پہنچ سکتی ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس شخص کا دل کسی دنیاوی چیز سے خوش ہوگیا وہ دانائی سے مٹ گیا اور جس نے دنیاوی خواہشات کو اپنے پیروں تلے روند دیا، شیطان اس کے سائے سے بھی بھاگتا ہے اور جس کا علم خواہشات پر غالب آگیا حقیقت میں وہی غالب ہے۔

حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ فلاں آدمی مر گیا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس

نے دنیا کو جمع کیا اور آخرت کو ضائع کر دیا، لوگوں نے کہا وہ تو یہ نیکیاں کیا کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کے دل میں دنیا کی محبت ہو اسے نیکی نفع نہیں پہنچاتی۔ ایک صالح کا قول ہے کہ دنیا ہم سے نفرت کرتی ہے مگر ہم اس کے پیچھے بھاگتے ہیں اگر وہ بھی ہم سے محبت کرتی تو خدا جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ ایک دانا سے پوچھا گیا کہ دنیا کس کی ہے؟ کہا جس نے اسے چھوڑ دیا، پوچھا گیا آخرت کس کی ہے؟ فرمایا جس نے اسے طلب کیا۔ ایک اور دانا کا قول ہے کہ دنیا ایک ویران گھر ہے اور وہ دل دنیا سے بھی زیادہ ویران ہے جو اس کی جستجو میں سرگرداں ہے۔ جنت ایک آباد گھر ہے وہ دل جنت سے بھی زیادہ ویران ہے جو اس کی جستجو میں سرگرداں ہے، جنت ایک آباد گھر ہے وہ دل جنت سے بھی زیادہ آباد ہے جو اسے طلب کرتا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں حق گو انسانوں میں سے تھے، انہوں نے اپنے بھائی کو خوف خدا کی نصیحت کی اور فرمایا اے بھائی! یہ دنیا لغزش کی جگہ اور رسوا کرنے والا گھر ہے اس کی آبادی ویرانی کی طرف اور اس میں رہنے والے قبروں کی طرف جا رہے ہیں، اس کی قلیل چیز بھی جدا ہونے والی ہے اس کا تمول مفلسی کی طرف رواں دواں ہے اس کی کثرت قلت ہے اور اس کی مفلسی میں مالداری ہے اللہ رب العزت کی طرف توجہ کر اور اس کے عطا کردہ رزق پر راضی ہو جا جنت کو دنیا میں گروی نہ رکھ کیونکہ تیری زندگی ڈھلتا ہوا سایہ اور گرتی ہوئی دیوار ہے لہٰذا عمل زیادہ کر اور امیدیں کم کر دے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا کہ تو خواب کے ایک درہم کو یا بیداری کے ایک دینار کو اچھا سمجھتا ہے؟ اس نے کہا بیداری کے ایک دینار کو اچھا سمجھتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ دنیا کے ساتھ تیری محبت خواب کی محبت ہے اور آخرت کے ساتھ محبت بیداری کی محبت ہے۔ اسماعیل بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمارے دوست دنیا کو خنزیر کا نام دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم سے دور رہ! اگر انہوں نے دنیا کے لئے اس سے برا نام پایا ہوتا تو ضرور اس کا نام وہی رکھتے۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تم نے دنیا سے اتنی محبت کی ہے کہ اسے پوجنے لگے ہو۔ حضرت یحییٰ بن معاذ الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دانا تین چیزیں ہیں۔ جس نے دنیا کو چھوڑنے سے پہلے دنیا کو ترک کر دیا۔ قبر میں جانے سے پہلے اسے بنا لو۔ بارگاہِ رالعزت میں

حاضری سے پہلے اسے راضی کر لیا۔ مزید فرمایا دنیا کی تمنا ہی انسان کو اللہ رب العزت کی عبادت سے روک دیتی ہے چہ جائیکہ انسان سراپا دنیا کا ہی ہو جائے۔ حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کے ساتھ دنیا سے بے پروائی برتنا چاہتا ہے وہ شخص آگ کو بھوسے سے بجھا رہا ہے۔ حضرت بندار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب تو دنیا سے کنارہ کشی کی باتیں کرنے والے دنیا داروں کو دیکھے تو سمجھ لینا کہ یہ شیطان کے مرید ہیں۔ مزید فرمایا جو دنیا کی طرف متوجہ ہوا اس کے شعلے (حرص) نے اسے راکھ کر دیا جو آخرت کی طرف متوجہ ہوا اس کے شعلوں نے اسے کندن کا ایک ٹکڑا بنا دیا اور جس نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اس کی وحدت کی آگ نے اسے بے مثال ہیرا بنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، دنیا کی چھ چیزیں ہیں کھانے کی، پینے کی، پہننے کی، سوار ہونے کی، شادی کرنے کی اور سونگھنے کی، سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے اور وہ مکھی کا لعاب ہے، پینے کی سب سے عمدہ چیز پانی ہے اور اس میں سب اچھے برے شریک ہیں۔ پہننے کی سب سے عمدہ چیز ریشم ہے اور وہ کپڑے کا بنا ہوا ہے سب سے بہتر سواری گھوڑے کی ہے اور اسی پر انسان کو قتل کیا جاتا ہے، شادی کے لئے عورت عمدہ چیز ہے مگر یہ محل مباشرت کے سوا کچھ نہیں، عورت کی سب سے عمدہ چیز چہرے کو سنوارا اور سب سے بری چیز فرج کو چاہا جانا ہے، سونگھنے والی چیزوں میں مشک سب سے عمدہ ہے اور یہ خون ہوتا ہے بس سمجھ لو کہ دنیا کیا چیز ہے۔

☆☆☆

باب 32:

مذمت دنیا

ایک بزرگ کا کہنا ہے، نیک عمل کرنے میں پیش پیش رہو۔ اللہ رب العزت سے ڈرتے رہو، جھوٹی امیدوں میں نہ پڑو، موت کو نہ بھولو اور دنیا سے رغبت نہ رکھو کیونکہ یہ فریبی اور مکار ہے جس نے دھوکہ دے کر راہِ خدا سے دور کر دیا، اس کی جھوٹی امیدوں نے تمہیں آزمائش میں ڈال دیا اور یہ تمہارے سامنے انتہائی حسین شکل میں بے پردہ دلہن بن کر آتی ہے، آنکھیں اسے دیکھتی ہیں، دل اس پر فدا ہیں اور روحیں اس کی فریفتہ ہیں مگر اس نے کتنے عاشقوں کو قتل کر دیا اور اپنے پروانوں کو ذلت و رسوائی کے گڑھوں میں دھکیل دیا ہے؟ تم اسے نگاہِ حقیقت بین سے دیکھو تو معلوم ہوگا، یہ مصائب کا گھر ہے، اس کے خالق نے بھی اس کی مذمت کی ہے اس کا ہر نیا پرانا ہو جائے گا اس کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، اس کا معزز، ذلیل ہو جاتا ہے اس کی کثرت قلت میں تبدیل ہو جاتی ہے اس کی محبت فنا ہو جاتی ہے اس کی بھلائی گزر جاتی ہے۔ اللہ رب العزت تم پر رحمت کرے، غفلت سے جاگو، اس کی میٹھی نیند سے بیدار ہو جاؤ قبل اس کے کہ کہا جائے فلاں بیمار ہے یا اسے جان کے لالے پڑے ہیں، کوئی ایسی دوا یا ایسا طبیب ہے جو اسے شفا دے، پھر طبیب کو بلایا جائے اور وہ تیری زندگی کے بارے میں ناامیدی کا اظہار کرے، پھر کہا جائے کہ فلاں نے اپنی دولت کا حساب لگا کر وصیت کر دی ہے پھر کہا جائے اس کی زبان بند ہوگئی ہے اور وہ اپنے عزیزوں سے بات نہیں کر سکتا اور ہمسائیوں کو نہیں پہچان سکتا ہے، اس وقت تیری پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئیں، تیری آہ و بکا سنائی دے، موت پر تیرا یقین راسخ ہو جائے، تیری نگاہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے، تیرے اندیشے سچ ثابت ہوں، تیری زبان گنگ ہو جائے، تیرے عزیز رونے لگیں اور تجھ سے کہا جائے یہ تیرا فلاں بیٹا ہے، یہ تیرا فلاح بھائی ہے مگر تو ان سے گفتگو نہ کر سکے، تیری زبان پر مہر لگ جائے تو اسے ہلا نہ سکے پھر تجھ پر موت طاری ہو، تیرے تمام اعضاء سے روح نکالی جائے اور اسے آسمان کی طرف لے جایا جائے اس وقت تیرے بھائی تجھ پر جمع ہو جائیں، تیرے لئے کفن لایا جائے، پھر تجھے نہلا کر کفن پہنایا جائے، تیری تمام

امیدیں منقطع ہو جائیں اور تیرے دشمن سکون کا سانس لیں، تیرے اہل خانہ تیرے مال کی طرف متوجہ ہوں اور تو اپنے اعمال کی سزا پانے کے لئے تنہا رہ جائے۔

ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے کہا کہ دنیا کی مذمت اور اسے چھوڑ دینے کا لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو مالدار ہے اور دولت کے بل بوتے اپنے کام انجام دے رہا ہے، ہوسکتا ہے اس کے مال پر کوئی آفت نازل ہو کر اسے محتاج کرنے یا کوئی آفت اس کی جمع کردہ پونجی اور اس کے درمیان تفرقہ ڈال دے یا کوئی بادشاہ اس کے مال و دولت کو پامال کرتا ہوا گزر جائے یا کوئی تکلیف اس کے جسم میں سرایت کر جائے یا دنیا کی کوئی جان سے پیاری چیز اسے دوستوں کی نظروں میں گرا دے اور بایں طور پر بھی دنیا لائقِ مذمت ہے کہ یہ جو کچھ دیتی ہے واپس لے لیتی ہے یہ ایک ہی وقت میں دو دو آدمیوں سے محبت کرتی ہے، یہ ہنسنے والوں پر ہنستی اور رونے والوں پر روتی ہے، دیتے وقت واپسی کا تقاضا بھی کر دیتی ہے، آج مالداروں کے سر پر تاج رکھتی ہے اور کل اسے مٹی میں چھپا دیتی ہے چاہے جانے والا اسی کے غم میں مر گیا ہو اور زندہ اسی کے لئے زندہ ہو، وہ ہر جانے والے کے وارث کے گلے میں مل جاتی ہے اور کسی تغیر و تبدل کی پرواہ نہیں کرتی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو لکھا یہ دنیا کوچ کی جگہ ہے، ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو سزا کے طور پر اس پر اتارا گیا ہے اس لئے امیر المومنین اس سے دور دور رہئے۔ اس دنیا کا توشہ اس کو چھوڑ دینا، اس کی سرمایہ داری فقر و فاقہ ہے، ہر وقت اپنے چاہنے والوں کو قتل کرتی رہتی ہے، عزت والے کو ذلیل اور مالدار کو فقیر بنا دیتی ہے یہ زہر ہے جسے انسان بے خبری میں کھا کر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے، اس میں جراحت کا علاج کرنے والے مجروح کی طرح طویل دکھ سے بچنے کے لئے کچھ دیر صبر کیجئے، اور طویل بیماری سے بچنے کے لئے کچھ لمحوں تک علاج کی شدت برداشت کیجئے اور اس فریبی دھوکہ باز سے جو خوب بن ٹھن کر جلوہ نما ہوئی ہے اور مکر کا جال پھیلائے ہوئے ہے جھوٹی امیدوں کی فراوانی ساتھ لائی ہے اور ایک ایسی دلہن کا انداز اپنائے ہے جسے آنکھیں دیکھنا چاہتی ہیں، جس کے دل شیدائی ہیں اور جانیں اس پر فدائی ہیں اور یہ تمام چاہنے والوں کو ختم کرتی چلی آئی ہے اور مٹاتی چلی جائے گی کیا کوئی عقلمند اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتا؟ جب اس کا کوئی عاشق اسے پالیتا ہے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور اس سے کامل شغف

کے باعث اپنی آخرت کو بھی بھول جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور وہ دائمی حسرت میں گرفتار ہو جاتا ہے، اس پر موت کی سختیاں اور دکھ طاری ہوتے ہیں، کما حقہ نہ پانے کی حسرت اور مطلوب تک رسائی حاصل نہ کر سکنے کا افسوس اسے اور زیادہ دکھی بنا دیتا ہے، اس کی روح شدید دکھ کے عالم میں بغیر کسی زادِ راہ کے نکلتی ہے اور اس کے قدم کہیں نہیں ٹکتے۔ امیر المومنین! اس سے بچتے رہے کیونکہ دنیا دار حب اس کی مسرت میں ڈوب جاتا ہے تو وہ اسے دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے اس میں نقصان پانے والا فریب زدہ ہے اس میں نفع پانے والا دوہرا فریب خوردہ ہے کیونکہ اس کی وسعت مصائب تک جا پہنچی ہے، اس کا وجود آمادہ فنا ہے اس کی خوشی دکھوں میں لپٹی ہوئی ہے جو اس کا ہو جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا اور انجام سے بے خبر رہتا ہے، اس کی امیدیں جھوٹی تمنائیں باطل، اس کا صاف، گدلا، اس کی عیش مختصر ہے، انسان اگر غور کرے تو وہ اس کے خطرات میں گھرا ہوا ہے اس کی نعمتیں پُر خطر اور اس کے غم ہولناک ہیں، اللہ رب العزت نے اس کے تنبیہ کی ہے اور نصیحت فرمائی ہے اللہ رب العزت کے ہاں اس کی کوئی قدر نہیں اور نہ اللہ رب العزت نے اس پر کبھی رحمت کی نظر ڈالی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خزانے اوان کی کنجیاں پیش کی گئیں مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ رب العزت کے یہاں اس کی حیثیت مچھر کے پر سے بھی کم ہے۔ اگر آپ سے قبول فرما لیتے تب بھی اللہ رب العزت کے خزانوں میں کوئی فرق نہ آتا دیکھنا! کہیں اس کی محبت میں حکم خدا کی مخالفت نہ ہو، اس کی الفت میں اللہ رب العزت کی ناراضگی نہ ہو اور اسے اس کے مالک کی منشا کے مخالف مقام نہ ملے۔ اللہ رب العزت نے اسے بطور آزمائش مومنوں سے پھیر دیا اور اپنے دشمنوں کی فریفتگی کی وجہ سے انہیں دولت سے مالا مال کر دیا جو بے وقوف اسے پا لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ شاید اللہ رب العزت نے اسے عزت دے دی ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ رب العزت کے محبوب نبی ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے۔

حدیثِ قدسی ہے اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جب تو دولت مندی کو اپنی جانب آتا دیکھے تو سمجھ لینا کہ کسی گناہ کی سزا آ رہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو دیکھے تو کہہ خوش آمدید کیونکہ یہ نیکوں کی علامت ہے۔ اے لوگو! اگر چاہو تو عیسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر چلو جو فرمایا کرتے تھے کہ بھوک میری کھال، خوف میری عادت، صوف میرا لباس

، سرما میں سورج کی کرنیں میری آگ ، چاند میرا چراغ، دو پاؤں میری سواری اور زمین کی سبزیاں میری غذا ہیں، نہ صبح میرے پاس کچھ ہوتا ہے اور نہ شام کو کچھ ہوتا ہے مگر دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا اس کی دنیاوی شان وشوکت سے خوفزدہ نہ ہونا وہ میری اجازت کے بغیر نہ بول سکتا ہے نہ سانس لے سکتا ہے اور نہ ہی پلک جھپک سکتا ہے کیونکہ اس کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے اور دنیا سے اس کی نفع اندوزی تم کو تعجب میں نہ ڈالے یہ چیز دنیا کی رونق ہے اور بے وقوفوں کی زینت، اگر میں چاہوں تو تمہیں ایسی جاہ وحشمت اور دنیاوی قدر ومنزلت دے کر بھیجوں کہ فرعون دیکھتے ہی اپنے عجز کا اقرار کر لے لیکن میں نے تم سے دنیا کو پوشیدہ کر لیا ہے اور تمہاری توجہ اس سے ہٹا دی ہے کیونکہ میں اپنے دوستوں کو دنیاوی نعمتوں سے دور کر دیتا ہوں جیسے مہربان گڈریا اپنی بکریوں کو ہلاکت خیز ہنگاموں سے دور رکھتا ہے اور میں انہیں دنیا کے فریب سے بچاتا ہوں جیسے چرواہا اپنے اونٹوں کو خطرناک جگہوں سے بچاتا ہے یہ ان کی حقارت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ میری بخشی ہوئی عزت سے پورا حصہ پالیں میں اپنے دوستوں کو انکساری، خوف، دلوں کے خضوع وخشوع اور تقویٰ سے مزین کرتا ہوں جن کا اثر ان کے جسموں پر نمایاں ہوتا ہے، یہی ان کا لباس ہے، یہی ان کا ظاہر اور یہی ان کا باطن ہے، یہی ان کی مطلوبہ نجات، تمنائیں، قابل فخر عزت اور پہچان ہے، جب تم ان سے ملو، نرم برتاؤ کرو اور ان کے لئے دل اور زبان کو سراپا تواضع بناؤ اور یاد رکھو! جس نے میرے کسی دوست کو خوفزدہ کیا اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی اور میں قیامت کے دن اس پر غضبناک ہوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیا اور فرمایا باخبر رہو! تم مرنے والے ہو، موت کے بعد پھر اٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی جزا وسزا پاؤ گے۔ تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے، یہ مصائب میں لپٹی ہوئی، ناپائیداری میں مشہور، دھوکے سے موصوف اور اس کی ہر چیز زوال پذیر ہے، یہ اپنے چاہنے والوں میں ڈول کی طرح ہے، ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتی، اس میں اترنے والا مصائب سے نہیں بچ سکتا، کبھی تو یہ اپنے چاہنے والوں پر خوشی ومسرت بکھیرتی ہے اور کبھی غم واندوہ سے ہمکنار کر دیتی ہے اس کی حالتیں مختلف ہیں،

یہ بدلتی رہتی ہے اس میں آرام قابل مذمت اور وسعتِ مال ناپائیدار ہے یہ اپنے بسنے والوں کو تیروں کی طرح کمان سے نکل کر نشانوں پر مارتی رہتی ہے اور انہیں موت سے ہمکنار کرتی رہتی ہے۔ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر شخص کو پورا رزق دیا جاتا ہے اور اے بندگانِ خدا! باخبر رہو، تم اس راستے کے راہی ہو جس پر تم سے پہلے طویل عمروں والے گزر چکتے ہیں، وہ تم سے زیادہ طاقتور، بہترین کاریگر اور عمدہ یادگاریں چھوڑنے والے تھے مگر دنیا کے انقلاب میں ان کی آوازیں خاموش ہوگئیں، ان کے جسم پوشیدہ، شہر ویران اور یادگار مٹ گئیں اور مضبوط محلات اور مسرت کے بدلہ میں، انہیں پتھروں کے تکیے ملے اور پتھروں سے تیار شدہ قبریں ان کا مدفن بنیں، ان کے ٹھکانے قریب ہیں لیکن ان کے مکین دور کے ہیں، وہ اپنے قبیلہ سے علیحدہ اور اہل محلّہ سے بے پروا ہیں، ان کا آبادی سے کوئی تعلق نہیں، عزیزوں اور پڑوسیوں کے قریب ہوتے ہوئے بھی ان کا باہم کوئی میل ملاپ نہیں ہے اور میل ملاپ ہو بھی کیسے سکتا ہے، انہیں مصائب کی چکیوں نے پیس دیا ہے اور نمناک مٹی اور پتھر انہیں کھا گئے ہیں، وہ چندروزہ زندگی گزار کر مر گئے، ان کی خوشحالی قصہ پارینہ بن گئی، ان کی موت پر ان کے عزیز روئے اور وہ مٹی کے نیچے جا سوئے، انہوں نے دنیا سے کوچ کیا، اب انہیں واپس نہیں آنا ہے، افسوس! صد افسوس! گویا وہ ایک حکم سے جو قائل کی زبان سے نکل چکا، اب لوٹ کر کس طرح آسکتا ہے اور ان کے سامنے قیامت کے دن تک عالم برزخ ہے، گویا تم بھی ویسے ہی ہو جیسے وہ ہو چکے، وہی دکھ، وہی قبر میں تنہائی ہے، تم ان قبروں کے گرد ہی ہو اور انہیں میں تمہیں رہنا ہے، تم پر کیا بیتے گی اگر تم ان باتوں کو دیکھ لو جب قبریں کھولیں جائیں گی، دلوں کے راز سامنے ہوں گے اور تم اعمال کی جزا حاصل کرنے کے لئے رب تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو گئے گذشتہ گناہوں پر تمہارے جگر پھٹنے کو ہوں گے، تمام پردے ہٹ جائیں گے اور تمام گناہ اور راز کی باتیں تمہارے سامنے ہوں گی، تب ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

(النجم:۳۱)

''تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو

نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔''

ایک اور موقع پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ (الکہف:۴۹)

''اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے۔''

رب ذوالجلال ہمیں اور آپ کو اپنے احکامات پر عمل پیرا ہونے اور اپنے دوستوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے تاکہ ہم اس کی رحمت کے طفیل خلد بریں کو حاصل کر لیں بلاشبہ وہ حمید و مجید ہے۔

بعض داناؤں کا قول ہے کہ دن تیر اور لوگ نشانے ہیں، زمانہ ہر دن ایک تیر پھینکتا ہے اور تجھے دن رات کی گردش کے فریب میں مبتلا کر دیتا ہے یہاں تک کہ تیرے تمام اجزاء بوسیدہ ہو جاتے ہیں، مرد ایام میں تیری بقا اور سلامتی ناممکن ہے، اگر تجھے اپنے اوپر گزرے ہوئے حوادثاتِ زمانہ کی خبر لگ جائے جنہوں نے تیرے وجود کو نقصان میں ڈالا ہے تو تجھے ہر آنے والا دن خوفزدہ کر دے اور ایک ایک لمحہ تجھ پر بھاری ہو جائے لیکن اللہ رب العزت کی تدبیر ہر تدبیر سے بالا ہے، اس نے انسانوں کو دنیاوی لذتوں کی مٹھاس میں ڈال دیا ہے حالانکہ یہ دنیا حنظل (تمہ) سے بھی زیادہ تلخ بنائی گئی ہے۔ ہر مداح اس کی ظاہری شان و شوکت کی وجہ سے اس کے عیوب سمجھنے میں ناکام رہا ہے اور ہر واعظ اس کے عجائبات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں نیکی کی توفیق دے۔

کسی دانا سے دنیا اور بقا کے متعلق پوچھا گیا، اس نے کہا اس کا وقفہ چشم زدن جتنا ہے کیونکہ جو وقت گزر گیا ہے وہ واپس نہیں آئے گا اور مستقبل کا تجھے علم ہی نہیں ہے، ہر دن گذشتہ رات کی خبر سناتا ہے اور لمحات کے گزرنے کی داستان بیان کرتا ہے، حوادثاتِ زمانہ انسان کو متواتر تغیر اور نقصان سے ہمکنار کرتے رہتے ہیں، زمانہ جماعتوں کو منتشر اور پراگندہ کر دیتا ہے اور دولت کو منتقل کرتا رہتا ہے، امیدیں طویل اور زندگی تھوڑی ہے اور اللہ رب العزت ہی کی طرف ہر کام کو رجوع ہونا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا اے لوگو! تم ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو، اگر تم اس کی تصدیق کرتے ہو تو تم بے وقوف ہو کیونکہ تمہارے اعمال

ویسے نہیں ہیں اور اگر تم اسے جھٹلاتے ہو تو ہلاکت میں پڑ گئے ہو، تمہیں اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے، اے بندگانِ خدا! تم ایسے گھر میں رہتے ہو جس کا کھانا گلے میں پھندا ہے اور جس کا پینا اچھو لگنا ہے، اگر تم ایک نعمت کے حصول میں خوش ہوتے ہو تو دوسری نعمت کی جدائی تمہیں مغموم کر دیتی ہے اس گھر کو پہچانو جس کی طرف تم کو لوٹنا ہے اور جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے، پھر آپ روتے ہوئے منبر سے اتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا میں تمہیں اللہ رب العزت سے ڈرنے اور دنیا کو چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں، دنیا تمہیں چھوڑنے والی ہے مگر تم اس سے چمٹے ہوئے ہو، وہ تمہارے اجسام بوسیدہ کرتی جارہی ہے اور تم اسے پیار کرنے کی فکر میں ہو، تمہاری مثال ایک مسافر کی ہے دنیا میں تم سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرنے آئے ہو اس طرح مسافر کو سفر کے درمیان آرام نہیں ہوتا اور وہ شب و روز طے منازل کے لئے قدم مارتا چلا جاتا ہے، اسی طرح دنیا میں قرار نہیں لینا چاہئے اور شب و روز اعمالِ صالحہ کے قدموں سے سفرِ آخرت طے کرنا چاہئے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جن کی اَجل قریب آگئی اور کچھ ایسے ہیں جن کی زندگیوں میں سے ابھی ایک ہی دن باقی ہے اسے تلاش کرنے والا اس کی تمنا میں اسے چھوڑ جاتا ہے لہٰذا اس کے دکھ تکلیف پر واویلا مت کرو کیونکہ یہ سب چیزیں عنقریب ختم ہونے والی ہیں، اس کے مال و دولت پر خوشی نہ مناؤ کیونکہ یہ عنقریب زائل ہو جائے گی، طالب دنیا پر حیرانگی ہے وہ دنیا کو تلاش کر رہا ہے اور موت اس کی تلاش میں ہے وہ موت سے غافل ہے مگر آخرت اس سے غافل نہیں ہے۔

حضرت محمد بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اہل علم و فضل، صاحبِ ادب و معرفت، لوگوں کو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے دنیا کی مذمت کی ہے، وہ اس کے حضور میں انتہائی ذلیل چیز ہے اور وہ اسے اپنے دوستوں کے لئے پسند نہیں کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کنارہ کشی پسند فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے فریب سے بچنے کی تاکید کی تو اہلِ علم حضرات نے اس سے درمیانی حصہ لیا، باقی کو اللہ رب العزت کی راہ میں بانٹ دیا، وہ قوتِ لایموت پر راضی ہو گئے اور باقی کو چھوڑ دیا، انہوں نے معمولی کپڑوں سے تن ڈھانپا، معمولی غذا سے بھوک مٹائی اور دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی سمجھتے ہوئے وہ دنیا سے ایک سوار کا زادِ راہ لے کر چلے، انہوں نے دنیا کو ویران اور آخرت کو آباد کر لیا اور وہ سراپا آخرت کی

طرف متوجہ ہو گئے جس کے متعلق انہیں یقین تھا کہ وہ عنقریب اسے پالیں گے اور وہ دلی طور پر آخرت کی طرف کوچ کر گئے جس کے متعلق انہیں کامل یقین تھا کہ وہ عنقریب اپنے جسموں سمیت ادھر ہی جائیں گے جہاں وہ طویل نعمتیں حاصل کریں گے اور مصائب سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوگا اور سب کچھ اللہ رب العزت کی توفیق سے ہوگا جس کی پسند انہوں نے اپنی پسند اور جس کی ناپسندیدگی کو انہوں نے ناپسند سمجھ لیا ہے۔

☆☆☆

باب 33:

قناعت کی فضیلت

فقیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قانع ہو، مخلوقات سے امیدیں وابستہ نہ کرے، ان کے اموال پر نگاہ نہ رکھے اور نہ ہی مال و دولت کے حصول میں حریص ہو، یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان بقدر ضرورت اپنے کھانے پینے، پہننے اور رہائش کی چیزوں پر مطمئن ہو جائے اور ہر معمولی چیز پر اکتفا کرے اور اپنی امیدیں ایک دن یا ایک ماہ سے زیادہ طویل نہ کرے، کیونکہ کثرت کی طلب اور طول امل سے قناعت کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے اور انسان حرص اور لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر یہی طمع اور لالچ اسے بداخلاقی اور برائیوں پر آمادہ کرتے ہیں جن سے انسان کی اچھی عادات تباہ ہو جاتی ہیں اور حرص وطمع اس کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَا بْتَغٰى لَهُمَا ثَالِثًا وَّلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

''اگر انسان کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا، انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پر کرتی ہے اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔''

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو ہم بغرضِ تعلیم حاضر ہوتے، ایک مرتبہ ہم حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت فرماتا ہے ہم نے مال و دولت نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے دیا ہے، اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو وہ دوسری کی تمنا کرے گا، اگر دوسری مل جائے تو تیسری کی آرزو کرے گا انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سورہ براۃ جیسی ایک اور سورت بھی نازل ہوئی تھی جو بعد میں اٹھائی گئی، اس میں تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِاَقْوَامٍ لَّا خَلَاقَ لَهُمْ لَوْ اَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ

مَّالٍ لَّتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ

''اللہ اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ مدد فرمائے گا جن کا دین میں کچھ حصہ نہ ہوگا اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ ضرور تیسری کی تمنا کرے گا ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھرتی ہے اور جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْھُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْھُوْمُ الْمَالِ

''دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے، علم کا بھوکا اور دولت کا بھوکا۔''

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں، حرص اور دولت کی محبت۔ چونکہ یہ خصلت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اس لئے اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے قناعت کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو اسلام کے راستہ پر چلا اور زندگی کی معمولی چیزوں پر قناعت کر لی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے قیامت کے دن ہر امیر اور فقیر یہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں معمولی غذا میسر آتی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ تونگری مال کی کثرت سے نہیں ہے بلکہ حقیقی مالداری دل کی بے پروائی ہے۔

حضور ﷺ نے حرص اور دنیا کی بہت جستجو کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اچھے طریقے سے روزی حاصل کرو کیونکہ بندے کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے اور کوئی انسان اپنا رزق ختم کئے بغیر دنیا سے نہیں جائے گا۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ربِ جلیل سے سوال کیا، تیرا کونسا بندہ زیادہ غنی ہے؟ ارشادِ ربانی ہوا جو میرے عطا کردہ رزق پر قناعت کرتا ہے، پھر پوچھا عادل کون ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا جو خود سے انصاف کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ کوئی شخص دنیا سے اپنا رزق پورا کئے بغیر نہیں جائے گا لہٰذا اللہ رب العزت سے ڈرو اور رزقِ حلال حاصل کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا! جب تجھے بھوک لگے تو ایک روٹی اور پانی کا پیالہ تیرے لئے کافی ہے اور دنیا کی مزید خواہش ہلاکت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا پرہیز گار بن! تو سب سے بڑا عابد ہوگا، قناعت کر! تو سب سے بڑا شکر گزار ہوگا، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کر! تو مومن ہوگا۔

حضور ﷺ نے لالچ سے منع فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی مجھے ایک مختصر نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھ! کوئی ایسی بات نہ کر جس پر کل معذرت کرنی پڑے اور لوگوں کے مال سے امید نہ رکھ۔

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سات، آٹھ یا نو آدمی حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کی ہم تو پہلے ہی بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت نہیں کرتے؟ چنانچہ ہم نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی۔ ہم میں سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ہم سے کس چیز کی بیعت لی؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اللہ رب العزت کی عبادت کرو، اسے لاشریک سمجھو، پانچ نمازیں پڑھو، سنو اور اطاعت کرو ایک بات آپ نے آہستہ کی پھر فرمایا اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کا اگر تازیانہ گر جاتا تو وہ کسی سے اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، طمع کا ترک، فقر اور لوگوں سے ناامیدی غنی ہے جو لوگوں کے مال و دولت سے ناامید رہتا ہے وہ سب سے بے پروا ہو جاتا ہے۔

کسی دانا سے مالداری کے معنی پوچھے گئے تو اس نے جواب دیا کہ مختصر امیدیں اور معمولی گذران پر راضی ہونے کا نام غنا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

اَلعَیْشُ سَاعَاتٌ تَمُرُّ
وَخُطُوْبُ اَیَّامٍ تَکُرُّ

''عیش کی چند گھڑیاں ہیں اور کارہائے نمایاں انجام دینے کے لئے وقت کم ہے۔''

اِقْنَعْ بِعَیْشِكَ تَرْضَهٗ
وَاتْرُكْ هَوَاكَ تَعِیْشُ حُرّ

''تو قناعت کر اس عیش پر جو تجھ کو حاصل ہے اور خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑ کر آزاد ہو جا اور عیش کی زندگی بسر کر۔''

فَلَرُبَّ حَتْفٍ سَاقَهٗ
ذَهَبٌ وَیَاقُوْتٌ وَدُرّ

''بہت سے وہ لوگ جن کو موت آئی وہ سونا چاندی اور لعل و جواہر چھوڑ کر مر گئے۔''

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ خشک روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے اور کہتے جو اس پر قناعت کر لے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمہارے لئے بہترین دولت وہ ہے جو تمہارے قبضہ میں نہیں ہے اور قبضہ میں آئی ہوئی دولت میں وہ بہترین دولت ہے جو تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، ہر دن ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! گمراہ کرنے والے بہت سے مال سے وہ معمولی مال بہتر ہے جو تجھے زندہ رہنے میں مدد دے۔

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اے انسان تیرا بالشت بھر پیٹ تجھے جہنم میں نہ لے جائے۔ کسی دانا سے پوچھا گیا تیرا مال کیا ہے؟ اس نے کہا ظاہر میں پاکیزگی، باطن میں نیکی اور لوگوں سے ناامیدی۔ مروی ہے کہ ربِ ذوالجلال نے انسان سے فرمایا اگر تجھے ساری دنیا مل جاتی تب بھی تجھے اس دنیا سے دو وقت کی خوراک ملتی اب جب کہ میں نے دنیا سے تجھے صرف خوراک دی ہے اور اس کا حساب دوسروں پر رکھ دیا ہے تو میں نے یہ تجھ پر احسان کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے جب تم کوئی حاجت طلب کرو تو تھوڑی مانگو، اتنا نہ مانگو کہ دوسرے پر وبال بن جاؤ کیونکہ جو کچھ تمہارا نصیب ہے وہ تمہیں ضرور ملے گا۔

بنو امیہ کے ایک حاکم نے حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا جس میں ان

سے کسی ضرورت کے متعلق پوچھا گیا تا کہ وہ اسے پوری کر دیں۔ ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا، میں نے اپنی ضرورتیں اپنے مالک کی بارگاہ میں پیش کی ہوئی ہیں جن کو وہ پورا کر دیتا ہے، خوش ہو جاتا ہوں اور جن کو وہ روک دیتا ہے اس سے قناعت کر لیتا ہوں۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز دانا کے لئے باعثِ خوشی اور دکھ دور کرنے کا سامان ہے؟ دانا نے جواب دیا کہ دانا کے لئے سب سے بڑی خوشی نیک عمل اور غم دور کرنے میں اس کا مددگار اللہ رب العزت کی رضا پر راضی رہنا ہے۔

ایک دانا کا قول ہے میں نے لوگوں میں سب سے غمزدہ حاسد کو، سب سے بہترین زندگی والا قناعت پسند کو، سب سے زیادہ مصائب پر صبر کرنے والا لالچی کو، سب سے زیادہ خوش تارکِ دنیا کو اور سب سے زیادہ پشیمان حد سے تجاوز کرنے والا عالم کو پایا ہے۔ اسی موضوع پر کہا گیا ہے۔

اَرْفَهْ بِبَالِ فَتًى اَمْسٰى عَلٰى ثِقَةٍ
اِنَّ الَّذِىْ قَسَّمَ الْاَرْزَاقَ يَرْزُقُهْ

''جب جوان اس بات پر مکمل اعتماد کرتا ہے کہ رازقِ مطلق اسے ضرور رزق دے گا۔''

فَالْعِرْضُ مِنْهُ مَصُوْنٌ لَا يُدَنِّسُهْ
وَالْوَجْهُ مِنْهُ جَدِيْدٌ لَيْسَ يُخْلِقُهْ

''تو اس کی عزت میلی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی پرانا ہو جاتا ہے۔''

اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَنْ يَحْلُلْ بِسَاحَتِهَا
لَمْ يَلْقَ فِىْ دَهْرِهٖ شَيْئًا يُؤَرِّقُهْ

''جو شخص قناعت اختیار کر لیتا ہے اسے کبھی کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوئی اور اس پر کبھی دکھ کا سایہ نہیں پڑتا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

حَتّٰى مَتٰى اَنَا فِىْ حَلٍّ وَتَرْحَالٍ
وَطُوْلِ سَعْىٍ وَاِدْبَارٍ وَاِقْبَالٍ

''کب تک میں یوں سفر کرتا رہوں گا اور زبردست جدوجہد اور یہ آمدورفت

جاری رکھوں گا۔''

وَنَازِحُ الدَّارِ لَاانْفَكَّ مُغْتَرِبًا
عَنِ الْاَحِبَّهِ لَايَدْرُوْنَ مَاحَالِیْ

''میں گھر سے دور ہمیشہ دوستوں سے پوشیدہ رہتا ہے، انہیں میرے حالات کا علم نہیں ہوتا۔''

بِمَشْرِقِ الْاَرْضِ طَوْرًا ثُمَّ مَغْرِبِهَا
لَايَخْطُرُ الْمَوْتُ مِنْ حِرْصِیْ عَلٰی بَالِیْ

''میں کبھی مشرق میں ہوتا ہوں اور کبھی مغرب میں، حرص کا غلبہ یوں ہے کہ میرے دل میں کبھی موت کا خیال ہی نہیں آتا۔''

وَلَوْ قَنَعْتُ اَتَانِیْ الرِّزْقُ فِیْ دَعَةٍ
اِنَّ الْقَنُوْعَ الْغِنٰی لَاكَثْرَةُ الْمَالِ

''اگر میں قناعت کرتا تو خوشحالی کی زندگی بسر کرتا کیونکہ حقیقی تونگری قناعت میں ہے کثرتِ مال و دولت تونگری نہیں ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ میں اللہ رب العزت کے مال سے کیا کچھ لینا حلال سمجھتا ہوں؟ سنو! سردی اور گرمی کے لئے دو چادریں اور اس کے علاوہ مجھے حج، عمرہ اور غذا کے لئے قریش کے معمولی جوان کی شکم سیری کے بقدر غذا کی فراہمی، لوگو! میں مسلمانوں سے اعلیٰ اور ارفع نہیں ہوں، بخدا میں نہیں جانتا کہ اتنا لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ گویا آپ اتنی سی مقدار میں بھی شک فرما رہے تھے کہ کہیں یہ قناعت کے دائرہ سے خارج تو نہیں ہے۔

ایک بدوی نے اپنے بھائی کو حرص سے روکتے ہوئے کہا تم دنیا کے طالب ہو اور اس چیز کے مطلوب ہو جو کبھی ٹل نہیں سکتی، تم ایسی چیز کو تلاش کر رہے ہو جو پہلے ہی تمہاری ہو چکی ہے، گویا کہ غالب چیز تمہارے سامنے اور حاضر چیز تم سے منتقل ہونے والی ہے، شاید تم نے کسی حریص کو محروم اور تارکِ دنیا کو رزق پاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔

اسی موضوع پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

اَرَاكَ يَزِيْدُكَ الْاِثْرَاءُ حِرْصًا
عَلَى الدُّنْيَا كَاَنَّكَ لَاتَمُوْتُ

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا تمول تیرے حرص کو بڑھا رہا ہے گویا کہ تو نہیں مرے گا۔''

فَهَلْ لَّكَ غَايَةٌ اِنْ صِرْتَ يَوْمًا
اِلَيْهَا قُلْتَ حَسْبِي قَدْ رَضِيْتُ

''کبھی تو اپنی حرص سے رک کر یہ بھی کہے کہ بس مجھے یہ کافی ہے اور میں اس قدر پر راضی ہوں۔''

حضرت شبعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے چنڈول کو شکار کیا چڑیا نے کہا تم میرا کیا کرو گے؟ اس آدمی نے کہا ذبح کر کے کھاؤنگا؟ چڑیا نے کہا بخدا میرے کھانے سے تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا، میں تمہیں تین ایسی باتیں بتاؤں گی جو میرے کھانے سے کہیں بہتر ہیں، ایک تو میں تم کو اس قید کی حالت ہی میں بتاؤنگی، دوسری درخت پر بیٹھ کر اور تیسری پہاڑ پر بیٹھ کر بتاؤں گی۔

آدمی نے کہا چلو ٹھیک ہے پہلی بات بتاؤ چڑیا نے کہا یاد رکھو گذری بات پر افسوس نہ کرنا، آدمی نے اسے چھوڑ دیا، جب وہ درخت پر جا کر بیٹھ گئی تو آدمی نے کہا دوسری بات بتاؤ چڑیا نے کہا ناممکن بات کو ممکن نہ سمجھنا۔ پھر وہ اڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھی اور کہنے لگی اے بدنصیب! اگر تو مجھے ذبح کر دیتا تو میرے پوٹے سے بیس مثقال کے دو موتی نکلتے۔

یہ سن کر وہ شخص افسوس سے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہنے لگا کہ اب تیسری بات بتا دے چڑیا بولی تم نے تو پہلی دو کو بھلا دیا ہے اب تیسری بات کس لئے پوچھتے ہو؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ گذشتہ بات پر افسوس نہ کرنا اور ناممکن چیز کو ممکن نہ سمجھا، میں تو اپنے گوشت خون اور پروں سمیت بھی بیس مثقال کی نہیں ہوں چہ جائیکہ میرے پوٹے میں بیس بیس مثقال کے دو موتی ہوں، یہ کہا اور وہ اڑ گئی۔

یہ انسان کے انتہائی حریص ہونے کی مثال ہے کیونکہ وہ بھی لالچ میں ناممکن کو ممکن سمجھتے ہوئے راہِ حق سے بھٹک جاتا ہے۔

جناب ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، امیدیں تیرے دل کا جال اور پیروں کی بیڑیاں ہیں، دل سے امیدیں نکال دے، تیرے پاؤں بیڑیوں سے آزاد ہو جائیں گے۔

جناب ابو محمد یزیدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں آیا تو وہ ایک ایسے کاغذ کو پڑھ رہا تھا، جس پر آبِ زر سے کچھ لکھا ہوا تھا خلیفہ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیا۔ میں نے کہا امیر المومنین کوئی خاص بات ہے؟ کہا میں نے بنوامیہ کے خزانے میں یہ دو شعر پائے جو مجھے بہت اچھے لگے ہیں اور میں نے ان میں ایک اور شعر کا اضافہ کر دیا ہے۔

اِذَا سُدَّ بَابٌ عَنْكَ دُوْنَ حَاجَةٍ
فَدَعْهُ لِاُخْرٰى يَفْتَحُ لَكَ بَابُهَا

''جب تیری حاجت روائی کا دروازہ تجھ پر بند ہو جائے تو رک جا، کوئی اور تیری حاجت روائی کر دے گا۔''

فَاِنَّ قِرَابَ الْبَطْنِ يُكْفِيْكَ مَانَّهٗ
وَيُكْفِيْكَ سَوْءَ آتِ الْاُمُوْرِ اِجْتِنَابُهَا

''پیٹ کا بندہ ہونا اس کے بھرنے کے لئے کافی ہے اور کام کی برائیوں سے بچنے کے لئے ان سے اجتناب ضروری ہے۔''

وَلَاتَكَ مُبْذِلًا لِعِرْضِكَ وَاجْتَنِبْ
رُكُوْبَ الْمَعَاصِي يَجْتَنِبْكَ عِقَابُهَا

''اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ذلیل حرکتیں مت کر اور ارتکابِ معاصی سے پرہیز کر جس کی وجہ سے تو سزا سے محفوظ ہو جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علماء کے علم حاصل کر لینے کے بعد کونسی چیز ان کے دلوں سے علم نکال لیتی ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا لالچ، حرص اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ کسی شخص نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس قول کی تشریح چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ انسان لالچ میں جب کسی چیز کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے تو اس کا دین رخصت ہو جاتا ہے۔ حرص یہ ہے کہ انسان کبھی اس چیز کی اور کبھی اس چیز کی طلب میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے اور کبھی اس مقصد کے حصول کے لئے تیرا سابقہ مختلف لوگوں سے پڑے گا۔ جب وہ تیری ضرورتیں پوری کریں

گے تو تیری ناک میں نکیل ڈال کر جہاں چاہیں گے لے جائیں گے، وہ تجھ سے اپنی عزت چاہیں گے اور تو رسوا ہو جائے گا اور اسی محبتِ دنیا کے باعث جب بھی تو ان کے سامنے سے گذرے گا تو انہیں سلام کرے گا اور جب وہ بیمار ہوں گے تو عیادت کو جائے گا اور یہ تیرے تمام افعال خدا کی رضا کے لئے نہیں ہوگے تیرے لئے بہت اچھا ہوتا اگر تو ان لوگوں کا محتاج نہ ہوتا۔

☆☆☆

باب 34:

فقراء کی فضیلت

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس امت کے سب سے بہترین لوگ فقراء ہیں اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے کمزور لوگ ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے میری دو باتیں ہیں جو انہیں پسند کرتا ہے وہ مجھے پسند کرتا ہے جو انہیں بُرا سمجھتا ہے وہ مجھے بُرا سمجھتا ہے۔ فقر اور جہاد۔

مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں پہاڑ سونے کا بنادوں جو آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ حضور ﷺ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا جبرائیل! یہ دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، یہ اس کی دولت ہے جس کے پاس کوئی دولت نہ ہو، اور اسے وہی جمع کرتا ہے جو بے وقوف ہو۔ جبرائیل بولے اے اللہ کے نبی! اللہ رب العزت آپ کو اسی حق وصداقت پر قائم رکھے۔

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اثنائے سفر میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو کمبل لپیٹے سو رہا تھا، آپ نے اسے جگا کر فرمایا اے سونے والے اٹھ! اور اللہ رب العزت کو یاد کر! اس شخص نے کہا تم مجھ سے اور کیا چاہتے ہو کہ میں نے دنیا کو دنیاداروں کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اے میرے دوست سو جا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے شخص کے قریب سے گزرے جو اینٹ کا تکیہ بنائے کمبل میں لپٹا ہوا زمین پر سو رہا تھا اور اس کی داڑھی اور تمام چہرہ غبار آلود ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے رب تعالیٰ! تیرا یہ بندہ دنیا میں برباد ہو گیا۔ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا تمہیں پتہ نہیں، جب میں کسی بندے پر اپنے کرم کے دروازے کھول دیتا ہوں، اس سے دنیا کی الفت ختم کر دیتا ہوں۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا ایک مہمان آیا مگر آپ کے پاس میزبانی کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے خیبر کے ایک یہودی کے پاس بھیجا اور

فرمایا اسے کہو کہ رب المرجب کے چاند تک ہمیں قرض یا ادھار میں آٹا دے دے۔ میں اس یہودی کے پاس گیا تو اس نے کہا کوئی چیز گروی رکھو تب آٹا ملے گا۔ میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا بخدا! میں زمین و آسمان کا امین ہوں اگر وہ قرض یا ادھار میں آٹا دے دیتا تو میں ضرور واپس کرتا لو میری یہ زرہ لے جاؤ اور اس کے پاس گروی رکھ دو۔ جب میں زرہ لے کر نکلا تو آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

(طٰہٰ:۱۳۱)

''اے سننے والے، اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ فقر مومن کے لئے گھوڑے کے منہ پر حسین بالوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جس کا جسم تندرست، دل مطمئن ہے اور اس کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہے تو گویا اسے (کائنات کی) ساری کی ساری دولت مل گئی۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب تو فقر کو آتا دیکھے تو کہنا خوش آمدید، اے نیکوں کے لباس۔

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اللہ رب العزت کے ایک نبی کا ساحل دریا سے گزر ہوا۔ وہاں انہوں نے دیکھا ایک شخص مچھلیوں کا شکار کر رہا ہے اس نے اللہ رب العزت کا نام لے کر دریا میں جال ڈالا مگر کوئی مچھلی نہ پھنسی، پھر انہی نبی کا گزر ایک دوسرے شخص کے پاس سے ہوا، جو مچھلیوں کو شکار کر رہا تھا، اس نے شیطان کا نام لے کر اپنا جال پھینکا جب جال کھینچا تو وہ مچھلیوں سے بھرا نکلا۔ اللہ رب العزت کے نبی نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی اے عالم الغیب! اس میں کیا راز ہے؟ اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے نبی کو ان دو شخصوں کا مقامِ آخرت دکھلاؤ۔ جب انہوں نے پہلے شخص کا اللہ رب العزت کے حضور عزت و وقار اور دوسرے شخص کی بے حرمتی دیکھی تو بے ساختہ کہہ اٹھے الہ العالمین! میں تیری تقسیم پر راضی ہوں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے میں نے جنت کو دیکھا اس میں اکثر فقراء تھے، میں نے جہنم کو دیکھا اس میں اکثر مالدار اور عورتیں تھیں، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے دریافت

کیا مالدار کہاں ہیں؟ تو مجھے بتلایا گیا انہیں مالداری نے گرفت کر رکھا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے میں نے جہنم میں اکثر عوتوں کو دیکھ کر کہا ایسا کیوں ہے؟ تو مجھے بتلایا گیا یہ ان کی سونے اور خوشبوؤں سے محبت کی وجہ سے ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں فقر دنیا میں مومن کے لئے تحفہ ہے۔ ایک روایت میں ہے انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے آخر حضرت سلیمان علیہ السلام جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ وہ دنیاوی دولت اور اس کی شاہی رکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ متمول ہونے کی وجہ سے سب سے آخر میں جنت میں جائیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے انہیں (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو) گھٹنوں کے بل جنت میں داخل ہوتے دیکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ مالدار بہت دشواری کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ حضور ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب کسی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے پوچھا گیا حضور ﷺ ذخیرہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس انسان کے مال اور اولاد میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تو فقر کو اپنی طرف متوجہ پائے تو اسے خوش آمدید کہہ اور کہہ کہ اے نیکیوں کی علامت کہہ کر اس کا خیر مقدم کرو اور جب تم مال و دولت کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو، دنیا میں مجھے یہ کسی گناہ کی جلدی سزا مل رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے عرض کیا الٰہی! مخلوق میں تیرے دوست کونسے ہیں تا کہ میں ان سے محبت کروں، اللہ رب العزت نے فرمایا فقر اور فقیر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے میں فقر کو دوست رکھتا ہوں اور مالداری سے نفرت کرتا ہوں اور آپ علیہ السلام کا اے مسکین کہہ کر بلایا جانا سب ناموں سے اچھا لگتا ہے۔

جب عرب کے سرداروں اور مالداروں نے حضور ﷺ سے کہا آپ اپنی مجلس میں ایک دن ہمارے لئے اور ایک دن ان فقراء کے لئے متعین کیجئے پس وہ ہمارے دن میں نہ آئیں اور ہم ان کے دن میں نہیں آئیں گے۔ فقراء سے ان کی مراد حضرت بلال، حضرت سلمان، حضرت صہیب، حضرت ابوذر، حضرت حباب بن الارت، حضرت عمار بن یاسر،

حضرت ابو ہریرہ اور اصحاب صفہ کے فقراء رضی اللہ عنہم تھے۔ حضور ﷺ نے اس بات کو مان لیا کیونکہ ان فقراء کے لباس سے ان دولت مندوں کو بو آتی تھی۔ ان فقراء کے لباس اون کے تھے اور پسینہ آنے کی صورت میں ان کے کپڑوں سے جو بو آتی تھی وہ اقرع بن حابس التمیمی، عیینہ بن حصن انفرازی، عباس بن مراد اسلمی اور دیگر اغنیائے عرب کو بہت چیں بہ چیں کر دیا کرتی تھی چنانچہ حضور ﷺ کی اس بات پر رضا مندی کے باعث قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ؕ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:۲۸۔۲۹)

''اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اوپر نہ پڑیں، کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے، اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا، اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''

ایک روز حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی اس وقت آپ کے پاس ایک قریشی سردار بیٹھا ہوا تھا آپ کو ابن مکتوم کی آمد پسندیدہ معلوم نہیں ہوئی۔ تب اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى (عبس:۱تا۶)

''تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے وہ جو بے پرواہ بنتا ہے تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو۔''

یہاں نابینا سے مراد حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اور بے پرواہ شخص سے مراد وہ قریشی سردار ہے جو حضور ﷺ کی خدمت میں آیا ہوا تھا۔

حضور ﷺ سے مروی ہے، قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائے گا اللہ رب العزت اس سے اس طرح معذرت کرے گا جیسے دنیا میں ایک شخص دوسرے سے معذرت کرتا ہے اور اللہ رب العزت فرمائے گا مجھے میری عزت اور جلال کی قسم میں نے تجھ سے دنیا کو تیری بے قدری کی وجہ سے نہیں پھیرا تھا بلکہ اس عزت اور کرامت کے سبب جو میں نے تیرے لئے تیار کی تھی، تجھے دنیا سے محروم رکھا اے میرے بندے! لوگوں کی ان جماعتوں میں جاؤ جس کسی نے بھی میری رضا مندی کی خاطر تجھے کھلایا پلایا یا لباس پہنایا اس کا ہاتھ پکڑلو، وہ تمہارا ہے۔ لوگ اس دن پسینہ میں غرق ہوں گے اور وہ صفوں کو چیرتا ہوا ان کو تلاش کر کے جنت میں لے جائے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ فقراء کو پہچانو اور ان سے بھلائی کرو، ان کے پاس دولت ہے، پوچھا گیا کہ حضور کون سی دولت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اللہ رب العزت ان سے فرمائے گا جس نے تمہیں کھلایا پلایا ہو یا کپڑا پہنایا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤ۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب میں (شبِ معراج) جنت میں گیا تو میں نے اپنے آگے حرکت کی آواز سنی میں نے دیکھا تو وہ بلال رضی اللہ عنہ تھے، میں نے جنت کی بلندیوں پر دیکھا، وہ مجھے اپنی امت کے فقراء اور ان کی اولادیں نظر آئیں میں نے نیچے دیکھا تو مالدار نظر آئے اور عورتیں کم تھیں، میں نے سبب پوچھا تو بتلایا گیا کہ عورتوں کو سونے اور ریشم نے جنت سے محروم کر دیا ہے اور مالداروں کو ان کے طویل حسابات نے اوپر نہیں جانے دیا۔ میں نے اپنے صحابہ کو تلاش کیا تو مجھے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے، کچھ دیر بعد وہ روتے ہوئے آئے، میں نے پوچھا تم مجھ سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میں بہت دکھ جھیل کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا ہوں میں تو سمجھ رہا تھا کہ شاید میں آپ ﷺ کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سابقین اولین مسلمانوں میں سے تھے۔ حضور ﷺ کے جانثار اور ان دس حضرات میں سے تھے جنہیں حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان مالداروں میں سے تھے جن کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا مگر جس نے

مال کو ایسے ایسے خرچ کیا انہیں بھی مالداری نے اتنی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

حضور ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس مال و متاع دنیا سے کچھ نہیں تھا آپ نے فرمایا اگر اس کا نور تمام دنیا والوں میں تقسیم کیا جائے تو پورا ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کیا میں جنتی بادشاہوں کے متعلق تمہیں بتاؤں؟ عرض کی گئی فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر وہ شخص جسے کمزور و ناتواں سمجھا گیا، غبار آلود پریشان بالوں والا، دو پھٹی پرانی چادروں والا، جسے کوئی خاطر میں نہیں لاتا ہے اگر وہ اللہ رب العزت کی قسم کھالے تو اللہ رب العزت اس کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ مجھ سے حسن ظن رکھتے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمران! تمہارا میرے نزدیک ایک خاص مقام ہے کیا تم میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کو چلو گے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ضرور چلوں گا چنانچہ ہم روانہ ہوگئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور سلام کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تشریف لایئے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے، پوچھا گیا حضور ﷺ دوسرا کون ہے؟ آپ نے فرمایا عمران! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں، رب ذوالجلال کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں صرف ایک چادر سے تمام جسم چھپائے ہوئے ہوں۔ آپ نے دست اقدس کے اشارے سے فرمایا تم ایسے ایسے پردہ کر لو۔ انہوں نے عرض کیا اس طرح میرا جسم تو ڈھک جاتا ہے مگر سر نہیں چھپتا۔ آپ نے ان کی طرف ایک پرانی چادر پھینکی اور فرمایا تم اس سے سر ڈھانپ لو۔ اس کے بعد آپ گھر میں داخل ہوئے اور سلام کے بعد پوچھا بیٹی کیسی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا مجھے دوہری تکلیف ہے، ایک بیماری کی تکلیف اور دوسرے بھوک کی تکلیف، میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کھا کر بھوک مٹا سکوں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر اشکبار ہوگئے اور فرمایا بیٹی گھبراؤ نہیں، رب کی قسم میرا رب کے یہاں تم سے زیادہ مرتبہ ہے مگر میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے اگر میں اللہ رب العزت سے مانگوں تو مجھے ضرور کھلائے مگر میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خوش

ہو جاؤ تم جنتی عورتوں کی سردار ہوں۔ انہوں نے پوچھا حضرت آسیہ اور مریم کہاں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو تم جنت کے ایسے محلات میں رہو گی جس میں کوئی عیب، کوئی دکھ اور کوئی تکلیف نہیں ہو گی پھر فرمایا اپنے چچازاد کے ساتھ خوش رہو میں نے تمہاری شادی دنیا اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ فقراء سے دشمنی رکھیں، دنیاوی شوکت وحشمت کا اظہار کریں اور روپیہ جمع کرنے پر حریص ہو جائیں تو اللہ رب العزت ان پر چار مصیبتیں نازل فرماتا ہے قحط سالی، ظالم بادشاہ، خائن حاکم اور دشمنوں کی ہیبت۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درہم والے سے دو درہم والے کا حساب زیادہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں انتہائی غم زدہ حالت میں داخل ہوئے، ان کی بیوی نے پوچھا کوئی خاص بات ہوگئی ہے؟ بولے بہت اہم بات ہوگئی ہے پھر فرمایا کہ کوئی پرانا کرتہ لاؤ۔ وہ لائیں تو آپ نے اسے پھاڑ کر اس کی تھیلیاں بنائیں اور ان میں درہم ڈال کر تقسیم کر دیئے پھر اٹھ کر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور صبح تک رو رو کر عبادت کرتے رہے پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اگر کوئی مالدار آدمی ان کی جماعت میں شامل ہوگا تو اسے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، وہ شخص جس نے کپڑے دھونے کا ارادہ کیا مگر اس کے پاس پرانے کپڑے نہیں تھے جنہیں پہن کر وہ کپڑے دھوئے، جو شخص چولہے پر دو دو ہانڈیاں نہیں چڑھاتا اور جس کو پینے کی دعوت دے کر اس سے یہ نہ پوچھا تم کیا پیو گے؟

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک فقیر آیا تو آپ نے اسے فرمایا آگے آجاؤ اگر تم مالدار ہوتے تو میں تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔ ان کی فقراء سے بے

پایاں محبت دیکھ کر ان کے مالدار دوست یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے۔

جناب موصل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں فقیر سے زیادہ باعزت اور مالدار سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک دانش مند کا قول ہے کہ انسان جتنا تنگ دستی سے ڈرتا ہے، اگر اتنا جہنم سے ڈرتا تو دونوں سے نجات پالیتا اور جتنی اسے دولت سے محبت ہے اگر جنت سے اسے اتنی محبت ہوتی تو دونوں کو پالیتا جتنا ظاہر میں لوگوں سے ڈرتا ہے اگر اتنا باطن میں اللہ رب العزت سے ڈرتا تو دونوں جہانوں میں سعید شمار ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو مالدار کی عزت اور فقیر کی توہین کرتا ہے، وہ ملعون ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بوسیدہ کپڑوں کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہے۔

حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فقراء سے تمہاری محبت رسولوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے، ان کی مجالس میں آنا نیکوں کی اور ان کی دوستی سے دور بھاگنا منافقوں کی علامت ہے۔

بعض کتب سابقہ میں مرقوم تھا کہ اللہ رب العزت نے اپنے بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کی کہ میری دشمنی سے ڈرو، اگر میں نے تجھے دشمن بنالیا تو میری آنکھ سے گر جائے گا اور میں تجھ پر مال و دولت کی بارش کروں گا یعنی مال و دولت کی فراوانی اللہ رب العزت کے یہاں بے قدری کی موجب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت معاویہ، ابن عامر رضی اللہ عنہم اور کچھ دوسرے لوگوں نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ نے ان سب کو ایک ہی دن میں تقسیم کر دیا حالانکہ آپ کی اوڑھنی پر پیوند لگے ہوئے تھے، آپ کی لونڈی نے کہا کہ آپ روزے سے ہیں، اگر آپ مجھے ایک درہم دے دیتیں تو میں گوشت لے آتی اور آپ افطار کرتیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا تم مجھے پہلے بتا دیتیں تو میں ایک درہم تمہیں دے دیتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی اگر تم مجھ سے ملاقات کی خواہش مند ہو تو فقراء جیسی زندگی بسر کرنا، دولت مندوں کی محفلوں سے علیحدہ رہنا اور اوڑھنی

کو پیوند لگائے بغیر نہ اتارنا۔

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دس ہزار درہم لایا اور بڑی عاجزی سے انہیں قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کیا تم دس ہزار درہم کے بدلے فقراء کے نام سے میرا نام کاٹنا چاہتے ہو بخدا میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو اسلام پر چلا اور اس نے معمولی گذران پر قناعت کر لی۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اے فقراء! تم دل کی گہرائیوں سے اللہ رب العزت کی رضا پر راضی رہو، تمہیں فقر کا ثواب ملے گا وگرنہ نہیں، پہلا قانع اور دوسرا راضی بہ رضائے الٰہی ہے، اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہیں ملے گا مگر بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے فقر کا ثواب ملے گا۔ عنقریب ہم اس کی مکمل بحث کریں گے۔

شاید عدم رضا سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے اس سے مال روک لینے کو برا سمجھتا ہے اور بہت سے طالب دنیا ایسے ہیں جو بددل میں کبھی بھی اللہ رب العزت کا منکر ہونا پسند نہیں کرتے لہٰذا ان کی طلب میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن اول الذکر بات اعمال کو تباہ کر دیتی ہے جس میں اللہ رب العزت کے دولت نہ دینے کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک لید ہوتی ہے اور جنت کی چابی فقراء اور مساکین کی محبت ہے، اپنے صبر کی وجہ سے وہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے قریب ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو فقیر ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو اور اس کے عطا کردہ رزق پر قناعت کرے۔

حضور ﷺ نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا

''اے اللہ محمد (ﷺ) کے گھرانے کی خوراک اندازے کے مطابق ہو''

اور فرمایا قیامت کے دن کوئی فقیر اور مالدار ایسا نہیں ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے کہ مجھے

دنیا میں خوراک کے مطابق ہی رزق دیا جاتا۔''

اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ مجھے شکستہ دلوں کے یہاں تلاش کرنا، آپ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا وہ سچے فقراء ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ راضی بہ رضا فقیر سے زیادہ کوئی فضیلت والا نہیں ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ مخلوق میں میرے دوست کہاں ہیں؟ فرشتے پوچھیں گے یا اللہ رب العزت! وہ کون ہیں؟ رب تعالے فرمائے گا وہ مسلمان فقراء ہیں جو میری عطا پر قانع تھے اور میری رضا پر راضی تھے، انہیں جنت میں داخل کرو چنانچہ لوگ ابھی اپنے حساب میں سرگرداں ہوگے کہ وہ لوگ جنت میں کھا پی رہے ہوں گے یہ تو قناعت گزیں اور اللہ رب العزت کی رضا پر راضی ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔ انشاء اللہ عنقریب زاہدوں کا ذکر بھی ان کے فضائل میں آئے گا۔

قناعت اور رضا کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ قناعت کی ضد حرص وطمع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ طمع تنگ دستی اور قناعت مالداری ہے جو لوگوں سے طمع نہیں رکھتا اور قناعت کرلیتا ہے وہ لوگوں سے بے پروا کردیا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر روز ایک فرشتہ عرش سے منادی کرتا ہے اے انسان گمراہ کرنے والے زیادہ مال سے کفایت کرنے والا تھوڑا مال بہتر ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر انسان کی عقل میں کمزوری ہوتی ہے جب اس کے پاس مال و دولت زیادہ آنے لگتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے مگر رات دن کی گردش میں جو اس کی عمر کم کر رہی ہے اسے غمزدہ نہیں کرتی۔ افسوس! اے انسان تجھے مال کی زیادتی کوئی فائدہ نہیں دے گی جب کہ تیری عمر برابر کم ہوتی جارہی ہے۔

ایک دانا سے غنا کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ قلیل امیدیں اور معمولی رزق پر راضی رہنا۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے امراء میں سے تھے ایک مرتبہ وہ محل سے باہر نکلے تو انہیں محل کے قریب ایک آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی جسے کھا کر وہ سوگیا، انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا، جب یہ شخص بیدار ہو تو اسے

میرے پاس لانا چنانچہ اس کے بیدار ہونے کے بعد اسے لایا گیا تو انہوں نے پوچھا اے جوان! تو بھوکا تھا اور ایک روٹی سے سیر ہوگیا، اس شخص نے کہا ہاں، پھر پوچھا گیا تمہیں خوب نیند آئی، وہ بولا ہاں۔ آپ نے دل میں سوچا کہ میں آئندہ دنیا کے حصول میں سرگرداں نہیں پھروں گا نفس انسانی تو ایک روٹی پر بھی قناعت کر لیتا ہے۔

ایک شخص نے عامر بن عبدالقیس رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ نمک کے ساتھ ساگ کھا رہے تھے، اس شخص نے کہا اے بندۂ خدا! کیا تو اتنی سی چیز پر راضی ہے؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں بتلاؤں، جو اتنی سی دنیا پر راضی ہو جاتا ہے اسے کس چیز کی خوشخبری ملتی ہے، پھر فرمایا جو دنیا پر راضی ہو جاتا ہے اسے آخرت نہیں ملتی اور جو دنیا سے ترکِ تعلق کر لیتا ہے اسے آخرت ملتی ہے۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ خشک روٹی پانی میں بھگو کر نمک سے کھا لیتے اور فرماتے جو دنیا میں اتنی مقدار پر راضی ہو جاتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

(الذاریات:۲۲۔۲۳)

''اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے تو آسمانوں اور زمین کے رب قسم یہ قرآن حق ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی بیوی نے آکر کہا تم ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو اور گھر میں آٹے کی چٹکی اور پانی کا گھونٹ تک نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں پتہ نہیں ہمارے سامنے دشوار گذار گھاٹیاں ہیں ان سے وہی نجات پائے گا جس کا بوجھ ہلکا ہوگا۔ جب آپ کی بیوی نے یہ سنا تو چپ چاپ گھر میں واپس چلی گئیں۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بے صبر بھوکا کفر کے بہت قریب ہوتا ہے ایک دانا سے پوچھا گیا کہ تیری دولت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ظاہری صفائی، دل میں نیکی اور لوگوں سے ناامیدی۔

روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے بعض سابقہ آسمانی کتابوں میں فرمایا ہے، اے انسان! اگر تجھے ساری دنیا کی دولت مل جاتی تب بھی تجھے دو وقت کی روٹی ہی میسر آتی، اب جبکہ میں نے تجھے غذا دے دی ہے اور اس کا حساب اور کے ذمے لگا دیا ہے تو یہ میں نے تجھ

پر احسان کیا ہے۔

قناعت کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے۔

أُضْرُعْ اِلَی اللّٰہِ لَاتَضْرُعْ اِلَی النَّاسِ
وَاقْنَعْ بِیَاسٍ فَاِنَّ الْعِزَّ فِی الْیَاسِ

''اللہ سے مانگ، لوگوں سے نہ مانگ، ان سے ناامید ہو کر قناعت کو اپنا کیونکہ لوگوں سے ناامید ہونے ہی میں عزت ہے۔''

اسْتَغْنِ عَنْ ذِی قُربٰی وَذِیْ رَحِمٍ
اِنَّ الْغَنِیَّ مَنِ اسْتَغْنٰی عَنِ النَّاسِ

''ہر عزیز اور یگانے سے بے پرواہ ہو جا کیونکہ لوگوں سے بے نیازی ہی مالداری ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

یَاجَامِعًا مَانِعًا وَالدَّھْرُ یَرْمُقُہٗ
مُقَدِّرًا اَیَّ بَابٍ مِنْہُ یُغْلِقُہٗ

''اے مال و دولت جمع کرنے والے، زمانہ ہر کسی کا مقدر دیکھتا ہے تو اس کے کس کس دروازے کو بند کرے گا؟''

مُفَکِّرًا کَیْفَ تَاتِیْہِ مُنِیَّتُہٗ
اَغَادِیًا اَمْ بِھَا یَسْرِیْ فَتَطْرُقُہٗ

''اس فکر میں کہ کس کس طرح امیدیں پوری ہوں گی، کیا اس کے ساتھ کوئی دشواری ہے یا آسانی، پس تو اس کو چھوڑ دے گا۔''

جَمَعْتَ مَالًا فَقُلْ لِّیْ ھَلْ جَمَعْتَ لَہٗ
یَاجَامِعَ الْمَالِ اَیَّامًا تُفَرِّقُہٗ

''اے مال کے جمع کرنے والے! تو نے دولت اکٹھی کر لی، مجھے یہ بتلا تو نے اسے خرچ کرنے کے لئے اپنے دن بھی اکٹھے کر لئے ہیں؟''

اَلْمَالُ عِنْدَکَ مَخْزُوْنٌ لِّوَارِثِہٖ
مَاالْمَالُ مَالُکَ اِلَّا یَوْمَ تُنْفِقُہٗ

''دولت تیرے پاس وارثوں کا خزانہ ہے، راہِ خدا میں خرچ کرنے والے مال کے سوا تیرا کوئی مال نہیں ہے۔''

اَرْفَهْ بِبَالِ فَتًى يَغْدُوْ عَلٰى ثِقَةٍ
اِنَّ الَّذِىْ قَسَّمَ الْاَرْزَاقَ يَرْزُقُهْ

''جب جوان اس بات پر اعتماد کرتا ہے کہ جس ذات نے تقسیم ارزاق کیا ہے اسے بھی رزق دے گا۔''

فَالْعِرْضُ مِنْهُ مَصُوْنٌ مَايُدَنِّسُهْ
وَالْوَجْهُ مِنْهُ جَدِيْدٌ لَيْسَ يُخْلِقُهْ

''تب اس کی عزت محفوظ ہو جاتی ہے، کبھی اس پر میل نہیں آتا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی پرانا ہوتا ہے۔''

اِنَّ الْقَنَاعَةَ مَنْ يَحْلُلْ بِسَاحَتِهَا
لَمْ يَلْقَ فِىْ ظِلِّهَا هَمًّا يُؤَرِّقُهْ

''جو شخص قناعت کو پالیتا ہے اس پر کبھی دکھ کا سایہ نہیں پڑتا۔''

☆☆☆

باب 35:

غیر اللہ سے دوستی اور میدانِ حشر

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۳)

''اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔''

بعض مفسرین کا قول ہے، اہل لغت اس بات پر متفق ہیں کہ ''ترکنوا'' مطلق میلان اور توجہ کا نام ہے، چاہے وہ میلان معمولی ہو یا زیادہ۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہاں ترکنوا سے مراد چھپانا ہے یعنی ان کے کفر کا انکار کرنا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ترکنوا سے مراد ہے ان کفار سے نیکی نہ کرو۔ آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ کفار اور بدکار مسلمانوں سے باہم میل ملاپ نہ رکھو۔ حضرت نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں، محققین کا قول ہے کہ جس ترکنوا سے منع کیا گیا ہے وہ ہے کفار کے کفر کو اچھا سمجھنا، ان کے طریق کار کو خوب جاننا اور دوسروں کے سامنے ان کی تعریف کرنا اور گمراہی کے کاموں میں ان کا شریک کار بننا ہے۔ ہاں! اگر ان کے مظالم کے سدباب اور نفع اندوزی کی وجہ سے ان سے میل ملاپ بڑھاتا ہے تو اسے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میرا ضمیر یہ کہتا ہے کہ طلب معاش کے لئے ان سے میل ملاپ کی رخصت ہے مگر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے بالکل علیحدگی کی جائے، کیا اللہ رب العزت بندہ کی مشکلات میں اس کے لئے کافی نہیں ہے؟ میں (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل صحیح ہے آج کے دور میں تو خصوصی طور پر اس بات کی ضرورت ہے کہ ان سے تعلقات نہ رکھے جائیں کیونکہ نیکی کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا اس دھوکہ اور فریب کاری کے دور میں ناممکن ہے، اور جب کہ ان کا ظلم اس انداز پر آ گیا ہے کہ ان سے باہم تعلق ہلاکت میں ڈال سکتا ہے تو تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو ان ظالموں اور سرکشوں سے زبردست محبت کرتا ہے، ان کی شراب نوشی اور حرام کاری کی محافل میں شریک ہوتا ہے اور ان کے تقاضائے دوستی کو پورا کرتا ہے اور ان کے طرزِ معاشرت

میں گھل مل جاتا ہے ان کا سا لباس پہن کر خوش ہوتا ہے اور ان کی ظاہری اور فانی رونق کو بہتر سمجھتا ہے اور ان کی معاشی خوشحالی پر رشک کرتا ہے حالانکہ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ سب چیزیں ایک دانہ سے بھی حقیر اور مچھر کے پر سے بھی زیادہ بے وقار ہیں چہ جائیکہ انسان دل کی گہرائیوں سے انہیں چاہنے لگے چاہنے والا اور جسے چاہا گیا ہے دونوں بے وقار ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تم یہ دیکھو کہ تمہارا دوست کون ہے؟ منقول ہے کہ اچھے ساتھی کی مثال عطار جیسی ہے اگر وہ عطر نہیں دے گا لیکن تم عطر کی خوشبو سے محروم نہیں رہو گے اور ہر برے ساتھی کی مثال لوہار کی ہے اگر چہ وہ تجھے نہیں جلائے گا مگر اس کی دھونکنی کا دھواں تم تک ضرور پہنچے گا اور کپڑوں کو کثیف کر دے گا اور تنفس کو بھی گزند پہنچائے گا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا (العنکبوت:۴۱)

''ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اپنے اور مددگار بنا لئے ہیں، لکڑی کے گھڑے کی سی مثال ہے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے کسی دولت مند کی اس کی دولت کی وجہ سے تعظیم کی اس کا دو حصے ایمان ضائع ہو گیا۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ رب العزت سخت ناراض ہوتا ہے اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل:۷۱)

''جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''

مفسرین کرام کا امام کے تعین میں اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور آپ کے رفقاء امام سے مراد نامۂ اعمال لیتے ہیں چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (الانشقاق:۷)

''اور جس شخص کو دائیں ہاتھ میں کتاب دی جائے گی۔''

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام سے مراد اللہ رب العزت کی کتابیں ہیں اور

لوگوں کو اے تورات والے، اے انجیل والے اور اے قرآن والے کہہ کر بلایا جائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام سے مراد نبی ہے لوگوں کو یوں بلایا جائے گا اے ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرنے والو آؤ! اے موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والو آؤ! اے عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والو آؤ! اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والو آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امام سے مراد امام عصر ہے جس کے روکنے سے وہ رک جاتے تھے اور جس کے حکم پر وہ عمل کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ رب العزت قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ہر خائن کو جھنڈا دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی خیانت کا جھنڈا ہے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، لوگوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے گا اس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اس کے جسم کو ساٹھ ہاتھ لمبا کر کے اس کے سر پر چمکدار موتیوں کا تاج رکھا جائے گا اس کا چہرہ انتہائی روشن ہوگا پھر وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا جو اسے دور سے دیکھ کر کہیں گے یا اللہ! اس کے مرتبہ میں اضافہ فرما اور ہمیں بھی ایسا ہی مقام عنایت فرما۔ جب وہ ان کے پاس آئے گا تو کہے گا کہ تمہیں خوشخبری ہو۔ تم میں سے ہر ایک کو یہی مقام ملے گا اور کافر کا منہ کالا کر کے اس کا قد آدم علیہ السلام کے قد کے برابر ساٹھ ہاتھ کر دیا جائے گا اور اسے ظلمت کا تاج پہنایا جائے گا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے گا وہ اسے دیکھ کر کہیں گے اے اللہ رب العزت! ہم اس کے شر سے پناہ چاہتے ہیں اور ہمیں ایسے انجام سے بچا، وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے اے اللہ رب العزت! اسے رسوا کرتب کافر کہے گا کہ اللہ رب العزت نے تجھے اپنی رحمت سے دور کر دیا تم میں سے ہر ایک کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا فَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (الزلزال:۲۔۱)

''جب زمین زلزلے سے ہلائی جائے گی اور وہ اپنے بوجھ نکال ڈالے گی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زمین نیچے سے ہلے گی اور اس کے پیٹ میں جتنے مردے اور دفینے ہیں، سب کو باہر نکال دے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (الزلزال:۴)

''اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔''

اور فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ رب العزت اور اس کے رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ ہر مرد اور ہر عورت کے ہر اس عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر کیا گیا ہو۔ طبرانی کی حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا زمین پر گناہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمہاری ماں ہے اور جو شخص بھی اس پر کوئی عمل کرتا ہے وہ اس کی (قیامت کے دن) خبر دے گی۔

☆☆☆

باب 36:

نفخِ صور، حشرِ اجساد و بعث بعد الموت

فرمانِ نبوی ﷺ ہے میں کیسے سکون پاؤں جبکہ صاحبِ صور یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام نے صور منہ میں لیا ہوا ہے، پیشانی جھکی ہوئی ہے اور کان اللہ رب العزت کے فرمان پر متوجہ کر رکھے ہیں کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم ملے اور وہ صور پھونکیں۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صور ایک بوق یا قرنا کی طرح ہے جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل کی طرح اپنے منہ میں لئے ہوئے ہے اس صور کے سر کی گولائی آسمان و زمین کی چوڑائی (گولائی) کے برابر ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ٹکٹکی باندھے عرش کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ انہیں کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے، جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو شدتِ اضطراب سے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے سوا زمین و آسمان کے سب جاندار ہلاک ہو جائیں گے پھر عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوگا اور وہ ان تینوں فرشتوں کی روح بھی قبض کرے گا، اس کے بعد عزرائیل علیہ السلام کو بھی فنا سے ہمکنار کر دیا جائے گا یہاں تک کہ نفخ صور کو چالیس سال گزر جائیں گے تب اللہ رب العزت اسرافیل کو زندہ کرے گا اور وہ اٹھ کر دوبارہ صور پھونکیں گے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (زمر:٦٨)

"پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس اچانک وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے اور دوبارہ زندہ ہونا دیکھ رہے ہوں گے۔"

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب سے اسرافیل کو پیدا کیا گیا ہے صور اس کے منہ میں ہے اور وہ ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے رکھے حکم خداوندی کے انتظار میں ہے، ہوشیار ہو جاؤ اور صور پھونکے جانے کے وقت سے ڈرو، اس وقت میں لوگوں کی ذلت اور رسوائی اور عاجزی کا تصور کرو جبکہ دوسری مرتبہ صور پھونک کر انہیں کھڑا کیا جائے گا اور وہ اپنے متعلق

اچھا یا بُرا فیصلہ سننے کے منتظر ہوں گے اور اے انسان تو بھی ان کی ذلت اور پریشانی میں برابر کا شریک ہوگا بلکہ اگر تو دنیا میں آسودہ حال اور دولت مند ہے تو جان لے کہ اس دن دنیا کے تمام بادشاہ مخلوق سے زیادہ ذلیل اور حقیر ہوں گے اور وہ چیونٹیوں کی طرح پامال ہوں گے، اس وقت جنگلوں اور پہاڑوں سے درندے سر جھکائے قیامت کی ہیبت سے سہمے ہوئے اپنی ساری زندگی اور وحشت بھول کر لوگوں میں گھل مل جائیں گے۔ یہ درندے اپنے کسی گناہ کے سبب نہیں بلکہ صور کی خوفناک آواز کی شدت کی وجہ سے زندہ ہو جائیں گے اور انہیں لوگوں سے خوف اور دہشت تک محسوس نہیں ہوگی چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ

''اور جب وحشی جانور اٹھائے جائیں گے۔''

پھر شیطان اور سخت نافرمان اپنی نافرمانی اور سرکشی کے بعد اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہونے کے لئے انتہائی ذلت سے اس فرمانِ الٰہی کی تائید میں حاضر ہوں گے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا

(مریم:۶۸)

''پس قسم ہے تیرے رب کی ہم انہیں شیطانوں کے ساتھ اکٹھا کریں گے پھر انہیں جہنم کے اردگرد زانوؤں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے۔''

ذرا سوچو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ اور جب لوگ قبر سے اٹھانے کے بعد ننگے پیر اور ننگے بدن میدانِ قیامت میں جو ایک صاف شفاف زمین ہوگی جس میں کوئی کجی اور ٹیلہ نہیں ہوگا، آئیں گے، اس پر نہ کوئی ٹیلہ ہوگا کہ انسان اس کے پیچھے اوجھل ہو جائے اور نہ ہی کوئی گھاٹی ہوگی جس میں انسان چھپ جائے بلکہ وہ ہموار زمین ہوگی جس پر لوگ گروہ در گروہ لائے جائیں گے، بے شک ربِ ذوالجلال عظیم قوتوں کا مالک ہے جو روئے زمین کے گوشے گوشے سے تمام مخلوق کو ایک ہی میدان میں صور پھونکنے کے وقت جمع فرمائے گا دل اس لائق ہیں کہ اس دن بے قرار ہو اور آنکھیں خوفزدہ ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایک چٹیل میدان میں کھڑے کئے جائیں گے جو ہر قسم کے درختوں، اونچے نیچے ٹیلوں اور عمارتوں سے پاک ہوگا اور یہ زمین دنیا کی زمین جیسی نہیں ہوگی بلکہ یہ صرف نام کی ہی زمین ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم:۴۸)

''جس دن بدلی دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان''

اس زمین میں کمی بیشی کی جائے گی، اس کے درخت، پہاڑ، وادیاں، دریا سب ختم کر دئے جائیں اسے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچا جائے گا (جس طرح کچے چمڑے کو کھینچتے ہیں) وہ بالکل چیٹل میدان ہوگا جس پر نہ کسی کو قتل کیا گیا ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ ہوا ہوگا اور آسمان کے سورج، چاند اور ستارے ختم کر دئے جائیں گے۔ اے ناتواں انسان اذرا سوچ تو سہی کہ اس دن کی ہولناکی اور شدت کتنی عظیم ہوگی جبکہ لوگ اس میدان میں جمع ہوں گے، تمام ستارے بکھر جائیں گے اور سورج و چاند کی روشنی زائل ہونے کی وجہ سے زمین اندھیرے میں ڈب جائے گی اور اسی حالت میں آسمان اپنی اس تمام تر عظمت کے باوجود پھٹ جائے گا وہ آسمان جس کا حجم پانچ سو برس کا سفر اور جس کے اطراف واکناف پر ملائکہ تسبیح میں مشغول ہیں، اس کے پھٹنے کی ہیبتناک آواز تیری قوتِ سماعت پر زبردست خوف چھوڑ جائے گی اور آسمان زردی، مائل پگھلی ہوئی چاندی کی طرح بہ جائے گا اور سرخی مائل تیل جیسا ہو جائے گا آسمان جھڑی ہوئی راکھ کی طرح، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہوں گے اور برہنہ پا لوگ وہاں بکھرے ہوئے ہوں گے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ لوگ ننگے پیر ننگے بدن اٹھیں گے اور اپنے پسینے میں کان کی لوؤں تک غرق ہوں گے۔ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) کیسا عبرت ناک منظر ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کسی کو کسی کا ہوش نہیں ہوگا اس دن لوگ ننگے ہوں گے مگر کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوگا کیونکہ لوگ مختلف صورتوں میں چل رہے ہونگے بعض لوگ پیٹ کے بل اور بعض منہ کے بل چلیں گے انہیں کسی کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہیں ہوگا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (عبس:۳۷)

''ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے لیس ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ تین حالتوں میں ہوں گے، سوار، پیدل اور منہ کے بل چلنے والے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو پیروں پر چلا سکتا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

آدمی کی طبیعت میں انکار کا مادہ بہت ہے جس چیز کو دیکھ کر نہیں پاتا ہے اس کا انکار کر دیتا ہے چنانچہ اگر انسان سانپ کو پیٹ کے بل انتہائی برق رفتاری سے دوڑتا ہوا دیکھتا تو یہ بات کبھی تسلیم نہ کرتا کہ پیٹ کے بل دوڑا اور چلا جاسکتا ہے، جنہوں نے پیروں پر کسی کو چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا ان کے لئے یہ بات حیرت انگیز ہوگی کہ انسان صرف پیروں پر چلتا ہے لہٰذا تم دنیاوی قیاس سے کام لیتے ہوئے اخروی عجائبات کا انکار نہ کرو، پس اس پر قیاس کرلو کہ اگر تم نے دنیا کے عجائبات نہ دیکھے ہوتے اور تمہیں ان کے متعلق بتایا جاتا تو تم تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے۔ ذرا اپنے دل میں یہ سوچو کہ جب تم ننگے، ذلیل و رسوا، حیران و پریشان اپنے متعلق اچھے یا بُرے فیصلے کے منتظر ہوگے تب تمہاری کیا حالت ہوگی۔

مخلوق کے اژدہام اور بھیر بھاڑ کے متعلق ذرا خیال کرو کہ عرصۂ محشر میں زمین و آسمان کی تمام مخلوق فرشتے، جن، انسان، شیطان، جانور، درندے، پرندے سب جمع ہوں گے پھر سورج نکلے گا اس کی گرمی پہلے سے دگنی ہوگی اور اس کی حدت میں موجودہ کمی دور ہو جائے گی سورج لوگوں کے سروں پر ایک کمان کے فاصلہ کے برابر آجائے گا اس وقت عرش الٰہی کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہیں ہوگا اور اس کے سایہ میں ابرار ہوں گے، سورج کی شدید تمازت کی وجہ سے ہر جاندار شدید دکھ اور بے پناہ مصیبت میں ہوگا لوگ ایک دوسرے کو ہٹائیں گے تاکہ اژدہام کم ہو، اس وقت لوگ اللہ رب العزت کے حضور حاضری کے خیال سے انتہائی شرمندہ اور ذلیل و رسوا ہوں گے اس وقت سورج کی گرمی، سانسوں کی گرمی، دلوں میں پشیمانی کی آگ اور زبردست خوف و ہراس طاری ہوگا اور ہر ایک بال سے پسینہ بہنا شروع ہوگا یہاں تک کہ وہ قیامت کے میدان میں پانی کی طرح بھر جائے گا اور ان کے جسم بقدر گناہ پسینے میں ڈوبے ہوں گے بعض گھٹنوں تک، بعض کمر تک، بعض کانوں کی لو تک اور بعض سراپا پسینہ میں غرق ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ بعض لوگ کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں لوگوں کا پسینہ ستر ہاتھ اونچا ہو جائے گا اور ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے ایک اور روایت ہے کہ لوگ چالیس برس آسمان کی جانب ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہیں

گے اور شدید تکلیف کی وجہ سے پسینہ ان کے منہ تک پہنچا ہوا ہوگا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سورج لوگوں کے انتہائی قریب ہوگا، لوگوں کو شدید پسینہ آئے گا چنانچہ بعض لوگ ٹخنوں تک، بعض آدھی پنڈلی تک، بعض گھٹنوں تک، بعض رانوں تک، بعض کمر تک، بعض منہ تک (اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ انہیں پسینہ کی لگام لگی ہوگی) اور بعض لوگ پسینہ میں ڈب جائیں گے اور آپ نے سر کی طرف اشارہ فرمایا۔

اے ناتواں انسان! ذرا قیامت کے روز کے پسینہ اور دکھ درد کو یاد کر اور سوچ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو کہیں گے اے اللہ رب العزت! ہمیں اس مصیبت سے نجات دے اگرچہ تو ہمیں جہنم بھیج دے اور تو بھی انہی میں سے ایک ہوگا اور تجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں تک پسینہ میں غرق ہوگا۔ ہر وہ انسان جس کا حج جہاد، روزہ نماز، کسی بھائی کی حاجت روائی، نیکی کے حکم اور برائیوں سے منع کرنے کے سلسلے میں پسینہ نہیں بہا ہے، قیامت کے دن شرمندگی اور خوف کی وجہ سے اس کا پسینہ بہے گا اور شدید رنج والم ہوگا۔

انسان جہالت اور فریب سے کنارہ کش ہو کر سوچے تو اسے معلوم ہوگا کہ عبادات میں سختی برداشت کرنا، قیامت کے طویل، سخت اور شدید دن کے انتظار اور پسینہ (کے عذاب) سے بہت ہی آسان ہے۔

☆☆☆

باب 37:

مخلوق کا حساب کتاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے کہا مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ، پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا ثواب لئے ہوئے آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی، کسی کی غیبت، کسی کو ناحق قتل، کسی پر ظلم اور کسی کا مال کھایا ہوگا اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی، جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو دوسروں کے گناہ اس پر ڈال دئے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اے انسان ذرا سوچ! اس دن تیری کیا حالت ہوگی، تیرے پاس کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جسے تو نے ریا اور شیطانوں کے وسوسوں سے پاک ہو کر کیا ہوگا، اگر تو نے طویل مدت میں ایک خالص نیکی حاصل کر لی ہے تو وہ بھی قیامت میں تیرے دشمن لے جائیں گے شاید تو نے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، تو ساری رات عبادت میں اور تمام دن روزوں میں گزارتا ہے مگر تیری زبان مسلمانوں کی غیبت سے نہیں رکتی اور تیری نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، دیگر برائیاں جیسے حرام کی چیزیں کھانا، مال مشکوک ہضم کر جانا اور مکمل طور پر عبادتِ الٰہی نہ کر سکنے کی کوتاہی سے تو کیسے عہد برآں ہو سکتا ہے جبکہ اسی دن ہر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو آپس میں سینگ مارتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ابوذر! جانتے ہو یہ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا لیکن اللہ رب العزت جانتا ہے کہ وہ کیوں ایک دوسرے کو سینگ مار رہی ہیں اور وہ قیامت کے دن ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی آیت۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

(الانعام: ۳۸)

''اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ رہے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔''

کی تفسیر میں فرماتے ہیں قیامت کے دن تمام مخلوق جانور، درندے، پرندے وغیرہ اٹھائے جائیں گے اور ہر کسی کو انصاف دیا جائے گا یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی سے بدلہ دلایا جائے گا اور پھر کہا جائے گا تم مٹی ہو جاؤ، اس وقت یہ سن کر ہر کافر یہ پکار اٹھے گا۔

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (النباء:۴۰)

''اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔''

اے ناتواں انسان! اس وقت جب کہ تیرا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی ہوگا تو سخت دکھ میں مبتلا ہو کر کہے گا میری نیکیاں کہاں ہیں؟ اور تجھ سے کہا جائے گا کہ وہ تیرے دشمنوں کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو گئیں ہیں اس وقت تو اپنے نامۂ اعمال کو برائیوں سے بھرا ہوا پائے گا جن سے بچنے کے لئے تو نے دنیا میں انتہائی کوشش کی تھی اور رنج وغم اٹھایا تھا، تب تو کہے گا اے اللہ رب العزت میں نے تو یہ گناہ نہیں کئے تھے تو تجھے کہا جائے گا کہ یہ ان لوگوں کی برائیاں تیرے حصہ میں آئی ہیں جن کی تو نے غیبت کی، گالیاں دی اور ان سے لین دین، ہمسائیگی، گفتگو، مباحثوں اور دیگر معاملات میں تو نے بدسلوکی کی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا شیطان جزیرۃ العرب میں بت پرستی سے ناامید ہو گیا ہے لیکن وہ عنقریب تمہارے برے افعال سے راضی ہو جائے گا اور یہی بداعمالیاں تباہ کرنے وای ہیں جہاں تک ہو سکے زیادتیوں سے بچو کیونکہ قیامت کے دن ایک ایسا انسان بھی آئے گا جس کی نیکیاں پہاڑوں کی طرح ہوگی اور وہ یہ سمجھے گا کہ میں عنقریب نجات پا جاؤں گا مگر برابر انسان آتے جائیں گے اور کہیں گے اے اللہ رب العزت اس نے ہم پر ظلم کیا تھا، رب فرمائے گا اس کی نیکیاں مٹا دو، یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہیں بچے گی، یہ ایسا ہی ہے جیسے کچھ لوگ سفر میں ایک صحرا میں اترے، ان کے پاس لکڑیاں نہیں تھیں، وہ اردگرد پھیل گئے اور انہوں نے لکڑیاں اکٹھی کیں مگر آگ جلانے سے پہلے ہی وہاں سے چل دیئے یہی حال گناہوں کا ہے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ

(الزمر:۳۰۔۳۱)

''بے شک تمہیں مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے یہاں جھگڑو گے۔''

تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کرتے ہیں وہ لوٹائی جائیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں تا کہ ہر مظلوم کو اس کا حق دلایا جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا یہ بات بہت عظیم ہے۔ ایسا عظیم دن جس میں کسی قدم کو نہیں بخشا جائے گا اور نہ ہی کسی تھپڑ سے درگزر کیا جائے گا تا آنکہ ہر مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلایا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت قیامت کے دن لوگوں کو برہنہ، غبار آلود، خالی ہاتھ اٹھائے گا پھر اللہ رب العزت فرمائے گا (اور یہ آواز قریب و دور یکساں سنی جائے گی) کہ ''میں بادشاہ ہوں'' ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دینے والا ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں بغیر بدلہ دئے نہ جائے گا یہاں تک کہ معمولی سی چیزوں کا بھی بدلہ دلایا جائے گا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ بدلہ کیسے دیا جائے گا لوگ تو برہنہ اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ بدلے دئے اور لئے جائیں گے لہٰذا اللہ رب العزت سے ڈرو، لوگوں کے مال چھین کر، ان کی عزتیں پامال کر کے، ان کے دل دکھا کے اور ان سے بُرا سلوک کر کے ان پر ظلم نہ کرو کیونکہ جو گناہ بندے اور اللہ رب العزت کے درمیان میں وہ بہت جلد معاف کر دئے جائیں گے۔

جو شخص گناہ اور لوگوں سے زیادتیاں کر کے تائب ہو چکا ہو اسے چاہئے کہ وہ نیکیوں میں دل لگائے اور ان کو یوم قیامت کے لئے ذخیرہ بنائے، مزید براں مکمل اخلاص سے ایسی نیکیاں کرے جو اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہ جانتا ہوں ممکن ہے اسی کے طفیل اللہ رب العزت اسے اپنا مقرب بنا لے اور ان محبوب مومنوں کی جماعت میں اسے شامل فرما لے جسے وہ باوجود زیادتیوں کے اپنے لطف و کرم سے بخش دے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اچانک حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اس طرح کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں حضور ﷺ کس بات پر تبسم

فرما رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو آدمی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ان میں سے ایک کہے گا الہ العالمین! مجھے اس بھائی سے انصاف دلایئے۔ رب تعالیٰ دوسرے آدمی سے فرمائے گا کہ اسے اس کا حق دو، وہ عرض کرے گا یا الٰہی میری نیکیوں میں کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ اللہ رب العزت انصاف چاہنے والوں سے فرمائے گا اب کیا کہتے ہو؟ وہ کہے گا اے اللہ رب العزت ! اس کے عوض میرے گناہوں کا بار اس پر کر دیجئے۔ حضور ﷺ کی چشم ہائے اطہر اشکبار ہوگئیں۔ پھر فرمایا بے شک یہ بہت شدید دن ہوگا۔ لوگ اپنے گناہ دوسروں پر ڈالنے کے خواہش مند ہوں گے۔ اللہ رب العزت پہلے شخص سے فرمائے گا کہ نظر اٹھا کر جنت کو دیکھو، وہ جنت کو دیکھ کر کہے گا میں نے سونے چاندی کے اونچے اونچے محلات دیکھے ہیں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ یہ کونسے نبی صدیق یا شہید کے لے ہیں؟ ربِ ذوالجلال فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرے گا اسے دوں گا وہ کہے گا اے اللہ رب العزت! ان کی قیمت کس کے پاس ہے؟ اللہ رب العزت فرمائے گا تیرے پاس ان کی قیمت ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے اس بھائی کو معاف کر دے چنانچہ وہ اسے معاف کر دے گا اور رب تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کر دے، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت سے ڈرو اور ایک دوسرے سے نیکی کرو، اللہ رب العزت قیامت کے دن مومنوں میں باہم صلح کرائے گا۔

اس ارشاد میں یہ تاکید پائی جاتی ہے کہ انسان اپنے اخلاق بہتر بنائے، لوگوں سے نیکی کرے، اب اے انسان ذرا غور کر، اگر تیرا نامہ اعمال اس دن مظالم سے پاک ہو یا اللہ رب العزت تجھے اپنے لطف و کرم سے بخش دے اور تجھے سعادتِ ابدی کا یقین ہو جائے تو اللہ رب العزت کی عدالت سے واپس لوٹتے ہوئے تجھے کتنی خوشی اور مسرت ہوگی، تیرے جسم پر رضائے الٰہی کا لباس ہوگا، تیرے لئے ابدی سعادت ہوگی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل ہوں گی، اس وقت تیرا دل خوشی و شادمانی سے اڑ رہا ہوگا، تیرا چہرہ سفید و نورانی ہوگا اور چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں تو سر اٹھائے ہوئے وہ فخر کے ساتھ لوگوں میں جائے گا، تیری پیٹھ گناہوں سے خالی ہوگی، جنت کی ہواؤں اور رضائے الٰہی کی ٹھنڈک سے تیری پیشانی چمک رہی ہوگی، ساری مخلوق کی نگاہیں تجھ پر جمی ہوں گی، وہ تیرے حسن و جمال پر رشک کریں گے، ملائکہ تیرے آگے پیچھے چل رہے ہوں گے اور لوگوں سے کہیں گے یہ فلاں

بن فلاں ہے، اللہ رب العزت اس سے راضی ہوا اور اسے راضی کر دیا، اسے سعادتِ ابدی میسر آ گئی ہے اور اسے کبھی بھی شقاوت سے ہمکنار نہیں ہونا پڑے گا کیا تو یہ مقام اس مقام سے بلند نہیں سمجھتا ہے تو ریا، تصنع، منافقت اور زیب و زینت سے لوگوں کے دلوں میں بناتا ہے۔ اگر تو اس بات کو اچھا سمجھتا ہے اور یقیناً وہی مقام آخرت اچھا ہے تو اخلاص اور اللہ رب العزت کے حضور نیت صادق کے ساتھ حاضری دے پھر تو یہ بلند مرتبہ حاصل کر لے گا۔

نعوذ باللہ اگر ایسا نہ ہوا اور تیرے نامۂ اعمال سے تمام برائیاں نکلیں جنہیں تو معمولی سمجھتا تھا حالانکہ اللہ رب العزت کے نزدیک وہ بہت بڑی غلطیاں تھیں، اسی وجہ سے تجھ پر اللہ رب العزت کا عتاب ہوا اور وہ فرمائے، اے بدترین انسان! تجھ پر میری لعنت ہو، میں تیری عبادت قبول نہیں کرتا تو یہ آواز سنتے ہی تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا پھر اللہ رب العزت کی ناراضگی کے سبب اللہ رب العزت کے فرشتے تجھ پر راضی ہو جائیں گے اور کہیں گے تجھ پر ہماری اور تمام مخلوق کی طرف سے لعنت ہو، اس وقت عذاب کے فرشتے اپنی بھرپور بدمزاجی، بدخلقی اور وحشت ناک شکلوں کے ساتھ اللہ رب العزت کی ناراضگی کی وجہ سے انتہائی غصہ میں تیری طرف بڑھیں گے اور تیری پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر تجھے تمام لوگوں کے سامنے منہ کے بل گھسیٹیں گے، لوگ تیرے چہرے کی سیاہی دیکھیں، تیری رسوائی دیکھیں اور تو ہلاکت کو پکارے اور فرشتے تجھے کہیں تو آج ایک ہلاکت کو نہیں بہت سی ہلاکتوں کو بلا اور فرشتے پکار کر کہیں، یہ فلاں بن فلاں ہے، اللہ رب العزت نے آج اس کی رسوائیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے اس کے برے اعمال کی وجہ سے اس پر لعنت کی ہے اور دائمی بدبختی اس کو نصیب ہوئی ہے اور یہ انجام بسا اوقات ایسے گناہوں کا ہوتا ہے جسے تو نے لوگوں سے چھپ کر کیا ہو ان سے شرمندگی یا اظہار تقویٰ کے طور پر تو نے ایسا کیا ہو مگر اس سے بڑھ کر تیری بے وقوفی اور کیا ہوگی کہ تو نے چند آدمیوں کے ڈر سے صرف دنیاوی رسوائی سے بچتے ہوئے چھپ کر گناہ کیا مگر اس عظیم رسوائی سے جو ساری دنیا کے سامنے ہوگی اور اس میں اللہ رب العزت کی ناراضگی، عذابِ الیم، اور عذاب کے فرشتوں کا تجھے جہنم کی طرف گھسیٹنا اور دوسرے عذاب شامل ہوں گے تو نے بچنے کی کوئی تدبیر نہ کی قیامت میں تیری یہی کیفیات ہوں گی مگر افسوس کہ تجھے پیش آنے والے خطرات کا ذرہ بھر احساس نہیں ہے۔

☆☆☆

باب 38:

مالِ دنیا کی مذمت

فرمانِ الٰہی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون:۹)

''اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی شے تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو کوئی ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔''

مزید ارشاد ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

''تمہارے مال اور تمہارے بچے آزمائش ہیں اور یقیناً اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔'' (التغابن:۱۵)

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (التکاثر:۱)

''تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے''

لہٰذا جس کسی نے بھی مال اور اولاد کو اللہ رب العزت کی رحمت پر ترجیح دی اس نے عظیم نقصان کیا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا (ہود:۱۵)

''جو شخص دنیاوی زندگی اور زیب و زینت کی تمنا کرتا ہے''

فرمانِ الٰہی ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۰ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی (العلق:۶۔۷)

''بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔''

مزید فرمایا تمہیں کثرتِ مال کی طلب نے ہلاک کر دیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جیسے پانی سبزیاں اگاتا ہے اسی طرح مال اور عزت کی

محبت انسان کے دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ دو خطرناک بھیڑیئے بکریوں کے احاطہ میں گھس کر اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کسی مسلمان کے دین میں مال و دولت اور وجاہت کی تمنا نقصان کرتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ زیادہ دولت مند ہلاک ہو گئے مگر جنہوں نے بندگانِ خدا پر بے اندازہ مال خرچ کیا (وہ ہلاکت سے محفوظ رہے) اور ایسے لوگ کم ہیں، آپ ﷺ سے پوچھا گیا آپ ﷺ کی امت میں سب سے بُرے لوگ کون ہیں؟ فرمایا دولت مند۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عنقریب تمہارے بعد ایک قوم آنے والی ہے جو دنیا کی خوش رنگ نعمتیں کھائیں گے، خوش قدم گھوڑوں پر سوار ہوں گے، بہترین حسین و خوبرو عورتوں سے نکاح کریں گے بہترین رنگوں والے کپڑے پہنیں گے، ان کے معمولی پیٹ کبھی نہیں بھریں گے ان کے دل کثیر دولت پر بھی قناعت نہیں کریں گے صبح و شام دنیا کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کریں گے، اسے اپنا رب سمجھیں گے، اسی کے کاموں میں مگن اور اسی کی پیروی میں گامزن رہیں گے۔ جو شخص ان لوگوں کے زمانہ کو پائے، اسے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی وصیت یہ ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے، بیماری میں ان کی عیادت نہ کرے، ان کے جنازوں میں شامل نہ ہو اور ان کے سرداروں کی عزت نہ کرے اور جس شخص نے ایسا کیا اس نے اسلام کو مٹانے میں ان سے تعاون کیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ دنیا، دنیاداروں کے لئے چھوڑ دو جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ دنیا لے لی، اس نے بے خبری میں اپنے لئے ہلاکت لے لی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان میرا مال میرا مال کرتا ہے مگر تمہارے مال سے وہ ہے جو تو نے کھا لیا اور وہ ختم ہو گیا اور جو پہن لیا وہ پرانا ہو گیا، جو راہِ خدا میں خرچ کیا وہی باقی رہا۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں موت کو اچھا نہیں سمجھتا؟ آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا مال کو راہِ خدا میں خرچ کر دو کیونکہ مومن کا دل اپنے مال کے ساتھ رہتا ہے اگر وہ مال کو روکے رکھتا ہے تو اس کا دل مرنے پر تیار نہیں ہوتا اور اگر وہ مال کو آگے بھیج دیتا ہے (راہِ مولیٰ میں خرچ کر دیتا ہے) تو اسے بھی وہاں جانے کی آرزو ہوتی ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان کے تین دوست ہیں، ایک اس کی موت تک ساتھ رہتا ہے، دوسرا قبر تک اور تیسرا

قیامت تک ساتھ رہے گا، موت تک کا ساتھی اس کا مال ہے، قبر تک کا ساتھ دینے والا اس کا خاندان ہے اور قیامت تک ساتھ دینے والے اس کے اعمال ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہیں اور ہم نہیں چل سکتے؟ آپ نے فرمایا تم مال و دولت کو کیسے سمجھتے ہو؟ وہ بولے اچھا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مگر میرے نزدیک مٹی کا ڈھیلا اور روپیہ برابر ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اے بھائی خود کو اتنی دنیا جمع کرنے سے بچاؤ جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ رب العزت کا اطاعت گزار دولت مند اپنا مال لئے قیامت میں آئے گا، وہ پل صراط سے گزرنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا گزر جا کیونکہ تو نے میرا حق ادا کیا تھا اور جب گنہگار دولت مند آئے گا اور پل صراط سے گزرنے لگے تو اس کا مال کہے گا تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے میرے بارے میں اللہ رب العزت کے مقرر کردہ حقوق پورے نہیں کئے تھے پس اے ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب انسان مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس نے کیا بھیجا تھا، (راہِ خدا میں کیا کچھ خرچ کیا تھا) اور انسان کہتے ہیں اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جائیداد نہ بناؤ، تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔

مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا، آپ کو ناگوار گزرا اور آپ نے اسے دعا دی۔ اے اللہ رب العزت! جس نے مجھے برا کہا ہے اس کے جسم کو تندرست رکھ، اس کو طویل زندگی اور کثیر مال ومنال عطا کر دے گویا انہوں نے تندرستی اور طویل زندگی کے ساتھ مال و دولت کی فراوانی کو بھی برا اور اسے راہِ راست سے ہٹانے والا سمجھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم ہاتھ پر رکھ کر فرمایا تو جب تک مجھ سے جدا نہیں ہوگا مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ رقم بھیجی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں رقم بھیجی ہے۔ آپ بولیں اللہ عمر پر رحمت فرمائے۔ پھر ایک پردہ لے کر اس کے چند ٹکڑے کئے اور اس کی تھیلیاں بنا کر ان میں رقم ڈال کر تمام کی تمام رشتہ

داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے الہ العالمین! قبل اس کے کہ میرے پاس آئندہ سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی رقم آئے مجھے دنیا سے اٹھا لے چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلی زوجہ محترمہ تھیں جنہوں نے انتقال فرمایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس نے دولت کو عزت دی اللہ رب العزت نے اسے ذلیل کیا، کہتے ہیں جب روپیہ پیسہ بنتا ہے تو سب سے پہلے شیطان انہیں اٹھا کر ماتھے سے لگا کر چومتا ہے اور کہتا ہے جس شخص نے تم سے محبت کی وہ یقیناً میرا بندہ ہے۔

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے روپیہ پیسہ منافقوں کی ایسی مہاریں ہیں جو انہیں جہنم میں لے جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ روپیہ پیسہ بچھو ہیں، اگر تمہیں اس کے کاٹے کا منتر نہ آتا ہو تو اسے ہاتھ نہ لگاؤ، اگر اس نے تجھے ڈنک مار دیا تو اس کا زہر تجھے ہلاک کر دے گا، پوچھا گیا اس کا منتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حلال سے کمانا اور صحیح کام میں خرچ کر دینا۔ حضرتِ علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے سامنے دنیا اپنی زینت سے مزین ہو کر آئی تو میں نے کہا میں تیرے شر سے اللہ رب العزت کی پناہ چاہتا ہوں۔ دنیا نے کہا اگر تم میرے شر سے بچنا چاہتے ہو تو روپے پیسے سے دشمنی رکھو کیونکہ دولت اور روپے پیسے کو حاصل کرنا، دنیا کو حاصل کرنا ہے جو ان سے الگ تھلگ رہے وہ دنیا سے بچ جاتا ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ فَلَا تَظُنُّوْا غَیْرَہٗ
اِنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ ھٰذَا الدِّرْھَمِ

''میں نے یہی سمجھا اور تم بھی انکار نہ کرو کہ اصل پرہیزگاری پیسے سے بچنے میں ہے۔''

فَاِذَا قَدَرْتَ عَلَیْہِ ثُمَّ تَرَکْتَہٗ
فَاعْلَمْ بِاَنَّ تُقَاکَ تَقْوٰی الْمُسْلِمِ

''جب تم بس میں ہونے کے باوجود اسے چھوڑو گے تو جان لو کہ تمہیں ایک مسلمان کا تقویٰ حاصل ہو گیا۔''

ایک شاعر کہتا ہے۔

لَا یُضْرِنَّكَ مِنَ الْمَرْءِ قَمِیْصٌ رَقَعَهٗ
اَوْ اِزَارٌ فَوْقَ عُظْمِ السَّاقِ رَفَعَهٗ

''کسی شخص کے کرتہ میں پیوند لگا ہو یا ازار پنڈلی سے اوپر اٹھا ہو تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کرے۔''

اَوْ جَبِیْنٌ لَّاحَ فِیْهِ اَثَرٌ قَدْ خَلَعَهٗ
اَرِهٗ الدِّرْهَمَ تَعْرِفُ حُبَّهٗ اَوْ وَرَعَهٗ

''اُس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان پڑے ہوئے ہیں بلکہ اس کے تقویٰ کا علم تب ہوگا جب اسے پیسے دکھاؤ تو جانو گے کہ مال سے محبت ہے یا تقویٰ سے۔''

بروایت حضرت مسلمہ بن الملک، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت مسلمہ بن عبدالملک نے آکر کہا امیر المومنین! آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے حکمرانوں نے نہیں کیا۔ آپ اپنی اولاد کو تنگ دست چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تیرہ بچے تھے، آپ نے یہ سن کر فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔ جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا تم نے یہ کہا ہے کہ میں نے ان کے مال و دولت نہیں چھوڑی ہے۔ میں نے کبھی ان کا حق نہیں روکا اور نہ کبھی انہیں دوسروں کا حق دیا ہے، اگر یہ اطاعت گزار رہیں گے تو اللہ ان کی ضرورتیں پوری کرے گا وہی نیکوں کا سرپرست ہے اور اگر یہ بدکار نکلے تو مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ جناب محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ کو کہیں سے بہت سی دولت مل گئی، ان سے کہا گیا کہ اپنی اولاد کے لئے کچھ جمع کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسے اپنے لئے اللہ رب العزت کے ہاں جمع کروں گا اور اپنے رب کو اپنی اولاد کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے ابوعبدربہ سے کہا اے برادر اپنی اولاد کے لئے برائی نہیں بلکہ بھلائی چھوڑ کر جایئے تو انہوں نے اپنے مال سے ایک لاکھ درہم نکالے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دو مصیبتیں ایسی ہیں کہ ان جیسی مصیبتیں اگلے پچھلے لوگوں نے نہیں سنی ہیں، وہ ہے موت کے وقت بندے کا مال پر افسوس۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس سے تمام دولت چھن جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ اسے تمام دولت کا حساب اللہ رب العزت کو دینا پڑتا ہے۔

باب 39:

اعمال کا حساب، ترازو اور عذابِ جہنم

میزانِ عمل اور نامہ اعمال کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں دئے جانے کے بارے میں غور کرتے رہنا تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ حساب کے بعد لوگوں کی تین جماعتیں ہوں گی، ایک جماعت وہ ہوگی جس کی کوئی نیکی نہیں ہوگی، تب آگے سے ایک سیاہ گردن نمودار ہوگی جو انہیں اس طرح اچک لے گی جیسے پرندہ دانے اچک لیتا ہے اور انہیں لپیٹ کر آگ میں ڈال دے گی اور آگ انہیں نگل لے گی، پھر پکار کر کہا جائے گا ان کی بدبختی دوامی ہے اور ان کے لئے کسی بھلائی کی توقع نہیں ہے۔ دوسری جماعت وہ ہوگی جس کی کوئی برائی نہیں ہوگی۔ اس دن ندا آئے گی کہ ہر حال میں اللہ رب العزت کی حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں، وہ کھڑے ہو جائیں گے اور نہایت اطمینان سے جنت میں داخل ہوں گے پھر راتوں کو عبادت کرنے والوں، تجارت اور خرید و فروخت کے باعث ذکرِ خدا سے نہ رکنے والوں کو اسی طرح جنت میں بھیجا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ان کے لئے دوامی سعادت ہے جس کے بعد کوئی دکھ تکلیف نہیں ہے۔ تیسرے جماعت وہ ہوگی جن کے نامہ اعمال میں نیکیاں اور گناہ دونوں درجے ہوں گے لیکن انہیں خبر نہیں ہوگی، جب تک اللہ رب العزت اپنی رحمت اور اپنے عذاب کا اظہار فرمائے ان لوگوں کے نامۂ اعمال میں گناہ اور نیکیاں لپٹی ہوئی ہونگی ان کے اعمال میزان کئے جائیں گے اور ان کی آنکھیں نامۂ اعمال کی طرف ہوں گی کہ کونسے ہاتھ میں آتا ہے اور میزان کا پلہ کدھر جھکتا ہے اور یہ ایسی خوفناک حالت ہوگی جس سے لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھا اور آپ کو اونگھ آگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت کو یاد کر کے رو پڑیں اور ان کے آنسو حضور ﷺ کے چہرۂ انوار پر گرے تو حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے فرمایا عائشہ! کیوں روتی ہو؟ عرض کی آخرت کو یاد کر کے روتی ہوں کیا لوگ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد کریں گے؟ آپ فرمایا! تین جگہوں میں لوگوں کو اپنے سوا کچھ یاد نہیں ہوگا۔

۱۔ جب میزانِ عدل رکھا جائے گا اور اعمال تولے جائیں گے، لوگ سب کچھ بھول کر یہ دیکھیں گے کہ ان کی نیکیاں کم ہوتی ہیں یا زیادہ؟

۲۔ نامہ اعمال دئے جانے کے وقت یہ سوچیں گے کہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں ہاتھ میں اور۔

۳۔ پل صراط سے گزرتے ہوئے سب کچھ بھول جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کو میزان کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ایک فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا، اگر اس کی نیکیاں بھاری ہوگئیں تو وہ فرشتہ بلند آواز سے کہے گا کہ فلاں نے سعادتِ ابدی حاصل کر لی ہے اور اسے کبھی بدبختی سے واسطہ نہیں پڑے گا اور اگر اس کی برائیاں زیادہ ہوگئیں تو فرشتہ بلند آواز سے پکارے گا جس کی آواز تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں نے دائمی بدبختی پالی ہے اس کے لئے کبھی کوئی سعادت نہیں ہوگی تب عذاب کے فرشتے لوہے کے گرز لئے آگ کے کپڑے پہنے ہوئے آئیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں لے جائیں گے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت حضرت آدم علیہ السلام کو بلا کر فرمائے گا کہ اٹھئے اور جہنمیوں کو جہنم میں بھیج دیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام پوچھیں گے کہ کتنوں کو جہنم میں بھیجوں؟ رب فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے کو بھیج دیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو وہ ناامید ہوگئے اور ہنسنا مسکرانا چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ مشاہدہ فرمایا تو ارشاد کیا کہ عمل کرو اور خاطر جمع رکھو، رب ذوالجلال کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کافر انسانوں اور شیطان کے چیلوں کے علاوہ دو ایسی مخلوقات بھی ہیں جو اپنی تعداد میں تم سے بہت زیادہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یاجوج اور ماجوج۔ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سنتے ہی خوش ہوگئے۔ آپ نے مزید فرمایا عمل کرو اور اطمینان رکھو بخدا تم قیامت کے دن لوگوں میں ایسے ہوگئے جیسے اونٹ کے پہلو مین تل یا جیسے جانور کی ٹانگ پر نقطہ ہوتا ہے۔

اے فانی دنیا کے دھندوں میں مگن اور فریب خوردہ غافل انسان! اس دارِ فانی میں غور وفکر نہ کر بلکہ اس منزل کی فکر کر جس کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ تمام انسانوں کا پڑاؤ ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم:۷۱۔۷۲)

''اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔''

وہاں پر تیرا اترنا یقینی اور تیری نجات مشکوک ہے لہٰذا دل کو اس جگہ سے خوفزدہ کر، شاید کہ تو اس طرح نجات کا راستہ پالے اور مخلوقات کے حالات کے متعلق سوچ جب وہ قیامت کے سختیوں کے متعلق اندازے لگا رہے ہوں گے اور وہ اس دکھ اور دہشت میں مبتلا ہوں گے اور نظریں اٹھا کر اپنے نامۂ اعمال کی حقیقت کے اظہار کا انتظار کر رہے ہوں گے اور کسی شفاعت کرنے والے کے منتظر ہوں گے کہ اچانک ایک ہولناک اندھیرا مجرموں کو گھیر لے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ ان پر سایہ فگن ہوگی اور اس کی شدتِ غضب سے وہ مکروہ آوازیں، چیخ اور پکار سنیں گے، اس دم وہ اپنی ہلاکت کا یقین کر لیں گے، لوگ گھٹنوں کے بل جائیں گے اس وقت نیک لوگ بھی اپنے بُرے انجام سے خوفزدہ ہونگے، اس وقت عذاب کا فرشتہ پکارے گا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے جو خود کو دنیا میں طولِ امل سے تسلیاں دیا کرتا تھا اور اپنی زندگی کو بُرے اعمال میں تج دیا، پس عذاب کے فرشتے لوہے کے گرز لے کر بڑھیں گے اور اس کا بہت ہی بھیانک استقبال کریں گے یعنی اے سخت عذاب کے لئے لے جائیں گے، اسے جہنم کے غار میں ڈال کر کہیں گے اب عذاب کا مزا چکھو، تم تو بڑے بزرگ اور مہربان تھے اور اسے کہیں گے۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (الدخان:۴۹)

''ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔''

وہ اسے ایسی جگہ ٹھہرائیں گے جس میں کنارے تنگ، تاریک راستے اور پوشیدہ ہلاکتیں ہوں گی مجرم اس میں دائماً رہے گا اس میں آگ بھڑکائی جائے گی، ان کا مشروب گرم پانی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ عذاب کیف رشتے انہیں منتشر کریں گے اور جہنم انہیں جمع کرے گا، وہ ہلاکت کے متمنی ہونگے مگر انہیں موت نہیں آئے گی ان کے پاؤں پیشانیوں سے بندھے ہوں گے اور ان کے چہرے گناہوں کی سیاہی سے کال ہوں گے، وہ ہر

چہار سو پکارتے پھرینگے اے مالک! ہمارے لئے سزا کا وعدہ پورا ہو چکا۔ اے مالک! لوہا ہمیں فنا کر دے گا ہماری کھالیں اتر گئیں۔ اے مالک! ہمیں اس سے نکال ہم دوبارہ برے اعمال نہیں کریں گے۔ عذاب کے فرشتے جواب میں کہیں گے اس وقت تمہیں تمہارا تاسف کوئی مامن فراہم نہیں کرے گا اور تم اس ذلت کی جگہ سے کبھی نہیں نکل سکو گے۔ اسی میں رہو اور کوئی دوسری بات نہ کرو، اگر تم اس سے نکال بھی دیے گئے تو تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کیا کرتے تھے تب وہ ناامید ہو جائیں گے اور اپنے گناہوں پر انتہائی پریشانی کا اظہار کریں گے مگر انہیں ندامت نہیں بچالے گی اور نہ ہی ان کا عذاب، افسوس! دور کر سکے گا بلکہ وہ باندھ کر منہ کے بل نیچے ڈال دیئے جائیں گے اور ان کے اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگ ہی آگ ہوگی اور وہ سراپا غرق آتش ہوں گے، ان کا کھانا پینا، بستر لباس، سب کچھ آگ کا ہوگا اور وہ آگ کے شعلوں میں لپٹے ہوں گے، جہنم کا قطران کا لباس اور لوہے کے ڈنڈے ان کی سزا کے لئے ہوں گے اور زنجیروں کی گراں باری تنگی کی وجہ سے آواز پیدا کر رہی ہوگی، وہ جہنم کی گہرائیوں میں شکست خوردگی کے ساتھ سرگرداں ہوں گے اور اس کی آگ میں سخت پریشان ہوں گے آگ میں انہیں ایسا ابال دے گی جیسے ہانڈیوں میں ابال آتا ہے اور وہ گریہ وزاری کریں گے موت کو بلائیں گے جونہی وہ ہلاکت کی تمنا کریں گے، ان کے سروں پر جہنم کا کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کی آنتیں اور چمڑا گل جائے گا اور ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جن سے ان کی پیشانیوں کو توڑا جائے گا ان کے منہ سے پیپ بہنے لگے گی اور پیاس سے ان کے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، ان کی آنکھوں کی پتلیاں ان کے رخساروں پر بہیں گی جس سے ان کے رخساروں کا گوشت ادھڑ جائے گا اور جب ان کا چمڑہ گل جائے گا تو دوسرا چمڑہ پیدا ہو جائے گا ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہوگی ان کی روح کا رشتہ لوگوں سے قائم ہوگا جو جسم سے لپٹی ہوئی ہوں گی وہ آگ کی گرمی سے پھولی ہوں گی اور وہ اس وقت موت کی تمنا کریں گے مگر انہیں موت نہیں آئے گی۔ اگر تم انہیں اس حالت میں دیکھو تو نظر آئے گا کہ ان کی شکلیں بہت زیادہ بدحسن ہیں، آنکھیں اندھی، زبانیں گونگی، کمریں شکستہ، ہڈیاں ریزہ ریزہ، کان بہرے، چمڑہ چیتھڑوں کی طرح پارہ پارہ، ہاتھ گردنوں کے پیچھے بندھے ہوئے یعنی شکن کی ہوئی پیشانی اور پاؤں یکجا، منہ کے بل آگ پر چلتے ہوئے اپنی پلکوں سے گرم لوہا روندتے ہوئے ان کے تمام اعضائے بدن میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی،

جہنم کے سانپ اور بچھوان کے جسم پر چمٹے ہوئے ہوں گے تو یہ مناظر دیکھ کر تمہاری کیا حالت ہوگی؟۔

اب ذرا ان کے ہولناک عذاب کی تفصیل پر غور کرو اور جہنم کی وادیوں اور گھاٹیوں کے سلسلہ میں تامل کرو۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں اور ہر گھاٹی میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہیں، کافروں اور منافقوں کو ان تمام جگہوں ہی میں جانا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا وادی حُزْنٌ یا حَزَنٌ کی گھاٹی سے پناہ مانگو، پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس سے ہر روز جہنم بھی ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے یہ وادی اللہ رب العزت نے ریا کاریوں کے لئے تیار کی ہے۔

یہ جہنم کی وسعت، اس کی وادیوں کی گھاٹیاں، زندگی کے نشیب و فراز اور خواہشات نفسانی کی تعداد کے برابر ہیں اور جہنم کے دروازے انسانی جسم کے ان اعضاء کی تعداد کے برابر ہیں جن سے انسانی جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں، اوپر والا جہنم، پھر سقر، پھر لظی، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے، ذرا ہاویہ کی گہرائی کا تصور کرو جس قدر انسان کی شہواتِ نفسانی گہری ہوں گی، اسی قدر اسے ہاویہ کی گہرائی میں ٹھکانا ملے گا اور جیسے انسان کی ہر امید ایک دوسری بڑی امید پر ختم ہوتی اسی طرح ہاویہ کی ہر گہرائی دوسری گہرائی پر جا کر رکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک ہم نے ایک دھماکہ سنا حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ رب العزت اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے، آپ نے فرمایا ستر سال پیشتر جہنم کے کنارے سے پتھر لڑھکایا گیا تھا جو اب اس کی گہرائی میں جا پہنچا ہے یہ اس کی آواز تھی۔

اب جہنم کے درجات پر غور کیجئے، بے شک آخرت اپنے طبقات اور خصائص کے اعتبار سے بہت عظیم ہے، جیسے دنیا میں لوگوں کے مختلف درجات ہیں، اسی طرح جہنم میں مختلف درجات ہوں گے جو گناہوں کا عادی اور سخت نافرمان ہوگا وہ آگ میں غرق ہوگا اور معمولی طور پر گناہ کرنے والا ایک محدود حد تک جلے گا اسی طرح آگ بھی گنہگار کے گناہوں

کے مطابق عذاب دے گی، کیونکہ اللہ رب العزت کسی پر ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرتا، لہٰذا ہر مسلمان کو ایک جیسا عذاب نہیں ہوگا بلکہ گناہوں کے مقدار کے مطابق سزا ملے گی مگر جہنم کا سب سے معمولی عذاب بھی اگر دنیا پر پیش کر دیا جائے تو اس کی حدت سے ساری دنیا جل کر بھسم ہو جائے۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ جہنم کا معمولی عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جس کی گرمی سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔

اس معمولی عذاب سے اس بڑے عذاب کا اندازہ لگاؤ، اگر تمہیں آگ کے جلانے میں شبہ ہو تو اپنی انگلی اس دنیا کی آگ میں دال کر دیکھو تو تمہیں پتہ چل جائے گا اگرچہ اس دنیاوی آگ کو جہنم کی آگ سے کوئی نسبت نہیں ہے لیکن سوچو تو جب یہ آگ دنیا کی سخت ترین عذابوں میں شمار ہوتی ہے تو اس آگ کا کیا عالم ہوگا، اگر جہنمی وہاں اس دنیاوی آگ کو پالیں تو خوشی سے دوڑتے ہوئے اس میں گھس جائیں۔

اسی لئے بعض احادیث میں ہے کہ جہنم کی آگ کو ستر مرتبہ رحمت کے پانی سے دھو کر دنیا میں لوگوں کے استعمال کے لئے بھیجا گیا تھا بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ جہنم میں آگ بھڑکائی جائے ہزار سال کے بعد جہنم سرخ ہوگیا پھر ہزار سال تک آگ بھڑکائی جائے جس سے وہ سفید ہوگیا، جب مزید ہزار سال آگ بھڑکائی گئی تو وہ بالکل سیاہ اور تاریک ترین ہوگی۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے، جہنم نے ربِ عظیم سے شکایت کی کہ میرے بعض حصے بعض حصوں کی تپش سے فنا ہو رہے ہیں تو اللہ رب العزت نے اسے صرف دو سانسوں کی اجازت دے دی، ایک گرمی میں اور ایک سردی میں، گرمیوں میں گرمی کی شدت اس کے گرم سانس سے اور سردی کی شدت اس کے سرد سانس سے ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، قیامت کے دن مالدار ترین کافروں کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں غوطہ دے کر پوچھا جائے گا کہ تو نے دنیا میں کوئی نعمت پائی تھی؟ وہ کہے گا بالکل نہیں، پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ دکھ اٹھائے ہوں گے، اسے جنت میں لے جا کر باہر نکالا جائے گا اور پوچھا جائے گا تو نے کبھی کوئی دکھ پایا ہے؟ وہ کہے گا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ لوگ موجود ہوں اور وہاں جہنمی شخص سانس لے تو وہ سب کے سب مر جائیں گے۔

بعض علماء نے اس فرمان الٰہی

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ

''آگ ان کے منہ کو جھلس دے گی''

کی تشریح میں لکھا ہے کہ آگ کی ایک ہی لپیٹ سے ان کی ہڈیوں کا گوشت نیچے گر جائے گا۔ اب اس پیپ کے متعلق غور کرو جو انتہائی بدبودار بن کر ان کے جسموں سے اس قدر بہے گی کہ وہ اس میں غرق ہو جائیں گے، قرآن کریم میں اسی کو غساق کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دوزخیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں پھینک دیا جائے تو اس کی بدبو سے تمام مخلوق کا دم گھٹ جائے۔ جب دوزخی پیاس کی شدت محسوس کریں گے تو انہیں یہی پینے کو دی جائے گی وہ پیپ کا پانی حلق میں ڈالیں گے ایک گھونٹ لیں گے مگر اسے نگل نہیں سکیں گے اور موت ہر جانب سے ان پر حملہ کرے گی مگر وہ نہیں مریں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (الکہف:۲۹)

''اور اگر پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد رس ہوگی اس پانی سے کہ چرخ دیئے ہوئے دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔''

ان کے طعام کے متعلق سوچو وہ زقوم (تھوہر) ہوگا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (الواقعہ:۵۱۔۵۵)

''پھر بے شک تم اے گمراہ جھٹلانے والو ضرور تھوہر کے پیڑ میں سے کھاؤ گے پھر اس سے پیٹ بھرو گے پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اس

طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔''

مزید فرمایا۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ ۚ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ (الصافات:۶۴۔۶۷)

''بے شک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے اس کا شگوفہ جیسے دیووں کے سر پھر بے شک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے پھر بے شک ان کے لئے اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے پھر اُن کو دوزخ کی جانب لوٹایا جائے گا۔''

ارشادِ ربانی ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (الغاشیہ:۴۔۵)

''جائیں بھڑکتی آگ میں نہایت جلتے چشم کا پانی پلائے جائیں۔''

اور فرمایا۔

اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا

''بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔'' (المزمل:۱۲۔۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں اور سمندروں میں ڈال دیا جائے تو لوگوں کے لئے زندگی دوبھر ہو جائے پھر ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جن کی غذا ہی زقوم ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت نے تین چیزوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں محبوب رکھو اور جن چیزوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے ان سے پرہیز کرو اللہ رب العزت کے عذاب اور جہنم سے ڈرو، اگر جنت کا ایک ڈرو تمہارے پاس دنیا میں ہوتا تو دنیا تمہارے لئے انتہائی جاذب نظر اور پرکشش ہو جاتی اور اگر جہنم کی آگ کی ایک چنگاری تمہارے ساتھ ہوتی تو دنیا تمہارے لئے انتہائی ملک اور تباہ کن بن جاتی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں پر بھوک مسلط کی جائے گی یہاں تک کہ وہ عذاب کو بھول کر کھانے کی التجا کریں گے ان کی التجا کے جواب میں انہیں ضریع پیش کی جائے گی جو ایلوے سے زیادہ کڑوی اور نہایت بدبودار ہوگی جو نہ انہیں فربہ کرے گی اور نہ ان کی بھوک مٹائے گی پھر کھانے کی درخواست کریں گے تو انہیں ایسا کھانا دیا جائے گا جو ان کے گلے میں اٹک جائے گا تب انہیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں حلق میں پھنسا ہوا لقمہ پانی سے اتارتے تھے لہٰذا وہ پانی کے لئے التجا کریں گے تو لوہے کی سنسیوں سے پکڑ کر گرم پانی کا برتن ان کے آگے لایا جائے گا جب وہ منہ کے قریب ہوگا تو تپش سے ان کے چہرے جھلس جائیں گے اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں پہنچے گا تو ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کردے گا پھر وہ کہیں گے کہ جہنم کے نگہبانوں کو بلاؤ اور انہیں بلا کر کہیں گے اپنے رب سے دُعا کرو وہ ہم پر ایک دن کے عذاب کی تخفیف کردے وہ نگہبان کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ جہنمی کہیں گے ہاں آئے تھے تب وہ کہیں گے تم خود دعا کرو اور کافروں کی دعا کبھی راہِ راست پر نہیں آتی) پھر وہ کہیں گے مالکِ جہنم کو بلاؤ اور اسے بلا کر کہیں گے اللہ رب العزت ہم پر موت مسلط کردے، مالک جواب دے گا تمہیں مرنا نہیں ہے ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ان کی دعا اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار برس گزر جائیں گے پھر کہیں گے کہ رب سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں ہے لہٰذا اپنے رب کے حضور میں عرض کریں گے، اے رب ہم پر بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ ہو گئے اب ہمیں نکال، اگر ہم پھر وہی کام کریں تو ہم ظالم ہوں گے، انہیں جواب ملے گا دور ہو جاؤ اسی جہنم میں رہو اور خاموش ہو جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت انہیں ہلاکت سختی اور ندامت گھیر لے گی اور وہ ہر قسم کی بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمانِ الٰہی

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ

''اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی۔'' (ابراہیم: ۱۷۔۱۶)

کی تشریح میں فرمایا جب یہ پانی اس کی نظروں کے سامنے آئے گا تو وہ اسے برا سمجھے گا، جب ہونٹوں کے قریب آئے گا تو چہروں کو جھلسا دے گا اور سر کی کھال بالوں سمیت

جلا دے گا جب وہ اسے پیئے گا تو اس کی آنتیں کاٹ کر باہر نکال دے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد:۱۵)

''ہمیشہ آگ میں رہنا اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔''

مزید فرمایا:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ (الکہف:۲۹)

''اگر پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی ہوگی اس پانی سے جو چرخ دے دھات کی طرح ہے۔''

یہ بھوک کے وقت ان کا کھانا پینا ہوگا۔

اب دوزخ کے سانپ بچھوان کی جسامت، تیز زہرا اور دوزخیوں کی رسوائی پر غور کرو، سانپ بچھو جوان پر مسلط کئے جائیں گے ان کی سخت دشمن ہونگے ایک لمحہ بھی کاٹنے اور ڈنگ مارنے سے باز نہیں رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ رب العزت نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس کی پیشانی پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ اس کے گلے سے لپیٹ کر اس کے جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران:۱۸۰)

''اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔''

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے جہنم میں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے (موٹے اور لمبے) سانپ ہونگے جب وہ پھنکاریں گے تو ان کی گرمی چالیس برس کے فاصلے سے محسوس کی جائے گی اور ہیبت ناک بچھو ہوں گے جن کی سانس کی گرمی چالیس برس کے فاصلے سے محسوس کی جائے گی یہ سانپ اور بچھو اس آدمی پر مسلط ہوں گے جس پر دنیا میں بخل، بدخلقی اور لوگوں کو ستانے کا ظلم عائد ہوگا جس میں یہ برائیاں نہیں پائی جاتیں اسے کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

اس کے بعد دوزخیوں کے طویل و عریض جسموں پر غور کرو، اللہ رب العزت ان

کے اجسام کے طول وعرض میں اضافہ کر دے گا تا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ عذاب ہو لہٰذا وہ دوزخی متواتر اپنے اجسام پر جہنم کی گرمی اور سانپوں، بچھوؤں کے ڈنک جھیلتا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور اس کے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کے برابر ہوگی۔ مزید فرمایا کہ اس کا نچلا ہونٹ سینہ پر پڑا ہوگا اور اوپر والا ہونٹ اس قدر اوپر اٹھا ہوا ہوگا جس سے سارا چہرہ چھپا ہوگا۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کافر جہنم میں اپنی زبان گھسیٹ رہا ہوگا اور لوگ اس کی زبان کو روندتے ہوئے جائیں گے۔ ان کے ان عظیم جسامتوں کے باوجود آگ انہیں جلاتی رہے گی اور کئی کئی مرتبہ ان کے چمڑے اور گوشت کو تبدیل کیا جائے گا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد الٰہی کے بارے میں کہا:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (النساء:۵۶)

''تب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔''

کہتے ہیں کہ آگ ان کے اجسام کو دن میں ستر ہزار مرتبہ جلائے گی مگر جونہی ان کے چمڑے جلیں گے، اللہ رب العزت دوبارہ ان کے اجسام کو مکمل کر دے گا۔ اس پر دوزخیوں کی گریہ وزاری، فریاد ودفغاں اور ہلاکت وموت کی التجاؤں کے متعلق غور کرو جو ابتدائے قیامت ہی سے ان کا مقدر بن جائے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے قیامت کے دن جہنم کو ستر ہزار مہاریں ڈال کر لایا جائے گا وہ ہر مہار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں پر گریہ وزاری بھیجی جائے گی وہ روتے رہیں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے یہاں تک کہ ان کے چہروں پر گڑھے پڑ جائیں گے اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی رواں ہو جائیں۔ انہیں گریہ وزاری، آہ وفریاد اور موت کی دُعا مانگنے کی اجازت ہوگی جس سے وہ دل کا بوجھ ہلکا کریں گے مگر بعد میں انہیں اس سے بھی منع کر دیا جائے گا۔

محمد کعب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت دوزخیوں کی پانچ باتوں میں سے

چار کا جواب دے گا مگر پانچویں جواب کے بعد پھر کبھی کلام نہیں فرمائے گا وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ (المومن:۱۱)

''اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر مقرر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔

رب فرمائے گا:

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (المومن:۱۲)

یہ اس پر ہوا جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لئے ہے جو سب سے بلند بڑا۔''

پھر وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا (السجدہ:۱۲)

''اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا پھر دوبارہ بھیج (دنیا میں) کہ نیک کام کریں۔''

رب فرمائے گا۔''

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (ابراہیم:۴۴)

''قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔''

پھر کافر کہیں گے۔

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (فاطر:۳۶)

''اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو اس سے پہلے کرتے تھے۔''

رب فرمائے گا۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (فاطر:۳۷)

''اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

تب وہ کہیں گے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ ۝ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (المومنون:۱۰۶)

''اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔''

اور اللہ رب العزت انہیں فرمائے گا۔

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (المومنون:۱۰۸)

''رب فرمائے گا دنکارے اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔''

یہ ان کے لئے انتہائی درجے کا عذاب ہوگا اور پھر وہ کبھی اللہ رب العزت سے کلام نہیں کر سکیں گے۔ مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمانِ الٰہی

سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (ابراہیم:۲۱)

''ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔''

کی تشریح میں فرمایا وہ سو سال صبر کریں گے پھر سو سال آہ و فغاں کریں پھر سو سال صبر کرنے کے بعد کہیں گے، ہمارے لئے صبر کرنا اور آہ و بکاء کرنا دونوں برابر ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن موت کو ایک موٹے مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت و جہنم کے درمیان ذبح کیا جائے گا اور کہا جائے گا اے جنت والو! اب موت کا خوف کئے بغیر ہمیشہ کے لئے جنت میں رہو اور جہنم والوں سے کہا جائے گا کہ تمہیں موت نہیں آئے گی ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی جہنم سے ہزار سال بعد نکلے گا،

کاش وہ حسن (رضی اللہ عنہ) ہو۔ کسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک گوشے میں روتا دیکھ کر پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے فرمایا کہیں بے نیاز پروردگار مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔

یہ مجموعی طور پر عذابِ جہنم کی قسمیں تھیں وہاں کے غم، تکلیفوں اور حسرتوں کی تفصیل بہت طویل ہے ان کے لئے بدترین عذاب یہ ہوگا کہ وہ جنت کی نعمتیں، رضائے خداوندی اور دیدارِ الٰہی سے محروم ہوں گے کیونکہ دنیا میں کھوٹے سکے خریدے اور پھر ان کے بدلے چند روزہ زندگی میں انتہائی رسوا کن نفسانی خواہشات خرید لیں، وہ اپنے ضائع شدہ اعمال اور برباد کردہ ایام پر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے، ہائے افسوس! ہم نے اپنے جسموں کو رب کی نافرمانی میں تباہ کر دیا، ہم نے زندگی کے مختصر ایام میں اپنے نفس کو صبر پر کیوں نہ مجبور کیا، اگر ہم ان گزرنے والے دنوں میں صبر کر لیتے تو رب العالمین کے جوارِ رحمت میں جگہ پاتے، جنت اور رضائے الٰہی حاصل کر لیتے۔

ہائے افسوس! ان کی زندگی گناہوں میں تباہ ہوگئی، مصائب میں گھر گئے، دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کا کوئی حصہ ان کے لئے باقی نہ رہا، اگر وہ باجود ان مصائب کے جنت کی نعمتوں کا نظارہ نہ کرتے تو ان کی حسرت دوچند نہ ہوتی مگر انہیں جنت دکھائی جائے گی۔ چنانچہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے اس کی خوشبو سونگھیں گے جنتیوں کے محلات کو دیکھیں گے۔ تب اللہ رب العزت فرمائے گا انہیں واپس لے جاؤ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ ایسی حسرت لے کر لوٹیں گے کہ اول وآخر اس کی مثال نہیں ملے گی اور کہیں گے اے رب! اگر ہمیں جنت اور اس میں رہنے والوں کے لئے جو انعامات تیار ہیں وہ دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں بھیج دیتا تو ہمیں کچھ آسانی رہتی، رب تعالیٰ فرمائے گا یہ تمہارے ساتھ اس لئے کیا گیا ہے کہ جب تم میری بارگاہ میں آتے تو اکڑ کر آتے لیکن جھک جھک کر ملتے تھے، تم لوگوں کو اپنے دلوں میں چھپی باتوں سے بے خبر رکھتے اور ریاکاری سے کام لیتے تھے، تم لوگوں سے ڈرتے تھے مگر مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور مجھے نہیں، تم ذاتی غرض کے لئے لوگوں کے لئے تو تعلقات ختم کر دیتے تھے مگر میرے لئے نہیں آج میں تمہیں دائمی نعمتوں سے محروم کر کے دردناک عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔

حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، ہم دھوپ پر سائے کو ترجیح دیتے ہیں مگر

جہنم پر جنت کو ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کتنے تندرست جسم، خوبصورت چہرے اور شیریں کلام کرنے والی زبانیں، کل جہنم کے طبقات میں پڑے چیخ رہے ہوں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی الٰہی! جب میں سورج کی تپش پر صبر نہیں کر سکتا تو تیرے جہنم کی آگ پر کیسے صبر کروں گا میں کہ تیری رحمت کی آواز سننے کا حوصلہ نہیں رکھتا تیرے عذاب کی آواز کیسے سنوں گا؟

اے ناتواں! ان ہولناکیوں پر غور کر اور سمجھ لے کہ اللہ رب العزت نے آگ کو اس کی تمام تر ہولناکیوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس میں رہنے والوں کو پیدا کر دیا ہے جو نہ کم ہوں گے اور نہ زیادہ، اللہ رب العزت ان کا فیصلہ فرما چکا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

(مریم:۳۹)

''اور انہیں، ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔''

اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرایئے، جب کام مکمل کیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے اپنی جان کی قسم اس میں قیامت کی طرف اشارہ ہے بلکہ یومِ ازل مراد ہے لیکن چونکہ ان فیصلوں کا اظہار قیامت کے دن ہوگا، اس لئے اسے قیامت سے منسوب کیا گیا ہے۔

تجھ پر تعجب ہے کہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی کہ جانے میرے حق میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے تو دنیاوی برائیوں اور لہو ولعب میں مشغول ہے اور غفلت میں پڑا ہے اگر تیری تمنا یہ ہے کہ کاش تجھے اپنے ٹھکانے اور انجام کا پتہ چل جائے تو اسکی چند علامتیں ہیں، ان پر نظر کرو اور پھر اپنی امیدیں قائم رکھ، پہلے تو اپنے احوال و اعمال کو دیکھ، اگر تو اس عمل پر کاربند ہے جس کے لئے اللہ رب العزت نے تجھے دنیا میں بھیجا ہے اور تجھے نیکیوں سے محبت ہے تو سمجھ لے کہ تو جہنم سے دور ہے اور اگر تو نیکی کا ارادہ کرتا ہے مگر ایسے موانع حائل ہو جاتے ہیں کہ تو نیکی کر نہیں پاتا لیکن جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے آسانی سے کر لیتا ہے تو سمجھ لے

تیرے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ جیسے بارش کا وجود سبزے کی نشوونما اور دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے تو اسی طرح یہ فعل بھی برے انجام کا پتہ دیتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ • وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (الانفطار:۱۳۔۱۴)

''بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار جہنم میں ہونگے۔''

اپنے اعمال کو ان آیات کے آئینہ میں دیکھ لے تب تو اپنا مقام پہچان لے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

باب 40:

اطاعت کی فضیلت

اطاعت خداوندی کے معنی تمام نیکیوں کو پالینا ہے اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں لوگوں کو ایسی بات کی ترغیب دی ہے اور اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں کو نفس کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ رب العزت کی معرفت کی روشنیوں میں لائیں اور وہ اس جنت سے نفع اندوز ہوں جو نیکوں کے لئے تیار کی گئی ہے کہ اس جیسی نعمت کسی آنکھ نے نہیں دیکھی، کسی کان نے نہیں سنی اور کسی دل میں اس کا تصور بھی نہیں گزرا، لوگوں کو فضول نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ بروں کو ان کی برائی کی سزا ملے اور نیکوں کو ان کی نیکیوں کا اجر عطا ہو۔ اللہ رب العزت عبادت سے بے نیاز ہے، لوگوں کی برائیاں نہ اسے نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ ہی اس کے کمال میں کوئی نقص آتا ہے۔ اگر مخلوق اللہ رب العزت کی عبادت نہ کرے تب بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایسے فرشتے ہیں جو صبح وشام رب کی حمد کرتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (محمد: ۳۸)

''جو بھلا کام کرے تو اپنے لئے اور برا کرے تو اپنے برے کو۔''

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد: ۳۸)

''اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو۔''

حیران کن بات تو یہ ہے کہ ہم اگر کوئی غلام خریدتے ہیں تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ ہر وقت خدمتِ مامور پوری تندہی سے سرانجام دیتا رہے، ہمارا مطیع وفرمانبردار رہے حالانکہ اسے معمولی قیمت سے خریدا گیا ہے اس کی ایک غلطی پر اسے دشمن سمجھ لیتے ہیں، بے انتہا غصہ کرتے ہیں اس کا کھانا بند کر دیتے ہیں، اسے آنکھوں سے دور کر دیتے ہیں یا پھر اسے بیچ دیتے ہیں لیکن ہم اس مالکِ حقیقی کی اطاعت نہیں کرتے جس نے ہمیں بہترین صورت مس پیدا کیا ہے، ہم بارش کے قطروں کے برابر گناہ کرتے ہیں مگر وہ اپنی نعمتیں ہم سے نہیں روکتا، اپنی رحمت کی نصرت نہیں روکتا جس کے بغیر ہمارے لئے ایک قدم چلنا بھی

مشکل ہو جائے، اگر وہ چاہے تو ہمیں ایک گناہ کے بدلے پکڑنے پر قادر ہے مگر وہ ہمیں مہلت دیتا ہے تا کہ ہم توبہ کریں اور وہ توبہ قبول فرما کہ ہمارے گناہوں کو بخشش دے اور ہمارے عیوب ڈھانپ لے۔

ہر عقل مند بخوبی جانتا ہے کہ اطاعت وفرمانبرداری کے لائق کون ہے وہ اسی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسی کے دامن رحمت میں پیار ڈھونڈتا ہے جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ رب العزت کے دوستوں میں شمار ہونے لگتا ہے جب اسے موت آتی ہے تو وہ دیدارِ الٰہی کا مشتاق اور رب بے نیاز اس سے ملاقات کا خواہش مند ہوتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے تورات کی ایک خاص آیت سناؤ انہوں نے جواب میں یہ آیت سنائی۔ رب فرماتا ہے نیکوں کو میرے دیدار کا شوق ہے اور میں ان کی ملاقات کا ان سے بھی زیادہ خواہش مند ہوں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہوا تھا جس نے مجھے تلاش کیا، پالیا اور جس نے کسی اور کو ڈھونڈ لیا وہ میرے دیدار سے محروم رہا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے بخدا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسے ہی سنا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ رب العزت نے وحی فرمائی، اے داؤد! میرا یہ پیغام دنیا والوں تک پہنچا دو، میں اس کا دوست ہوں جو مجھے دوست رکھتا ہے اپنی مجلس میں آنے والوں کا ہم مجلس ہوں، جو میرے ذکر سے الفت رکھتا ہے میں اس سے الفت رکھتا ہوں جو مجھ سے دوستی رکھتا ہے میں اس سے دوستی رکھتا ہوں جو مجھے پسند کرتا ہے میں اسے پسند کرتا ہوں، جو میرا فرمانبردار بن جاتا ہے میں اس کا کہنا قبول کرتا ہوں، جو شخص بھی دل کی گہرائیوں سے مجھے محبوب جانتا ہے میں اسے اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور اس سے بے مثال محبت کرتا ہوں، جس نے حقیقتاً مجھے طلب کیا، اس نے مجھے پالیا اور جس نے میرے غیر کو طلب کیا وہ مجھ سے محروم رہا، پس اے دنیا والوں! تم کب تک دنیا کے دھوکہ میں رہو گے میری کرامت، دوستی اور ہم مجلس کی طرف آؤ اور مجھ سے انس رکھو، میں تجھے اپنی محبت سے مالا مال کر دوں گا کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کا خمیر ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ صفی اللہ اور محمد رسول

اللہ علیہم السلام کے خمیر سے بنایا ہے ان کی روحیں اپنے نور سے اور ان کی نعمتیں اپنے جمال سے پیدا کی ہیں۔

ایک مردِ صالح سے مروی ہے کہ رب العزت نے ایک صدیق پر الہام فرمایا کہ میرے بندوں میں کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو مجھے محبوب رکھتے ہیں میں انہیں محبوب رکھتا ہوں وہ میرے مشتاقِ دیدار ہیں، میں ان کا مشتاقِ دیدار ہوں، وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انہیں یاد فرماتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان پر نگاہِ رحمت ڈالتا ہوں اگر تو ان کے راستہ پر چلے گا تو میں تجھے محبوب بناؤں گا اور اگر تو نے راستہ نہ اپنایا تو میں تجھ سے دشمنی رکھوں گا اس صدیق نے پوچھا یا اللہ رب العزت ان کی علامتیں کیا ہیں؟ تو ربِ ذوالجلال نے فرمایا وہ دن ڈھلنے کا ایسا خیال رکھتے ہیں جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کا خیال رکھتا ہے وہ غروبِ شمس کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے سورج ڈوبنے کے بعد پرندہ اپنے آشیانے میں پہنچنے کا مشتاق ہوتا ہے۔ جب رات بھیگ جاتی ہے، تاریکی بڑھ جاتی ہے بستر بچھا دئے جاتے ہیں، لوگ اٹھ جاتے ہیں اور دوست دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہیں تو وہ میرے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں میرے لئے چہروں کا فرش بچھا دیتے ہیں (سجدے کرتے ہیں) میرے کلام میں مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں میرے انعامات کی آرزو کرتے ہیں، ان کی ساری رات گریہ وزاری کرتے، رحمت کی امید رکھتے اور خوفِ عذاب سے ڈرتے ہوتے، قیام وقعود، رکوع وسجود میں گزر جاتی ہے مجھے اپنی نمرِ رحمت کی قسم، وہ میری وجہ سے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتے اور مجھے اپنی سماعت کی قسم! وہ میری محبت کا شکوہ نہیں کرتے میں پہلے پہل انہیں تین چیزیں عطا کرتا ہوں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں جس سے وہ میری خبر پالیتے ہیں جیسے میں ان کی خبر پاتا ہوں دوسرے یہ کہ اگر زمین وآسمان اپنی تمام تر اشیاء کے ساتھ ان کے میزان عمل میں رکھ دے جائیں تب بھی ان کے پلے ہلکے ہوں گے اور میں ان کی نیکیاں بھاری کر دوں گا تیسرے یہ کہ میں اپنی رحمت کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں اور وہ اس بات کو جان لیتا ہے کہ وہ جو کچھ مانگے گا میں اسے دے دوں گا۔

اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! تم جنت کا تذکرہ کرتے ہو مگر مجھ سے میرے مشتاقوں میں شمولیت کی دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے عرض کی یا اللہ رب العزت! تیرے مشتاق کون ہیں؟ ربِ ذوالجلال نے فرمایا

میرے مشتاق وہ ہیں جن کے دلوں کو میں نے ہر کدورت سے پاک کر دیا ہے انہیں منہیات سے متنبہ کر دیا ہے وہ اپنے دل کے گوشوں سے مجھے دیکھتے ہیں اور میری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، میں نے ان کے دلوں کو دستِ رحمت میں لے کر آسمانوں پر رکھتا ہوں اور اپنے مقرب فرشتوں کو بلاتا ہوں فرشتے اکٹھے ہو کر مجھے سجدہ کرتے ہیں اور میں فرماتا ہوں میں نے سجدہ کرنے کے لئے تمہیں نہیں بلایا بلکہ تمہیں اپنے مشتاق ہائے دیدار کے دل دکھانے کے لئے بلایا ہے یہ اہلِ شوق قابل فخر ہیں ان کے دل آسمان پر ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین پر سورج چمکتا ہے۔ اے داؤد علیہ السلام! میں نے مشتاقوں کے دل اپنی رضا سے، ان کا عیش اپنے نور سے پیدا کیا ہے میں نے انہیں اپنا ہمزاد بنایا ہے ان کے وجود دنیا میں میری نگاہِ رحمت کا مرجع ہیں اور میں نے ان کے دلوں میں ایک راستہ بنایا ہے جس سے وہ میرا دیدار کرتے ہیں اور ان کا شوق فزوں سے فزوں تر ہوتا رہتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ رب العزت! مجھے اپنے کسی مشتاق کا دیدار کرا دے، رب تعالیٰ نے فرمایا داؤد! لبنان کے پہاڑ پر جاؤ، وہاں میرے چودہ محبّ رہتے ہیں جن میں جوان اور بوڑھے سبھی شامل ہیں انہیں میرا سلام کہو اور کہنا اللہ رب العزت فرماتا ہے تم میرے دوست اور محبوب ہو وہ تمہاری خوشی میں خوش ہوتا ہے اور تمہیں بہت محبوب رکھتا ہے اور فرماتا ہے تم مجھ سے کوئی حاجت کیوں نہیں بیان کرتے؟ حضرت داؤد علیہ السلام ان سے ملاقات کے لے روانہ ہوئے اور انہیں ایک چشمہ کے قریب پایا وہ اللہ رب العزت کی عظمت جلال پر غور وفکر کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو وہ اِدھر اُدھر چھپ جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ رب العزت کا رسول ہوں اور تمہارے پاس اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے آیا ہوں تو وہ نظریں جھکائے سراپا اشتیاق بنے اس کا فرمان سننے کے لئے واپس آ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں تمہاری طرف اللہ رب العزت کا رسول بن کر آیا ہوں، اللہ رب العزت تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے تم مجھ سے حاجت کیوں نہیں طلب کرتے مجھے اپنی ضرورتوں کے لئے کیوں نہیں پکارتے تاکہ میں تمہارے کلام سنوں تم میرے دوست اور محبوب ہو، میں تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہوں، تمہاری محبت کو بہتر سمجھتا ہوں اور میں ہر وقت مہربان شفیق ماں کی نگاہ سے تم کو دیکھتا ہوں۔ جب انہوں نے یہ سنا تو ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے ان کا شیخ پکار اٹھا اے رب! تو پاک ہے تو پاک ہے، ہم تیرے غلام اور غلاموں کی اولاد ہیں،

ہماری گذشتہ عمروں کے وہ لمحات جو تیرے ذکر سے غفلت میں گزرے انہیں معاف فرما دے، دوسرا بولا تو پاک ہے، تو پاک ہے، ہم تیرے غلام اور غلاموں کے بیٹے ہیں جو معاملات ہمارے اور تیرے درمیان ہیں، ہمیں ان میں حسنِ ظن نظر عطا فرما، تیسرے نے کہا اے اللہ رب العزت تو پاک ہے، اے اللہ رب العزت تو پاک ہے، ہم تیرے غلام اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں، اے رب! تو نے ہمیں دُعا کی ترغیب دی ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ہمیں اپنے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے ہم پر مکمل احسان فرما اور اپنے راستہ پر ہمیشہ گامزن رکھ۔ ایک اور محبّ یوں کہنے لگا الٰہی! ہم تیری رضا مندی کو پوری طرح نہیں پا سکتے، ہماری امداد فرما تا کہ ہم اسے پالیں۔ ایک اور محبّ نے کہا تو نے ہمیں نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی ذات میں تفکر کی دولت بخشی ہے اے اللہ رب العزت! تو نے ہمیں کلام کی ترغیب دی ہے جو تیری شانِ عظمت کے فہم میں مشغول ہیں اور تیرے جلال میں غور وفکر کرتے ہیں اور ہم تجھ سے تیرے نور کے قرب کی درخواست کرتے ہیں۔ ایک اور محبّ پکار اٹھا کہ تیری عظمتِ شان، دوستوں سے انتہائی قرب اور محبین پر بے شمار انعامات کی وجہ سے ہماری زبانیں دعا مانگنے سے رک گئی ہے۔ ایک اور بولا تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی توفیق بخشی، اپنی رحمت میں مشغول فرما کر ساری دنیا سے بے نیاز کر دیا، کما حقہ شکر ادا نہ کر سکنے کی ہماری تقصیر کو معاف فرما دے۔ ایک اور نے کہا اے اللہ رب العزت تو جانتا ہے کہ ہماری تمنا تیرے دیدار کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک اور نے کہا مالک غلام سے مانگنے کا فرماتا ہے مگر غلام اپنے مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتا، ہمیں نور عنایت فرما تا کہ ہم آسمان کی تاریکیوں سے نکل کر تیری بارگاہ میں آئیں۔ ایک اور نے کہا ہم یہ دُعا مانگتے ہیں کہ ہماری یہ عبادت قبول فرما لے اور ہمیں ہمیشہ اسی پر قائم رکھ۔ ایک اور محبّ نے کہا تو نے ہمیں جو فضیلت اور انعامات بخشے ہیں انہیں مکمل فرما دے۔ دوسرے نے کہا دنیا میں ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اپنا جمالِ جہاں آراء دکھا دے۔ ایک اور محبّ نے کہا میری آنکھیں دنیا اور اس کی زیب و زینت سے کور کر دے اور میرے دل کو آخرت کے خیالات سے پاک فرما دے۔ ایک اور محبّ نے کہا میں نے تیری رفعت اور پاکی کو جان لیا اور دوستوں سے تجھ کو جو محبت ہے اس کو پہچان لیا ہے، ہم پر یہ احسان اور فرما کہ ہم کو ایسا کر دے کہ ہم تیرے سوا کسی اور چیز کا دل میں خیال تک نہ لائیں۔ پھر اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد! ان سے کہہ دو

میں نے تمہاری باتیں سن کر انہیں قبول کرلیا ہے، تم ایک دوسرے سے الگ الگ ہو جاؤ اور خود کو دیدار کے لئے آمادہ کرلو، تمہارے اور اپنے درمیان پردے اٹھانے والا ہوں تا کہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ رب العزت! انہیں یہ مقام کیسے ملا ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا حسن ظن، دنیا اور اس کے لوازمات سے کنارہ کشی، میرے حضور مناجات اور تنہائی میں حاضر ہونے کی وجہ سے انہیں یہ مقام ملا ہے اور اس مقام کو وہی پاتا ہے جو دنیا اور مافیہا کو چھوڑ دے اس سے بالکل تعلق نہ رکھے، دل کو میری یاد سے معمور کر دے، تمام مخلوق کو چھوڑ کر مجھے پسند کر لے تب میں اس پر رحمت نازل کرتا ہوں۔ اسے دنیاوی خلائق سے آزاد کر دیتا ہوں، اس کے اور اپنے درمابین حجابات اٹھا دیتا ہوں۔ وہ مجھے ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی انسان اپنے سامنے کسی چیز کو دیکھتا ہے، ہر لحہ اسے اپنی عزت و کرامت کا نظارہ دکھاتا ہوں، اسے نورِ معرفت سے سرفراز کرتا ہوں جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو میں مہربان ماں کی طرح اس کی تیمارداری کرتا ہوں، اگر وہ پیاسا ہوتا ہے تو میں اسے سیراب کرتا ہوں اور اسے اپنے ذکر سے غذا فراہم کرتا ہوں۔ اے داؤد (علیہ السلام) جب میں اس سے یہ سلوک کرتا ہوں تو وہ دنیا اور اس کے علائق سے نابینا ہو جاتا ہے اسے دنیا سے کوئی محبت نہیں رہتی وہ میرے سوا کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا وہ جلدی مرنے کو پسند کرتا ہے مگر اس کی موت ناپسند کرتا ہوں کیونکہ ساری مخلوق میں وہی تو میری نظرِ رحمت کا موردو مرجع ہوتا ہے وہ میرے سوا کسی کو نہیں دیکھتا اور میں اس کے سوا کسی اور کو پسند نہیں کرتا۔ اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تو اسے اس حالت میں دیکھے کہ اس کا جسم پر عیب ہو، دبلا ہو، اس کے اعضا ٹوٹ چکے ہوں اور اس کا دل نظام بے ربط ہو چکا ہو تو جب میں فرشتوں میں اس پر فخر کرتا ہوں اور آسمان والوں میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں تو وہ یہ سن کر اپنی عبادت اور خوف کو زیادہ کر دیتا ہے۔ اے داؤد (علیہ السلام)! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، میں اسے جنت الفردوس میں جگہ دوں گا اور اس کے دل کو اپنے دیدار سے معمور کردوں گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ میری محبت کے مشتاق بندوں سے کہہ دیجئے، تمہیں اس وقت کوئی محرومی نہیں ہوگی جب کہ میں مخلوق کے سامنے حجابات ڈال دوں تو تم بے پردہ مال کی آنکھوں سے میرا دیدار کرتے رہو گے اور تمہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا جبکہ میں نے دنیا کے بدلے تمہیں دین دے دیا اور تمہیں میری رضا کی خواستگاری کے باعث دنیا پر میری ناراضگی کوئی نقصان

نہیں دے گی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خبروں میں یہ بھی مرقوم تھا کہ اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو دل سے دنیا کی محبت نکال دو کیونکہ میری اور دنیا کی محبت ایک دل میں نہیں سما سکتی۔ اے داؤد (علیہ السلام)! دنیا سے میل جول رکھو مگر محبت خالصتاً مجھ سے ہی رکھو، تم میرے دین کی پیروری کرو، لوگوں کے ادیان کی پیروی کرو، جو چیز تم کو میری محبت کے شایاں نظر آئے اسے حاصل کرو، جس چیز میں تمہیں مشکل پیش آئے تو اس میں میری پیروی کرو، میں تمہارے احوال وحوائج کی اصلاح کرونگا تمہارا قائد اور رہبر بنوں گا، سوال سے پہلے عطا کروں گا، مصائب میں تمہاری مدد کروں گا، میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں اپنے بندے کو بدلہ دوں گا جو طلبِ صادق اور پختہ ارادوں کے ساتھ میرے حضور گردن جھکا کے آتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بے نیازی و بے اعتنائی ممکن نہیں ہے جب تو اس مقام پر پہنچ جائے گا تو میں تم سے رسوائی اور وحشت کو دور کر دوں گا، تمہارے دل میں لوگوں سے بے نیازی ڈال دوں گا کیونکہ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ جب کوئی بندہ دنیا سے تعلق توڑ کر میری ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے مطمئن ہو جاتا ہے تو میں اسے دنیا سے مالا مال کر دیتا ہوں، اعمال میں تضاد پیدا نہ کرو، لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ، تم کو تمہارا ساتھی کوئی فائدہ نہیں دے گا اپنا دھیان مجھ تک محدود رکھو، میری معرفت کی کوئی حد نہیں ہے اسے محدود نہ سمجھو، مجھ سے جتنا زیادہ طلب کرو گے اتنا عطا کروں گا، میرے دینے کی کوئی حد نہیں ہے اور بنی اسرائیل کو بتاؤ کہ میرے اور میری کسی مخلوق کے درمیان رشتہ داری نہیں ہے میرے بارے میں ان کے عزائم کو اور ان کی رغبت کو بڑھاؤ انہیں اس جنت کا مژدہ سناؤ جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور کسی دل پر اس کا تصور نہیں گزرا مجھے ہر وقت آنکھوں کے سامنے سمجھو، مجھے سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے دیکھو۔ میں نے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھائی ہے کہ جو بندہ جان بوجھ کر تاخیر سے میری عبادت کرے گا میں اسے ثواب نہیں دوں گا، سیکھنے والوں سے تواضع سے پیش آؤ اور مریدین پر زیادتی نہ کرو میرے محبّ اگر اس مقام کو جانتے ہو میں نے مریدین کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ بھی اسی راستہ پر چلنا پسند کرتے۔ اے داؤد! کسی مرید کو اس کی سرمستی سے ہشیار نہ کرو، اسے میری ذات میں مگن رہنے دو، میں تم کو جہید (بے انتہاء کوشش کرنے والا) لکھوں گا اور جسے میں اپنے ہاں جہید لکھ دیتا ہوں، اس پر مخلوقات سے کوئی خوف اور محتاجی باقی

نہیں رہتی۔ اے داؤد! میرا کلام خوب سمجھو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو اپنی ذات کے لئے اپنے نفس سے نیکیاں لو، دنیا میں مشغول نہ ہوتا کہ مجھ سے تمہاری محبت پس پردہ نہ چلی جائے میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرو، میرے لئے اپنی خواہشات کو ختم کر دو کیونکہ میں نے شہوات کمزور بندوں کے لئے بنائی ہیں، قوی مردوں کا خواہشاتِ نفسانی سے کیا کام؟ کیونکہ یہ میری بارگاہِ میں مناجات کی شیرینی کو ختم کر دیتی ہے، میرے ہاں طاقتوروں کا عذاب یہ ہے کہ جب وہ میرے دیدار کی لذت پالینے کے قریب ہوتے ہیں میں ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہوں اور وہ محروم رہے ہیں، میں اپنے دوست کے لئے دنیا اور دنیا کی وجہ سے اپنی دوری پسند نہیں کرتا۔ اے داؤد! میرے اور اپنے درمیان مخلوق کو نہ لاؤ کہیں اس کی سرمستی تم کو میری محبت سے دور نہ کر دے کیونکہ یہ مخلوق میرے ارادت مند بندوں کے لئے چوروں کی طرح ہے، ہمیشہ روزے رکھو شہوات کو ترک کر سکو گے، خود کو بے روزہ ہونے سے بچاؤ کیونکہ مجھے ہمیشہ روزے رکھنے والے بہت پسند ہیں۔

☆☆☆

باب 41:

شُکر

ربِ ذوالجلال نے قرآن مجید میں ذکر کے ساتھ شُکر کو بھی شامل فرمایا ہے۔

ارشادالٰہی ہے۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت:۴۵)

''اور بے شک اللہ رب العزت کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

ارشادالٰہی ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ(البقرہ:۱۵۲)

''تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔''

مزید فرمایا۔

مَایَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء:۱۴۷)

''اور اللہ رب العزت تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔''

اور فرمایا۔

وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ (آل عمران:۱۴۵)

''اور عنقریب اللہ رب العزت شکر والوں کو صلہ دے گا۔''

اور اللہ رب العزت نے شیطانِ مردود کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شیطان نے بارگاہِ ربی میں کہا۔

لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ (الاعراف:۱۶)

''میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔''

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہاں صراطِ مستقیم سے مراد شکر کا راستہ ہے، شیطان نے

اللہ رب العزت کی مخلوق پر طعن کرتے ہوئے کہا تھا۔

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (الاعراف:۱۷)

''اور اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا:۱۳)

''اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔''

اور اللہ رب العزت نے شکر کرنے پر نعمتوں میں زیادتی کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم:۷)

''کہ اگر تم احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دونگا۔''

اور اس فرمان میں کسی کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

اور پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں اللہ رب العزت نے استثناء کیا ہے، وہ ہیں تونگری، قبولیت، رزق، بخشش اور توبہ چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ (التوبہ:۲۸)

''تو عنقریب اللہ رب العزت تمہیں دولت مند کردے گا۔''

اور ارشاد فرمایا ہے اگر وہ چاہے گا تو تمہاری تمنائیں پوری کردے گا۔

اور فرمایا۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (البقرہ:۲۱۲)

''اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔''

يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۱۱۶)

''اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا۔''

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (التوبہ:۱۵)

''اور اللہ رب العزت جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔''

فَيَكْشِفُ مَاتَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ (الانعام:۴۱)

''تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے رہو۔''

شکر اللہ رب العزت کی صفات میں سے ایک صفت ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ (التغابن:۱۷)

''اللہ رب العزت شکور و حلیم ہے۔''

اللہ رب العزت نے شکر کو جنتیوں کا متبدائے کلام قرار دیا ہے اور فرمایا۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (الزمر:۷۴)

''اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ رب العزت کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔''

اور فرمایا۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یونس:۱۰)

''اوران کی دُعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں میں سراہا اللہ رب العزت جو رب ہے سارے جہان کا۔''

شکر کی فضیلت میں بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے ''کھا کر شکر ادا کرنے والے صابر روزہ دار کی طرح ہیں۔''

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ رضی اللہ عنہا ہمیں حضور ﷺ کی کوئی عجیب بات سنائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشکبار ہو گئیں اور فرمایا حضور ﷺ کی کونسی بات عجیب نہیں تھی، سنو! حضور ﷺ ایک رات تشریف لائے اور میرے بستر یا میرے لحاف میں میرے ساتھ لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر میرے جسم کے ساتھ مس ہونے لگا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے اجازت دو تا کہ میں رب کی عبادت کروں میں نے عرض کیا اگر چہ میں آپ (ﷺ) کے قرب کو بے انتہا پسند کرتی ہوں مگر آپ (ﷺ) کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں لہٰذا میں آپ (ﷺ) کو اجازت دیتی ہوں، آپ (ﷺ) ضرور عبادت فرمائیں۔

آپ (ﷺ) اٹھ کر پانی کے مشکیزہ کی طرف گئے اور تھوڑے سے پانی سے وضو فرما کر آپ ﷺ نے نماز شروع کر دی اور آپ ﷺ رونے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ

کے آنسو سینہ پر بہنے لگے پھر آپ ﷺ رکوع میں، سجدہ میں اور سجدہ سے سر اٹھا کر روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر نمازِ فجر کے متعلق عرض کیا۔ میں نے پوچھا آپ (ﷺ) تو بخشے ہوئے ہیں، آپ (ﷺ) کس لئے روتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کیا میں اللہ رب العزت کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور میں کیوں نہ روں حالانکہ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ: ۱۶۴)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کا بدلتے آنا نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔''

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کبھی بھی بارگاہِ رب العزت میں رونا بند نہ کرے اور اس راز کی طرف یہ روایت بھی اشارہ کرتی ہے کہ اللہ رب العزت کے ایک نبی کا ایسے پتھر سے گذر ہوا جو خود تو چھوٹا تھا مگر اس سے پانی بہت نکل رہا تھا۔ اللہ رب العزت کے نبی کو بہت تعجب ہوا۔ اللہ رب العزت نے پتھر کو قوتِ گویائی عطا کر دی اور اس نے کہا جب سے میں نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان سنا ہے کہ۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرہ: ۱۴)

''انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن ہوں گے۔''

میں برابر اللہ رب العزت کے خوف سے رو رہا ہوں۔

اللہ رب العزت کے نبی نے اللہ رب العزت سے دُعا مانگی کہ اس پتھر کو جہنم کی آگ سے بچا لے۔ اللہ رب العزت نے دُعا قبول فرما لی۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ان کا پھر اسی طرف جانا ہوا۔ دیکھا تو پتھر برابر روئے جا رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا اب کیوں روئے جا رہا ہے؟ پتھر نے جواب دیا اس وقت خوف کی وجہ سے رو رہا تھا اور اب خوشی اور مسرت میں رو رہا ہوں۔

انسان کا دل بھی پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہے، اس کی سختی خوف اور شکر دونوں حالتوں میں گریہ وزاری کرنے سے ختم ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ حمد کرنے والے کھڑے

ہو جائیں، لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا ان کے لئے جھنڈا لگایا جائے گا اور وہ تمام جنت میں جائیں گے، پوچھا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! حمد کرنے والے کون ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا جو لوگ ہر حال میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''جو ہر دکھ سکھ میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ شکر ربِ رحمٰن کی چادر ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں طویل باتول کے ملبے اپنے دوستوں سے شکر کرنے پر راضی ہو گیا ہوں اور صابرین کی تعریف میں فرمایا کہ ان کا گھر جنت میں ہے، جب وہ جنت میں جائیں گے تو میں انہیں شکر کرنا سکھلاؤں گا، کیونکہ شکر بہترین بات ہے، اور اس سے میں نعمتیں زیادہ کروں گا اور ان کی مدتِ دیدار طویل کرتا جاؤں گا۔

حب جمعِ اموال کے سلسلہ میں وحیِ ربانی کا نزول ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہم کونسا مال اکٹھا کریں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں مال کے بدلے شکر گزار دل کو پسند کرنا چاہئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ شکر نصف ایمان ہے۔

شکر، زبان، دل اور اعضائے بدن سے ہوتا ہے دل کا شکر نیکیوں کا ارادہ کرنا اور مخلوق سے اسے پوشیدہ رکھنا۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ ان کلمات کو ادا کرے جو اظہارِ تشکر کے لئے مخصوص ہیں۔ اعضائے بدن کا شکر یہ ہے کہ انہیں عبادت الٰہی میں مصروف رکھے اور بُرے کاموں میں استعمال نہ کرے، آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ وہ جس مسلمان کا عیب دیکھیں تو اسے ڈھانپ لیں۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کی برائی سنیں تو اسے چھپائیں۔ یہی ان کا شکر ہے۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ وہ تقدیرِ الٰہی پر اپنی رضا مندی کا اظہار کرے اور اسے یہی حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا کیسے ہو؟ اس نے کہا اچھا ہوں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا تا آنکہ تیسری مرتبہ پوچھنے پر اس شخص نے کہا اچھا

ہوں، اللہ رب العزت کی حمد اور شکر کرتا ہوں، تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یہی کچھ تم سے سننا چاہتا تھا۔

بزرگانِ سلف کا یہ طریقہ تھا کہ وہ دوسروں سے پوچھا کرتے تھے کہ کیسے ہو؟ ان کی نیت یہ ہوتی تھی کہ لوگ جواب میں اللہ رب العزت کا شکر کریں اور جواب دینے والا اور پوچھنے والا دونوں کا شمار شکر گزاروں میں ہو جائے۔ ان کی اس بات میں ریا کا قطعی دخل نہیں ہوتا تھا۔

جس شخص سے بھی اس کی حالت پوچھی جائے وہ تین باتوں میں سے ایک بات کرے گا، شکر ادا کرے گا، شکایت کرے گا یا پھر خاموش رہے گا، اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا عبادت ہے، شکایت کرنا گناہ ہے جو دین داروں کے نزدیک سخت ناپسندیدہ فعل ہے، اللہ رب العزت کے یہاں اس کی برائی کا کہنا ہی کیا جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کے دستِ قدرت میں بندۂ ناچیز کی تمام چیزیں ہیں لہٰذا انسان کے لئے ضروری ہے اگر وہ مصائب پر صبر نہیں کر سکتا، قضائے الٰہی پر راضی نہیں رہ سکتا اور وہ لامحالہ وہ اپنی تہی دامنی کا شکوہ کرنا چاہتا ہے تو وہ لوگوں کے آگے شکائتیں کرنے کی بجائے اللہ رب العزت کے حضور اپنی گزارشات پیش کرے وہی مصائب میں مبتلا کرنے والا اور وہی ان سے نجات دینے والا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بندۂ ناچیز کا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی ذلت کا اظہار کرنا حقیقی عزت ہے مگر اپنے جیسے بندوں کے آگے شکوے کرنا اور ذلت اٹھانا انتہائی رسوا کن چیز ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَایَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (العنکبوت:۱۷)

''تحقیق تم اللہ رب العزت کے سوا جن کو (سمجھ کر) پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے اللہ رب العزت کے بندے ہیں۔''

نیز فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (الاعراف:۱۹۴)

''بے شک وہ جنہیں تم اللہ رب العزت کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ

مالک نہیں تو اللہ رب العزت کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔''

شکر کی اقسام میں سے زبان سے شکر ادا کرنا بھی ہے چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک وفد آیا تو ان میں سے ایک جوان کھڑا ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کی تیاری کرنے لگا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑوں کی عزت کرو، یعنی بڑوں کو مجھ سے گفتگو کرنے دو، اس پر وہ جوان بولا اے امیر المؤمنین! اگر قیادت کا معیار عمر ہوتا تو مسلمانوں میں ایسے بوڑھوں کی کثیر تعداد موجود ہے جو آپ (رضی اللہ عنہ) سے عمر میں بڑھے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا چلو بات کرو اس نے کہا ہم کچھ لینے نہیں آئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی مہربانیوں سے ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے کسی سے خوفزدہ ہو کر نہیں آئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف نے ہمارے تمام خوف دور کر کے امن کی زندگی بخشی ہے، ہم صرف اس لئے آئے ہیں کہ اپنی زبانوں سے آپ رضی اللہ عنہ کا شکر ادا کریں اور واپس چلے جائیں۔

☆☆☆

باب 42:

مذمّتِ عُجب وتکبرّ

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں تکبرّ کی مذمت کی ہے اور ہر خود سر متکبر کو برا گردانا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ

(الاعراف:۱۴۶)

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دونگا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔''

اور فرمایا۔

کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (المومن:۳۵)

''اور اللہ رب العزت یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبرّ سرکش کے سارے دل پر۔''

مزید فرمایا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ابراھیم:۱۵)

''اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔''

ایک اور روایت میں ارشاد ہوا۔

اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (النحل:۲۳)

''بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں کرتا۔''

مزید فرمایا۔

لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا (الفرقان:۳۱)

''بے شک! اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ

(المومن:۶۰)

''وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔''

اور بھی متعدد روایات پر اللہ رب العزت نے تکبّر کی مذمت فرمائی ہے۔

اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبّر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ عظمت اور کبریائی میری چادریں ہیں جو ان میں سے کسی کا دعویٰ کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی کوہِ صفا پر ملاقات ہوئی، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے، انہوں نے حضرت رسولِ کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ''جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبّر ہوگا اللہ رب العزت اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی میں برابر بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے متکبرین میں لکھا جاتا ہے اور اسے انہیں کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ پرندوں، انسانوں، جنوں اور درندوں سے فرمایا کہ میری معیت میں چلو چنانچہ آپ علیہ السلام دو لاکھ انسانوں اور دو لاکھ جنوں کے ساتھ تخت پر جلوہ فرما ہوئے اور اتنی بلندی تک جا پہنچے کہ وہاں سے فرشتوں کی تسبیحات کی آواز بآسانی سنی جارہی تھی، پھر وہاں سے نیچے اترے یہاں تک کہ ان کے قدم سمندر کو چھونے لگے تو آپ نے یہ آواز سنی، اگر تمہارے کسی ساتھی کے دل میں ذرہ برابر تکبّر ہوگا تو جتنی بلندی تک میں تم کو لے گیا ہوں، اس سے بھی زیادہ گہرائی میں اسے دھنسا دونگا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنم سے ایک دن گردن نکلے گی جس کے دو کان، دو آنکھیں اور قوتِ گویائی رکھنے والی زبان ہوگی وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر سرکش متکبّر کے لئے، اللہ رب العزت کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کے لئے اور تصویریں بنانے والے کے لئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ بخیل، متکبّر اور بدخصال جنت میں نہیں جائے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جنت اور جہنم نے باہم گفتگو کی جہنم بولا کہ میں نے سرکشوں اور متکبروں کو اپنے لئے پسند کیا ہے، جنت نے کہا میرے اندر کمزور، ضعیف اور درماندہ لوگ آئیں گے۔

اللہ رب العزت نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، میں جس بندے کو چاہونگا اسے تیرے سپرد کر دونگا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں جسے چاہونگا تیرے عذاب میں جھونک دوں گا اور تم دونوں کو بھر دوں گا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ بہت بُرا ہے جس نے تکبّر کیا، سرکشی اختیار کی اور قادرِ مطلق خدا کو بھول گیا، وہ بندہ بہت بُرا ہے جس نے تکبّر کیا اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑے بلند و باعزت خدا کو بھول گیا، وہ بندہ بہت بُرا ہے جو مقصودِ زندگی سے غافل ہوگیا، اسے بھول گیا اور قبروں اور مصائب کو بھلا بیٹھا، وہ بندہ بہت بُرا ہے جس نے بغاوت اور سرکشی اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول گیا۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہمیں معلوم ہوا ہے حضور ﷺ سے کہا گیا کہ فلاں میں کتنا تکبّر ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے لئے موت نہیں ہے (یعنی وہ موت سے نہیں ڈرتا)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں دو باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں، میں تکبّر اور شرک سے منع کرتا ہوں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پر کاربند رہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ ایک پلڑے میں آسمان و زمین اپنی تمام اشیاء سمیت رکھ دئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رکھ دیا جائے تو یہ پلڑا

بھاری ہو جائے گا۔ اگر آسمان و زمین اپنی تمام تر اشیاء سمیت ایک دائرہ کی طرح ہو جائیں اور ان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رکھ دیا جائے تو وہ دائرہ ٹوٹ جائے گا اور میں تمہیں سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ چیز کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسے بشارت ہو جسے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کا علم دیا اور وہ متکبر نہیں مرا۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ہر سنگدل، اترا کر چلنے والا متکبر، مال جمع کرنے والا اور کسی کو راہ خدا سے روکنے والا جہنمی ہے اور ہر مفلس ضعیف جنتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہمارا سب سے زیادہ مقرب قیامت میں وہ شخص ہوگا جو تم میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے اور قیامت کے دن ہمیں سب سے زیادہ ناپسند اور ہم سے سب سے زیادہ دور، لوگوں کا مضحکہ اڑانے والے، بے ہودہ گو اور متفقہین ہوں گے پوچھا گیا حضور (ﷺ)! یہ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ متکبرّ ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے قیامت کے دن متکبرّ چیونٹیوں کی طرح اٹھائے جائیں گے لوگ انہیں روندیں گے اور ریزہ ریزہ کر دیں گے اور وہ انتہائی ذلت میں ہوں گے پھر انہیں جہنم کے قید خانہ کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر جہنم کی آگ بھڑکے گی انہیں دوزخیوں کے جسموں سے نکلنے والی پیپ پلائی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ سرکش اور متکبرّوں کو قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی جسامت میں پیدا کیا جائے گا، اللہ رب العزت کے یہاں ان کی ناقدری کی وجہ سے لوگ انہیں روندرہے ہوں گے۔

جناب محمد بن واسع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بلان بن ابی بردہ کے ہاں گیا اور ان سے کہا کہ تمہارے والد نے مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث سنائی تھی کہ ''جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ہبب ہے اللہ رب العزت اس وادی میں ہر متکبرّ کو داخل کرے گا۔'' اے بلال ! خیال رکھنا کہ کہیں اس وادی کے رہنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْحَۃِ الْکِبْرِیَاءِ

''جہنم میں ایک محل ہے جس میں تمام متکبرّوں کو جمع کیا جائے گا اور پھر وہ محل ان پر گرادیا جائے گا۔''

اور فرمایا کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو، وہ جنت میں جائے گا تکبرّ، قرض، خیانت۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ حقیر مسلمان بھی اللہ رب العزت کے نزدیک بہت معزز ہوتا ہے۔

جناب وہب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ حقیر مسلمان بھی اللہ رب العزت کے نزدیک بہت معزز ہوتا ہے۔

جناب وہب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت نے جنتِ عدن کو پیدا فرما کر کہا، تو ہر متکبرّ پر حرام ہے۔

جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ، جناب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا کرتے تھے، ایک دن احنف تشریف لائے تو حضرت معصب رضی اللہ عنہ پیر لمبے کئے ہوئے دراز تھے انہیں دیکھ کر انہوں نے پیر نہیں سمیٹے، حضرت احنف رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور انہیں بہت دکھ ہوا، یہاں تک کہ ان کے چہرے پر ناراضگی کی علامت ظاہر ہوگئیں، تب انہوں نے کہا تعجب ہے کہ انسان تکبرّ کرتا ہے حالانکہ وہ دو پیشاب گاہوں سے نکلا ہے۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ انسان روزانہ ایک یا دو مرتبہ پاخانہ دھوتا ہے اور پھر بھی اللہ رب العزت سے مقابلہ کرتا ہے۔

آیت کریمہ۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریات:۲۱)

''اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجتا نہیں۔''

کے متعلق بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد انسان کی شرمگاہیں ہیں۔

حضرت محمد بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انسان کے دل میں جتنا تکبرّ داخل ہوتا ہے اتنا ہی اس کی عقل کم ہوتی ہے تکبرّ زیادہ ہو تو عقل بہت کم ہوتی ہے اور اگر تکبرّ تھوڑا

ہوتو اسی کے حساب سے عقل کم ہو جاتی ہے۔

جناب سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے اس گناہ کے متعلق پوچھا گیا جس کی موجودگی میں نیکی کوئی فائدہ نہیں دیتی تو انہوں نے کہا وہ تکبّر ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا شیطان کے کچھ جال ہیں، ان جالوں میں سے یہ جال بھی ہیں۔ اللہ رب العزت کی نعمتوں پر اترانا، اس کی عطاؤں پر فخر کرنا، بندگانِ خدا سے تکبّر کرنا اور اللہ رب العزت کی ناپسندیدہ خواہشات کی اتباع کرنا، اے اللہ رب العزت! اپنی منت اور احسان کے طفیل دنیا اور آخرت میں ہمیں عفو اور عافیت عطا فرما! آمین۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص تکبّر کی وجہ سے اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہے، اللہ رب العزت اسے نگاہِ رحمت سے نہیں دیکھتا ہے، مزید فرمایا کہ ایک شخص اپنی چادر پر فخر کر رہا تھا، اس کا نفس بہت اترا رہا تھا، اللہ رب العزت نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت کے دن تک اسی طرح دھنستا چلا جائے گا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو تکبّر سے اپنے کپڑے گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ رب العزت قیامت کے دن اس پر نگاہِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عبداللہ بن واقد کا گزر ہوا جو نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہے رہے تھے، اے بیٹے! تہبند کو اوچھا کر لو کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اپنے تہبند کو تکبّر سے گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ رب العزت اس کی طرف نگاہِ رحمت نہیں کرتا۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ہتھیلی پر لعاب دہن لگا کر فرمایا، اللہ رب العزت فرماتا ہے اے انسان! تو عجب وغرور کر رہا ہے حالانکہ میں نے تجھے اس جیسے پانی سے پیدا کیا ہے، یہاں تک کہ جب میں نے تجھے مکمل کر دیا تو تو رنگ برنگے لباس پہن کر زمین پر دندناتا پھر رہا ہے حالانکہ تجھے اسی زمین پر جانا ہے تو نے مال جمع کر کے اسے روک لیا مگر جب موت تیرے سامنے آجاتی ہے تو صدقہ کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے اب صدقہ

کرنے کا وقت کہاں؟

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب میرا امتی اترا کر چلے گا اور فارس و روم والے ان کی خدمت گزار ہوں گے تو اللہ رب العزت ان پر دوسروں کو مسلط کر دے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اترا کر چلتا ہے وہ اللہ رب العزت سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ رب العزت اس پر ناراض ہوگا۔

جناب ابوبکر الہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابن الہیثم کا گزر ہوا جو اپنے محل کی طرف جا رہا تھا اس نے متعدد ریشمی عبائیں ایک دوسرے پر پہن رکھی تھیں اور ان کی وجہ سے اس کی اچکن کھلی ہوئی تھی، وہ نہایت متکبرانہ انداز میں ایک ایک قدم رکھتا ہوا جا رہا تھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور فرمایا افسوس! افسوس! ناک چڑھانے والا، اترا کر چلنے والا، منہ پھیلائے ہوئے اپنے دونوں پہلو دیکھتا ہوا جا رہا ہے، اے بے وقوف! تو اپنے پہلوؤں میں ایسی نعمتوں کو دیکھ رہا ہے جن کا شکر ادا نہیں کیا گیا جو اللہ رب العزت کے حکم سے بنائی گئیں اور نہ ہی تو نے اللہ رب العزت کے حقوق کو ادا کیا ہے، تیرے بدن کے ہر ایک عضو میں اللہ رب العزت کی نعمت ہے اور شیطان ہر عضو پر قبضہ کی فکر میں ہے۔ بخدا اپنی فطرت کے مطابق چلنا یا دیوانے کی طرح لڑکھڑا کر چلنا اس چلنے سے بہتر ہے۔

ابن الاہتم نے جب یہ سنا تو آخر معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے معذرت نہ چاہو اللہ رب العزت سے توبہ کرو، کیا تو نے یہ فرمانِ الٰہی نہیں سنا ہے۔

لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

(بنی اسرائیل: ۳۷)

''اور زمین پر اترا کر نہ چل، بے شک تو نہ تو زمین کو پھاڑے گا اور نہ ہی پہاڑوں جتنا لمبا ہو جائے گا۔''

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے ایک جوان کا گذر ہوا جو خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلا کر فرمایا اے انسان! اپنی جوانی پر فخر کرتا ہے؟ اپنی عادتوں سے محبت کرتا ہے؟ گویا کہ قبر نے تیرے وجود کو چھپا لیا ہے اور تو نے اپنے اعمال دیکھ لئے

ہیں؟ تجھ پر حیف صد حیف! جا اور اپنے دل کا علاج کر کیونکہ اللہ رب العزت کو بندوں کے عمدہ دلوں کی ضرورت ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے سے پہلے حج کیا، حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھا کہ وہ اترا اترا کر چل رہے ہیں۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پہلو کو انگلی سے دبا کر کہا یہ اس کی چال نہیں ہے جس کے پیٹ میں گندگی بھری ہو۔ جناب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا اے عم محترم! میرے جسم کے ہر عضو نے مجھے اس چال پر مجبور کیا اور میں یہ چال سیکھ گیا۔

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو ناز و تکبر سے چلتے ہوئے دیکھ کر بلایا اور کہا جانتے ہو تم کون ہو؟ تمہاری ماں کو میں نے سو درہم میں خریدا تھا اور تمہارا باپ مخلوقِ خدا میں بہت سے لوگوں سے کم مرتبہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو تہبند گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے بھی بھائی ہیں۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا۔

روایت ہے کہ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر رحمۃ اللہ علیہ نے مہلب کو ریشمی جبہ پہنے ناز سے چلتے دیکھ کر کہا کہے اے بندۂ خدا! یہ چال ان لوگوں کی ہے جنہیں اللہ رب العزت ناپسند کرتا ہے اور جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، مہلب نے کہا مجھے پہچانتے ہو میں کون ہوں؟ جناب مطرف رحمۃ اللہ علیہ بولے کہ اچھی طرح پہچانتا ہوں تیری ابتدا، ناپاک نطفہ سے، تیری انتہا گندے مردار کے طور پر ہے اور درمیانی مدت میں تو گندگی اٹھائے پھرتا ہے مہلب نے یہ سن کر متکبرانہ چال ترک کر دی اور آگے روانہ ہو گیا۔

اسی موضوع پر اکثر شعراء نے بہت سے اشعار کہے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

عَجِبْتُ مِنْ مُعْجِبٍ بِصُوْرَتِهٖ وَكَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً قَذِرَةً

''میں اپنی صورت پر فخر کرنے والے پر حیران ہوں کیونکہ وہ کل تک ایک ناپاک نطفہ تھا۔''

وَفِيْ غَدٍ بَعْدَ حُسْنِ هَيْئَتِهٖ يَصِيْرُ فِي الْقَبْرِ جِيْفَةً قَذِرَةً

''اور اپنی خوبصورتی کے باوجود کل قبر میں ایک بدبودار مردار ہو جائے گا۔''

خلعف احمر کہتا ہے۔

لَنَا صَاحِبٌ مُوْلِعٌ بِالْخِلَافِ كَثِيْرُ الْخَطَا قَلِيْلُ الصَّوَابِ

''میرا ایک اختلاف پسند دوست ہے جس کی غلطیاں زیادہ اور اچھائیاں کم ہیں۔''

اَشَدُّ لِجَا جًا مِّنَ الْخَنْفَسَاءِ وَاَزْهٰى اِذَا مَشٰى مِنَ الْغُرَابِ

''وہ گبریلے سے بھی زیادہ ضدی ہے اور کوے سے بھی زیادہ اکڑ کر چلتا ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

قُلْتُ لِلْمُعْجِبِ لَمَّا قَالَ مِثْلِي لَا يُرَاجِعُ

''میں نے تکبر سے کہا جبکہ اس نے کہا مجھ جیسے رجوع نہیں کیا کرتے۔''

يَاقَرِيْبَ الْعَهْدِ بِالْمُخْرَجِ لِمَ لَا تَتَوَاضَعَ

''اے بہت جلد دنیا سے کوچ کرنے والے تو تواضع کیوں نہیں کرتا؟۔''

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اسی موضوع پر فرماتے ہیں۔

اَيُّهَا الْمَشَائِخُ الَّذِيْ يُرَامُ نَحْنُ مِنْ طِيْنَةٍ عَلَيْكَ السَّلَامُ

''اے موت کو نہ چاہنے والے متکبر تجھ پر سلامتی ہو ہم مٹی سے ہیں۔''

اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَمَعَ الْمَوْتِ تَسْتَوِي الْاَقْدَامُ

''یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، موت کے ساتھ ہی پیر برابر ہو جائیں گے۔''

مجاہد نے فرمان اِلٰى ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى کے معنے یہ بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف اتراتا ہوا گیا۔ واللہ اعلم

☆☆☆

باب 43:

زندگی کے بارے میں غور وفکر

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر انسان کو غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ (آل عمران:۱۹۰)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔''

یعنی رات دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے غور وفکر کی دعوت ہے کیونکہ جونہی ایک جاتا ہے دوسرا آجاتا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (الفرقان:۶۲)

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی۔''

جناب عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پہلی آیت میں اختلاف ہے مراء ونور وظلمت، کمی اور زیادتی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے؟

یَارَاقِدَ الَّیْلِ مَسْرُوْرًا بِاَوَّلِهٖ اِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ یَطْرُقْنَ اَسْحَارًا

''اے رات کے ابتدائی حصہ میں خوش خوش سونے والے، کبھی صبح کو مصائب بھی نازل ہوجایا کرتے ہیں۔''

لَاتَفْرَحَنَّ بِلَیْلٍ طَابَ اَوَّلُهٗ فَرُبَّ اٰخِرِ لَیْلٍ اَجَّجَ النَّارَا

''رات کے پہلے پہر کی پاکیزگی سے خوش نہ ہو، رات کے بہت سے آخری حصے جہنم کے شعلوں کو بھڑکا دیتے ہیں۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اِنَّ اللَّیَالِیْ لِلْاَنَامِ مَنَاهِلٌ تَطْوِیْ وَتَنْشُرُدُوْنَهَا الْاَعْمَارُ

''بے شک راتیں لوگوں کی منزل ہیں۔''

فَقِصَارُهُنَّ مَعَ الْهُمُوْمِ طَوِيْلَةٌ وَطِوَالُهُنَّ مَعَ السُّرُوْرِ قِصَارُ

''چھوٹی راتیں غموں ی وجہ سے طویل ہو جاتی ہیں اور طویل راتیں مسرت کی وجہ سے چھوتی معلوم ہوتی ہیں۔''

اور اللہ رب العزت نے غور وفکر کرنے والوں کی تعریف کی چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:۱۹۱)

''جو اللہ رب العزت کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے بیکار نہ بتایا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ رب العزت کی ذات وصفات میں غور وفکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوقِ خدا کے احوال میں غور وفکر کرو، اللہ رب العزت کی ذات میں غور وفکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی بے مثال قدرت پر قادر نہیں ہو سکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ایک ایسی جماعت کے پاس گئے جو غور وفکر میں ڈوبی ہوئی تھی، آپ نے پوچھا کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم اللہ رب العزت کے بارے میں غور وفکر کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا! لیکن مخلوقِ خدا میں غور وفکر کرو، خالق کائنات کی ذات میں غور وفکر مت کرو، پھر آپ نے فرمایا مغرب میں ایک سفید براق نورانی زمین ہے، سورج کا وہاں تک چالیس دنوں کا سفر ہے، وہاں اللہ رب العزت نے ایک مخلوق پیدا فرمائی ہے، وہ جب سے پیدا ہوئے ہیں انہوں نے ایک لمحہ بھی اللہ رب العزت کی نافرمانی نہیں کی۔ لوگوں نے پوچھا حضور! ان میں شیطان کا گذر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا انہیں شیطان کی پیدائش کا علم ہی نہیں، پوچھا گیا وہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا انہیں تو آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بھی علم نہیں ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے اور ہمارے درمیان پردہ پڑا ہوا تھا، انہوں نے

پوچھا عبید! تم ہماری ملاقات کو کیوں نہیں آتے؟ عبید نے کہا میں حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے دیر سے حاضر ہوتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

زُرْ غِبًّا تَزْدَادُ حُبًّا

''تاخیر سے ملاقات کرو محبت بڑھے گی۔''

ابن عمیر بولے آپ ہمیں حضور ﷺ سے مشاہدہ کی ہوئی عجیب باتوں سے کوئی عجیب بات بتلائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمایا حضور ﷺ کی ہر بات عجیب تھی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ رات کو میرے ہاں تشریف لائے اور میرے ساتھ آرام فرما ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ مجھے اجازت دو تا کہ میں اللہ رب العزت کی عبادت کروں۔ چنانچہ آپ ایک مشکیزہ کی طرف گئے، وضو فرمایا اور نماز میں کھڑے ہو گئے۔ نماز شروع کرتے ہی آپ نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ آپ کی مبارک ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر سجدہ کیا یہاں تک کہ روتے روتے زمین گیلی ہوگئی، سلام کے بعد آپ پہلو کے بل لیٹ گئے تا آنکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان دے دی اور آپ کو نماز کے لئے بلایا اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کس لئے روتے ہیں حالانکہ اللہ رب العزت نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی خطائیں معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا افسوس! بلال تم مجھے رونے سے روکتے ہو حالانکہ اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ (آل عمران:۱۹۰)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔''

امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ان آیات میں غور وفکر کرنے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا ان آیات کو پڑھو اور پھر انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بصرہ کا ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی زوجۂ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے متعلق پوچھا، ان کی زوجہ نے جواب دیا کہ وہ سارا دن گھر کے کونے میں بیٹھے غور وفکر کیا کرتے تھے۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک لمحہ کا غوروفکر رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے، حضرت فضیل کا قول ہے کہ غوروفکر ایک آئینہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور برائیاں دکھاتا ہے۔

جناب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ آپ بہت زیادہ غوروفکر کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ غوروفکر عقل کا مغز ہے۔

جناب سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ شاعر کے اس شعر کو اکثر بطور تمثیل پیش کیا کرتے تھے۔

اِذَا الْمَرْءُ کَانَتْ لَهٗ فِکْرَةٌ فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ عِبْرَةٌ

''جب آدمی میں غوروفکر کرنے کا مادہ ہوتو اسے ہر چیز میں عبرتیں نظر آتی ہیں۔''

جناب طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آج روئے زمین پر آپ جیسا کوئی اور بھی ہے؟ آپ نے فرمایا جس کا بولنا ذکرِ الٰہی میں ہو، جس کی خاموشی غوروفکر میں اور جس کی نگاہ، نگاہِ عبرت ہو، وہ مجھ جیسا ہے۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص کی گفتگو حکیمانہ نہیں وہ لغو ہے جس کی خاموشی غوروفکر کی خاموشی نہیں ہے وہ بھول ہے اور جس کی نگاہ نگاہِ عبرت نہیں وہ بے ہودہ ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ

(الاعراف:۱۴۶)

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دونگا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔''

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ میں ان کے دلوں میں غوروفکر کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہنے دوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو عبادت کا حصہ دو، عرض کی گئی حضور! ان کا عبادت سے کیا حصہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا

قرآن مجید کو دیکھنا، اس میں غور وفکر کرنا اور اس کے عجائبات میں سبق حاصل کرنے والی نگاہ سے غور وخوض کرنا۔

مکہ معظّمہ کے قریب جنگل میں رہنے والی عورت سے مروی ہے، اس نے کہا اگر نیکوں کے دل غور وفکر میں ڈوب کر غیب کے پردوں میں پوشیدہ ان انعامات کو دیکھ لیں جن کو اللہ رب العزت نے ان کے لئے تیار کیا ہے تو ان کی دنیاوی زندگی ان پر بھاری ہو جائے اور دنیا ان کی نظروں میں بالکل حقیر ہو جائے۔

حضرت لقمان تنہائی میں بیٹھ کر بہت دیر تک غور وفکر میں ڈوبے رہتے، ان کا خادم وہاں سے گزرتا اور کہتا کہ آپ ہمیشہ تنہا بیٹھے رہتے ہیں، اگر لوگوں کیساتھ بیٹھا کریں تو آپ ان سے الفت حاصل کریں، آپ جواب میں فرماتے کہ طویل تنہائی دائمی غور وفکر عطا کرتی ہے اور طویل تفکر جنت کا راستہ ہے۔

جناب وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص کا غور وفکر بڑھ جاتا ہے اسے علم عطا ہوتا ہے اور جسے علم عطا ہوتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے ایک دن سہل بن علی رضی اللہ عنہ کو خاموش اور متفکر دیکھ کر پوچھا کہاں تک پہنچے ہو؟ وہ بولے کہ پل صراط کے متعلق غور وفکر کر رہا ہوں۔

جناب بشر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر لوگ اللہ رب العزت کی عظمت میں غور وفکر کریں تو کبھی بھی اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایسی دو رکعتیں جو حضورِ قلب اور انتہائی غور وفکر سے پڑھی جائیں، وہ ساری رات کی بے حضور قلب عبادت سے افضل ہیں۔

جناب ابوشریح رحمۃ اللہ علیہ چلے جارہے تھے کہ اچانک چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے اور رونا شروع کر دیا، رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا میں اپنی گذشتہ عمر قلیل نیکیوں اور موت کے جلد آنے پر غور کر کے رو رہا ہوں۔

ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے آنکھوں کو رونے کا اور دلوں کو غور وفکر کرنے کا عادی

بناؤ مزید فرمایا دنیا کے بارے میں غوروفکر آخرت کے لئے ایک پردہ ہے اور نیکوں کے لئے عذاب ہے لیکن آخرت کے متعلق غوروفکر علم کا وارث بناتا ہے اور دلوں کو زندہ کرتا ہے۔

جناب حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عبرت حاصل کرنے سے علم بڑھتا ہے، ذکر سے محبت بڑھتی ہے اور غوروفکر سے خوفِ خدا بڑھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نیکیوں میں غوروفکر نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے اور گناہوں پر پشیمانی گناہ چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔

روایت ہے اللہ رب العزت نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ میں ہر عالم ودانش مند کا کلام نہیں، اس کی نیت اور محبت دیکھتا ہوں، اگر اس نیت ومحبت میرے لئے ہوتی ہے تو میں اس کی خاموشی کو غوروفکر کی خاموشی، اس کی گفتگو کو حمد قرار دیتا ہوں، اگرچہ وہ خاموش بیٹھا ہوا ہو۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عقل مند ہمیشہ ذکر سے فکر کی جانب اور غوروفکر سے ذکرِ خدا کی جانب رجوع ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دل بولتے ہیں اور علم وحکمت کی باتیں کرتے ہیں۔

اسحٰق بن خلف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب داؤد طائی ایک چاندنی رات میں چھت پر بیٹھے، اللہ رب العزت کے عجائباتِ ارض وسما میں غوروفکر کر رہے تھے اور وہ آسمان کی طرف دیکھ کر رو رہے تھے یہاں تک کہ بے خودی کی حالت میں ہمسایہ کے گھر میں گر پڑے، مکان کا مالک اپنے بستر سے برہنہ تلوار لے کر جھپٹا، وہ سمجھا شاید کوئی چور آگیا ہے لیکن جب اس نے آپ کو دیکھا تو تلوار نیام میں کر کے پوچھا، آپ کو کسی نے چھت سے دھکا دیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

جناب جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بہترین اور عمدہ مجلس، مجلسِ غوروفکر ہے جو توحید کے میدان میں انجام دی جائے اور محبت کے سمندر سے محبت کے جام پینا بہترین شراب اور معرفت کی معطر ہواؤں سے لطف اندوز ہونا سب ہواؤں سے بہتر ہے اور اللہ رب العزت سے اجرِ حسن کی امید رکھنا عمدگی میں بے مثال ہے، پھر فرمایا وہ دل کیسا بہترین ہے جو ان مجالس کا شناسا ہے اور اسے خوشخبری ہو جو محبت کے ان لذیذ ترین جاموں سے کام ودہن کی

تواضح کرتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ گفتگو پر خاموشی سے اور حصولِ علم کے لئے غوروفکر کرنے سے امدادِ طلب کرو۔ مزید فرمایا کاموں کے بارے میں اچھی طرح سوچ سمجھ لینا دھوکہ سے بچاتا ہے اور عمدہ رائے شرمندگی اور حد سے زیادہ بڑھ جانے سے بچا لیتی ہے، کاموں میں تفکر اور غوروخوض ہوشیاری پیدا کرتا ہے، داناؤں کے مشورے اور ذہانت نفس کی پائیداری اور بصیرت کی قوت ہیں لہٰذا ارادہ کرنے سے پہلے سوچ، کام کرنے سے پہلے غوروفکر کر اور قبل از وقت مشورہ حاصل کر۔

مزید فرمایا کہ فضائل چار ہیں پہلی حکمت جس کا دارومدار غوروفکر پر ہو، پاکبازی جس کا دارومدار شہوت سے اجتناب ہے، قوت جس کا دارومدار غصہ پر ہے، عدل جس کا دارومدار قوائے نفسانی کے اعتدال پر ہے۔

☆☆☆

باب 44:

تکالیفِ مرگ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت اس کے دکھ درد اور اس کی خواری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ تلوار کی تین سو ضربات کے برابر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کی شدت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آسان ترین موت ان میں کانٹے دار ٹہنی کی طرح ہے، اسے جب کھینچا جائے گا تو اس کے ساتھ ضرور کچھ نہ کچھ اون بھی کھنچی چلی آئے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہے اور پسینہ اسے کس لئے آرہا ہے؟ درد و الم موت کی شدت و حدت کی وجہ سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو جہاد پر ابھارتے اور فرماتے کہ اگر تم جہاد میں شمولیت اختیار نہ کرو گے تب بھی مرنا ضروری ہے بخدا مجھے تلواروں کے ایک ہزار وار بستر پر مرنے سے زیادہ آسان نظر آتے ہیں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ مردہ قبر سے اٹھنے کے وقت تک موت کی تلخی محسوس کرتا رہے گا۔

جناب شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ موت مومن کے لئے دنیا اور آخرت کے خوفوں میں سب سے زیادہ حوصلہ شکن خوف ہے، وہ آریوں سے چر جانے، قینچیوں سے اعضاء کاٹ دئے جانے اور دیگوں میں ابلنے سے بھی زیادہ سخت ہے، اگر کوئی مردہ زندہ ہو کر دنیا والوں کو موت کی تلخی کی خبر دے دے تو وہ زندگی کے لطف کو بھول جائیں اور کبھی آرام کی نیند نہ سوئیں۔

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کسی اپنے اعمال کی وجہ سے کسی درجہ کو نہیں پا سکتا تو موت کے وقت اسے سکرات اور اس کے دکھ سے

واسطہ پڑتا ہے تا کہ وہ اس طرح جنت کے اس آخری درجہ کو بھی حاصل کرے جسے وہ اعمال سے حاصل نہیں کر سکا، اگر کسی کافر کے کچھ اچھے اعمال ہوتے ہیں اور دنیا میں اسے اس کا بدلہ حاصل نہیں ہو سکا ہے تو اس پر موت کی شدت کو ہلکا کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ ان اچھے کاموں کا بدلہ پالے اور مرنے کے بعد سیدھا جہنم میں جائے۔

ایک صاحب اکثر مریضوں سے موت کی شدت کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے جب وہ خود مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے ان سے موت کی شدت کے بارے میں سوال کیا، وہ کہنے لگا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آسمان زمین مل گئے ہیں اور میری روح سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مرگِ مناجات مومن کے لئے راحت اور گنہگار کے لئے باعثِ زحمت ہے۔

جناب مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر میت کے بالوں میں سے ایک بال زمین وآسمان میں رہنے والوں پر رکھ دیا جائے تو سب مر جائیں کیونکہ میت کے ہر ایک بال میں موت ہوتی ہے اور موت جب کسی چیز پر طاری ہوتی ہے تو وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔

مروی ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو سب پہاڑ پگھل جائیں۔

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو اللہ رب العزت نے فرمایا اے میرے خلیل! تم نے موت کو کیسا پایا؟ انہوں نے عرض کی، جیسے سیخ کو گیلی اون میں ڈال کر کھینچا جائے رب تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تمہارے لئے موت کو بہت آسان کر دیا ہے (تب تو نے اس کی یہ شدت محسوس کی ہے)۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوئی تو رب جلیل نے فرمایا موسیٰ! تم نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی جیسے چڑیا جال میں پھنس جاتی ہے اور وہ مرتی نہیں بلکہ آسائش طلب کرتی ہے اور نہ رہائی پاتی ہے کہ اڑ جائے (یہی حال دم نزع انسان کا ہوتا ہے)

یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ایسا درمحسوس کیا جیسے زندہ بکری کی قصاب کھال اتار رہا ہو۔

مروی ہے کہ موت کے وقت حضور ﷺ کے قریب پانی کا پیالہ رکھا تھا، آپ اس میں دستِ اطہر ڈبوکر پیشانی پر ملتے اور فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ

''اے اللہ رب العزت! مجھ پر موت کی سختیوں کو آسان فرما۔''

اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کھڑی رو رہی تھیں، اے میرے ابا کی تکلیف اور آپ فرمارہے تھے کہ تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی دکھ وارد نہیں ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا ہمیں موت کی شدت کے متعلق بتاؤ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المؤمنین! موت ایسی ٹہنی کی طرح ہے جس میں بہت زیادہ کانٹے ہوں اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہوگئی ہو اور اس کے ہر ہر کانٹے ہر رگ میں جگہ پکڑ لی ہو پھر اسے ایک آدمی انتہائی سختی سے کھینچے، جو کچھ باہر آجائے اور باقی جسم میں باقی رہ جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ بندہ موت کی سختیوں کو بیماری سمجھ کر ان کا علاج کرتا ہے مگر اس کے جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے وداع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تجھ پر سلام ہو، اب ہم قیامت تک کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں۔

مذکورہ بالا احوال ان مقدس ہستیوں کے تھے جو اللہ رب العزت کے دوست اور محبوب ہیں، ہم جو گناہوں سے آلودہ ہیں، ہماری کیا حالت ہوگی؟ ہمارے لئے تو موت کی سختیوں کے علاوہ اور بھی آفتیں ہوں گی۔

موت کی تین مصیبتیں ہوتی ہیں، پہلی نزع کی تکلیف، جو ابھی مذکور ہو چکی ہے، دوسرے عزرائیل کی صورت کا مشاہدہ اور اسے دیکھ کر دل میں انتہائی خوف و دہشت کا پیدا ہونا، اگر بے پناہ ہمت والا آدمی بھی ملک الموت کی اس صورت کو دیکھ لے جو وہ فاسق و فاجر کی موت کے وقت لے کر آتے ہیں تو اسے تاب تحمل نہ رہے۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کیا تم مجھے اپنی وہ

صورت دکھا سکتے ہو جس میں تم گنہگاروں کی روح قبض کرنے کو جاتے ہو؟ ملک الموت بولے آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ لوں گا چنانچہ ملک الموت نے کہا تھوڑی سی دوسری طرف توجہ کیجئے۔

جب آپ نے کچھ دیر کے بعد دیکھا تو ایک کالا سیاہ آدمی جس کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے، بدبو کے جھکے اٹھ رہے تھے، سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور دھواں اٹھ رہا تھا، سامنے نظر آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئے، جب آپ کو ہوش آیا تو دیکھا کہ ملک الموت سابقہ شکل میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اگر فاسق و فاجر کے لئے موت کی اور کوئی سختی نہ ہو تب بھی صرف تمہاری صورت دیکھنا ہی ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام انتہائی غیرت مند جوان تھے، جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو دروازے بند کر جاتے، ایک دن آپ گھر کے دروازے بند کر کے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کی زوجۂ محترم نے دیکھا کہ صحن میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا، وہ بولیں جانے اس کو کس نے گھر میں داخل ہونے دیا ہے، اگر داؤد علیہ السلام آ گئے تو ضرور انہیں دکھ پہنچے گا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اسے کھڑا دیکھ کر پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتا نہ کوئی پردہ میری راہ میں حائل ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام خاموش کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور فرمایا تب تو تم ملک الموت ہو۔

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک انسانی کھوپڑی کے قریب سے گزر ہوا، آپ نے اسے پاؤں سے ٹھونکا دیا اور فرمایا بحکمِ خدا مجھ سے بات کر، کھوپڑی بولی اے روح اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ تھا، ایک مرتبہ میں اپنے ملک میں تاج سر پر رکھے، لشکر کے گھیرے میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اچانک ملک الموت میرے سامنے آ گیا جسے دیکھ کر میرا ہر عضو معطل ہو گیا اور میری روح پرواز کر گئی پس اس اجتماع میں کیا رکھا تھا، جدائی تو سامنے کھڑی تھی اور اس انس و محبت میں کیا تھا، وحشت ہی وحشت اور تنہائی ہی تنہائی تھی، یہ دھوکہ ہے جو نافرمانوں نے ڈال دیا جو اطاعت مندوں کے لئے نصیحت ہے۔

یہ وہ آفت ہے جسے ہر گنہگار اور فرمانبردار دیکھتا ہے انبیائے کرام نے موت کے وقت صرف نزع کی سختی کو بیان فرمایا ہے، اس خوف و دہشت کا تذکرہ نہیں کیا جو ملک الموت کی صورت دیکھنے والے انسان پر طاری ہوتا ہے۔ اگر ملک الموت کی صورت کو کوئی رات کو خواب میں دیکھ لے تو اسے بقیہ زندگی بسر کرنا اجیرن ہو جائے، چہ جائیکہ اسے موت کی سختی کے وقت ایسی ہیبت ناک شکل میں دیکھے۔

اللہ رب العزت کے فرمانبردار اور نیک لوگ ملک الموت کو انتہائی حسین و جمیل شکل میں دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت غیرت مند انسان تھے، آپ کا ایک عبادت خانہ تھا، جب آپ باہر جاتے اسے بند کر جاتے۔ ایک دن باہر سے تشریف لائے تو دیکھا کہ عبادت خانہ میں ایک آدمی کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا تجھے کس نے میرے گھر میں داخل کیا ہے؟ وہ بولا اس کے مالک نے! آپ نے فرمایا اس کا مالک تو میں ہوں، اس نے کہا مجھے اس نے داخل کیا ہے جو اس مکان کا آپ سے اور مجھ سے زیادہ مالک ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم فرشتوں میں سے ہو؟ وہ بولا ہاں! میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھلا سکتے ہو جس شکل میں تم مومنوں کی روح کو قبض کرتے ہو؟ ملک الموت نے کہا ہاں! آپ ذرا دوسری طرف توجہ کیجئے۔

چند لمحے دوسری طرف متوجہ ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا تو انہیں ایک حسین و جمیل جوان نظر آیا جس کے چہرے پر نور برس رہا تھا، لباس انتہائی پاکیزہ پہنے اور اس سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اے عزرائیل! اگر مومن کو موت کے وقت اور کوئی انعام نہ ملے، صرف تمہاری صورت ہی دیکھنے کو مل جائے تو یہی کافی ہے اور بڑا انعام ہے۔

موت کے وقت ایک مصیبت محافظ فرشتوں کا مشاہدہ ہے۔

جناب وہیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ جب بھی کوئی آدمی مرتا ہے تو وہ مرنے سے پہلے نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے، اگر وہ آدمی نیک ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر دے، تو نے ہمیں

بہت سی بہترین مجالس میں بٹھلایا اور بہت ہی نیک کام لکھنے کو دئے۔

اور اگر مرنے والا گنہگار ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر نہ دے، تو نے بہت ہی بری مجالس میں ہمیں بٹھلایا اور گناہوں اور فحش کلام سننے پر مجبور کیا، اللہ رب العزت تجھے بہتر جزا نہ دے، اس وقت انسان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور وہ کسی چیز کو نہیں دیکھ پاتا سوائے اللہ رب العزت کے فرشتوں کے۔

تیسری آفت گنہگاروں کا جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھنا اور وہاں جانے سے پہلے انتہائی خوفزدہ ہو جانا ہے اس وقت وہ نزع کے عالم میں ہوتا ہے، اس کے اعضائے بدن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اس کی روح نکلنے کو تیار ہوتی ہے مگر وہ ملک الموت کی آواز کے (جو دو بشارتوں میں سے ایک پر مشتمل ہوتی ہے) بغیر نہیں نکل سکتی، یا تو یہ کہ اے دشمنِ خدا! تجھے جہنم کی بشارت ہو، یا پھر یہ کہ اے اللہ رب العزت کے دوست تجھے جنت کی بشارت ہو، اسی لئے عقل مند موت کے وقت سے بہت خوفزدہ رہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں نکلتا جب تک کہ اپنا ٹھکانا، خواہ وہ جنت میں ہو یا جہنم میں ہو، دیکھ نہ لے۔

☆☆☆

باب 45:

سوالاتِ قبر

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے اے انسان تجھ پر افسوس ہے، تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا تھا؟ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میں آزمائشوں، تاریکیوں، تنہائی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، جب تو مجھ پر سے آگے پیچھے قدم رکھنا گزرا کرتا تھا تو تجھے کونسا غرور گھیرے ہوتا تھا؟ اگر میت نیک ہوتی ہے تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا قبر کو جواب دیتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں ہے یہ شخص نیکیوں کا حکم دیتا اور برائیوں سے روکا کرتا تھا۔ قبر کہتی ہے تب تو میں اس کے لئے سبزے میں تبدیل ہو جاؤں گی، اس کا جسم نورانی بن جائے گا اور اس کی روح اللہ رب العزت کے قربِ رحمت میں جائے گی۔

عبید بن عمیر اللیثی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو زمین کا وہ ٹکڑا جس میں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے، ندا کرتا ہے کہ میں تاریکی اور تنہائی کا گھر ہوں اگر تو اپنی زندگی میں نیک عمل کرتا رہا تو میں آج تجھ پر سراپا رحمت بن جاؤں گا اور اگر تو نافرمان تھا تو میں آج تیرے لئے سزا بن جاؤں گی۔ میں وہ ہوں کہ جو مجھ میں حق کا فرمانبردار بن کر آتا ہے وہ خوش ہو کر باہر نکلتا ہے اور جو نافرمان بن کر آتا ہے وہ ذلیل ہو کر باہر نکلتا ہے۔

جناب محمد صبیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے عذاب دیا جاتا ہے تو اس کے قریبی مردے کہتے ہیں اسے اپنے بھائیوں اور ہمسائیوں کے بعد دنیا میں رہنے والے! کیا تو نے ہمارے جانے سے کوئی نصیحت حاصل نہ کی اور تیرے سامنے ہمارا مر کر قبروں میں دفن ہو جانا کوئی قابلِ غور بات نہ تھی؟ تو نے ہماری موت سے ہمارے اعمال ختم ہوتے دیکھے؟ لیکن تو زندہ رہا اور تجھے عمل کرنے کی مہلت دی گئی مگر تو نے اس مہلت کو غنیمت نہ جانا اور نیک اعمال نہ کئے اور اس سے زمین کا وہ ٹکڑا کہتا ہے اے دنیا کی ظاہری پر اترانے والے! تو نے اپنے ان رشتہ داروں سے عبرت کیوں

نہ حاصل کی جو دنیاوی نعمتوں پر اترایا کرتے تھے مگر وہ تیرے سامنے میرے پیٹ میں گم ہو گئے، ان کی موت انہیں قبروں میں لے آئی اور تو نے انہیں کندھوں پر سوار اس منزل کی طرف آتے دیکھا کہ جس سے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔

یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مجھے یہ روایت ملی ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمال جمع ہو جاتے ہیں، پھر اللہ رب العزت انہیں قوت گویائی دیتا ہے اور وہ کہتے ہیں اے قبر کے تنہا انسان! تیرے سب دوست اور عزیز تجھ سے جدا ہو گئے ہیں، آج ہمارے سوا تیرا اور کوئی ساتھی نہ ہوگا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نیک آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمالِ صالحہ نماز، روزہ، حج، جہاد اور صدقہ وغیرہ اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں، جب وہ عذاب کے فرشتے اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے اس سے دور رہو، تمہارا یہاں کوئی کام نہیں، یہ ان پیروں پر کھڑا ہو کر اللہ رب العزت کی لمبی لمبی عبادت کرتا تھا۔ پھر وہ فرشتے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے تمہارے لئے اس طرف کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ دنیا میں اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے اس نے بہت روزے رکھے اور طویل بھوک پیاس برداشت کی، فرشتے اس کے جسم کے دوسرے حصوں کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں کہ ہٹ جاؤ، اس نے اپنے جسم کو دکھ میں ڈال کر اللہ رب العزت کی رضا کے لئے حج اور جہاد کیا تھا لہٰذا تمہارے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔ پھر وہ ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے، میرے دوست سے ہٹ جاؤ۔ ان ہاتھوں سے کتنے صدقات نکلے ہیں جو محض خوشنودی خدا کے لئے دیئے گئے اور ان ہاتھوں سے نکل کر وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کے درجے پر فائز ہوئے لہٰذا یہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے پھر اس میت کو کہا جاتا ہے کہ تیری زندگی اور موت دونوں بہترین ہیں اور رحمت کے فرشتے اس کی قبر میں جنت کا فرش بچھاتے ہیں، اس کے لئے جنتی لباس لاتے ہیں، حد نگاہ تک اس کی قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے اور جنت کی ایک قندیل اس کی قبر میں روشن کر دی جاتی ہے جس سے وہ قیامت کے دن روشنی حاصل کرتا رہے گا۔

جناب عبید بن عمیر نے ایک جنازہ کے جلوس میں کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا میت کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے، درآں حالیکہ وہ چلنے والوں کے قدموں کی چاپ کو سن رہا ہوتا ہے؟ تو اس کے ساتھ قبر گفتگو کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے انسان تجھ پر افسوس ہے؟ کیا تجھے مجھ سے، میری تنگی سے، بدبو سے، ہیبت اور کیڑوں سے نہیں ڈرایا گیا تھا، اب تو میرے لئے کیا تیاری کر کے لایا ہے؟

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک انصاری جوان کے جنازہ میں گئے، حضور ﷺ اس کی قبر پر سر جھکا کر بیٹھ گئے، پھر تین مرتبہ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

''اے اللہ رب العزت! میں تجھ سے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

کہہ کر فرمایا کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی طرف ایسے فرشتے بھیجتا ہے جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں، وہ اس کے لئے خوشبوئیں اور کفن ساتھ لاتے ہیں اور حدِ نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، جب اس مومن کی روح پرواز کرتی ہے تو اس آسمان و زمین کے درمیان رہنے والے تمام فرشتے اس کی درجات کی بلندی کی دُعا کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور آسمان کے ہر دروازے کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ روح میرے یہاں سے داخل ہو، جب اس کی روح اوپر کو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے اے اللہ رب العزت تیرا فلاں بندہ آگیا ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اسے لے جاؤ اور اسے وہ انعامات دکھلاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کئے ہیں کیونکہ میں نے وعدہ کیا ہے۔

مِنْھَا خَلَقْنَاکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی (طٰہٰ:۵۵)

''ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''

مردہ قبروں میں لوگوں کے جوتوں کی چاپ کو سنتا ہوتا ہے، جب وہ اسے دفن کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں، تب اسے کہا جاتا ہے۔

مَنْ رَّبُّکَ وَمَادِیْنُکَ وَمَنْ نَبِیُّکَ

''اے انسان! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟''

وہ جواب میں کہتا ہے۔

رَبِّیَ اللّٰہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

''میرا رب اللہ، میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد ﷺ ہے۔''

پھر فرمایا قبر میں فرشتے سخت سرزنش کرتے ہیں اور یہ آخری مصیبت ہے جو میت پر قبر میں نازل ہوتی ہے۔ جب وہ ان کے سوالات کے جواب سے فارغ ہو جاتا ہے تو منادی نداء کرتا ہے تو نے سچ کہا اور یہی فرمان الٰہی ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراھیم: ۲۷)

''اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر۔''

پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل شخص آتا ہے جس کے جسم سے خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں اور وہ انتہائی دید زیب لباس زیب تن کئے ہوتا ہے، وہ آکر کہتا ہے کہ تجھے رحمتِ خداوندی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی امین، جنت کی خوشخبری ہو، مومن جواب میں کہتا ہے اللہ رب العزت تجھے بھلائی سے سرفراز فرمائے، تو کون ہے؟ جواب ملتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں، تو نیکیوں میں بڑھ کر حصہ لیتا تھا اور برائیوں سے رک جاتا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے تجھے بہترین جزا دی ہے پھر منادی ندا کرتا ہے کہ اس مومن کے لئے جنتی فرش بچھا دو اور اس کے لئے جنت کی جانب ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ اس کے لئے جنتی فرش بچھا دیا جاتا ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ دُعا مانگتا ہے، اے اللہ رب العزت قیامت کو جلدی قائم فرماتا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال سے ملاقات کروں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب کافر کا آخری وقت قریب آتا ہے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہوا چاہتی ہے تو سخت بے رحم فرشتے آگ اور دوزخ کے تارکول کا لباس لئے آتے ہیں اور اسے انتہائی خوفزدہ کر دیتے ہیں، جب اس کی روح نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں، آسمانوں کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ یہ چاہتا ہے کہ یہ روح ادھر سے نہ گزرے جب اس کی روح اوپر چڑھتی ہے تو اسے نیچے پھینک دئے جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے اللہ رب العزت! تیرا فلاں بندہ آیا ہے جسے زمین و آسمان نے قبول نہیں کیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے واپس

لوٹاؤ اور اسے وہ عذاب دکھلاؤ جو میں نے اس کے لئے قبر میں تیار کیا ہے کیونکہ انسان سے میرا وعدہ ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (طٰہٰ:۵۵)

''ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''

اور وہ مردہ قبر میں دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے، تب اس سے کہا جاتا ہے اے انسان! تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا اور اسے کہا جاتا ہے تو نہ جانے، پھر اس کے پاس ایک بدصورت، بدبودار اور انتہائی غلیظ کپڑوں والا آ کر کہتا ہے تجھے قہر خداوندی اور دائمی دردناک عذاب کی خوشخبری ہو، مردہ کافر کہتا ہے، اللہ رب العزت تجھے بری خبر سنائے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرے اعمال بد ہوں بخدا تو برائیوں میں بہت تیزی دکھاتا تھا اور نیکیوں سے اعراض کیا کرتا تھا اور لہٰذا اللہ رب العزت نے تجھے بری جزا دی۔ کافر کہتا ہے اللہ رب العزت تجھے بھی جزا دے، پھر اس کے لئے ایک گونگا، اور اندھا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے جسے اگر جن و انسان مل کر اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں، اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے، وہ فرشتہ اس انسان کو ہتھوڑا مارتا ہے جس سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے پھر وہ زندہ ہوتا ہے اور فرشتہ اسے آنکھوں کے درمیان مارتا ہے جس کی آواز جن و انسان کے سوا زمین کی تمام مخلوق سنتی ہے، پھر منادی ندا کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی دو تختیاں بچھاؤ اور اس کے لئے جہنم کی جانب ایک دروازہ کھول دو لہٰذا اس کے لئے جہنم کے دو تختے بچھائے دئے جاتے ہیں اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہر مرنے والے پر موت کے وقت اس کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، وہ نیکیوں کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا ہے اور گناہوں کے دیکھنے سے آنکھیں چراتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن پر جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے ریشم کے ایک کپڑے میں مشک اور نازبو کی ٹہنیاں

لاتے ہیں، ان جنتی اشیاء کو دیکھ کر مومن کی روح ایسی آسانی سے نکلتی ہے جیسے آٹے میں سے بال نکلتا ہے اور کہا جاتا ہے اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف خوش اور پسندیدہ ہو کر لوٹ جا۔''

اللہ رب العزت کی تیار کردہ آسائشوں اور عزت کی طرف جا، اور جب روح نکل آتی ہے تو اسے اس مشک اور نافہ بو میں رکھ کر اوپر سے ریشم لپیٹ کر جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

جب کافر پر موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ پر جہنم کی چنگاریاں رکھ کر آتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی روح شدید عذاب سے کھینچتی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اے نفسِ خبیث مصیبت زدہ اور مقہور ہو کر اللہ رب العزت کے عذاب اور ذلت و رسوائی کی طرف نکل جا، جب اس کی روح نکل آتی ہے تو اسے ان انگاروں پر رکھا جاتا ہے جس سے وہ ابلنے لگتی ہے اور اس پر ٹاٹ لپیٹ کر پھر جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

جناب محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے یہ فرمان الٰہی۔

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (المؤمنون:۹۹)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس چھوڑ دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔''

پڑھ کر کہا، یہ سن کر رب تعالیٰ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے اور تجھے کس چیز کی خواہش ہے؟ کیا تو اس لئے جانا چاہتا ہے تاکہ مال جمع کرے؟ درخت لگائے۔ عمارتیں بنائے اور نہریں کھدوائے؟ وہ کہے گا نہیں بلکہ اس لئے کہ میں چھوڑے ہوئے نیک عمل کرلوں گا۔ رب فرماتا ہے۔

كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا

''ہشت یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔''

یعنی ہر کافر موت کے وقت یہی کلمات ضرور کہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی قبر ایک سبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر ستر ہاتھ فراخ کر دی جاتی ہے اور وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے گا، پھر فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ۔

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

''بے شک اس کے لئے زندگی تنگ ہوتی ہے۔''

جانتے ہو کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا اللہ رب العزت اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، آپ نے فرمایا یہ کافر کے عذاب کے متعلق ہے، اس کی قبر میں اس پر ننانوے سانپ مسلط کر دئے جاتے ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہوتے ہیں جو اس کے وجود کو نوچتے، اسے کھاتے اور حشر کے دن تک اس پر گرم گرم پھونکیں مارتے رہتے ہیں۔

اور یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اس مخصوص عدد پر تعجب نہ کیجئے کیونکہ ان سانپوں کی تعداد ان برائیوں کی تعداد کے برابر ہے جیسے تکبر، دکھاوا، حسد، کینہ اور کسی کے لئے دل میں میل رکھنا وغیرہ اگرچہ ان برائیوں کے اصول گنے چنے ہیں مگر ان کی شاخیں اور پھر ان شاخوں کی شاخیں بہت زیادہ ہیں جو سب کی سب مہلک ہیں اور قبر میں یہی صفات مذمومہ سانپوں کی شکل میں تبدیل ہو کر آئیں گی، جو برائی اس کافر کے وجود میں زیادہ راسخ ہوگئی وہ اژدھا کی طرح ڈسے گی، جو ذرا کم ہوگی وہ بچھو کی طرح ڈنگ مارے گی اور جو ان دو کے درمیان ہوگی وہ سانپ کی شکل میں نمودار ہوگی۔

اصحاب معرفت اور صاحب دل حضرات اپنے نور بصیرت سے ان مہلکات اور ان کی فروع کو جانتے ہیں مگر ان کی تعداد پر مطلع ہونا، یہ نورِ نبوت کا کام ہے اس جیسی حدیثوں کے ظاہری معنی صحیح اور ان کے پوشیدہ معانی بھی ہیں جو اہل معرفت بخوبی سمجھتے ہیں لہٰذا اگر کسی ظاہر بین پر ان کے حقائق منکشف نہ ہوں تو اسے انکار کی بجائے تصدیق اور تسلیم سے کام لینا چاہئے کیونکہ ایمان کا کم از کم درجہ یہی ہے۔

☆☆☆

باب 46:

علم الیقین ، عین الیقین اور سوالاتِ قیامت

فرمانِ الٰہی ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (التکاثر:۵)

''ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے ہوتو مال کی محبت نہ رکھتے۔''

یعنی اگر تم قیامت کے احوال و واقعات کو یقینی طور پر جانتے، مگر تم کو تو مال کی کثرت اور ایک دوسرے پر تفاخر نے اس بات سے غافل کر دیا ہے، اگر تم یہ بات جان لیتے تو تم وہ کام کرتے جو تمہارے لئے فائدہ مند ہوتے اور ان کاموں سے بچتے جو تمہارے لئے مضر ہیں لہٰذا فرمایا گیا اگر تم صحیح معنی میں علم یقین حاصل کر لیتے جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے تمہیں سمجھایا کہ مال اور اپنے قابلِ فخر کارناموں کا شمار تمہیں قیامت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا، تم نے جو مال کی کثرت و تعداد پر فخر کیا ہے اس کی بدولت تم ضرور نارِ جہنم کو دیکھو گے چنانچہ خالق کائنات نے قسم کھائی کہ تم ضرور اپنی ان آنکھوں سے اپنے روبرو جہنم اور اس کی شدت کو دیکھو گے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (التکاثر:۸)

''پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔''

یعنی جہنم کا اس طریقے سے مشاہدہ کرو گے کہ جیسے عین الیقین کہا جاتا ہے اور جس کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اگر علم الیقین اور عین الیقین کا فرق دریافت کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ علم الیقین انبیائے کرام کو اپنی نبوت کے متعلق حاصل تھا اور عین الیقین فرشتوں کو حاصل ہے جو جنت، دوزخ، لوح وقلم اور عرش وکرسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اسی کا نام عین الیقین ہے۔

یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ علم الیقین زندوں کا موت اور قبروں کے متعلق علم ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ موتی قبروں میں ہیں لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان کے ساتھ کیا

سلوک ہو رہا ہے اور عین الیقین موتی کو حاصل ہے کیونکہ وہ قبور کو جنت کا ایک باغ یا پھر جہنم کا ایک گڑھا خود دیکھ چکے ہیں۔

یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم الیقین قیامت کا علم اور عین الیقین قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا دیکھ لینا ہے۔

یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم الیقین جنت اور دوزخ کا علم اور عین الیقین ان کا دیکھ لینا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (التکاثر:۸)

''پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔''

یعنی قیامت کے دن تم سے دنیاوی نعمتوں جیسے تندرستی، قوتِ سماعت، قوت بینائی، حصولِ رزق کے طریقے اور خورد و نوش کی تمام اشیاء کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے ان چیزوں کو پا کر اللہ رب العزت کا شکر بھی ادا کیا تھا، اس کی معرفت حاصل کی تھی یا انکار و فکر کے مرتکب ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی روایت ہے کہ حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی ہے، حضور ﷺ نے پڑھا کہ۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

''تمہیں غافل رکھا مال کی زیادتی طلبی نے۔''

یعنی تم عبادت سے غافل ہوئے۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ

''یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔''

یعنی تمہیں موت آ گئی۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

''ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔''

یعنی جب تم قبروں میں داخل ہو گئے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ

''ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔''

جب تم قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آؤ گے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ

''بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔''

یعنی تم اس وقت کو جانتے جب تم اپنے اعمال سمیت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہو گئے۔

بہ بایں طور واقع ہوگا کہ پل صراط کو جہنم کے درمیان رکھا جائے گا، پس بعض مسلمان نجات پانے والے ہوں گے، بعض زخمی ہوں گے اور بعض جہنم میں گرائے جائیں گے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

''پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرستش ہوگی۔''

یعنی شکم سیری، سرد مشروبات، مکانات کے سائے، تمہاری بہترین تخلیق کا مصرف اور نیند کی آسائشوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نعمت سے مراد تندرستی ہے، مزید فرمایا کہ جس نے گیہوں کی روٹی کھائی، فرات کا ٹھنڈا پانی پیا اور اس کے رہنے کے لئے گھر بھی ہے، یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا میری امت کے لوگ گھی میں خالص شہد ملا کر اسے کھائیں گے جن کے متعلق ان سے سوال کیا جائے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہمیں کونسی نعمت حاصل ہے، ہم نے تو کبھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہیں کھائی ہے، اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی، ان سے فرمایئے تم جوتے پہنتے ہو اور ٹھنڈا پانی پیتے ہو، کیا یہ نعمتیں نہیں ہیں؟

ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ

رب العزت عنہم اجمعین نے پوچھا ہم سے کونسی نعمتوں کا سوال ہوگا؟ ہمیں تو پانی اور کھجوروں کے سوا کوئی غذا ہی میسر نہیں ہے، ہر وقت تلواریں ہماری گردنوں میں آویزاں ہیں اور دشمنوں سے لڑائیوں میں مصروف رہنا پڑتا ہے، وہ کونسی نعمت ہے جس کے متعلق سوال ہوگا؟ آپ نے فرمایا عنقریب تمہیں نعمتیں ملیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے انسان سے جن نعمتوں کا سوال ہوگا وہ یہ ہوں گی کہ اللہ رب العزت فرمائے گا میں نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور تمہیں پینے کے لئے ٹھنڈا پانی نہیں دیا تھا۔

مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے تو آپ کو اچانک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے آپ نے پوچھا اس وقت گھر سے باہر کس لئے آنا ہوا؟ عرض کی حضور (ﷺ)! بھوک نے ہمیں گھروں سے نکالا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بخدا میں بھی بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔ کچھ توقف کے بعد آپ سب ایک انصاری کے گھر تشریف لائے مگر وہ گھر پر موجود نہیں تھے، ان کی بیوی نے آپ (ﷺ) کو دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ آپ (ﷺ) نے اس انصاری کے متعلق پوچھا تو اس کی بیوی نے عرض کی حضور (ﷺ)! وہ ہمارے لئے ٹھنڈا پانی لینے گئے ہیں۔ اسی وقت وہ انصاری صحابی بھی واپس آگئے۔ انہوں نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین کو دیکھ کر کہا الحمد اللہ! آج میں انتہائی باعزت مہمانوں کا شرف میزبانی حاصل کر رہا ہوں۔ پھر وہ گئے اور کھجوروں کا ایک خوشہ لائے جس میں کچی پکی بہت سی کھجوریں تھیں اور عرض کی تناول فرمایئے اور چھری اٹھائی تو حضور ﷺ نے فرمایا دودھ دینے والی کا خیال رکھنا، چنانچہ اس نے بکری ذبح کی اور آپ سب نے بکری کا گوشت اور کھجوریں تناول فرمائیں پانی پیا، جب کھانے اور پانی سے سیر ہو گئے تو آپ نے فرمایا بخدا اے ابوبکر و عمر! تم سے قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا۔

☆☆☆

باب 47:

فضیلتِ ذکرِ الٰہی

فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:۱۵۲)

''تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔''

جناب ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ جب میرا رب مجھے یاد فرماتا ہے، یہ سن کر لوگ کچھ پریشان ہو گئے اور دریافت کیا آپ کو یہ کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ آپ نے کہا جب میں اسے یاد کرتا ہوں تو وہ بھی مجھے یاد کرتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:۴۱)

''اللہ کو بہت یاد کرو۔''

مزید فرمایا۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرہ:۱۹۸)

''پس جب تم عرفات سے پلٹو تو اللہ رب العزت کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔''

دوسرے پارہ میں ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

(البقرہ:۲۰۰)

''جب تم مناسک حج پورے کر چکو تو اللہ رب العزت کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔''

ارشاد الٰہی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران:۱۹۱)

''جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ

(النساء:۱۰۳)

''پس جب تم نماز پوری کرلو تو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اللہ رب العزت کو رات، دن، بحر و بر، سفر و حضر، مالداری و مفلسی، مرض و صحت، ظاہر و نہاں غرض ہر حالت میں یاد کیا کرو۔

اللہ رب العزت کا منافقوں کی مذمت میں ارشاد ہے۔

وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (النساء:۱۴۲)

''اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ (الاعراف:۲۰۵)

''اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت:۴۵)

''اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں پہلا یہ کہ اللہ رب العزت کا تمہیں یاد فرمانا تمہارے ذکر سے بہت بڑی چیز ہے، دوسرا یہ کہ ذکرِ خدا ہر عبادت سے زیادہ برتر اور اعلیٰ ہے۔ اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ غافلوں میں ذکرِ خدا کرنے والوں کی مثال سوکھے گھاس میں سبز پودے کی سی ہے۔

مزید فرمایا کہ غافلوں میں ذکرِ خدا کرنے والے کی مثال بھگوڑوں کے درمیان جہاد کرنے والے کی سی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، ربِ ذوالجلال فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ وا ہوتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، انسان کے لئے ذکر خدا سے بڑھ کر کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو عذاب الٰہی سے جلد نجات دلانے والا ہو، عرض کی گئی کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں مگر یہ کہ تو اپنی تلوار سے جہاد کرے اور وہ ٹوٹ جائے (بار بار کے جہاد سے بھی افضل ہے)۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص جنت کے باغوں سے سیر ہونا چاہتا ہے وہ اللہ رب العزت کو بہت یاد کرے۔

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو مرے تو تیری زبان ذکرِ خدا سے شیریں ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ذکرِ خدا میں صبح و شام بسر کر، تو اسی حالت میں دن اور رات مکمل کرے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ صبح و شام یادِ الٰہی جہاد فی سبیل اللہ میں تلواریں توڑنے اور بے دریغ راہِ خدا میں مال لٹانے سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں، اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں جب وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل پڑتا ہے تو میری رحمت بڑھ کر اسے سایہ عافیت میں لے لیتی ہے یعنی میں

اس کی دُعاؤں کو بہت جلد قبول فرمالیتا ہوں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے سات شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ رب العزت اپنے سایۂ رحمت میں اس دن جگہ دے گا جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا، ان میں سے ایک وہ ہے جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور خوفِ خدا کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل کی خبر نہ دوں، جو اللہ رب العزت کے نزدیک سب اعمال سے پاکیزہ، سب اعمال میں بلند مرتبہ، سونے چاندی کی بخشش سے بہتر، دشمنوں سے تمہارے اس جہاد سے جس میں تم انہیں قتل کرو وہ تمہیں شہید کر دیں افضل و اعلیٰ ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین نے پوچھا حضور ﷺ وہ کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دائمی ذکر الٰہی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روکے رکھا میں اسے بغیر مانگے سب سائلوں سے بہتر دوں گا۔

جناب فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر ملی کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے اے میرے بندے! تو مجھے صبح کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دیر یاد کر لیا کر، یہ عمل تجھے سارے دن کے لئے کافی ہوگا۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے جب میں کسی شخص کے دل کو اپنی یاد میں سرگرم عمل دیکھتا ہوں تو میں اس کے جملہ امور کا متولی ہو جاتا ہوں اور میں اس کا ساتھی اور اس کا ہم نشین اور ہم سخن بن جاتا ہوں۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذکر دو ہیں، ایک تو تنہائی میں اللہ رب العزت کی یاد کرنا جو بہت عمدہ اور اجرِ عظیم کا سبب ہے اور اس سے بھی بہتر ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کی حرام کردہ چیزوں میں اللہ رب العزت کو یاد رکھے اور ایسے امور سے باز رہے۔

مروی ہے کہ یاد الٰہی میں زندگی بسر کرنے والے کے سوا ہر انسان موت کے وقت پیاسا جاتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جنتی اس لمحے کے سوا جو یاد الٰہی میں

بسر نہیں ہوا کسی چیز پر حسرت نہیں کرے گا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی جماعت بھی ایسی نہیں ہے جو یادِ الٰہی کے لئے بیٹھی ہو مگر فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ خداوندی سے ڈھانپ لیتی ہو، اللہ رب العزت اپنے مقربین میں انہیں یاد کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب کچھ لوگ محض رضائے الٰہی کے لئے ذکرِ خدا کے لئے جمع ہوتے ہیں تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ، تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا گیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں جو کہیں بیٹھے اور اللہ رب العزت کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اور قیامت کے دن وہ حسرت سے دوچار نہ ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا الٰہ العالمین! جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس سے اٹھ کر غافلوں کی مجلس میں جا رہا ہوں تو میرے تو پاؤں توڑ دے، بلاشبہ میرے اوپر یہ تیرا انعام ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے نیک محفل مومن کے لئے دو لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، آسمان کے رہنے والے ان گھروں کو جن میں یادِ الٰہی ہوتی ہے، ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو (پرشوق نگاہوں سے)۔

جناب سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب کوئی جماعت ذکرِ خدا کے لئے جمع ہوتی ہے تو شیطان اور دنیا علیحدہ ہو جاتے ہیں، پھر شیطان دنیا سے کہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ دنیا کہتی ہے انہیں چھوڑ دے، جونہی یہ ذکرِ الٰہی سے فارغ ہوں گے، میں انہیں گردنوں سے پکڑ کر تیرے حوالے کر دوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے اور فرمایا لوگو! میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں حالانکہ مسجد میں حضور ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ بازار چھوڑ کر مسجد کی طرف گئے مگر انہیں کوئی میراث بٹتی دکھائی نہ دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم نے تو مسجد میں کوئی میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ آپ نے پوچھا تم نے وہاں کیا دیکھا ہے؟ بولے ہم نے وہاں ایسی جماعت دیکھی ہے جو ذکرِ خدا کر رہے ہیں اور قرآن

مجید پڑھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہی تو نبی کریم ﷺ کی میراث ہے۔

اعمش نے ابوصالح سے ، انہوں نے حضرت ابوہریرہ اورحضرت ابوسعید خدری (رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین) سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ رب العزت نے نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ ایسے سیاح فرشتوں کو پیدا فرمایا جو زمین میں سرگرم سفر رہتے ہیں جب وہ کسی جماعت کو ذکر میں مشغول پاتے ہیں تو دوسروں سے کہتے ہیں کہ ادھر اپنی مطلوبہ چیز کی طرف آؤ لہٰذا وہ سب فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور انہیں آسمان تک گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا، وہ کیا کر رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ رب العزت! وہ تیری حمد، تیری بزرگی اور تیری تسبیح بیان کر رہے تھے۔ رب جلیل فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، رب جلیل فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی، فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو اس سے بھی زیادہ تسبیح وتحمید کریں۔ رب فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ رب فرماتا ہے انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ بھاگیں اور نفرت کریں۔

رب فرماتا ہے وہ کیا چیز مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جنت کا سوال کر رہے تھے، رب فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، رب فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ فرشتے کہتے ہیں وہ اسے اور زیادہ چاہیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ان میں فلاں بن فلاں بھی تھا جو اپنی کسی ضرورت کے لئے آیا تھا، رب جلیل فرماتا ہے یہ ایسی جماعت ہے جس کا ہم مجلس وہم نشیں بھی محروم نہیں رہتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل کلمہ جو میں نے اور تمام انبیائے کرام (علیہم السلام) نے زبان سے ادا کیا ہے وہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے ہر روز ایک سو مرتبہ۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

زبان سے ادا کیا اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس دن شام تک وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور عمل نہیں ہوتا مگر یہ کہ کوئی شخص اس سے زیادہ بار یہ کلمات پڑھے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے ایسا کوئی بندہ نہیں جو بہترین طریقہ سے وضو کرے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اور اس کے لئے جنت کے دروازے نہ کھول دئے جاتے ہیں۔ پھر وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

☆☆☆

باب 48:

فضائلِ صلوٰۃ

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا(النساء:۱۰۳)

''بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔''

اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کیں، جو شخص انہیں باعظمت سمجھتے ہوئے مکمل شرائط کے ساتھ ادا کرتا ہے، اللہ رب العزت کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا اور جو انہیں ادا نہیں کرتا۔ اللہ رب العزت کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو جنت میں داخل فرما دے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی ایک کے گھر کے ساتھ بہنے والی وسیع خوشگوار پانی کی نہر جیسی ہے جس سے وہ دن میں پانچ مرتبہ نہاتا ہے کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کی نہیں، آپ نے فرمایا جیسے پانی میل کچیل کو بہا لے جاتا ہے اسی طرح پانچ نمازیں بھی گناہوں کو بہا لے جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ نمازیں اپنے اوقات کے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ (ھود:۱۱۴)

''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے گویا کہ گناہ تھے ہی نہیں۔ بخاری و مسلم اور دیگر اصحابِ سنن وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ کہہ سنایا، گویا وہ اس کا کفارہ پوچھنا چاہتا تھا جب حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ (ھود: ۱۱۴)

"اور نماز قائم رکھو ان کے دونوں کناروں پر۔"

تو اس شخص نے عرض کی کہ یہ میرے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ہر اس امتی کے لئے ہے جس نے ایسا کام کیا۔

مسند احمد اور مسلم شریف میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ پر حد جاری فرمایئے اس نے ایک یا دو مرتبہ یہی بات کہی مگر حضور ﷺ نے توجہ نہیں فرمائی، پھر نماز پڑھی گئی۔ جب نماز سے آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا وہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے عرض کی میں حاضر ہوں یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے فرمایا تو نے مکمل وضو کر کے ہمارے ساتھ ابھی نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تو گناہوں سے ایسا پاک ہے جیسے تیری ماں نے تجھے جنا تھا، آئندہ ایسا نہ کرنا! اس وقت حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں" اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق، عشاء اور فجر کی نماز ہے وہ ان میں آنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص اللہ رب العزت سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اس نے نمازیں ضائع کر دی ہوں تو اللہ رب العزت اس کی نیکیوں کی پروا نہیں کرے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین (کی عمارت) کو ڈھا دیا۔

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس نے مکمل پاکیزگی کے ساتھ صحیح اوقات میں ہمیشہ پانچ نمازوں کو ادا کیا قیامت کے دن نمازیں اس کے لئے نور اور حجت ہونگی اور جس نے انہیں ضائع کر دیا وہ فرعون اور ہامان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز جنت کی کنجی ہے مزید فرمایا کہ اللہ رب العزت

نے توحید کے بعد نماز سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل فرض نہیں کیا اور اللہ رب العزت نے پسندیدگی ہی کی وجہ سے فرشتوں کو اسی عبادت میں مصروف فرمایا ہے لہٰذا ان میں سے کچھ رکوع میں کچھ سجدہ میں بعض قیام میں اور بعض قعود کی حالت میں عبادت کر رہے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے ''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ حدِ کفر کے قریب ہو گیا'' یعنی وہ ایمان سے نکلنے کے قریب ہو گیا کیونکہ اس نے اللہ رب العزت کی مضبوط رسی کو چھوڑ دیا اور دین کے ستون کو گرا دیا جیسے اس شخص کو جو شہر کے قریب پہنچ جائے کہا جاتا ہے کہ وہ شہر میں پہنچ گیا ہے، داخل ہو گیا ہے، اسی طرح اس حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ محمد ﷺ کی ذمہ داری سے نکل گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جس نے بہترین وضو کیا پھر نماز کے ارادہ سے نکلا وہ نماز میں ہے جب تک کہ وہ نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف چلتا رہے، اس کے ایک قدم کے بدلے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرے قدم کے بدلہ میں ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، جب تم میں سے کوئی ایک اقامت سنے تو اس کے لئے تاخیر مناسب نہیں ہے، تم میں سے وہ زیادہ اجر پاتا ہے جس کا گھر دور ہوتا ہے پوچھا گیا ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا زیادہ قدم چلنے کی وجہ سے اسے یہ فضیلت حاصل ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تنہائی کی عبادات سے افضل کوئی عمل نہیں ہے جس کی بدولت اللہ رب العزت کا قرب جلد حاصل ہو جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو رضائے الٰہی کے لئے سجدہ کرتا ہے اور اس کے ہر سجدہ کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند نہ ہوتا ہو اور اللہ رب العزت اس کا ایک گناہ نہ مٹا دیتا ہو۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ میرے لئے دُعا فرمایئے کہ اللہ رب العزت مجھے آپ کی شفاعت کے مستحقین میں سے بنائے اور جنت میں آپ کی صحبت نصیب فرمائے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کثرتِ سجود سے میری اعانت طلب کرو، (یعنی کثرت سے عبارت کرو)۔

نیز کہا گیا ہے کہ انسان سجدہ میں رب کے بہت قریب ہوتا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:۱۹)

''اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:۲۹)

''ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں یہ کہ اس سے مراد چہروں کا وہ حصہ ہے جو سجدوں کے وقت زمین سے لگتا ہے، یا یہ کہ اس سے مراد خشوع وخضوع کا نور ہے جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور اس کی شعاعیں چہروں پر نمایاں ہوتی ہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

یا یہ کہ اس سے مراد وہ نور ہے جو وضو کے نشانات پر قیامت کے دن ان کے چہروں پر چمکے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جب انسان سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتے ہوئے علیٰحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس اسے سجدوں کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کر کے جنت پالی اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تھا مگر میں نے نافرمانی کی اور میرے لئے جہنم بنایا گیا۔

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ہر روز ہزار سجود کرتے تھے اس لئے لوگ انہیں سجاد کہا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہمیشہ مٹی پر سجدہ کیا کرتے تھے جناب یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے اے جوانو! مرض سے پہلے تندرستی کو غنیمت سمجھتے ہوئے آگے بڑھو، سوائے ایک آدمی کے اور کوئی ایسا نہیں ہے جس پر میں رشک کرتا ہوں، وہ ہے رکوع اور سجود مکمل کرنے والا، یہی میرے اور اس کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجود کے سوا مجھے دنیا کی کسی چیز سے انس

نہیں ہے۔

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اللہ رب العزت کو بندہ کی اس عادت سے بڑھ کر کوئی اور چیز زیادہ پسند نہیں ہے جس میں وہ اللہ رب العزت کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور ایسا کوئی اور نہیں ہے جس میں انسان اللہ رب العزت کے قریب تر ہو جاتا ہو جبکہ وہ سر بسجود ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے انسان سجدہ کی حالت میں رب سے بہت قریب ہو جاتا ہے لہٰذا سجود میں بہت زیادہ دُعائیں مانگا کرو۔

☆☆☆

باب 49:

تارکِ نماز پر عذاب

دوزخیوں کے متعلق خبر دیتے ہوئے رب جلیل نے فرمایا کہ ان سے جہنم میں یہ پوچھا جائے گا کہ ''تم کو جہنم میں کیا چیز لے گئی'' وہ ہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے والوں میں سے تھے بلکہ بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔

جناب احمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی اور کفر کے درمیان فرق، نماز کا چھوڑ دینا ہے۔

مسلم کی روایت ہے کہ آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے کے سوا اور کوئی فرق نہیں۔

ترمذی کی روایت ہے کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔

ترمذی وغیرہ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق نماز کا ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کافروں جیسا کام کیا۔

طبرانی کی روایت ہے کہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی اس نے کھلم کھلا کافروں جیسا کام کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بندے اور شرک یا کفر کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے، جب اس نے نماز چھوڑ دی تو کافروں جیسا کام کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ بندے اور شرک یا کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے مشرکوں جیسا کام کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے اسلام کو برہنہ کر دیا اور اسلام کی تین بنیادیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے، جس نے ان میں سے ایک کو ترک کر دیا، وہ کافر ہے اور اس کا قتل کر دینا حلال

ہے، کلمہ شہادت یعنی اللہ رب العزت کی وحدانیت کی گواہی دینا، فرض نماز ادا کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔

دوسری روایت جس کو اسنادِ حسن کے ساتھ نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا وہ اللہ رب العزت کا منکر ہے، اس سے کوئی حیلہ اور بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا خون اور مال لوگوں کے لئے حلال ہے۔

طبرانی وغیرہ میں وہ بطریقِ حسن مروی ہے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کی وصیت فرمائی، کسی کو اللہ رب العزت کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے یا پھانسی پر لٹکا دیا جائے وہ عمداً نماز نہ چھوڑو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ دین سے نکل گیا۔ گناہ اور نافرمانی نہ کرو، اللہ رب العزت کے قہر کے اسباب ہیں اور شراب نہ پیو کیونکہ یہ گناہوں کا منبع ہے۔ (الحدیث)۔

ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین ترکِ نماز کے علاوہ کسی اور عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ بندے اور کفر و ایمان کے درمیان فرق نماز ہے، جب اس نے نماز چھوڑ دی تو گویا اس نے شرک کیا۔

بزاز کی روایت ہے کہ جو نماز ادا نہیں کرتا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جس کا وضو صحیح نہیں ہے اس کی نماز نہیں۔

طبرانی کی روایت ہے کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں جس کا وضو صحیح نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا دین نہیں رہا، جیسے وجود میں سَر کا مقام ہے اسی طرح دین میں نماز کا مقام ہے۔

ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے وصیت فرمائی، اللہ رب العزت کے ساتھ شرک نہ کر اگرچہ تجھے کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے، فرض نماز عمداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی وہ ہمارے ذمہ سے نکل گیا اور شراب نہ پی کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

مسند بزاز میں حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب میری پتلیوں کی صحت کے باوجود میری بینائی ضائع ہوگئی تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کچھ نماز چھوڑ دیں، ہم آپ کا علاج کرتے ہیں، میں نے کہا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی، وہ اللہ رب العزت سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ رب العزت اس پر ناراض ہوگا۔

طبرانی کی ایک روایت ہے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتایئے جسے کر کے میں جنت میں جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت کے ساتھ شرک نہ کر اگرچہ تجھے عذاب دیا جائے اور زندہ جلا دیا جائے والدین کا فرمانبردار بن اگرچہ وہ تجھے تیرے تمام مال واسباب سے بے دخل کر دیں اور جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑ کیونکہ جس نے دیدہ ودانستہ نماز چھوڑ دی وہ اللہ رب العزت کے ذمہ سے نکل گیا۔

ایک اور روایت میں ہے اللہ رب العزت کے ساتھ شرک نہ کر اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے، والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے تیرے اہل وعیال اور مال سے نکال دیں، فرض نماز کو عمداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ اللہ رب العزت کے ذمہ سے نکل گیا، شراب کبھی نہ پی کیونکہ اس کا پینا ہر برائی کی جڑ ہے خود کو نافرمانیوں سے بچا کیونکہ ان سے اللہ رب العزت ناراض ہو جاتا ہے اپنے آپ کو جنگ کے دن بھگوڑا بننے سے بچا اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں اور لوگ مر جائیں مگر تو ثابت قدم رہ اپنی طاقت کے مطابق اپنے اہل وعیال پر خرچ کر، ان کی تادیب سے کبھی غافل نہ ہو اور انہیں خوفِ خدا دلاتا رہ۔

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ بادل والے دن نماز جلدی پڑھا لیا کرو کیونکہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

طبرانی میں حضور ﷺ کی کنیز حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سر پر پانی ڈال رہی تھی کہ ایک شخص نے آ کر کہا مجھے وصیت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا اگرچہ تجھے کاٹ دیا جائے اور جلایا جائے، والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے تیرے گھر اور مال ودولت کے چھوڑنے

کا کہیں تو سب کچھ چھوڑ دے، شراب کبھی نہ پی کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے اور فرض نماز کبھی بھی جان بوجھ کر نہ چھوڑ کیونکہ جس نے ایسا کیا وہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول کے ذمہ سے نکل گیا۔

ابونعیم کی روایت ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی، اللہ رب العزت اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیتا ہے جس میں سے اسے داخل ہونا ہوتا ہے۔

طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی گویا اس کا مال اور اہل وعیال (سب کچھ) ختم ہوگیا۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہِ قریش! تم نماز ضرور ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، نہیں تو اللہ رب العزت تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کے لئے تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔

بزار کی روایت ہے کہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور جس کا وضو صحیح نہیں اس کی نماز صحیح نہیں۔

مسند احمد کی ایک مرسل روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو شخص ان میں سے تین کو پورا کرتا ہے مگر ایک کو چھوڑ دیتا ہے اسے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچائے گی تا آنکہ وہ چاروں پر عمل کرے، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔

اصبہانی کی روایت ہے کہ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی اور اللہ رب العزت اس کے اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور اسے اپنے ذمہ سے نکال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ کرے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ عمداً نماز کو نہ چھوڑو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس سے اللہ رب العزت اور اس کا رسول کا ذمہ ختم ہوگیا۔

ابن ابی شیبہ اور تاریخ البخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت ہے جس نے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے۔

محمد بن نصر اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

موقوف روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

ابن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کی ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس کا دین نہیں ہے۔

ابن عبدالبر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک موقوف روایت کی ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے جو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے کہ جو نماز ادا نہیں کرتا اس کا ایمان نہیں ہے اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

محمد بن نصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اسحٰق سے سنا، وہ کہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تارکِ نماز کافر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدسہ سے لے کر آج تک تمام علماء کی یہ رائے ہے کہ تارکِ نماز جو بغیر کسی عذر شرعی کے نماز نہیں پڑھتا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے تو وہ کافر ہے۔

جناب ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترکِ نماز کفر ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۵۹ اِلَّا مَنْ تَابَ (مریم:۵۹،۶۰)

''تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں نمی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ضائع کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ بالکل نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ یہ کہ اسے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔

امام التابعین حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ضیاع سے

یہ مراد ہے کہ ظہر کی عصر کے وقت اور عصر کی مغرب کے وقت اور مغرب کی عشاء کے وقت اور عشاء کی فجر کے وقت اور فجر کی سورج کے طلوع ہونے کے وقت کے قریب پڑھی جائے، جو شخص اس طریقہ سے نمازیں پڑھتا ہوا مر جائے اور اس نے توبہ نہیں کی تو اللہ رب العزت نے اس کے لئے ''غی'' کا وعدہ فرمایا ہے جو جہنم کی ایک گہری اور عذاب سے بھرپور وادی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون:۹)

''اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ رب العزت کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔''

مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے یہاں ذکر سے مراد نمازیں ہیں لہٰذا جو شخص نماز کے وقت اپنے مال کی وجہ سے جیسے اس کی خرید وفروخت وغیرہ میں مشغول ہو کر نماز سے غافل ہو گیا یا اپنی اولاد میں مشغول ہو کر نماز بھول گیا وہ نقصان پانے والوں میں سے ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے سب اعمال سے پہلے نماز کا محاسبہ ہو گیا۔ اگر اس کی نمازیں مکمل ہوئیں تو وہ فلاح و کامرانی پا گیا اور اگر اس کی نمازیں کم ہو گئی تو وہ خائب و خاسر ہے۔

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۴،۵)

''تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز بھولے بیٹھے ہیں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کو ان اوقات سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔

مسند احمد کی بسندِ صحیح، طبرانی اور صحیح ابن حبان کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا جس نے ان نمازوں کو پابندی سے ادا کیا، وہ نماز اس شخص

کے لئے قیامت کے دن اس کے لئے نور، حجت اور نجات ہوگی اور جس شخص نے نمازوں کو ادا نہ کیا قیامت کے دن اس کے لئے نماز نور، حجت اور نجات نہ ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

بعض علماء کا کہنا ہے ان لوگوں کے ساتھ تارکِ نماز اس لئے اٹھایا جائے گا کہ اگر اس نے اپنے مال واسباب میں مشغولیت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی تو وہ قارون کی طرح ہوگیا اور اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا اگر ملک کی شمولیت میں نماز نہیں پڑھی تو فرعون کی طرف ہے اور اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا اگر وزارت کی مشغولیت نماز سے مانع ہوئی تو وہ ہامان کی طرح ہے اور اسی کے ساتھ اٹھے گا اگر تجارت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی تو وہ ابی بن خلف تاجرِ مکہ کی طرح ہے اور اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

بزاز نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے ''جو لوگ اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں'' تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر دیتے ہیں۔ ابو یعلی نے سندِ حسن کے ساتھ مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ مصعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے عرض کی ابا جان آپ نے اللہ رب العزت کے اس فرمان پر غور کیا ہے ''جو لوگ اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔'' ہم میں سے کون ہے جو نہیں بھولتا اور اس کے خیالات منتشر نہیں ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا اس کا مطلب یہ نہیں بلکہ اس کا مطلب نمازوں کا وقت ضائع کر دینا ہے۔

ویل کے معنی سخت عذاب ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اگر اس میں دنیا کے پہاڑ ڈالے جائیں تو وہ بھی اس کی شدید گرمی کی وجہ سے پگھل جائیں گے اور یہ وادی ان لوگوں کا مسکن ہے جو نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں، ہاں اگر وہ اللہ رب العزت کی طرف رجوع اور توبہ کر لیں اور گذشتہ اعمال پر پشیمان ہو جائیں تو اور بات ہے۔

صحیح ابن حبان کی روایت ہے کہ جس کی نماز قضا ہوگئی تو گویا اس کا مال اور گھرانا تباہ ہوگیا۔

حاکم کی روایت ہے کہ جس نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو یکجا کیا تو وہ کبیرہ گناہوں کے دروازہ میں داخل ہوا۔

صحاح ستہ کی روایت ہے کہ جس کی نمازِ عصر قضا ہوگی تو گویا اس کے اہل وعیال اور مال تباہ ہوگیا۔

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ امام مالک کا قول ہے کہ اس سے مراد وقت کا نکل جانا ہے۔

نسائی کی روایت ہے کہ نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے کہ جس کی وہ نماز قضا ہوگئی تو گویا اس کے اہل وعیال اور مال ومتاع سب تباہ ہوگیا اور وہ ہے نماز عصر۔

مسلم اور نسائی کی روایت ہے کہ یہ نماز عصر تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی لیکن انہوں نے اسے کھو دیا، پس تم میں سے جو شخص اسے پابندی سے پڑھتا ہے اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور اس نماز کے بعد ستارے نظر آنے تک کوئی نماز نہیں ہے (مغرب کا جب وقت شروع ہوتا ہے تو بعض ستاروں پر تابندگی آجاتی ہے)۔

احمد، بخاری اور نسائی میں روایت ہے کہ جس نے نماز عصر چھوڑ دی اس کا عمل برباد ہوگیا۔

مسندِ احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ جس نے نماز عصر چھوڑ دی، عمداً بیٹھا رہا یہاں تک کہ نماز قضا ہوگئی تو بے شک اس کا عمل تباہ ہوگیا۔

ابن ابی شیبہ کی مرسل روایت ہے کہ جس نے نماز عصر چھوڑ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور اس کے لئے کوئی عذر بھی نہیں تھا تو گویا اس کا عمل برباد ہوگیا۔

عبدالرزاق کی روایت ہے کہ تم میں سے کسی ایک کا اہل اور مال ومتاع سے تنہا رہ جانا نمازِ عصر کے قضاء ہو جانے سے بہتر ہے۔

طبرانی اور احمد کی روایت ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز عصر چھوڑ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا تو گویا اس کے اہل وعیال اور مال برباد ہوگیا۔

شافعی اور بیہقی کی روایت ہے کہ جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کا گھرانا اور مال ہلاک ہوگیا۔

بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ کرام (رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین) سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو بیان کرے، لوگ اپنے خواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کرتے، ایک صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا کہ میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے جگا کر کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے! میں ان کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ ہم نے ایسے آدمی کو دیکھا جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا ایک بھاری پتھر لئے کھڑا تھا۔ جب وہ بھاری پتھر اس کے سر پر مارتا تو اس سونے والے کا سر ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر وہ پتھر اٹھا لیتا ہے اور اس آدمی کا سر صحیح ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ پھر پتھر مارتا ہے اور اس کا پہلے جیسا حشر ہو جاتا ہے، میں نے ان دونوں سے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھے کہا ابھی اور چلئے اور چلئے! پھر ہم ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ میں لوہے کی سنسی لئے کھڑا تھا اور سونے والے کے چہرے کی ایک جانب سنسی سے اس کی باچھ کو گدی کی طرف کھینچتا ہے اور اس کے نتھنوں اور آنکھوں سے بھی یہی سلوک کرتا ہے اور اس کے یہ اعضائے بدن گدی کی طرف مڑ جاتے ہیں پھر وہ دوسری سمت سے آتا ہے اور اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو پہلے کر چکا ہے۔

جب وہ دوسری جانب جاتا ہے تو پہلی جانب چہرہ صحیح ہو جاتا ہے پھر وہ واپس آتا ہے اور پہلی طرف سے اس کے چہرے کو وہی اذیت دیتا ہے میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ انہوں ن ے کہا ابھی اور چلئے اور چلئے! ہم چل پڑے اور تنور جیسی ایک چیز دیکھی راوی کہتا ہے کہ مجھے ایسے یاد پڑتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہم نے دیکھا اس نے میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں، اچانک ان کے نیچے سے آگ کا شعلہ نکلتا، جونہی یہ شعلہ نکلتا وہ شدید گھبراہٹ کے عالم میں آہ دفغاں شروع کر دیتے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا ابھی اور چلئے اور چلئے! ہم پھر روانہ ہو گئے اور تب ایک ایسی نہر پر پہنچے جو میں سمجھتا ہوں کہ خون کی طرح سُرخ تھی، اس میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی بہت سے پتھر لئے کھڑا ہے وہ اسے پتھر مارتا ہے اور وہ تیرنے لگتا ہے جب بھی وہ اس کے قریب آتا ہے وہ اسے پتھر مارتا ہے میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ابھی اور

چلئے اور چلئے! ہم پھر چل دئے اور ایک ایسے بدصورت آدمی کے پاس آئے کہ تم نے اس جیسا بدصورت نہیں دیکھا ہوگا وہ آگ بھڑکاتا ہے اور پھر اس کے اردگرد بھاگنے لگتا ہے، میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے اور چلئے! ہم پھر چل پڑے اور ایسے باغ کے قریب پہنچے جس میں طویل وعریض سبزہ اور ہر قسم کے پودے، پھول وغیرہ لگے تھے اور باغ کے پیچھے ایک طویل القامت آدمی ہے جس کا سر آسمان سے چھو رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اور یہ سب کون ہیں؟ ان دو فرشتوں نے مجھے کہا ابھی اور چلئے اور چلئے! پھر ہم نے ایک عظیم درخت دیکھا، میں نے آج تک اس جیسا طویل اور حسین درخت نہیں دیکھا ہے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر چڑھئے چنانچہ اس پر چڑھ کر ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، ہم نے دروازہ کھولنے کو کہا تو ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا، وہاں ہمیں کچھ انتہائی حسین وجمیل اور کچھ انتہائی بدصورت آدمی ملے، ان دو فرشتوں نے ان آدمیوں سے کہا کہ تم جاؤ اور اس نہر میں گھس جاؤ آپ (ﷺ) نے فرمایا تب میں نے دیکھا ایک سفید براق نہر بہہ رہی ہے وہ لوگ نہر کی طرف چل دئے، جب وہ واپس آئے تو ہم نے دیکھا ان کی بدصورتی زائل ہو چکی تھی اور وہ انتہائی خوبصورت بن گئے تھے۔

مجھ سے ان دو فرشتوں نے کہا یہ کہ جنتِ عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا تو مجھے سفید بادل کی طرف ایک محل نظر آیا انہوں نے مجھے کہا یہ آپ کا گھر ہے میں نے ان سے کہا اللہ رب العزت تمہیں برکتوں سے نوازے، مجھ کو اجازت دو تا کہ میں اس میں داخل ہوں، انہوں نے کہا ابھی نہیں لیکن جائیں گے آپ ہی!

پھر میں نے ان سے کہا آج رات میں نے بہت سے عجائب دیکھے ہیں، یہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم ابھی آپ (ﷺ) کو بتلاتے ہیں۔ پہلے جس آدمی کو آپ (ﷺ) نے دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید پڑھ کر اس پر عمل نہیں کرتا اور فرض نمازوں سے سو جاتا ہے، ادا نہیں کرتا، وہ آدمی جس کی باچھیں، نتھنے اور آنکھیں سنسی سے گدی کی طرف موڑی جا رہی ہیں، وہ ایسا آدمی ہے جو

جھوٹ گھڑتا ہے اور جھوٹی باتیں پھیلاتا ہے اور آپ (ﷺ) نے تنور جیسی عمارت میں جو ننگے مرد اور عورتیں دیکھی ہیں وہ زانی مرد اور زانیہ عورتیں ہیں اور جس آدمی کو آپ (ﷺ) نے خون کی نہر میں تیرے اور پتھر کھاتے دیکھا ہے وہ سود خوار ہے اور جس آدمی کو آپ (ﷺ) نے آگ بھڑکاتے اور اس کے گرد گھومتے دیکھا ہے وہ مالک ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ آپ (ﷺ) نے جس طویل آدمی کو باغ میں دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے ارگرد جو بچے تھے وہ ایسے بچے ہیں جو بچپن ہی میں دینِ فطرت پر فوت ہوئے ہیں۔

بعض مسلمانوں نے یہ پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ)! مشرکوں کے ننھے منّے فوت ہو جانے والے بچے بھی وہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

اور جس جماعت کے لوگوں کا آپ (ﷺ) نے ایک پہلو خوبصورت اور دوسرا پہلو بدصورت دیکھا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال میں نیکیاں برائیاں دونوں ساتھ لاتے ہیں اور اللہ رب العزت ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

بزاز کی روایت میں اس طرح ہے کہ پھر حضور ﷺ ایسی قوم پر تشریف لائے جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے تھے جب وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے تو پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے اور یہی عذاب انہیں برابر دیا جا رہا ہے آپ (ﷺ) نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز پڑھنے سے بھاری ہو جاتے یعنی یہ نماز نہیں پڑھتے۔

خطیب اور ابن الجار کی روایت ہے کہ نماز اسلام کی علامت ہے جس کا دل نماز کی طرف متوجہ رہا اور اس نے تمام شرائط کے ساتھ صحیح وقت پر اور صحیح طریقے سے نماز پڑھی، وہ مومن ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے میں نے آپ (ﷺ) کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنے لئے وعدہ کر لیا ہے کہ جو شخص ان نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کی پابندی نہیں کرے گا میرا اس شخص کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے۔

احمد اور حاکم کی روایت ہے کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ نماز اس پر واجب اور

ضروری ہے اور اس نے اسے ادا کیا وہ جنت میں جائے گا۔

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ قیامت میں سب سے پہلا عمل جس کا بندے سے محاسبہ ہوگا وہ نماز ہے اگر نمازیں صحیح ہوئیں تو وہ کامیاب و کامران ہوا اور اگر نمازوں میں نقصان نکلا تو وہ خائب و خاسر ہوا، اگر اس نے فرائض کم ہو جائے تو اللہ رب العزت فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی نفلی عبادت ہے اور نوافل سے اس کے فرائض کو پورا کیا جائے گا پھر سارے اعمال کا دارومدار نماز کے معاملہ میں کامیابی اور ناکامی پر ہوگا۔

نسائی کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انسان سے نماز کا محاسبہ کیا جائے اور سب سے پہلے لوگوں میں خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم میں یہ حدیث ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے انسان کی نماز کا محاسبہ ہوگا اگر پوری ہوئیں تو انہیں مکمل لکھ دیا جائے گا اور اگر کم ہوئیں تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی نفل عبادت ہے اور اس سے فرض عبادت مکمل کی جائے گی، پھر زکوٰۃ کا محاسبہ ہوگا اور اس طرح پھر سارے اعمال کا۔

ابن عساکر کی حدیث ہے کہ پہلی وہ چیز جس کا بندے سے اول قیامت میں محاسبہ کیا جائے گا اس کی نماز دیکھی جائے گی، اگر نماز صحیح ہوئی تو سارے اعمال صحیح ہو گئے اور اگر نماز میں نقصان ہوا تو سارے اعمال میں نقصان پایا جائے گا، پھر اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی نفلی عبادت ہے، اگر نفلی عبادت ہو گی تو اس سے فرائض پورے کئے جائیں گے، اس کے باقی فرائض کا محاسبہ ہوگا یہی اللہ رب العزت کی بخشش و رحمت کا طریقہ ہے۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے انسان کی نمازوں کا سوال ہوگا، اگر اس کی نمازیں درست ہوئیں تو سارے اعمال درست ہوئے اور وہ نجات پا گیا، اگر اس کی نمازیں صحیح نہ ہوئیں تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔

احمد، ابوداؤد، حاکم اور نسائی کی حدیث ہے، قیامت کے دن سب سے پہلے انسان کے سارے اعمال میں سے نماز کی پرسش ہوگی، اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائے گا حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے کہ میرے بندے کی نمازیں دیکھو، مکمل ہیں یا نامکمل، اگر مکمل

ہوئیں تو مکمل لکھ دیا جائے گا اور اگر کچھ کم ہوئیں تو فرمان ہوگا کیا میرے بندے کی نفلی عبادت ہے؟ اگر اس کی نفل عبادت ہوئی تو حکم ہوگا کہ اس سے فرائض کو مکمل کرو پھر اسی طرح دیگر اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

طیالسی، طبرانی اور انصیافی المختارہ کی حدیث ہے کہ میرے پاس رب تعالیٰ کا پیغام لے کر جبریل امین آئے اور کہا رب تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد (ﷺ) میں نے آپ (ﷺ) کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں؟ جو شخص انہیں صحیح وضو سے صحیح وقت میں صحیح رکوع اور سجود سے ادا کرے گا، میرا ان نمازوں کے سبب اس سے وعدہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کرونگا اور جس نے مجھ سے اس عالم میں ملاقات کی کہ اس کی کچھ نمازیں کم ہیں تو میرا اس کے ساتھ وعدہ نہیں ہے، چاہوں تو اسے عذاب دوں اور چاہوں تو اس پر رحم کروں۔

بیہقی کی حدیث ہے کہ نماز ترازو ہے جس نے اسے پورا کیا وہ کامیاب ہے۔

دیلمی کی حدیث ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، صدقہ اس کی کمر توڑتا ہے، اللہ تعالی کے لئے لوگوں سے محبت اور علم دوستی اسے شکستِ فاش دیتی ہے، جب تم یہ اعمال کرتے ہو تو شیطان تم سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ جیسے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ غروب ہونے کی وجہ سے دور ہے۔

ترمذی، ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ اللہ رب العزت سے ڈرو اور پانچ نمازیں پڑھو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکوٰۃ دو، اپنے حاکموں کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت کو پالو گے۔

احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حدیث ہے کہ اللہ رب العزت کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل نماز کو اس کے صحیح وقت میں ادا کرنا ہے، پھر والدین سے حسنِ سلوک اور پھر راہِ خدا میں جہاد کرنا ہے۔

بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کی مجھے بتلایئے کہ اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا نماز کو صحیح وقت میں ادا کرنا اور جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس کا دین نہیں اور نماز دین کا ستون ہے، اسی لئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی کر دیا گیا تو

کسی نے آپ سے کہا امیر المؤمنین! نماز، آپ نے فرمایا بہت اچھا، بلاشبہ اس شخص کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے جس نے نماز کو ضائع کر دیا اور آپ نے نماز پڑھی حالانکہ آپ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔

ذہبی کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز آسمانوں کی طرف جاتی ہے اور وہ نورانی شکل میں ہوتی ہے یہاں تک کہ عرشِ الٰہی تک جا پہنچتی ہے اور نمازی کے لئے قیامت تک دُعا کرتی رہتی ہے کہ اللہ رب العزت تیری حفاظت فرمائے جیسے تو نے میری حفاظت کی ہے اور جب آدمی بے وقت نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز سیاہ شکل میں اوپر آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اسے بوسیدہ کپڑے کی طرح لپیٹ کر پڑھنے والے کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

ابوداود کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ رب العزت جن کی نماز اور ذکر قبول نہیں کرتا ان میں سے ایک وہ ہے جو وقت گذر جانے کے بعد نماز پڑھتا ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے اسے اللہ رب العزت پانچ چیزوں سے سرفراز فرماتا ہے اس سے تنگدستی ختم کر دی جاتی ہے، اسے عذابِ قبر نہیں ہوگا، نامۂ اعمال اسے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پل صراط پر بجلی کی طرح گزرے گا اور جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

جو شخص نمازوں میں سستی کرتا ہے اللہ رب العزت ایسے پندرہ مصائب میں مبتلا کرتا ہے، پانچ دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت۔

دنیاوی مصائب یہ ہے کہ اس کی عمر سے برکت چھین لی جاتی ہے اس کے چہرے سے صالحین کی نشانی مٹ جاتی ہے اس کے کسی بھی عمل کا اللہ رب العزت اجر نہیں دیتا، اس کی دُعا آسمانوں کی طرف بلند نہیں ہوتی، نیکوں کی دُعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

اور جو مصائب اسے موت کے وقت درپیش ہوں گے وہ یہ ہیں کہ وہ ذلیل ہو کر مرے گا، بھوکا مرے گا اور پیاسا مرے گا، اگر اسے دنیا کے تمام سمندر پلا دئے جائیں تو بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

قبر کے مصائب یہ ہیں کہ قبر اس پر تنگ ہوگی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی اس کی قبر میں آگ بھڑکائی جائے گی جس کے انگاروں پر وہ رات دن لوٹتا رہے گا، اس کی قبر میں ایک اژدہا مقرر کر دیا جائے گا جس کا نام شجاع یعنی گنجا ہوگا، اس کی آنکھیں آگ کی ہوں گی اور ان کے ناخن لوہے کے ہوں گے جن کی لمبائی ایک دن کے سفر کے برابر ہوگی وہ کڑک دار بجلی جیسی آواز میں میت سے ہم کلام ہوگا اور کہے گا میں گنجا اژدہا ہوں، میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے نمازوں کے ضیاع کے بدلے صبح سے شام تک ڈستا رہوں۔ صبح کی نماز کے لئے سورج نکلنے تک، نماز ظہر کے ضائع کرنے پر تجھے ظہر سے عصر تک، عصر کی نماز کے لئے مغرب تک، مغرب کی نماز کے ضیاع پر عشاء تک اور نمازِ عشاء کے ضائع کرنے کی وجہ سے تجھے صبح تک ڈستا رہوں، اور جب وہ اسے ڈسے گا وہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جائے گا اور قیامت تک اس طرح اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

اور جو مصائب اسے قبر سے نکلتے ہوئے حشر کے میدان میں جھیلنے ہوں گے وہ ہیں، سخت حساب، اللہ رب العزت کی ناراضگی اور جہنم میں داخلہ۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوں گی، پہلی سطر یہ ہوگی۔ اے اللہ رب العزت کے حقوق ضائع کرنے والے! دوسری سطر ہوگی۔ اے اللہ رب العزت کی ناراضگی کے لئے مخصوص! اور تیسری سطر ہوگی کہ جیسے تو نے اللہ رب العزت کے حقوق دنیا میں ضائع کئے ہیں ایسے ہی تو آج اللہ رب العزت کی رحمت سے ناامید ہوگا۔ اس حدیث میں مجموعی تعداد تو پندرہ بتائی گئی ہے مگر تفصیلاً چودہ کا ذکر ہے شاید راوی حدیث پندرہویں بات بھول گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اور اللہ رب العزت اسے جہنم میں جانے کا حکم دے گا وہ پوچھے گا، یا اللہ رب العزت مجھے کس لئے جہنم میں بھیجا جا رہا ہے؟ تب تعالیٰ فرمائے گا کہ نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنے اور میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھانے کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔

بعض محدثین سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ

رب العزت علیہم اجمعین سے کہا کہ تم یوں دُعا مانگا کرو'' اے اللہ رب العزت! ہم میں سے کسی کو شقی اور محروم نہ بنا'' پھر فرمایا جانتے ہو بدبخت محروم کون ہوتا ہے؟ کہا گیا کوں ہوتا ہے؟ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے فرمایا جو انسانِ تارکِ نماز ہوتا ہے۔

نیز فرمایا، حضور ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تارکینِ نماز کے منہ کالے کئے جائیں گے اور جہنم میں ایک وادی ہے جسے لہلم کہا جاتا ہے اس میں سانپ رہتے ہیں، ہر سانپ اونٹ جتنا موٹا اور ایک ماہ کے سفر کے برابر طویل ہوگا، وہ بے نمازی کو ڈسے گا اس کا زہر ستر سال تک بے نمازی کے جسم میں جوش مارتا رہے گا پھر اس کا گوشت جل جائے گا۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ نبی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا اے نبی اللہ! میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اور توبہ بھی کی ہے، اللہ رب العزت سے دُعا مانگئے کہ وہ میرے گناہ کو بخش دے اور میری توبہ قبول فرمالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو نے کونسا گناہ کیا ہے، وہ کہنے لگی کہ میں زنا کی مرتکب ہوئی اور جو بچہ پیدا ہوا میں نے اسے قتل کر دیا ہے! یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام بولے! اے بدبخت نکل جا! کہیں تیری نحوست کی وجہ سے آسمان سے آگ نازل ہو کر ہمیں نہ جلا دے!

چنانچہ وہ شکستہ دل ہو کر وہاں سے چل پڑی، تب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ تو نے گناہ سے توبہ کرنے والی کو کیوں واپس کر دیا ہے؟ کیا تو نے اس سے بھی زیادہ بُرا آدمی نہیں پایا؟ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے جبریل! اس عورت سے زیادہ برا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام بولے کہ اس سے بُرا وہ ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔

بعض صالحین سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے مردہ بہن کو دفن کیا تو اس کی تھیلی بے خبری میں قبر میں گر گئی۔ جب سب لوگ اسے دفن کر کے چلے گئے تو اسے اپنی تھیلی یاد آئی چنانچہ وہ آدمی لوگوں کے چلے جانے کے بعد بہن کی قبر پر پہنچا اور اسے کھودا تا کہ تھیلی نکال لے، اس نے دیکھا کہ اس کی قبر میں شعلے بھڑک رہے ہیں، چنانچہ اس نے قبر پر مٹی ڈالی اور انتہائی غمگین روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور پوچھا، ماں! یہ بتاؤ کہ میری بہن کیا کرتی

تھی؟ ماں نے پوچھا تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ وہ بولا میں نے اپنی بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے ہیں۔ اس کی ماں رونے لگی اور کہا تیری بہن نماز میں سستی کرتی رہتی تھی اور نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھا کرتی تھی۔

یہ تو اس کا حال ہے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھا کرتی تھی اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔

اے اللہ رب العزت! ہم تجھ سے نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنے اور پابندی سے نماز پڑھنے کی توفیق طلب کرتے ہیں، بے شک اے رب! تو مہربان، کریم، رؤف اور رحیم ہے۔

☆☆☆

باب 50:

طبقاتِ جہنم اور ان کے عذاب

فرمانِ الٰہی ہے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (الحجر:۴۴)

''اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ کے لئے ان میں سے ہر ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔''

یہاں جز سے مراد گروہ، جماعت اور فریق ہے اور دروازوں سے مراد طبقات ہیں جو اوپر نیچے بنے ہوئے ہیں۔

ابن جریج کا قول ہے کہ جہنم کے طبقات سات ہیں۔ جہنم، لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر سقر، پھر جحیم اور پھر ہاویہ۔ پہلا طبقہ موحدین کے لئے، دوسرا یہود کے لئے، تیسرا انصاری کے لئے، چوتھا صابین کے لئے، پانچواں آتش پرستوں کے لئے، چھٹا مشرکوں کے لئے اور ساتواں منافقوں کے لئے ہے، جہنم سب سے اوپر کا طبقہ ہے اور باقی سب مذکورہ ترتیب کے ساتھ اسی کے نیچے ہیں۔

اور یہ بایں معنی ہے کہ اللہ رب العزت ابلیس کے پیروکاروں کو سات گروہوں میں تقسیم فرمائے گا اور ہر گروہ اور فریق جہنم کے ایک طبقہ میں رہے گا، اس کا سبب یہ ہے کہ کفر اور گناہوں کے مراتب چونکہ مختلف ہیں اس لئے جہنم میں دخول کے لئے ان کے درجات بھی مختلف ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سات طبقات کو انسان کے سات اعضائے بدن کے مطابق بنایا گیا ہے، اعضا یہ ہیں آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ اور پیر، کیونکہ یہی اعضاء گناہوں کا مرکز ہیں اسی لئے ان کے وارد ہونے کے دروازے بھی سات ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کے اوپر نیچے (تہ بہ تہ) سات طبقات ہیں لہٰذا پہلے پہلا بھرا جائے گا پھر دوسرا، پھر تیسرا، اسی طرح سب طبقات بھرے جائیں گے۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

کہ حضور ﷺ نے فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ اس شخص کے لئے ہے جس نے میری امت پر تلوار سونتی۔

طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایسے وقت میں تشریف لائے کہ اس وقت میں اس سے قبل کسی وقت میں نہیں آتے تھے، حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا جبریل! کیا بات ہے؟ میں تم کو متغیر دیکھ رہا ہوں؟ جبریل نے عرض کی میں اس وقت آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں جبکہ اللہ رب العزت نے جہنم کو دہکا دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبریل! مجھے اس آگ یا جہنم کے بارے میں بتلاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اللہ رب العزت نے جہنم کو حکم دیا اور اس میں ایک ہزار سال تک آگ دہکائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی پھر اسے ہزار سال تک مزید بھڑکانے کا حکم ملا یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی پھر اسے حکم خداوندی سے ہزار تک اور بھڑکایا گیا تا آنکہ وہ بالکل سیاہ ہو گئی، اب وہ سیاہ اور تاریک ہے، نہ اس میں چنگاری روشن ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا بھڑکنا ختم ہوتا ہے اور نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر سوئی کے ناکے کے برابر بھی جہنم کو کھول دیا جائے تو تمام اہل زمین فنا ہو جائیں اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ بھیجا اگر جہنم کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دنیا والوں پر ظاہر ہو جائے تو زمین کی تمام مخلوق اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے ہلاک ہو جائے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر جہنم کے زنجیروں کا ایک حلقہ جس کا اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے، دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور وہ حلقہ تحت الثریٰ میں جا ٹھہرے، حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا بس جبریل بس اتنا تذکرہ ہی کافی ہے میرے لئے یہ بات انتہائی پریشان کن ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ تب حضور ﷺ نے جبریل کو دیکھا، وہ رو رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جبریل! تم کیوں روتے ہو حالانکہ تمہارا تو اللہ رب العزت کے ہاں بہت بڑا مقام ہے۔ جبریل نے کہا میں کیوں نہ روؤں؟ میں ہی رونے کا زیادہ حقدار ہوں، کیا خبر علم خدا میں میرا اس مقام کے علاوہ کوئی اور مقام ہو۔ کیا خبر کہیں مجھے ابلیس کی طرح نہ آزمایا جائے۔ وہ

بھی تو فرشتوں میں رہتا تھا اور کیا خبر مجھے ہاروت و ماروت کی طرح آزمائش میں نہ ڈال دیا جائے، تب حضور ﷺ اور جبریل علیہ السلام دونوں اشکبار ہوگئے اور یہ اشکبار ہی برابر جاری رہا یہاں تک کہ آواز آئی اے جبریل! اے محمد (ﷺ)! اللہ رب العزت نے تم دونوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ کرلیا ہے، پس اس کے بعد جبریل علیہ السلام آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے۔

حضور ﷺ کا گذر انصار کی ایک جماعت سے ہوا جو ہنس رہے تھے اور فضول باتوں میں مصروف تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تم ہنستے ہو حالانکہ تمہارے پیچھے جہنم ہے جسے میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے، تم کھانا پینا چھوڑ دیتے اور پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور انتہائی مصائب برداشت کر کے اللہ رب العزت کی عبادت کرتے۔

اس وقت اللہ رب العزت کی طرف سے ندا آئی کہ اے محمد (ﷺ) میرے بندوں کو ناامید نہ کرو، آپ (ﷺ) خوشخبری دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں، لوگوں کو مصائب میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ راہِ راست پر گامزن رہو اور رحمتِ خداوندی سے امید رکھو۔

احمد کی روایت ہے، حضور ﷺ نے جبریل سے کہا میں نے کبھی بھی میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ جبریل نے کہا کہ جب سے پیدا کیا گیا ہے میکائیل علیہ السلام کبھی نہیں مسکرائے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جہنم کو ستر ہزار لگام دے کر لایا جائے گا اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اسے کھینچ رہے ہوں گے۔

☆☆☆

باب 51:

عذابِ جہنم

ابوداؤد، نسائی اور ترمذی کی روایت ہے، جب اللہ رب العزت نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ جنت اور اس میں جو کچھ میں نے جنتیوں کے لئے تیار کیا ہے، اسے دیکھ آؤ، جبریل علیہ السلام نے آکر جنت اور اس میں رہنے والوں کے لئے تیار شدہ نعمتوں کو دیکھا اور بارگاہ الٰہی میں جا کر عرض کیا، تیرے عزت و جلال کی قسم! جو بھی اس کا تزکرہ سنے گا اس میں آنے کی کوشش کرے گا، اللہ رب العزت نے حکم دیا اور جنت پر مصائب طاری کروائے گئے، پھر اللہ رب العزت نے فرمایا جاؤ اور دیکھو کہ میں نے جنت میں آنے والوں کے لئے کیا انتظام کیا ہے؟ جبریل جنت کی طرف آئے تو دیکھا کہ وہ مصائب میں چھپا دی گئی ہے چنانچہ جبریل واپس آگئے اور کہا مجھے تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی نہیں جائے گا۔

پھر اللہ رب العزت نے فرمایا جاؤ جہنم اور اس میں پہنچنے والوں کے لئے میں نے جو کچھ تیار کیا ہے اسے دیکھو، جبریل نے جہنم کو دیکھا اس کی آگ ایک دوسری آگ کو روندرہی تھی، جبریل علیہ السلام واپس آگئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کا تذکرہ سنے گا اس میں نہیں آئے گا، اللہ رب العزت نے حکم دیا اور جہنم کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا، رب تعالیٰ نے جبریل سے فرمایا اب جاؤ اور اسے دیکھو، جبریل آئے جہنم کو دیکھا اور واپس جا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی، تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی اس میں گرنے سے نہیں بچے گا۔

بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمانِ الٰہی۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (المرسلات:۳۲)

''بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے۔''

کی تشریح میں فرمایا، یہ نہیں کہتا کہ وہ درختوں جتنی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہے بلکہ

قلعوں اور شہروں جتنی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہے۔

احمد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے، کافر اس میں چالیس سال برابر گرتا چلا جائے گا مگر اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

ترمذی کی روایت ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی ہے، کافر ستر سال میں بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(دونوں روایتوں میں گہرائی تک پہنچنے کی مدت کا فرق ہے، دونوں کا مقصد یہ ہے کہ اس کی گہرائی بہت ہی زیادہ ہے جو برسوں میں طے ہوگی)۔

ابن ماجہ اور ترمذی کی حدیث ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ حُبّ الحزن سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! (ﷺ) حب الحزن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے، پوچھا گیا حضور ﷺ! اس میں کون جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ریا کار قاریوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند ایسے قاری ہیں جو ظالم حاکموں سے میل جول رکھتے ہیں۔

طبرانی کی روایت ہے کہ جہنم میں ایک ایسی وادی ہے کہ جہنم اس وادی سے دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے اور یہ حضور ﷺ کی امت کے ریا کاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ابن ابی الدینا رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں، ہر گھاٹی میں ستر ہزار سوراخ ہیں، ہر سوراخ میں ایک سانپ ہے جو دوزخیوں کے چہروں کو ڈستا رہتا ہے۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ منکر السند حدیث نقل کی ہے کہ جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں، ہر گھاٹی میں ستر ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار مکان ہیں، ہر مکان میں ستر ہزار کنوئیں ہیں، ہر کنوئیں میں ستر ہزار اژدہے ہیں ہر اژدہا کی باچھوں میں ستر ہزار بچھو ہیں، کافر اور منافق ان تمام کا عذاب پائے بغیر نہیں رہے گا۔

ترمذی میں منقطع السند روایت ہے کہ جہنم کے کنارے سے عظیم چٹان لڑھکائی جاتی

ہے اور ستر سال گزرنے کے باوجود بھی وہ جہنم کی گہرائی تک پہنچ نہیں پاتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے جہنم کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی سخت، اس کی گہرائی بے حد ہے اور اس میں لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔

بزاز، ابو یعلی، صحیح ابن حبان اور بیہقی کی روایت ہے کہ اگر جہنم میں پتھر پھینکا جائے اور اسے نیچے جاتے ہوئے ستر سال گزر جائیں تب بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ہم نے ایک دھماکہ سنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا تھا؟ ہم نے عرض کیا اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پتھر تھا جسے اللہ رب العزت نے ستر سال پہلے جہنم میں ڈالا تھا، ابھی بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکا ہے۔

طبرانی میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہولناک آواز سنی، جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، جبریل یہ کیسی آواز تھی؟ جبریل نے عرض کیا، یہ چٹان تھی جسے ستر سال پہلے جہنم کے کنارے سے گرایا گیا تھا اور وہ ابھی جہنم کی گہرائی تک پہنچی ہے اللہ رب العزت نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی آواز سنا دی جائے اس کے بعد کسی نے وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

احمد اور ترمذی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر اس جتنا سیسہ آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے تو زمین و آسمان کی پانچ سو سفر کی دوری کے باوجود رات سے پہلے پہلے یہ زمین پر آجائے اور اگر اسے جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو چالیس سال گزرنے سے پہلے اس کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے۔

احمد، ابو یعلی اور حاکم کی روایت ہے کہ اگر جہنم کا ہتھوڑا جو لوہے سے تیار کیا ہوا ہے، زمین پر رکھ دیا جائے اور جن و انسان مل کر اسے اٹھانا چاہیں تو اسے اٹھا نہیں سکیں گے۔

حاکم کی روایت ہے کہ اگر پہاڑ پر ہتھوڑے کی ایک ضرب لگائی جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت بن جائے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت ہے کہ اگر جہنم کا ایک پتھر دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ اس کی گرمی سے پگھل جائیں۔

حاکم کی ایک روایت ہے کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین کا دوسری زمین کے درمیان پانچ سو سال کے سفر کے برابر فاصلہ ہے، سب سے اوپر والی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس نے اپنی دونوں آنکھیں آسمان سے ملائی ہوئی ہیں، مچھلی چٹان پر ہے اور چٹان فرشتے کے ہاتھ میں ہے، دوسری زمین ہوا کا قید خانہ ہے جب اللہ رب العزت نے قومِ عاد کی ہلاکت کا ارادہ فرمایا تو ہوا کے خازن کو فرمایا کہ ان پر ہوا بھیج جو ان کو ہلاک کر دے، خازن نے عرض کیا یا اللہ! میں ان پر بیل کے نتھنوں کے برابر ہوا بھیجوں گا، رب ذوالجلال نے فرمایا تب تو دنیا کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور یہ سب کے لئے کافی ہوگی، ان پر انگوٹھی کے سوراخ کے برابر ہوا بھیجو اور یہی وہ ہوا ہے جس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ (الذاریات:۴۲)

''جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح چھوڑتی۔''

تیسری زمین میں جہنم کے پتھر ہیں، چوتھی میں جہنم کا گندھک ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! جہنم کے لئے بھی گندھک ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بخدا اس میں گندھک کی کئی وادیاں ہیں، اگر ان میں بلند و بالا مستحکم پہاڑ ڈالے جائیں تو نرم ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں، پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں جن کے منہ غاروں کی طرح ہیں جب وہ کافر کو ایک مرتبہ ڈسیں گے تو اس کی ہڈیوں پر گوشت باقی نہیں رہے گا۔

چھٹی میں جہنم کے بچھو ہیں جن میں سب سے چھوٹا بچھو بھی پہاڑی خچر کے برابر ہے وہ جب کافر کو ڈسے گا تو کافر جہنم کی شدت اور گرمی کو بھول جائے گا۔

ساتویں میں ابلیس لوہے سے جکڑا ہوا ہے اس کا ایک ہاتھ آگے اور ایک پیچھے جب اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ اسے کسی بندے کے لئے چھوڑ دے تو اسے چھوڑ دیتا ہے۔

احمد، طبرانی، صحیح ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ جہنم میں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے سانپ ہیں جب ان میں سے کوئی ایک ڈستا ہے تو اس کی گرمی ستر سال کے راستے کی دوری سے محسوس کی جاتی ہے اور جہنم میں پہاڑی خچروں جیسے بچھو ہیں جب وہ ڈستے ہیں تو

ان کی گرمی چالیس سال کی دوری سے محسوس کی جاتی ہے۔

ترمذی، صحیح ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمان الٰہی ''کَالْمُهْلِ'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ زیتون کے تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، جب وہ ان کے چہروں کے قریب آئے گا تو ان کے چہرے کی کھال بالوں سمیت ادھڑ کر اس میں گر جائے گی۔

ترمذی کی روایت ہے کہ گرم پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا تو وہ شدید گرم پانی ان کے سروں سے گزر کر ان کے پیٹ میں اثر انداز ہوگا اور جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہوگا اسے باہر نکال دے گا یہاں تک کہ اسی شدت سے ان کے پیروں سے بہہ نکلے گا اور ان کے وجود کی چربی ختم کر دے گا، پھر دوبارہ اسے ویسے ہی ڈالا جائے گا اور بار بار انسانوں کو بھی ہیبت اولیٰ پر کیا جاتا رہے گا۔

ضحاک کا قول ہے کہ حمیم وہ گرم پانی ہے جو زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سے جہنمیوں کو پلانے کے وقت تک برابر گرم ہو رہا ہے اور پھر انہیں پلانے کے ساتھ ان کے سروں پر بھی ڈالا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ جہنم کے گڑھوں میں جمع ہونے والے جہنمیوں کے آنسو ہوں گے جو انہیں پلائے جائیں گے اور بھی مختلف اقوال ہیں۔

قرآن پاک میں اسی پانی کا ذکر ہے ارشاد الٰہی ہے۔

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (محمد:۱۵)

''انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا کہ آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔''

احمد، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے حضور ﷺ نے اس فرمانِ الٰہی کے بارے میں۔

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (ابراھیم:۱۶،۱۷)

''اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا۔''

فرمایا کہ دوزخی اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا تو اس کی بدبو کی وجہ سے اسے سخت ناپسند کرے گا مگر جب پیاس کے مارے منہ کے اور زیادہ قریب لائے گا تو اس کا منہ

بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال بالوں سمیت اس میں گر جائے گی اور جب وہ اس گھونٹ گھونٹ پیئے گا تو وہ اس کی انتڑیاں کاٹ کر باہر نکال دے گا۔

چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ

(الکھف:۲۹)

''اور اگر پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد رس ہوگی اس پانی سے کہ چرخ دیے ہوئے دھات کی ہے کہ ان کے تکہ بھون دونگا۔''

احمد اور حاکم کی روایت ہے کہ اگر جہنم کے بدبودار پانی کا ڈول دنیا میں گرا دیا جائے تو تمام مخلوق اس کی بدبو سے پریشان ہو جائے، اس پانی کا نام غسّاق ہے جس کا فرمان الٰہی میں بھی ذکر ہے۔

فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (ص:۵۷)

''پس چکھو گرم پانی اور غساق کو''

چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (النساء:۲۵)

''مگر گرم پانی اور غساق ہوگا۔''

غساق کے معنی میں کچھ اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ مواد ہے جو جہنمیوں کے چمڑوں سے بہے گا اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ان کی پیپ ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ جہنم کا ایک کنواں ہے جس میں ہر زہریلی چیز جیسے سانپ بچھو وغیرہ کا زہر بہہ کر آئے گا اور وہاں جمع ہوتا رہے گا پھر کافر کو وہاں لایا جائے گا اور اسے اس میں غوطہ دیا جائے گا جب وہ نکلے گا تو اس کا چمڑہ اور گوشت گر چکا ہوگا اور اس کے پیروں اور ٹانگوں کے پیچھے چمٹا ہوا گھسٹتا ہوا آئے گا جیسے آدمی اپنے کسی کپڑے کو گھسیٹتا ہوا لاتا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ رب العزت سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔''

اور فرمایا کہ زقوم کا اگر ایک قطرہ زمین پر ڈال دیا جائے تو مخلوق پر زندگی گزارنا دو بھر ہو جائے اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی غذا ہی زقوم ہوگی۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہین اس کا کیا حال ہوا جس کا زقوم کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کے ساتھ مروی ہے انہوں نے فرمان الٰہی۔

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (المزمل:۱۳)

''اور گلے میں پھنستا کھانا۔''

کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں کانٹے ہوں گے جو حلق پکڑ لیں گے نہ اوپر آئیں گے اور نہ نیچے پیٹ میں اتریں گے۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ کافر کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔

احمد کی روایت ہے کہ کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی ران بیضاء پہاڑ کی مثل ہوگی اور جہنم میں اس کی بیٹھک قدید اور مکہ معظّمہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی یعنی تین دن کے سفر کے برابر، اس کے چمڑے کی موٹائی بیالیس یمنی ہاتھ ہوگی یا بیالیس عجمی ہاتھ، ابن حبان نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

مسلم کی روایت ہے کہ کافر کی داڑھ یا دانت احد پہاڑ جیسا ہوگا اور اس کے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کے برابر ہوگی۔

ترمذی کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافر کی داڑھ احد کے برابر ہوگی، اس کی ران بیضاء کے برابر اور جہنم میں اس کی بیٹھک تین دن کے سفر کے برابر ہوگی جیسے زبدہ اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ ہے۔

احمد کی روایت ہے قیامت کے دن کافر کی داڑھ احد پہاڑ جیسی ہوگی، اس کی چمڑے کی موٹائی ستر ہاتھ ہوگی اس کا بازو بیضاء پہاڑ جیسا اور اس کی ران درقان جیسی اور جہنم

میں اس کی بیٹھک میرے اور زبدہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ جہنم میں اس کی بیٹھک تین دن کے سفر کے برابر ہوگی جیسے زبدہ ہے۔

احمد، ترمذی اور طبرانی کی روایت ہے جسے حافظ منذری نے اچھی سند والی حدیث کہا ہے اور ترمذی نے اسے فضیل بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کافر جہنم میں ایک یا دو فرسخ کے برابر لمبی زبان جہنم میں کھینچتا پھرے گا اور لوگ اسے روندتے ہوں گے، ایک فرسخ تین میل کے قریب ہوتا ہے۔

فضل بن یزید نے ابی العجلان سے روایت کی ہے کہ کافر قیامت میں دو فرسخ لمبی زبان کھینچ رہا ہوگا اور لوگ اسے روند رہے ہوں گے۔

بیہقی وغیرہ کی روایت ہے کہ جہنمیوں کے جسم جہنم میں بہت بڑے کر دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک سات سو سال کے سفر کا فاصلہ ہوگا اس کی کھال کی موٹائی ستر ہاتھ اور اس کی داڑھ جبلِ احد کے برابر ہوگی۔

احمد اور حاکم نے بسند صحیح مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جانتے ہو جہنمیوں کے جسم کتنے عظیم ہوں گے؟ میں نے کہا نہیں تب انہوں نے کہا ہاں بخدا تم نہیں جانتے کہ اس کے کان کی لو اور ان کے کندھے کے درمیان ستر سال کے سفر کا فاصلہ ہوگا اس کی وادیوں میں خون اور پیپ رواں ہوگی، میں نے کہا نہریں ہوں گی تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ وادیاں ہوں گی۔

☆☆☆

باب 52:

گناہوں سے خوفزدہ ہونے کی فضیلت

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ گناہوں سے متنبہ کرنے والی باتوں میں خوف الٰہی، اس کے انتقام کا اندیشہ، اس کی ہیبت اور شان وشوکت، اس کے عذاب کا ڈر اور اس کی گرفت بہت نمایاں حیثیت رکھتی ہیں، فرمانِ الٰہی ہے کہ ''جو لوگ اللہ رب العزت کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہ انہیں فتنہ یا دردناک عذاب پہنچے۔''

مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک جوان کے پاس تشریف لائے جو نزع کے عالم میں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے آپ کو کس عالم میں پاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اللہ رب العزت کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے خوفزدہ ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کسی بندے کے دل میں ایسی دو باتیں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ رب العزت اس بندے کی امید پوری کر دیتا ہے اور گناہوں کے خوف سے اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔

وہب ابن الورد سے مروی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جنت کی محبت اور جہنم کا خوف مصیبت کے وقت صبر دیتا ہے اور یہ دو چیزیں دنیاوی لذتوں، خواہشات اور نافرمانیوں سے دور کر دیتی ہیں۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے بخدا تم سے پہلے ایسے لوگ ہو گزرے ہیں جو گناہوں کو اتنا عظیم سمجھتے تھے کہ وہ بے حد وحساب سونے چاندی کی بخششوں کو بھی اپنے گناہ سے نجات کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو کچھ میں سنتا ہوں کیا تم سنتے ہو؟ آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چرچرائے، ربِ ذوالجلال کی قسم آسمان میں چار انگل جگہ نہیں ہے جس میں فرشتہ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز قیام کرنے والا یا رکوع کرنے والا نہ ہو، جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور نکل جاتے یا پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور اللہ رب العزت کے شدید انتقام اور ہیبت وجلال کے خوف سے اللہ رب العزت کی پناہ ڈھونڈتے۔

ایک روایت میں جناب بکر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو لوگ ہنستے ہوئے گناہ کرتے ہیں وہ روتے ہوئے جہنم میں جائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر مومن اللہ رب العزت کے تیار کردہ تمام عذابوں کو جانتا تو کبھی بھی جہنم سے بے خوف نہ ہوتا۔

صحیحین میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء:۲۱۴)

''اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرا۔''

تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے گروہِ قریش! اللہ رب العزت سے اپنے نفسوں کو خرید لو، میں تمہیں اللہ رب العزت کے معاملات میں کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کرونگا، اے بنی عبدِ مناف (حضور ﷺ کے رشتہ دار) میں تمہیں احکامِ خداوندی میں سے کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کرونگا! اے عباس! (رسول اللہ ﷺ کے چچا) میں آپ کو اللہ رب العزت کے عذاب سے کسی چیز سے بے پروا نہیں کرونگا اے صفیہ! (رسولِ خدا ﷺ کی پھوپھی) میں تم کو اللہ رب العزت کے سامنے کسی چیز سے بے پروا نہیں کرونگا۔ اے فاطمہ (حضور ﷺ کی بیٹی) میرے مال سے جو چاہے مانگ لو مگر میں اللہ رب العزت کے سامنے تمہیں کسی چیز سے بے پروا نہیں کرونگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ

(المؤمنون:۶۰)

''اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ڈر رہے ہیں (اس خیال سے) کہ وہ ایک دن اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ شخص ہے جو زنا کرتا ہے، چوری کرتا ہے، شراب پیتا ہے مگر خوفِ خدا بھی رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی! ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، صدقہ دیتا ہے مگر اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ نامقبول نہ ہوں، اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

جناب حسن بصری رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، اے ابوسعید! تمہاری کیا رائے ہے ہم ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھتے ہیں جو ہمیں رحمتِ خداوندی سے امیدیں وابستہ رکھنے کی ایسی باتیں سناتے ہیں کہ ہمارے دل خوشی سے اڑنے لگتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا تم اگر ایسی قوم میں بیٹھتے جو تمہیں خوفِ خدا کی باتیں سناتے اور تم کو عذابِ الٰہی سے ڈرتے یہاں تک کہ تم امن پالو، وہ تمہارے لئے بہتر ہے اس چیز سے کہ تم ایسے لوگوں میں بیٹھو جو تم کو بے خوفی اور امید میں رکھیں جہاں تک کہ تم کو خوف آ گھیرے۔

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب نیزہ سے زخمی کر دیا گیا اور ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹے! میرا چہرہ زمین پر رکھ دو افسوس اور شدید افسوس! اگر اللہ رب العزت نے مجھ پر رحم نہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو کس چیز کا خوف ہے؟ اللہ رب العزت نے آپ کے ہاتھ سے فتوحات کرائیں، شہر آباد کرائے، انہوں نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے برابر ہی میں چھوڑ دیا جائے یعنی نہ نقصان اور نہ نفع دیا جائے۔

حضرت زین العابدین بن علی بن حسن رضی اللہ عنہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو کانپنے لگ جاتے لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے تمہیں پتہ نہیں میں کس کی بارگاہ میں جا رہا ہوں اور کس سے مناجات کا ارادہ کر رہا ہوں۔

حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا خوفِ خدا نے مجھے کھانے پینے سے روک دیا، اب مجھے کھانے پینے کی خواہشات نہیں ہوتیں۔

صحیحین کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات آدمیوں کا ذکر کیا کہ جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا تو انہیں اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جس نے تنہائی میں اللہ رب العزت کے عذاب اور وعید کو یاد کیا اور اپنے قصور یاد کر کے خوفِ الٰہی سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے وہ نافرمان اور گناہوں سے کنارہ کش ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو آدھی رات میں اللہ رب العزت کے خوف سے

روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے راہِ خدا میں نگہبانی کرتے ہوئے رات گزاری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی مگر جو آنکھ اللہ رب العزت کی حرام کردہ چیزوں سے رک گئی، جو آنکھ راہِ خدا میں بیدار رہی اور جس آنکھ سے خوفِ الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلا وہ رونے سے محفوظ رہے گی۔

ترمذی نے حسن اور صحیح کہہ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جو اللہ رب العزت کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ دوبارہ تھن میں لوٹ آئے اور راہِ خدا کا غبار اور دھواں یکجا نہیں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مجھے خوفِ خدا سے ایک آنسو بہالینا زیادہ پسند ہے۔

جناب عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھے یہ روایت ملی ہے کہ انسان کے خوف ندا سے بہنے والے آنسو انسان کے جسم کے جس حصہ پر لگتے ہیں، اس حصہ کو اللہ رب العزت جہنم پر حرام کر دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ انور رونے کی وجہ سے ایسے جوش مارتا تھا جیسے ہانڈی ابلتی اور جوش مارتی ہے (یعنی جیسے بھڑکتی آگ پر ہانڈی جوش مارتی ہے)۔

کندی کا قول ہے کہ خوفِ خدا سے رونے والے کا ایک آنسو سمندروں جیسی طویل وعریض آگ کو بجھا دیتا ہے۔

جناب ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو سرزنش کرتے اور فرماتے کہ کہنے کو تو زاہدوں جیسی باتیں کرتے ہو اور عمل منافقوں جیسا کرتے ہو اور اس کجروی کے باوجود جنت میں جانے کا سوال کرتے ہو، دور ہو! دور ہو! جنت کے لئے دوسرے لوگ ہیں جن کے اعمال ہمارے اعمال سے قطعی مختلف ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میں حاضر ہوا اور عرض کی اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا سفیان! جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی، حاسد میں خوشی نہیں ہوتی، غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بدخلق کے لئے سرداری نہیں ہوتی، میں نے کہا اے رسولِ خدا کے فرزند! کچھ اور

نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا اے سفیان! اللہ رب العزت کی منع کردہ چیزوں سے رک جا تو عابد ہوگا، اللہ رب العزت کی تقسیم پر راضی ہو تو مسلمان ہوگا، جیسی تم لوگوں سے دوستی چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ ویسی دوستی رکھو، تب تم مومن ہو گے، بُروں سے دوستی نہ رکھ ورنہ تو بھی بُرے عمل کرنے لگے گا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے تم یہ دیکھو کہ تمہاری دوستی کس سے ہے'' اور اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو خوفِ خدا رکھتے ہوں، میں نے عرض کیا اے رسولِ خدا کے فرزند! کچھ اور نصیحت کیجئے! آپ نے فرمایا جو بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر حکومت کے ہیبت چاہے اسے چاہئے کہ خدا کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ رب العزت کی فرمانبرداری میں آجائے۔

میں نے کہا اے رسولِ خدا کے فرزند! کچھ اور نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھلائیں اور فرمایا اے بیٹے! جو بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے، سلامت نہیں رہتا جو بُری جگہ جاتا ہے مہتم ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا شرمندگی اٹھاتا ہے۔

ابن مبارک رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے وہیب بن الورد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتا ہے کیا وہ عبادت کا مزہ پاتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور معصیت کا ارادہ کرنے والا بھی نہیں۔

امام ابوالفرج بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خوف خواہشاتِ نفسانی کو جلانے والی آگ ہے جس قدر یہ آگ شہوات کو جلائے گی اور گناہوں سے روکے گی، اس قدر یہ بہترین ہوگی، اسی طرح جس قدر یہ خوف عبادت پر برانگیختہ کرے گا اسی قدر یہ بہترین ہوگا اور خوف صاحب عزت کیسے نہیں ہوگا اس سے ہی تو پاک دامنی، تقویٰ، پرہیز گاری، مجاہدات اور ایسے عمدہ اعمال کا ظہور ہوتا ہے، جن سے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (الاعراف: ۱۵۴)

''ہدایت اور رحمت ہے رضا کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (البینہ:۸)

''اللہ رب العزت ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ رب العزت سے راضی ہوئے یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا۔''

نیز فرمانِ الٰہی ہے۔

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۷۵)

''اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

مزید ارشاد ہوا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (الرحمن:۴۶)

''رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس لئے دو جنتیں ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (الاعلیٰ:۱۰)

''عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸)

''اللہ رب العزت سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

اور ہر وہ آیت یا حدیث جو علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے وہ خوف کی فضیلت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ خوف علم ہی کا ثمرہ ہے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب خوفِ خدا سے بندے کا جسم کانپتا ہے اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت فرماتا ہے مجھے عزت و جلال کی قسم! میں اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرتا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے امن میں (بے خوف) ہوتا ہے تو میں قیامت کے دن خوفزدہ کرونگا اور اگر دنیا میں وہ مجھ سے ڈرتا ہے تو میں اسے قیامت کے دن بے خوف کر دونگا۔

ابوسلیمان الدرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر وہ دل جس میں خوف خدا نہیں ہے ویرانہ ہے اور فرمانِ الٰہی ہے۔

فَلَا يَأْمَنْ مُكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ (الاعراف:۹۹)

''(سن لو کہ) خدا کے ڈر سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔''

☆☆☆

باب 53:

فضائل توبہ

توبہ کی فضیلت میں بہت سی آیات وارد ہیں، فرمانِ الٰہی ہے۔

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱)

''اور اللہ رب العزت کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب کریں امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔''

اور فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۰ (الفرقان:۶۷ تا ۷۱)

''اور وہ جو اللہ رب العزت کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ رب العزت نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ رب العزت بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ رب العزت بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ رب العزت کی طرف رجوع کیا جیسے چاہئے تھا۔''

توبہ کے متعلق بہت سی احادیث ہیں۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ رب العزت اپنی رحمت کو رات میں وسیع کرتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والے توبہ کریں اور وہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور اسی طرح دن کو اپنا دستِ رحمت دراز فرماتا ہے تاکہ رات

کے گناہگاروں کی توبہ قبول فرمائے یہاں تک کہ مغرب سے سورج طلوع ہوگا (روزِ قیامت تک)۔

ترمذی کی حدیث ہے مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس یا ستر سال کے سفر کے برابر ہے، اللہ رب العزت نے اسے آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے توبہ کے لئے کھولا ہے اور اسے بند نہیں کرے گا تا آنکہ مغرب سے سورج طلوع ہوگا (روزِ قیامت تک)۔

ترمذی کی حدیث صحیح ہے اللہ رب العزت نے مغرب میں توبہ کے لئے ایک دروازہ بنایا ہے جس کا عرض ستر سال کے سفر کے برابر ہے اللہ رب العزت اس وقت تک اسے بند نہیں فرمائے گا جب تک کہ اس سے پہلے سورج مغرب سے طلوع نہ کرے چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَایَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا (الانعام:۱۵۸)

''جس دن تیرے رب کی وہ نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔''

یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت اور پہلے والی روایت کے مرفوع ہونے کی تصریح نہیں ملتی جیسا کہ بیہقی نے اس کی تصریح کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی باتیں اپنی عقل اور سمجھ سے نہیں کہی جاتیں لہٰذا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگی۔

طبرانی نے جید سند سے نقل کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

ابن ماجہ نے جید سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمانوں تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ رب العزت تمہاری توبہ قبول فرما لے گا۔

حاکم کی صحیح روایت ہے کہ یہ بات انسان کی سعادت مندی کی علامت ہے کہ اس کی زندگی طویل ہو اور اللہ رب العزت اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ترمذی، ابن ماجہ اور

حاکم کی روایت ہے کہ ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک بندے نے گناہ کیا پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ رب العزت میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے میرا یہ گناہ معاف فرما دے، رب نے فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا خدا ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے لہٰذا اس کا گناہ معاف کر دیا پھر وہ انسان جتنی مدت اللہ رب العزت نے چاہا گناہوں سے رکا رہا، پھر اس نے دوسرا گناہ کر لیا اور کہا اے اللہ رب العزت! میں نے اور گناہ کر لیا اسے معاف فرما دے، تب ربِ جلیل نے فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا خدا گناہوں کو بخش دیتا ہے اور گناہوں کے سبب پکڑ لیتا ہے لہٰذا اللہ رب العزت نے اس کا گناہ معاف فرما دیا پھر جتنے دن اللہ رب العزت نے چاہا وہ رکا رہا تا آنکہ اس نے اور گناہ کر لیا اور عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے پھر گناہ کیا ہے، میرے اس گناہ کو معاف فرما دے رب نے فرمایا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا خدا گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور ان پر مواخذہ بھی کرتا ہے اسی سبب اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے اور رب فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے عمل کرے۔

منذری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''جو چاہے عمل کرے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ علیم و خبیر ہے اسے علم ہے کہ جب بھی میرا یہ بندہ گناہ کرے گا فوراً ہی گناہ سے توبہ کر لے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ جونہی گناہ کرتا ہے توبہ کر لیتا ہے اور جب اس کا یہ طریقہ ہو کہ گناہ کرتے ہی دل کی گہرائیوں سے توبہ کر لے تو ایسی صورت میں اسے گناہ نقصان نہیں دیں گے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ زبان سے توبہ کرے مگر دل سے گناہوں سے اظہارِ نفرت نہ کرے اور بار بار گناہ کرنے لگ جائے کیونکہ یہ جھوٹوں کی توبہ ہے۔

محدثین کی ایک جماعت نے یہ صحیح روایت نقل کی ہے کہ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لے گناہ سے رک جائے اور استغفار کرے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہتا ہے تو اس کا دل سیاہ نقطوں میں چھپ جاتا ہے اس کا ذکر اللہ رب العزت نے کتابِ مقدس میں فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المطففین: ۱۴)

''کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر رنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائی نے۔''

ترمذی کی روایت ہے کہ اللہ رب العزت بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک کہ اس کی روح گلے تک نہ پہنچ جائے۔

طبرانی اور بیہقی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلنے کے بعد فرمایا اے معاذ! میں تجھے اللہ رب العزت سے ڈرنے، سچی بات کرنے، وعدہ پورا کرنے، امانت کی ادائیگی، خیانت سے پرہیز، یتیم پر رحم، ہمسائے کی حفاظت، غصہ ضبط کرنے، نرمی، گفتار، بہت سلام کرنے، حاکم کی اطاعت، قرآن میں غوروفکر، آخرت کو محبوب رکھنے، حساب سے ڈرنے، تھوڑی امیدوں اور بہترین عمل کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمان کو گالی دینے، جھوٹے کی تصدیق کرنے، سچے کو جھٹلانے، حاکم عادل کی نافرمانی کرنے اور زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے سے تجھے روکتا ہوں، اے معاذ! اللہ رب العزت کا ہر درخت اور پتھر کے پاس ذکر کر اور ہر پوشیدہ گناہ کی چھپ کر توبہ کر اور ہر ظاہری گناہ کی ظاہر میں توبہ کر۔

اصبہانی کی روایت ہے کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے محافظ فرشتوں کو، اس کے اعضائے بدن کو اور زمین کے اس ٹکڑے کو جس پر اس نے گناہ کیا ہے اس بندے کا گناہ مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور اس کے گناہوں کی کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوگا۔

اصبہانی کی ایک روایت ہے کہ گناہوں پر شرمسار اللہ رب العزت کی رحمت کا منتظر ہوتا ہے اور متکبر اللہ رب العزت کی ناراضگی کا منتظر ہوتا ہے، اے اللہ رب العزت کے بندو! جان لو کہ ہر عمل کرنے والا اپنے عمل کو پائے گا اور دنیا سے نہیں نکلے گا یہاں تک کہ وہ اپنے اچھے اور برے اعمال کو دیکھ لے گا اور اعمال کا دارومدار ان کے خاتمہ پر ہے اور رات، دن تمہاری سواریاں ہیں ان پر سوار ہو کر آخرت کی طرف اچھا سفر کرو، توبہ میں تاخیر سے بچو کیونکہ موت اچانک آتی ہے، تم میں سے کوئی اللہ رب العزت کے علم کی وجہ سے سست نہ ہو جائے کیونکہ آگ تم سے تمہارے جوتے سے بھی قریب ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

(الزالزال:۷،۸)

''تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر بُرائی کرے گا اسے دیکھے گا۔''

طبرانی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

بیہقی نے یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے نقل کی ہے اس میں یہ لفظ زیادہ ہیں، گناہوں سے استغفار کرنے والا جو برابر گناہ بھی کئے جارہا ہے ایسا ہے جیسے وہ رب تعالیٰ سے مذاق کررہا ہوں۔

صحیح ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ گناہوں پر شرمندگی توبہ ہے یعنی شرمندگی توبہ کا اہم رکن ہے جیسے حج میں وقوفِ عرفات ہے۔

توبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف گناہوں کے خراب ہونے اور اللہ رب العزت کے عذاب سے ڈرتے ہوئے کی جائے، اپنی بے عزتی کے ڈر سے یا روپے پیسے کے ضائع ہونے کی وجہ سے نہ ہو۔

حاکم نے سندِ صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس میں ایک راوی ساقط ہے کہ اللہ رب العزت کسی بندے کے گناہوں پر پشیمانی اور شرمندگی دیکھتا ہے تو اسے بخشش طلب کرنے سے پہلے بخش دیتا ہے۔

مسلم وغیرہ کی حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو اور بخشش طلب نہ کرو تو اللہ رب العزت تمہیں نابود کر دے اور تمہارے بدلہ میں ایسی قوم کو لائے جو گناہ کریں اور اللہ رب العزت سے بخشش طلب کریں پھر اللہ رب العزت انہیں معاف فرمادے۔

مسلم کی حدیث ہے کوئی ایسا نہیں ہے جسے اللہ رب العزت سے زیادہ اپنی تعریف پسند ہو اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنی تعریف فرمائی ہے اور کوئی بھی اللہ رب العزت سے زیادہ باغیرت نہیں ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے بدکاریوں کو حرام کر دیا ہے اور کوئی ایک

ایسا نہیں ہے جو اللہ رب العزت سے زیادہ عذر پسند کرنے والا ہو اسی لئے اللہ رب العزت نے کتابیں نازل کیں اور رسولوں کو بھیجا۔

مسلم کی روایت ہے کہ ایک عورت جہینہ جو زنا سے حاملہ ہوئی تھی حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) میں جس قابلِ حد ہوں مجھ پر حد جاری فرمایئے، حضور ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلا کر فرمایا کہ اس سے حسنِ سلوک کرنا اور جب اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا، چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس عورت کے کپڑے اچھی طرح باندھ دئے جائیں پھر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور بعد میں آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ (ﷺ) نے اس زانیہ کی نماز جنازہ پڑھائی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ مدینہ کے ستر آدمیوں پر بانٹ دی جائے تو سب کو پوری ہو جائے، کیا تم نے اس سے کوئی افضل شخص دیکھا کہ وہ خود کو اللہ رب العزت کی حدسود کے اجراء کے لئے آئی ہے۔

ترمذی نے بسندِ حسن، صحیح ابن حبان اور بسندِ صحیح حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا میں حضور ﷺ کی گفتگو سنتا تھا، آپ ﷺ ایک یا دو مرتبہ اور انہوں نے سات مرتبہ تک گنا) سے زیادہ کسی بات کو نہیں دہرایا کرتے تھے مگر یہ بات میں نے آپ ﷺ سے اس سے بھی زیادہ بار سنی ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں ایک کفل نامی شخص تھا وہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ایک عورت کے پاس گیا اور اسے ساٹھ دینار دے کر گناہ پر رضا مند کرلیا، چنانچہ جب وہ برائی کے انتہائی قریب ہوا تو وہ عورت کانپنے اور رونے لگی، اس نے عورت سے کہا کیا تم مجھے اچھا نہیں سمجھتی ہو؟ وہ بولی نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے ایسی برائی کبھی نہیں کی ہے اور آج میں کسی ضرورت سے مجبور ہو کر یہ کر رہی ہوں۔ اس نے یہ بات سن کر کہا واقعی تم نے اس حالت میں بھی ایسی برائی نہیں کی ہے یہ دینار لے جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دئے ہیں اور خدا کی قسم! آئندہ کبھی بھی گناہ نہیں کرونگا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا، صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ رب العزت نے کفل کو بخش دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے صحیح حدیث مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا دو بستیاں تھیں ایک نیکیوں کی اور دوسری بروں کی، ایک مرتبہ بروں کی بستی سے ایک آدمی نیکیوں کی بستی کی طرف جانے کے ارادے سے نکلا مگر اسے راستہ میں مشیتِ الٰہی کے مطابق موت آ گئی، چنانچہ اس شخص کے بارے میں شیطان اور فرشتۂ رحمت کا جھگڑا ہو گیا، شیطان بولا اس نے کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کی لہٰذا یہ میرا ہے، فرشتہ رحمت نے کہا کہ یہ توبہ کے ارادے سے جا رہا تھا، اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمایا کہ تم دیکھو یہ کونسی بستی سے زیادہ قریب ہے؟ انہوں نے اسے بالشت نیکیوں کی بستی سے قریب پایا لہٰذا اللہ رب العزت نے اسے بخش دیا۔ معمر کی روایت ہے کہ میں نے کہنے والے سے سنا ہے اللہ رب العزت نے نیکوں کی بستی کو اس کے قریب کر دیا۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے، اس نے دنیا کے سب سے بڑے عالم کے متعلق پوچھ گچھ کی تو لوگوں نے اسے ایک راہب کا پتہ دیا چنانچہ وہ راہب کے پاس آیا اور اسے کہا میں نے ننانوے قتل کئے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے راہب بولا نہیں اور اس آدمی نے راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر لئے، پھر اس نے دوبارہ دنیا کے سب سے بڑے عالم کی تلاش شروع کی تو اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا، وہ عالم کے پاس گیا اور کہا اس نے سو قتل کئے ہیں، کیا اس کے لئے توبہ ممکن ہے؟ عالم نے کہا ہاں! تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں فلاں جگہ جاؤ وہاں اللہ رب العزت کے نیک عبادت گزار لوگ رہتے ہیں، تم بھی وہیں جا کر ان کے ساتھ عبادت کرو اور پھر اپنے وطن واپس نہ ہونا کیونکہ یہ بہت بُری جگہ ہے۔

چنانچہ وہ چل پڑا جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اسے موت آ گئی لہٰذا اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اپنا دل رحمتِ خداوندی سے لگانے آ رہا تھا، عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی، تب ان کے پاس آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا جسے انہوں نے اپنا حاکم تسلیم کر لیا، اس فرشتہ نے کہا تم زمین ناپ لو، وہ جس بستی کے قریب تھا وہ انہی میں شمار

ہوگا چنانچہ انہوں نے زمین ناپی اور وہ نیکیوں کی بستی کے قریب نکلا لہٰذا اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بالشت نیکوں کی بستی کے قریب تھا لہٰذا اسے بھی نیکوں میں سے کر دیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ رب العزت نے بروں کی بستی کی زمین کی طرف وحی فرمائی، اس سے کہا دور ہو جا اور نیکیوں کی بستی کی زمین سے کہا تو قریب ہو جا اور فرمایا ان بستیوں کا فاصلہ ناپو تو فرشتوں نے اسے ایک بالشت نیکوں کی بستی کے قریب پایا اور اسے بخش دیا گیا۔

جناب قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بتلایا تھا کہ جب عزرائیل آیا تو اس شخص نے اپنا سینہ نیکوں کی طرف کر دیا۔

طبرانی نے سند جید کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے بہت زیادہ گناہ کئے اور وہ ایک ایسے شخص کے پاس آیا اور کہا میں نے ننانوے بے گناہوں کو قتل کیا ہے کیا تم میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ پاتے ہو؟ اس آدمی نے کہا نہیں، چنانچہ اس نے اسے بھی قتل کر دیا اور دوسرے آدمی سے کہا کہ میں نے سو بے گناہوں کا قتل کیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی طریقہ ہے؟ اس نے کہا اگر میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول نہیں کرتا تو یہ سراسر جھوٹ ہے، دیکھو فلاں مقام پر ایک عبادت گزار جماعت رہتی ہے تم بھی وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ رہ کر عبادت کرو، چنانچہ وہ ان کی طرف چل پڑا اور راستے ہی میں مر گیا۔ اس پر عذاب اور رحمت کے فرشتوں نے جھگڑا کیا اللہ رب العزت نے ان کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے کہا کہ اگر تم ان دونوں جگہوں کی زمین ناپ لو، جس زمین سے یہ قریب ہوگا اسی کا ہوگا جب زمین ناپی گئی تو اسے چیونٹی کے برابر عبادت گزار بندوں کی بستی سے قریب پایا گیا لہٰذا اسے بخش دیا گیا۔

طبرانی کی ایک اور رویات میں ہے کہ پھر وہ دوسرے راہب کے پاس آیا اور کہا میں نے سو قتل کئے ہیں کیا تو میرے لئے توبہ کا راستہ پاتا ہے؟ راہب نے کہا تم اپنے آپ پر بہت ظلم کر چکے ہو میں کچھ نہیں جانتا لیکن قریب ہی دو بستیاں ہیں، ایک کو نصرہ اور دوسری کو کفرہ کہا جاتا ہے نصرہ والے ہمیشہ اللہ رب العزت کی عبادت کرتے رہتے ہیں اس میں کوئی

گناہ گار نہیں رہ سکتا اور کفرہ والے ہمیشہ گناہوں میں مگن رہتے ہیں وہاں ان کے سوا اور کوئی نہیں رہتا، تم نصرہ میں جاؤ اگر تم وہاں ثابت قدمی سے نیک عمل کرتے رہے تو تمہاری توبہ کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرہ کا ارادہ کر کے روانہ ہوگیا۔

جب وہ دونوں بستیوں کے درمیان پہنچا تو اسے موت نے آلیا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا تو رب جلیل نے فرمایا کہ دیکھو یہ کونسی بستی سے قریب ہے، جس بستی سے قریب ہوا سے انہی لوگوں میں سے لکھ دو، وپس فرشتوں نے اسے چیونٹی کے برابر نصرہ سے قریب پایا لہٰذا اسے نصرہ والوں میں سے لکھ دیا گیا۔

☆☆☆

باب 54:

ممانعتِ ظلم

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعرا:۲۲۷)

''اور عنقریب ظالم جان لیں گے کونسی پھرنے کی جگہ پھیرے جائیں گے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بالشت زمین ظلم سے حاصل کر لیتا ہے، اللہ رب العزت اس کے گلے میں ساتویں زمینوں کا طوق ڈالے گا۔

بعض کتب میں مرقوم ہے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے اس آدمی پر ظلم میرے غضب کو بھڑکا دیتا ہے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لَا تَظْلِمَنَّ اِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا فَالظُّلْمُ يَرْجِعُ عُقْبَاهُ اِلَى النَّدَامِ

''جب تو صاحبِ اقتدار ہو تو کسی پر ہرگز ظلم نہ کر کیونکہ ظلم کا انجام شرمندگی ہے۔''

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ يَدْعُوْا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمِ

''تیری آنکھیں سوئیں گی مگر مظلوم کی آنکھیں جاگ کر تیرے لئے اللہ رب العزت سے بددُعا کریں گی اور اللہ رب العزت کبھی سونا نہیں ہے۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اِذَا مَا الظُّلْمُ اِسْتَوْطَأَ الْاَرْضَ مَرْكَبًا وَلَجَّ غُلُوًّا فِي قَبِيْحِ اِكْتِسَابِهٖ

''جب مظلوم زمین پر چلے اور ظالم برے اعمال میں حد سے زیادہ بڑھ جائے۔''

فَكِلْهُ اِلَى صَرْفِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ سَيُبْدِيْ لَهٗ مَالَمْ يَكُنْ فِي حِسَابِهٖ

''تو تو اس کو مصائف زمانہ کے سپرد کر دے کیونکہ زمانہ اسے وہ سبق دے گا جو

اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا۔''

اسلافِ کرام میں سے بعض کا قول ہے کہ کمزوروں پر ظلم نہ کرو تو بدترین طاقتوروں سے ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ظالم کے ظلم کی وجہ سے جزرا اپنے آشیانے میں مرجاتا ہے۔

کہتے ہیں توریت میں مرقوم تھا کہ پل صراط کے اس طرف منادی ندا کرے گا، اے سرکش ظالمو! اے بدبخت ظالمو! بے شک اللہ رب العزت نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ آج ظالم کا ظلم پل صراط سے نہیں گزرے گا (ظالم پل صراط سے نہیں گزر سکیں گے)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مہاجرین حبشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ کر آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے حبشہ میں کوئی عجیب بات دیکھی ہو تو مجھے بتلاؤ، حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ انہی مہاجرین میں سے تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری طرف توجہ فرمایئے میں بتلاتا ہوں۔ہم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ حبشہ کی ایک بوڑھی عورت سر پر پانی کا برتن رکھے جارہی تھی جب وہ ایک حبشی جوان کے قریب سے گزری تو اس نے کھڑے ہو کر بڑھیا کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکا دیا جس سے بڑھیا گھٹنوں کے بل جا گری اور اس کا مٹکا ٹوٹ گیا وہ اٹھی اور جوان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اے غدار! تو عنقریب جان لے گا جبکہ اللہ رب العزت عدالت فرمائے گا اور پہلے پچھلے سب لوگوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں آدمی کے اعمال کی گواہی دیں گے اللہ رب العزت کے ہاں تو بھی اپنا اور میرا فیصلہ سن لے گا۔ راوی کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ رب العزت ایسی قوم کو کیسے فلاح دے گا جو طاقتوروں سے کمزوروں کا بدلہ نہیں دلا سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ رب العزت غضب ناک ہوتا ہے اگر وہ چاہے گا تو دنیا میں انہیں اپنے غضب کا نشانہ بنائے گا ورنہ آخرت میں انہیں جہنم میں ڈالے گا۔ حاکم قوم جو خود تو لوگوں سے اپنے حقوق لے لیتا ہے مگر انہیں ان کے حقوق نہیں دیتا اور ان سے ظلم کو دفع نہیں کرتا۔

قوم کا قائد لوگ جس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان فیصلہ نہیں کرسکتا اور خواہشاتِ نفسانی کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔

گھر کا سربراہ جو اپنے گھر والوں اور اولاد کو اللہ رب العزت کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا اور انہیں دینی امور کی تعلیم نہیں دیتا۔

ایسا آدمی جو اجرت پر مزدور دلاتا ہے اور کام مکمل کروا کے اس کی اجرت پوری نہیں دیتا۔ اور وہ آدمی جو اپنی بیوی کا حق مہر دبا کر اس پر زیادتی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا اور وہ کھڑے ہو گئے تو انہوں نے اللہ رب العزت کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہا اے اللہ رب العزت تو کس کے ساتھ ہوگا؟ رب جلیل نے فرمایا مظلوم کے ساتھ یہاں تک کہ اسے اس کا حق دیا جائے۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کسی ظالم بادشاہ نے شاندار محل بنوایا، ایک مفلس بڑھیا آئی اور اس نے محل کے پہلو میں اپنی کٹیا بنالی جس میں وہ سکون سے رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ظالم بادشاہ نے سوار ہو کر محل کے اردگرد چکر لگایا تو اسے بڑھیا کی کٹیا نظر آئی اس نے پوچھا یہ کس کی ہے؟ کہا گیا یہ ایک بڑھیا ہے اور وہ اس میں رہتی ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اسے گرا دو، لہٰذا اسے گرا دیا گیا جب بڑھیا واپس آئی تو اس نے اپنی منہدم کٹیا دیکھ کر پوچھا کہ اسے کس نے گرا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا اسے بادشاہ نے دیکھا اور گرا دیا، تب بڑھیا نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! اگر میں حاضر نہیں تھی تو تو کہاں تھا؟ اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا محل کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دو اور ایسا ہی کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک برمکی امیر اور اس کے بیٹے کو جب ایک عباسی امیر المسلمین نے قید کر دیا تو بیٹے نے کہا اے ابا جان! ہم باعزت ہونے کے بعد قید کر دیے گئے ہیں، باپ نے جواب دیا بیٹے مظلوموں کی فریادیں راتوں کو سفر کرتی ہیں ہم ان سے غافل رہے مگر اللہ رب العزت ان سے غافل نہیں تھا۔

یزید بن حکیم کہا کرتے تھے میں کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوا البتہ مجھے ایک شخص نے ڈرا دیا یعنی میں نے اس پر یہ جانتے ہوئے ظلم کیا کہ اللہ رب العزت کے سوا اس کا کوئی

مددگار نہیں ہے، وہ مجھ سے کہتا تھا کہ مجھے اللہ رب العزت کافی ہے اللہ رب العزت تیرے اور میرے درمیان فیصلہ کرے گا۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ظالم قیامت کے دن آئے گا جب وہ پل صراط پر پہنچے گا تو اسے مظلوم مل جائے گا اور وہ اپنے ظلم کو خوب پہچان لے گا لہٰذا ظالم مظلوموں سے نجات نہیں پائیں گے یہاں تک کہ ظلم کے بدلے ان کی نیکیاں لے لیں گے اور ان کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو ان کے ظلم کے برابر اپنے گناہ ظالموں پر ڈال دیں گے تا آنکہ ظالم جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں بھیجے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے قیامت کے دن لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں، غیر مختنوں، سیاہ صورتوں میں اٹھیں گے۔

پس منادی ندا کرے گا جس کی آواز ایسی ہوگی جو دور و نزدیک یکساں طور پر سنی جائے گی میں بدلے دینے والا مالک ہوں۔ کسی جنتی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے باوجودیکہ اس پر کسی جہنمی کی دادخواہی رہتی ہو، چاہے وہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو یا اس سے زیادہ ہو اور کوئی جہنمی جہنم میں نہ جائے دراں حالیکہ اس پر کسی کا حق رہنا ہو، چاہے وہ ایک تھپڑ ہو یا اس سے زیادہ ہو اور تیرا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کیسے ہوگا حالانکہ ہم تو اس دن ننگے بدن، ننگے پاؤں ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ مکمل بدلہ دیا جائے گا اور تمہارا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جو ناحق ایک چابک مارتا ہے، قیامت کے دن اس کا بدلہ لیا جائے گا۔

کسہری نے اپنے بیٹے کے لئے ایک استاد مقرر کیا جو اسے تعلیم دیتا تھا اور ادب سکھاتا، جب وہ بچہ مکمل طور پر علم و فضل سے بہرہ ور ہوگیا تو استاد نے اسے بلایا اور بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب کے اسے انتہائی دردناک سزا دی اس لڑکے نے اپنے استاد کی اس رویہ کو بہت ہی برا سمجھا اور دل میں اس کی طرف سے عداوت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا،

اس کا باپ مر گیا اور باپ کے بعد وہ بادشاہ بن گیا۔ بادشاہی سنبھالتے ہی اس نے استاد کو بلا کر پوچھا آپ نے فلاں دن بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب مجھے اتنی دردناک سزا کیوں دی تھی؟ استاد نے کہا اے بادشاہ جب تو علم و فضل کے کمال تک پہنچ گیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ باپ کے بعد تو بادشاہ بنے گا میں نے سوچا تجھے سزا کا ذائقہ اور ظلم کی تکلیف سے موافق کر دوں تاکہ تو اس کے بعد کسی پر ظلم نہ کرے، بادشاہ نے کہا اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر دے اور پھر ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور ان کے اخراجات کی ادائیگی کا حکم صادر کر دیا۔

☆☆☆

باب 55:

یتیموں پر ظلم سے ممانعت

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (النساء:۱۰)

''بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی ڈر جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ آیت بنی غطفان کے ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی وہ اپنے چھوٹے یتیم بھتیجے کا سرپرست بنا اور اس کا تمام مال کھا گیا۔

ناحق اور ظلم سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسا کرتے ہوئے حقیقت میں یتیموں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس وعید میں وہ لوگ داخل نہیں ہیں جو کتبِ فقہ میں مندرجہ شرائط کے مطابق ان کے مال میں تصرف کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۶)

''اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے۔''

یعنی وہ اپنی لازمی ضرورت کے مطابق لے لے یا بطور قرض یا اپنے کام کی اجرت کے برابر کھائے یا وہ بہت تنگدست ہو لہٰذا اگر بعد میں وہ فراخ دست ہو جائے تو یتیم کا کھایا ہوا مال واپس کرے وگرنہ یہ اس کے لئے حلال ہے۔

اور اللہ رب العزت نے یتیموں کے حقوق پر تاکید فرما کر اور ان سے زیادہ شفقت و الفت رکھنے کا ذکر فرما کر لوگوں کو توجہ دلائی ہے اور اس ابتدائی آیات سے پہلے والی آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (النساء:۹)

''اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑتے تو ان کو انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ اللہ رب العزت سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔''

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے اقوال کے برعکس جو اسے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنے اور اس جیسی اور باتوں پر محمول کرتے ہیں، آئندہ آنے والی آیت سے رابطہ دیتے ہوئے یہ مراد ہے کہ جس شخص کی سرپرستی میں یتیم ہو وہ اس سے بہتر سلوک کرے، یہاں تک کہ اسے ایسے بلائے جیسے وہ اپنی اولاد کو بلاتا ہے یعنی اسے 'اے بیٹے، کہہ کر بلائے اور اس میں سے ایسی بھلائی، احسان اور نیک سلوک کرے اور اس کے مال کو اس طریقے سے خرچ کرے جیسا کہ وہ اپنے مرنے کے بعد اپنی اولاد اور اپنے مال سے سلوک کی آرزو رکھتا ہے کیونکہ قیامت کے دن کا مالک رب ذوالجلال اعمال کے مطابق جزا دیتا ہے یعنی جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے جیسے تم دوسروں کے ساتھ سلوک کرو گے وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

بسا اوقات انسان بے خوف ہو کر دوسرے کے مال اور اولاد میں تصرف کرتا ہے کہ اسے اچانک موت آلیتی ہے اور اللہ رب العزت اسے اس کے مال، اولاد خاندان اور تمام تعلقات کی ویسی ہی جزا دیتا ہے جیسا سلوک اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے اگر اچھا سلوک کیا ہوتا ہے تو اچھی جزا اور اگر بُرا سلوک کیا ہوتا ہے تو بُری جزا ملتی ہے۔

لہٰذا ہر عقل مند کو چاہئے کہ اگر اس کے دل میں دین کا خوف نہ ہو تب بھی اسے اپنی اولاد اور مال کی خاطر خوف کرنا چاہئے اور یتیموں کے مال کو جو اس کی سرپرستی میں ہیں، ایسے خرچ کرے جیسے وہ اپنی اولاد کے مال میں ان کے یتیم ہونے کی ان کے سرپرست سے خرچ کرنے کی امید رکھتا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح اور مفلس بیوہ کے لئے مہربان شوہر کی طرح ہو جا اور جان لے کہ جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا یعنی تو جیسا کرے گا ویسا ہی تجھ سے کیا جائے گا کیونکہ آخر ایک دن مرنا ہے تیری اولاد کو یتیم اور بیوی کو بیوہ ہونا ہے۔

یتیموں کے مال کھانے اور ان پر ظلم کرنے کے متعلق بہت سی احادیث ہیں، شدید وعیدیں آئی ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں لوگوں کو اس تباہ کن، بیہودہ اور ذلیل حرکت سے باز رکھنے کے لئے سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

مسلم وغیرہ میں مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور سمجھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں کبھی دو پر حکمران نہ بن اور مالِ یتیم کو اچھا نہ سمجھو۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ سات مہلک باتوں سے بچو، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک بنانا، جادو، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا چار شخص ایسے ہیں کہ یہ اللہ رب العزت کا عدل ہوگا کہ انہیں جنت میں نہ داخل کرے اور نہ ہی انہیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے، شرابی، سودخور، ناحق یتیموں کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ ان باتوں میں جو آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے توسط سے یمن والوں کو جو احکام بھیجے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ رب العزت کا شریک ٹھہرانا، ناحق کسی مومن کو قتل کرنا، جنگ کے دن میدان سے جہاد فی سبیل اللہ سے فرار، والدین کی نافرمانی، پاکباز عورتوں پر اتہام لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔

ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن قبروں سے ایک ایسی قوم اٹھائی جائے گی جن کے منہ سے آگ بھڑک رہی ہوگی، عرض کی گئی یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے یہ فرمانِ الٰہی نہیں دیکھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (النساء:۱۰)

''وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے

ہیں۔''

مسلم کی روایت سے معراج شریف کی حدیث میں ہے پس میں اچانک ایسے آدمیوں کے پاس آیا جن پر کچھ لوگ مقرر تھے جوان کی داڑھیاں نوچ رہے تھے اور کچھ لوگ جہنم کے پتھر لا کر ان کے منہ میں ڈال رہے تھے جوان کے پیچھے سے نکل رہے تھے، میں نے کہا اے جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا

(النساء:۱۰)

''وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔''

قرطبی کی تفسیر میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں نے ایسی قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کے اونٹوں جیسے تھے اور ان پر کچھ لوگ مقرر ہیں جوان کے ہونٹ پکڑ کر ان کے منہ میں جہنم کے پتھر ڈال رہے ہیں جوان کے نیچے سے نکل رہے ہیں، تب میں نے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل بولے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا

(النساء:۱۰)

''وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔''

☆☆☆

باب 56:

مذمتِ تکبر

تکبر کی مذمت اور بدانجامی کے متعلق قبل ازیں جو کچھ لکھا جاچکا ہے اب اس میں کچھ اور اضافہ کیا جاتا ہے۔

تکبر وہ پہلا گناہ ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا پھر اللہ رب العزت نے اس پر لعنت کی، اسے اس جنت سے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، نکال کر جہنم کے عذاب میں پھینک دیا۔

حدیث قدسی میں ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر اور بڑائی میرا تہبند ہے، جو شخص ان دو میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اس کے دانت توڑ دوں گا اور مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ متکبر، انسانوں کی شکل میں چیونٹیوں کی طرح قبروں سے اٹھیں گے، ہر طرف سے ذلت و رسوائی انہیں ڈھانپ لے گی اور انہیں دوزخیوں کی پیپ کی مٹی پلائی جائے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا ان کی طرف نہیں دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بوڑھا زانی، ظالم بادشاہ اور سرکش متکبر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (البقرہ:۲۰۶)

''اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ رب العزت سے ڈرو تو اسے اور ضد بڑھے گی گناہ کی۔''

پھر فرمایا بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ایک متکبر نے ایک ایسے شخص کو جو نیکی اور اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا، قتل کر دیا تو

دوسرا شخص کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا تم ان لوگوں کو قتل کرتے ہو، جو تمہیں اچھی باتیں اور نیک عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں، تب متکبر نے اسے بھی قتل کر دیا جس نے اس کی ممانعت کی اور اسے بھی جس نے اسے نیکی کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے، انسان کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جب اسے اللہ رب العزت سے ڈرنے کو کہا جائے تو وہ یہ کہے کہ تم اپنا خیال رکھو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو طاقت نہیں رکھے گا۔ اس شخص کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے سے تکبر نے روک دیا تھا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے اس ہاتھ کو نہ اٹھایا یعنی وہ شل ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں جو ارشاد فرمایا تھا وہ پورا ہوگیا۔

روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ خوبصورت لباس اور صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتا ہوں، کیا یہ تکبر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تکبر حق سے چشم پوشی کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے حالانکہ وہ اللہ رب العزت کے بندے ہیں۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا ایمان لا، تیرا ملک تیرے ہی پاس رہے گا تو فرعون نے کہا میں ہامان سے مشورہ کرلوں، چنانچہ جب اس نے ہامان سے مشورہ کیا تو اس نے کہا اب تک تو تو رب رہا ہے، لوگ تیری عبادت کرتے رہے ہیں اور اب تو عبادت کرنے والا بندہ بننا چاہتا ہے؟ فرعون نے یہ مشورہ سنا تو تکبر کی وجہ سے اللہ رب العزت کا بندہ بننے اور موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا پس اللہ رب العزت نے اسے غرق کر دیا۔

اللہ رب العزت نے قریش کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو وہ کہنے لگے۔

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

(الزخرف:۳۱)

''کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔''

قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دو بستیوں کے بڑوں سے مراد ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی تھے قریش مکہ نے ان کا ذکر اس لئے کیا تھا کہ وہ ظاہری مال و دولت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یتیم انسان ہیں، اللہ رب العزت نے انہیں کیسے ہمارے لئے بھیجا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ (الزخرف:۳۲)

''کیا وہ تمہارے رب کی رحمت بانٹتے ہیں؟''

پھر اللہ رب العزت نے ان کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت ان کے اس تعجب کی خبر دی ہے جبکہ انہوں نے اہل صفہ کو جنہیں وہ حقیر سمجھتے تھے جہنم میں نہ دیکھا تو پھر وہ کہیں گے کہ۔

مَالَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ (ص:۶۲،۶۳)

''ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں بُرا سمجھتے تھے۔''

روایت ہے کہ اشرار سے ان کی مراد حضرت عمار، بلال، صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہوں گے۔

حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ علم، آسمان سے نازل ہونے والی صاف، شفاف میٹھی بارش کی طرح ہے جسے پودے اپنی جڑوں کے ذریعے پی کر اپنے ذائقے بدلا کرتے ہیں، چنانچہ کڑوے کی کڑواہٹ اور میٹھے کی مٹھاس بڑھتی ہے، اسی طرح لوگ علم کو اپنی ہمتوں اور خواہشات کے مطابق حاصل کرتے ہیں اور اس سے متکبر کا تکبر اور متواضع کا انکسار بڑھتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ جس جاہل کا نصب العین اور مطمع نظر تکبر ہوتا ہے، جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو اسے ایک ایسی چیز مل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ تکبر کر سکتا ہے اور وہ تکبر ہی میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب کوئی شخص بے علمی کے باوجود اللہ رب العزت سے خائف رہتا ہے تو جب وہ علم حاصل کرتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے خوفِ خدا کے مکمل دلائل لائے گئے ہیں، چنانچہ اس کا خوف، شفقت اور انکساری بڑھتی ہے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قوم ہوگی جو

قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا، کہیں گے کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے ہم سے زیادہ اچھا قاری اور عالم کون ہے؟ پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے امت! وہ تم میں سے ہوں گے وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ متکبر علماء نہ بنو کہ تمہارا علم تمہاری جہالت سے آگے نہ بڑھے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کے کثرتِ گناہ اور فتنہ وفساد کی وجہ سے اسے بنی اسرائیل کا خلیع کہا جاتا تھا جس کے معنی ہیں اپنے گناہوں سے بنی اسرائیل کو عاجز کرنے والا ، ایک مرتبہ اس کا ایسے انسان سے گزر ہوا جسے بنی اسرائیل کا عابد کہا جاتا تھا، عابد کے سر پر بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا، جب اس گہنگار نے عابد کو دیکھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں بنی اسرائیل کا بد بخت ترین آدمی ہوں اور یہ بنی اسرائیل کا عابد ہے، اگر میں اس کے پاس بیٹھ جاؤں تو شاید اللہ رب العزت مجھ پر بھی رحم کردے، چنانچہ وہ عابد کے پاس جا کر بیٹھ گیا، عابد کے دل میں خیال آیا کہ میں بنی اسرائیل کا عابد ہوں اور یہ بنی اسرائیل کا بد بخت آدمی ہے، یہ میرے ساتھ کیسے بیٹھے گا؟ اسے بہت شرم محسوس ہوئی اور اس بد بخت سے کہا یہاں سے اٹھ جاؤ! اس وقت اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کے اس زمانے کے نبی پر وحی فرمائی کہ ان دونوں کو نئے سرے سے عبادت شروع کرنے کا حکم دیجئے کیونکہ میں نے بد بخت کو بخش دیا ہے اور عابد کے اعمال کو برباد کر دیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ بادل کا ٹکڑا عابد کے سر سے ہٹ کر بد بخت کے سر پر سایہ فگن ہوگیا۔ یہ بات تم پر اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دے گی کہ اللہ رب العزت بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کا تذکرہ بڑے اچھے الفاظ میں کیا گیا، ایک مرتبہ وہی شخص نظر آیا تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ وہی شخص ہے جس کا ہم نے آپ ﷺ کے سامنے تذکرہ کیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس کے چہرے پر شیطان کا اثر نظر آتا ہے۔ اس شخص نے آکر اسلام کیا اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، تیرے

نفس نے کبھی تجھ سے یہ کہا ہے کہ قوم میں مجھ سے افضل کوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا بخدا ایسا ہوا ہے اور حضور ﷺ نے نورِ نبوت سے اس کے دل میں موجود تکبر کا اثر اس کے چہرے پر دیکھ لیا۔

حضرت حارث بن الحزاء الزبیدی صحابی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مجھے ہر وہ مضحکہ خیز قاری تعجب میں ڈالتا ہے جس سے تو تو خندہ پیشانی سے ملتا ہے اور وہ تجھے ناک بھوں چڑھا کر ملتا ہے اور تجھ پر اپنے علم کا احسان جتاتا ہے اللہ رب العزت مسلمانوں سے ایسے قاریوں کو ختم کرے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص سے تلخ کلامی کی اور اسے کہا اے حبشی کے بیٹے! حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے ابوذر! صاع کو ہلکا کر! صاع کو ہلکا کر! کسی سفید کو سیاہ پر فضیلت نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سنتے ہی میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا اٹھو اور میرا چہرہ روند ڈالو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ایسے آدمی کو دیکھے جو خود بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین کو کوئی شخص حضور ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا جب وہ حضور کو دیکھتے تو کھڑے ہوتے کیونکہ انہیں علم تھا کہ آپ اس چیز کو اچھا نہیں سمجھتے۔

حضور ﷺ بعض اوقات اپنے صحابہ کے ساتھ چلتے تو انہیں آگے چلنے کا حکم فرماتے اور خود ان کے درمیان چلتے یہ اس لئے کرتے تا کہ دوسروں کو تعلیم ہو یا پھر قلبِ نور سے تکبر اور بڑائی کے شیطانی وساوس کے نکالنے کے لئے ایسا کرتے جیسا کہ نماز میں نیا کپڑا پہن کر پھر پرانا پہن لیتے، اس میں بھی یہی حکمت ہوتی تھی۔

☆☆☆

باب 57:

فضیلتِ تواضع وقناعت

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت عفو و درگزر کے ذریعہ بندے کی عزت بڑھاتا ہے اور جو اللہ رب العزت کی خوشنودی کی خاطر تواضع کرتا ہے اللہ رب العزت اسے بلند فرماتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے مگر اس کے ساتھ دو فرشتے ہیں اور انسان پر فہم وفراست کا نور ہوتا ہے جس سے وہ فرشتے اس کے ساتھ رہتے ہیں، پس اگر وہ انسان تکبر کرتا ہے تو وہ اس سے حکمت چھین لیتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ رب العزت! اسے سرنگوں کر، اور اگر وہ تواضع اور انکساری کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے اللہ رب العزت! اسے سربلندی عطا کر۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے خوشخبری ہے جس نے تونگری میں تواضع کی، جمع کردہ مال کو اچھے طریقے پر خرچ کیا، تنگدست اور مفلسوں پر مہربانی اور علماء و دانش مندوں سے میل جول رکھا۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ گھر میں کھا رہے تھے کہ دروازے پر سائل آیا جسے ایک ایسی بیماری تھی کہ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے، حضور ﷺ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی، جب وہ اندر آیا تو آپ ﷺ نے سے اپنے زانو مبارک پر بٹھایا اور فرمایا کھانا کھاؤ۔ قریش کے ایک آدمی نے اسے بہت ناپسند کیا اور پھر وہ قریشی جوان اس جیسی بیماری میں مبتلا ہو کر مرا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھے دو باتوں کا اختیار دیا ایک یہ کہ میں رسول عبد ہوں یا نبی فرشتہ بنوں! میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ میں کونسی بات پسند کروں، فرشتوں میں جبریل امین (علیہ السلام) میرا دوست تھا میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا رب کے ہاں تواضع اختیار کیجئے تو میں نے عرض کیا کہ میں رسول عبد بننا چاہتا ہوں۔

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں اس شخص کی نماز قبول فرماتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے انکساری کرتا ہے، میری مخلوق پر تکبر نہیں کرتا اور اس کا دل مجھ سے خوفزدہ رہتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ کرم تقویٰ کا عزت تواضع کا اور یقین بے نیازی کا نام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا میں تواضع کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے، وہ قیامت کے دن منبروں پر ہوں گے لوگوں میں اصلاح کرنے والوں کو خوشخبری ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور دنیا میں اپنے دلوں کو پاک کرنے والوں کو بشارت ہو، یہی لوگ قیامت کے دن دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔

بعض محدثین کرام سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ رب العزت نے کسی بندے کو اسلام کی ہدایت دی، اسے بہترین صورت دی اور اسے اس کے غیر پسندیدہ مقام سے دور رکھا اور ان سب نوازشات کے بعد اسے متواضع بنایا اس سے ثابت ہوا کہ تواضع اللہ رب العزت کی پسندیدگی کی علامت ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو اللہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کے سوا کسی کو عطا نہیں فرماتا، خاموشی اور یہ پہلی عبادت ہے (علاوہ ازیں) توکل، تواضع اور دنیا سے کنارہ کشی۔

مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک حبشی آیا جو چیچک میں مبتلا تھا اور جگہ جگہ سے اس کی کھال ادھیڑ چکی تھی، وہ جس کے ساتھ بیٹھتا وہ اس کے پہلو سے اٹھ جاتا، حضور ﷺ نے اپنے پہلو میں بٹھایا اور ارشاد فرمایا مجھے وہ آدمی تعجب میں ڈالتا ہے جو اپنے ہاتھ میں ایسا زخم لئے پھرتا ہے جو لوگوں کے لئے باعثِ تکلیف ہے اور اس سے اس کا تکبر مٹ گیا ہے۔

ایک دن حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کیا بات ہے میں تم میں عبادت کی شیرینی نہیں پاتا؟ صحابہ کرام (رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین) نے عرض کی حضور (ﷺ)! عبادت کی شیرینی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تواضع۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میری امت کے تواضع کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے تواضع سے پیش آؤ اور متکبرین کو دیکھو تو ان سے تکبر کرو کیونکہ یہ ان کے لئے تحقیر اور ذلت ہے۔

اسی موضوع پر چند اشعار ہیں۔

تَوَاضَعْ تَكُنْ كَالنَّجْمِ لَاحَ لِنَاظِرٍ عَلٰى صَفَحَاتِ الْمَاءِ وَهُوَ رَفِيْعُ

''تواضع کر جو اس ستارے کی طرح ہو جو دیکھنے والے کو پانی کی سطح پر نظر آتا ہے، حالانکہ وہ بہت بلندی پر ہوتا ہے۔''

وَلَا تَكُ كَالدُّخَانِ يَعْلُوْ بِنَفْسِهٖ عَلٰى طَبَقَاتِ الْجَوِّ وَهُوَ وَضِيْعُ

''دھوئیں کی طرح نہ ہو جو فضا میں خود کو بلند کرتا ہے حالانکہ اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی اور وہ ایک بیکار چیز ہے۔''

قناعت کے متعلق جو کچھ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس سے بھی زیادہ احادیث و اقوال قناعت کی فضیلت میں وارد ہوئے ہیں، چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ مومن کی عزت لوگوں سے بے پروائی میں ہے قناعت میں آزادی اور عزت ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس سے بے نیاز ہو جا جسے تو چاہتا ہے اس جیسا ہو جائے گا جس کی طرف حاجت لے کر جائے گا تو اس کا قیدی ہوگا اور جس پر چاہے احسان کر تو اس کا سردار ہوگا تھوڑا مال جو تجھے کفایت کرے اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تجھے گمراہ کردے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے قناعت سے افضل کوئی مالداری نہیں دیکھی اور لالچ سے بڑھ کر تنگ دستی نہیں دیکھی اور یہ اشعار پڑھے۔

اَفَادَتْنِي الْقَنَاعَةُ ثَوْبَ عِزٍّ وَاَيُّ غِنًى اَعَزُّ مِنَ الْقَنَاعَةِ

''قناعت نے جب مجھے عزت کا لباس دیا اور کونسا وہ تمول ہے جو قناعت سے زیادہ باعزت ہو۔''

فَصَيِّرْهَا لِنَفْسِكَ رَاْسَ مَالٍ وَصَيِّرْ بَعْدَ هَا التَّقْوٰى بِضَاعَةٍ

''پس اسے اپنے نفس کے لئے اصل پونجی بنالے اور اس کے بعد پرہیز گاری کو ذخیرہ کرلے۔''

تَجِدْ رِبْحَيْنِ تُغْنِ عَنْ خَلِيْلٍ وَتَنْعَمْ فِي الجِنَانِ بِصَبْرِ سَاعَةٍ

''تو دوگنا نفع پائے گا دوست سے کچھ طلب کرنے سے بے نیاز ہو جائے گا اور ایک گھڑی صبر کے بدلے جنت میں انعام واکرام پائے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

قَنِّعِ النَّفْسَ بِالكِفَافِ وَإِلَّا طَلَبَتْ مِنْكَ فَوْقَ مَايَكْفِيْهَا

''اپنے جسم کو معمولی گزر بسر پر صبر کرنے والا بنا ورنہ یہ تجھ سے تیری ضرورت سے بڑھ کر مال و دولت مانگے گا۔''

إِنَّمَا أَنْتَ طُوْلُ عُمْرِكَ مَاعَمَّرْتَ فِي السَّاعَةِ الَّتِيْ أَنْتَ فِيْهَا

''تیری زندگی کی مدت اتنی ہی ہے جتنی اس لمحہ کی مدت ہے جس میں تو سانس لے رہا ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

إِذَا الرِّزْقُ عَنْكَ نَاىَ فَاصْبِرْ وَمِنْهُ اقْنَعْ بِالَّذِيْ قَدْ حَصَلَ

''اگر رزق تجھ سے دور ہے تو صبر کر اور جو کچھ مل گیا ہے اسی پر قناعت کر۔''

وَلَا تَتْعَبِ النَّفْسَ فِي تَحْصِيْلِهٖ فَإِنْ كَانَ ثَمَّ نَصِيْبُ وَصَلَ

''اپنے نفس کو اس (رزق) کے حاصل کرنے میں زحمت نہ دے، اگر وہ تیرا مقدر ہے تو وہ تجھے مل جائے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

إِذَا أَعْطَشَتْكَ اَكُفُّ اللِئَامِ كَفَتْكَ القَنَاعَةُ شَبْعًا وَرَيَّا

''جب تجھے بخیلوں کا تمول حریص بنالے تو اس وقت قناعت تجھے سیراب کرنے کے لئے کافی ہوگی۔''

فَكُنْ رَجُلًا رِجْلُهٗ فِي الثَّرٰى وَهَامَةُ هِمَّتِهٖ فِي الثُّرَيَّا

''ایسا جوان بن جس کا پاؤں تحت الثریٰ میں ہو اور اس کے ارادوں کی چوٹی ثریا کو چھو رہی ہو۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

يَاطَالِبَ الرِّزْقِ الْهَنِيِّ بِقُوَّةٍ هَيْهَاتَ أَنْتَ بِبَاطِلٍ مَشْغُوْفٌ

''اے آسانی سے حاصل ہونے والے رزق کو قوت سے تلاش کرنے والے! افسوس! تو جھوٹی محبت میں مبتلا ہے، غلط چیز میں دل لگا رہا ہے۔''

وَرَعَتِ الْاُمُوْدُ بِقُوَّةٍ جِيْفُ الْفَلَا وَرَعَ الذُّبَابُ الشُّهْدَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ

''شیر اپنی تمام تر قوت کے باوجود جنگل کے مردار کھاتے ہیں اور مکھیاں اپنی کمزوری کے باوجود شہد کھاتی ہیں۔''

حضور ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ بھوک محسوس فرماتے تو اہل بیت کرام سے فرماتے کہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور یہ آیت پڑھتے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور اس پر صبر کر۔''

دَعِ التَّهَافَتَ فِي الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا وَلَا يَغُرَّنَّكَ إِلَاكْثَارُ وَالْجَشَعُ

''دنیا کی زینت اور اس کی گرفتاری کو ترک کر دے اور تجھے بہت مالدار ہونے کی حرص و آرزو فریب میں مبتلا نہ کرے۔''

وَاقْنَعْ بِمَا قَسَّمَ الرَّحْمٰنُ وَارْضَ بِهٖ إِنَّ الْقَنَاعَةَ مَالٌ لَيْسَ يَنْقَطِعُ

''اللہ رب العزت کی تقسیم پر قناعت کر اور اس پر راضی ہو جا کیونکہ قناعت ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔''

وَخَلِّ وَبِكَ فَضُوْلَ الْعَيْشِ اَجْمَعَهَا فَلَيْسَ فِيْهَا إِذَا حَقَّقْتَ مُنْتَفِعُ

''تو اس تمام تر بیہودہ عیش کو ترک کر دے کیونکہ جب تو اسے بہ غور دیکھے گا تو اس میں کوئی نفع نہیں پائے گا۔''

بعض شعراء کا قول ہے۔

اِقْنَعْ بِمَا تُلْقٰى بِلَا بُلْغَةٍ فَلَيْسَ يَنْسٰى رَبُّنَا النَّمْلَةَ

''جو کچھ تجھے بغیر کوشش کے مل جاتا ہے اسی پر قناعت کر لے کہ رب ذوالجلال تو حشرات الارض میں سے کسی کو بھی نہیں بھولتا (رزق پہنچاتا ہے)۔''

اِنْ اَقْبَلَ الدَّهْرُ فَقُمْ قَائِمًا وَاِنْ تَوَلّٰی مُدبِرًا نَمْ لَهٗ

''اگر زمانہ تجھے انعامات سے نوازے تو کھڑا ہو جا اور اگر وقت تجھ سے پیٹھ پھیر لے تو سو جا۔''

داناؤں کا قول ہے کہ عزت خوبصورت کپڑوں کی مرہون منت نہیں ہے کیونکہ فراخ دستی میں بہترین لباس پہننا اور خوبصورت کپڑوں سے آراستہ ہونا آدمی کو مصروف کر دیتا ہے یہاں تک کہ دنیاوی محبت کی وجہ سے وہ دینی امور کی پروانہیں کرتا اور ایسا آدمی بہت ہی کم تکبر وخود بینی سے خالی ہوتا ہے۔

بعض شعراء کا کہنا ہے۔

رَضِیْتُ مِنَ الدُّنْیَا بِلُقْمَةِ بَائِسٍ وَلُبْسِ عِبَاءٍ لَا اُرِیْدُ سِوَاهُمَا

''میں دنیا سے سوکھی روٹی اور موٹے جھوٹے کپڑے پر راضی ہوں اور مجھے ان کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔''

لِاَنِّیْ رَاَیْتُ الدَّهْرَ لَیْسَ بِدَائِمٍ فَدَهْرِیْ وَعُمْرِیْ فَانِیَانِ کِلَاهُمَا

''کیونکہ میں نے زمانہ کو فانی دیکھا ہے لہٰذا میری عمر اور زمانہ دونوں فنا ہونے والے ہیں۔''

☆☆☆

باب 58:

فریب دنیا

دنیا کے تمام حالات خوشی اور غم کے اردگرد گردش کرتے رہتے ہیں، دنیا اپنے چاہنے والوں کی خواہشات کے مطابق نہیں رہتی بلکہ وہ حکیم مطلق اللہ رب العزت کی حکمت کے مطابق رنگ بدلتی رہتی ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (ھود:۱۱۸)

''اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا۔''

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں ''مختلف'' سے مراد رزق کا اختلاف ہے یعنی بعض غنی ہے اور بعض فقیر ہیں لہٰذا ہر شخص کے لئے ضروری ہے جسے دنیا کا مال مل جائے اور ربِ ذوالجلال دنیا کو اس کا خادم بنا دے تو وہ شکر ادا کرتا رہے اور نیک کاموں میں اسے صرف کرے کیونکہ اچھے اعمال برائیوں کو زیر کر لیتے ہیں اور اپنی دنیا پر غرور نہ کرے اور یہ فرمان الٰہی اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

''تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں وہ اللہ رب العزت کے علم پر دھوکا دے وہ بڑا فریبی ہے۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وٰلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ

(الحدید:۱۴)

''مگر تم نے اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی بُرائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا۔''

دنیا کے فریب سے گریز کے لئے یہ آیات عقل مند انسان کو بہت کچھ بصیرت

دکھاتی ہیں۔ ان عقل مندوں کی نیند اور بیداری کیسی عجیب ہے جو بے وقوفوں کی شب بیداری اور کوششوں پر رشک کرتے ہیں حالانکہ خود کچھ بھی نہیں کر پاتے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور موت کے بعد کے لئے عمل کئے اور احمق وہ ہے جس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ رب العزت سے ڈھیروں دنیاوی تمنائیں رکھیں۔

شاعر کہتا ہے۔

وَمَنْ يَّحْمَدُ الدُّنْيَابَشَيْءٍ يَّسُرُّهٗ فَسَوفَ لَعَمْرِی عَنْ قَلِيْلٍ يَّلُوْمُهَا

''اور جو شخص کسی پسندیدہ چیز کی وجہ سے دنیا کی تعریف کرتا ہے مجھے زندگی کی قسم عنقریب وہ اسے بُرا بھلا کہے گا۔''

اِذَا اَدْبَرَتْ كَانَتْ عَلَى الْمَرءِ حَسْرَةٌ وَاِنْ اَقْبَلَتْ كَانَتْ كَثِيراً هُمُوْمُهَا

''جب دنیا چلی جاتی ہے تو انسان کے دل میں حسرت چھوڑ جاتی ہے اور جب آتی ہے تو بے شمار دکھ لے کر آتی ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

تَاللّٰهِ لَوَ كَانَتِ الدُّنِيَا بِاَجْمَعِهَا تَبْقٰى وَيَأْتِيْ رِزْقُهَا رَغَدًا

''بخدا اگر دنیا اپنی تمام تر مال و متاع کے باوجود ہمارے لئے پرہیز گاری کا نشان ہوتی اور لگاتار اس کا رزق آتا رہتا۔''

مَاكَانَ فِي حَقِّ حُرٍّ اَنْ يَّذُلَّ لَهَا فَكَيْفَ وَهِيَ مَتَاعٌ يَضْمَحِلُّ غَدًا

''تب بھی کسی مردِ آزاد کے لئے اس کی طرف رجوع مناسب نہ ہوتا چہ جائیکہ یہ مال ہی ایسا بنایا گیا ہو جو کل ختم ہو جائے۔''

ابن بسام کہتا ہے۔

اُفٍّ لِدُنْيَا وَاَيَّامِهَا فَاِنَّهَا لِلْحُزْنِ مَخْلُوْقَةُ

''دنیا اور اس کے ایام پر حیف ہے، بے شک یہ دکھوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔''

هُمُوْمُهَا لَا تَنْقُصُ سَاعَةً عَنْ مَلَكٍ وَلَا سُوْقَةٍ

''اس کے دکھ ایک لمحہ بھی ختم نہیں ہوتے۔''

يَاعَجَبًا مِنْهَا وَمِنْ شَأْنِهَا عَدُوَّةُ لِلنَّاسِ مَعْشُوْقَةُ

''اس پر اور اس کے عجیب حالات پر تعجب ہے، یہ لوگوں کی جان لیوا معشوقہ ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وَفَائِلَةٌ اَرَى الْاَيَّامَ تُعْطِىْ لِئَامَ النَّاسِ مِنْ رِزْقٍ حَثِيْثٍ

''میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ بخیل ترین لوگوں کو بے انتہا مال دینے پر آمادہ رہتا ہے۔''

وَتَمْنَعُ مَنْ لَهٗ شَرَفٌ وَفَضْلٌ فَقُلْتُ لَهَا خُذِىْ اَصْلَ الْحَدِيْثِ

''اور صاحبِ عزت وفضیلت سے زمانہ دنیا کو روک دیتا ہے، میں نے اسے کہا تم اصل بات میں غور کرو۔''

رَاَتْ حَمْلَ الْمَكَاسِبِ مِنْ حَرَامٍ فَجَادَتْ بِالْخَبِيْثِ عَلَى الْخَبِيْثِ

''خبیث حرام کمائی سے مال اکٹھا کرتے ہیں لہٰذا خبیث مال اور خبیث لوگوں میں جمع ہوتے ہیں۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

سَلِ الْاَيَّامَ مَافَعَلَتْ بِكِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالْقُصُوْرَ وَسَاكِنِيْهَا

''زمانہ سے پوچھ تو نے کسریٰ، قیصر، ان کے محلات اور ان میں رہنے والوں سے کیا کیا؟''

اَمَا اسْتَدْعَتْهُمْ لِلْبَيْنِ طُرًّا فَلَمْ تَدَعِ الْحَلِيْمَ وَلَا السَّفِيْهَا

''کیا ان سب نے تجھ سے جدائی کی استدعا کی تھی کہ تو نے کسی عقل مند اور کسی بے وقوف کو نہیں چھوڑا۔''

کہتے ہیں کہ ایک بدوی کسی قبیلہ میں آیا، لوگوں نے اسے کھانا کھلایا اور وہ کھانا کھا کر ان کے خیمہ کے سائے میں لیٹ گیا، پھر انہوں نے خیمہ اکھیڑ لیا اور بدوی کو جب بھوک لگی تو اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا۔

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا کَظِلِّ بُنْیَتِہٖ وَلَا بُدَّ یَوْمًا اِنَّ ظِلَّکَ زَائِلٌ

''باخبر ہو جاؤ یہ دنیا عمارت کے سایہ کی طرح ہے اور لامحالہ ایک دن اس کا سایہ زائل ہو جائے گا۔''

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا مَقِیْلٌ لِرَاکِبٍ قَضٰی وَطَرًا مِنْ مَنْزِلٍ ثُمَّ عَجَرَا

''بلاشبہہ دنیا سوار کے لئے قیلولہ کرنے کی جگہ ہے، اس نے اپنی چاہت پوری اور پھر اسے چھوڑ دیا۔''

کسی دانا نے اپنے دوست سے کہا تجھے داعی نے سب کچھ سنا دیا اور بلانے والے نے سب کچھ واضح کر دیا، اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں جس نے یقین کامل کو گنوا دیا اور غلط کاریوں میں مشغول ہوا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خوفِ الٰہی کے لئے علم اور تکبر وغرور کے لئے جہالت کافی ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے دنیا سے محبت رکھی اور اس کی زیب وزینت سے مسرور ہوا، اس کے دل سے آخرت کا خوف نکل گیا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ بندہ سے مال ودولت کے چلے جانے پر رنج وغم کرنے اور مال ودولت کی فراوانی میں خوشی پر محاسبہ کیا جائے گا۔

بعض سلف صالحین جنہیں اللہ رب العزت نے دنیا دی تھی، وہ حرام کردہ باتوں سے تم سے زیادہ بچنے والے تھے اور جو کام کرنا تمہیں نامناسب نظر نہیں آتا وہ ان کے نزدیک مہلک ترین سمجھے جاتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بسا اوقات مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

نَھَارُکَ یَامَغْرُوْرُ نَوْمٌ وَغَفْلَۃٌ وَلَیْلُکَ نَوْمٌ وَالرَّدٰی لَکَ لَازِمٌ

''اے فریب خوردہ تیرا دن نیند اور غفلت میں اور تیری رات سونے میں پوری ہوتی ہے اور موت تیرے لئے لازمی ہے۔''

یَغُرُّکَ مَایَغْنٰی وَتَفْرَحُ بِالْمُنٰی کَمَا غَرَّ بِاللَّذَّاتِ فِی النَّوْمِ حَالِمٌ

''زائل شدہ مال تجھے فریب میں ڈالتا ہے اور امیدیں پا کر تو بہت خوش ہوتا ہے جیسے خواب دیکھنے والا خواب میں لطف اندوز ہوتا ہے۔''

وَشُغْلُكَ فِيْهَا سَوْفَ تَكْرَهُ غِبَّهٗ كَذَالِكَ فِي الدُّنْيَا تَعِيْشُ الْبَهَائِمْ

''عنقریب تو اپنی اس دنیاوی مشغولیت کو برا سمجھے گا، ایسی زندگی تو دنیا میں جانوروں کی ہوتی ہے۔''

☆☆☆

باب 59:

مذمت دنیا اور اس کا ڈر

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ثعلبہ بن عاطف رضی اللہ عنہ نے رسولِ اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! میرے لئے دُعا کریں، اللہ رب العزت مجھے مال دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرتا ہے، اس مالِ کثیر سے بہتر ہے جس کا تو شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ثعبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے لئے اللہ رب العزت سے مال کی دُعا کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اے ثعبہ! کیا تیرے پیشِ نظر میری زندگی نہیں ہے، کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری زندگی نبی (ﷺ) کی زندگی جیسی ہو، بخدا اگر میں چاہوں کہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلیں تو چلیں گے۔ ثعلبہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو نبیِ برحق بنا کر بھیجا ہے، اگر آپ (ﷺ) میرے لئے اللہ رب العزت سے مال کی دُعا کریں تو میں اس مال سے ہر حقدار کا حق پورا کرونگا اور میں ضرور کرونگا، ضرور حقوق ادا کرونگا، حضور ﷺ نے دُعا کی اے اللہ رب العزت! ثعلبہ کو مال عطا کر۔

چنانچہ اس نے بکریاں لیں اور وہ ایسے بڑھیں کہ جیسے حشرات الارض بڑھتے ہیں اور ان کے لئے مدینہ میں رہنا مشکل ہوگیا، چنانچہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر مدینہ کے قریب ایک وادی میں آگئے اور تین نمازیں چھوڑ کر صرف دو نمازیں ظہر اور عصر جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے، بکریاں اور بڑھیں اور وہ کچھ اور دور ہوگیا یہاں تک کہ وہ صرف نمازِ جمعہ میں شریک ہوتا اور بکریاں برابر بڑھتی گئیں تا آنکہ ان کی مصروفیت کی وجہ سے اس کی جمعہ کی جماعت بھی چھوٹ گئی اور وہ جمعہ کے دن مدینہ سے آنے والے سواروں سے مدینہ کے حالات پوچھ لیتا اور حضور ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا کہ ثعلبہ بن حاطب کا کیا بنا؟ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ (ﷺ)! اس نے بکریاں لیں اور وہ اتنی بڑھیں کہ ان کا مدینہ میں رہنا دشوار ہوگیا اور اس کے تمام حالات بتلائے گئے آپ (ﷺ) نے یہ سن کر فرمایا اے ثعلبہ!

افسوس، اے ثعلبہ! افسوس، افسوس! اے ثعلبہ!

راوی کہتے ہیں کہ تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ:۱۰۳)

''اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو بے شک تمہاری دُعا ان کے دلوں کا چین ہے۔''

اور اللہ رب العزت نے صدقات کے فرائض نازل کئے۔

حضور ﷺ نے جہینہ اور بنو سلیم کے دو آدمیوں کو صدقات کی وصولیابی پر مقرر فرمایا اور انہیں صدقات کے احکامات اور صدقات وصول کرنے کی اجازت لکھ کر روانہ فرمایا کہ جاؤ اور مسلمانوں سے صدقات وصول کر کے لاؤ اور فرمایا کہ ثعلبہ بن عاطب اور فلاں آدمی کے پاس جانا جو بنی سلیم سے تعلق رکھتا ہے اور ان سے بھی صدقات وصول کرنا۔

چنانچہ یہ دونوں حضرات ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے حضور ﷺ کا فرمان پڑھوا کو صدقات (بکریوں کی زکوٰۃ) کا سوال کیا۔ ثعلبہ نے کہا یہ تو شکیں ہے، یہ تو ٹیکس ہے، یہ تو ٹیکس ہی کی ایک شکل ہے تم جاؤ، جب تم فارغ ہو چکو تو میرے پاس پھر آنا۔

پھر یہ حضرات بنو سلیم کے اس آدمی کے پاس آئے جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا، جب اس نے سنا تو اس نے اپنے اعلیٰ مرتبہ اونٹوں کے پاس جا کر ان میں سے صدقہ کے لئے علیحدہ کروائے اور انہیں لے کر ان حضرات کی خدمت میں آیا، ان حضرات نے جب وہ اونٹ دیکھے تو بولے، تمہارے لئے یہ اونٹ دینا ضروری نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تم سے عمدہ اور اعلیٰ اونٹ لینے آئے ہیں، اس شخص نے کہا انہیں لے لیجئے، میرا دل انہیں سے خوش ہوتا ہے اور میں یہ آپ ہی کو دینے کے لئے لایا ہوں۔

جب یہ حضرات صدقات کی وصولی سے فارغ ہو چکے تو ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے پھر صدقات کا سوال کیا، ثعلبہ نے کہا مجھے خط دکھاؤ اور اس نے خط دیکھ کر کہا یہ ٹیکس ہی کی ایک شکل ہے، تم جاؤ تا کہ میں اس کے بارے میں کچھ غور کر سکوں، لہٰذا یہ حضرات

واپس روانہ ہوگئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے ان سے بات چیت کرنے سے پہلے محض انہیں دیکھتے ہی فرمایا اے افسوس ثعلبہ! اور بنو سلیم کے اس شخص کے لئے دُعا فرمائی پھر ان حضرات نے آپ (ﷺ) کو ثعلبہ اور سلیمی کے مکمل حالات سنائے، اللہ رب العزت نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّا اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (التوبہ:۷۵تا۷۷)

''اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ رب العزت سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ رب العزت نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے تو اس کے پیچھے اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ رب العزت سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔''

حضور ﷺ کی خدمت میں اس وقت ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بیٹھا ہوا تھا، اس نے ثعلبہ کے متعلق نازل ہونے والی آیات کو سنا تو اٹھ کر ثعلبہ کے پاس گیا اور اسے کہا تیری والدہ ماری جائے! اللہ رب العزت نے تیرے بارے میں فلاں فلاں آیات نازل کی ہیں ثعلبہ نے یہ سنا تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صدقہ قبول کرنے کی درخواست کی، حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ رب العزت نے تیرا صدقہ لینے سے منع کر دیا ہے۔

ثعلبہ یہ سنتے ہی اپنے سر میں خاک ڈالنے لگا حضور ﷺ نے فرمایا تیرے یہ کرتوت؟ میں نے تجھ سے پہلے کہہ دیا تھا مگر تو نے میری بات نہیں مانی تھی۔

جب حضور ﷺ نے صدقہ لینے سے بالکل انکار کر دیا تو وہ اپنے ٹھکانے پر لوٹ آئے، جب حضور ﷺ وصال فرما گئے تو وہ اپنے صدقات لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر انہوں نے بھی لینے سے انکار کر دیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

دورِ خلافت میں حاضر ہوا مگر انہوں نے بھی لینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد ثعلبہ کا انتقال ہوگیا۔

جریر نے لیث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں آیا اور کہنے لگا میں آپ کی صحبت میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہونگا لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور وہ آدمی اکٹھے روانہ ہوگئے۔ جب ایک دریا کے کنارے پہنچے تو کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے، ان کے پاس تین روٹیاں تھیں جب وہ دو روٹیاں کھا چکے اور ایک روٹی باقی رہ گئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دریا پر پانی پینے تشریف لے گئے۔ جب آپ پانی پی کر واپس تشریف لائے تو روٹی موجود نہیں تھی آپ نے پوچھا روٹی کس نے لی ہے؟ وہ آدمی بولا کہ مجھے معلوم نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے لے کر آگے چل پڑے اور آپ نے ہرنی کو دیکھا جو دو بچے ساتھ لئے جارہی تھی۔ آپ نے اس کے ایک بچے کو بلایا جب وہ آیا تو آپ نے اسے ذبح کیا اور گوشت بھون کر خود بھی کھایا اور اس شخص کو بھی کھلایا، پھر بچے سے فرمایا اللہ رب العزت کے حکم سے کھڑا ہو جا، چنانچہ ہرنی کا بچہ کھڑا ہوگیا اور جنگل کی طرف چل دیا، تب آپ نے اس آدمی سے کہا میں تجھ سے اس ذات کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تجھے یہ معجزہ دکھلایا، روٹی کس نے لی تھی وہ آدمی بولا مجھے معلوم نہیں۔

پھر آپ ایک جھیل پر پہنچے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور دونوں سطحِ آب پر چل پڑے، جب پانی عبور کرلیا تو آپ نے اس شخص سے پوچھا تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے یہ معجزہ دکھایا تب وہ روٹی کس نے لی تھی؟ اس آدمی نے پھر جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

پھر آپ روانہ ہو گئے اور ایک جنگل میں پہنچے جب دونوں بیٹھ گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی اور ریت کی ڈھیری بنا کر فرمایا کہ اللہ رب العزت کے حکم سے سونا ہو جا، چنانچہ وہ سونا بن گئی اور آپ نے اس کی ایک جیسی تین ڈھیریاں بنائیں اور فرمایا تہائی میری، تہائی تیری اور تہائی اس شخص کی ہے جس نے وہ روٹی لی تھی، تب وہ آدمی بولا وہ روٹی میں نے لی تھی آپ نے اس سے فرمایا یہ سونا تمام کا تمام تیرا ہے اور اسے وہیں چھوڑ کر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

اس شخص کے پاس دو آدمی آگئے، انہوں نے جب جنگل میں ایک آدمی کو اتنے مال

ومتاع کے ساتھ دیکھا تو ان کی نیت بدل گئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اسے قتل کر کے مال سمیٹ لیں۔ اس آدمی نے جب ان کی نیت بھانپ لی تو خود ہی بول اٹھا کہ یہ مال ہم تینوں ہی آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں، پھر انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو شہر کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ کھانا خرید لائے۔

جس شخص کو انہوں نے شہر کی طرف کھانا لانے کے لئے بھیجا تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ میں مال میں ان کو حصہ دار کیوں بننے دوں؟ میں کھانے میں زہر ملائے دیتا ہوں تا کہ وہ دونوں ہی ہلاک ہو جائیں اور مال اکیلا میں ہی لے لوں، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ادھر جو دو آدمی جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ہم اسے ایک تہائی کیوں دیں؟ جونہی وہ آئے ہم اسے قتل کریں اور دولت ہم دونوں آپس میں تقسیم کر لیں، چنانچہ جب وہ آدمی کھانا لے کر آیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا اور بعد میں وہ کھانا کھایا جسے کھاتے ہی وہ دونوں بھی مر گئے اور سونے کی ڈھیریاں اسی طرح پڑی رہیں اور جنگل میں تین لاشیں رہ گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر وہاں سے گزر ہوا اور ان کی یہ حالت دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا دیکھو یہ دنیا ہے، اس سے بچتے رہنا۔

ذوالقرنین ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جن کے پاس دنیاوی مال ومتاع بالکل نہیں تھا، انہوں نے اپنی قبریں تیار کر رکھی تھیں، جب صبح ہوتی تو وہ قبروں کی طرف آتے، ان کی یاد تازہ کرتے، انہیں صاف کرتے اور ان کے قریب نمازیں پڑھتے اور جانوروں کی طرف کچھ گھاس پات کھا لیتے اور انہوں نے گزر بسر صرف زمین سے اگنے والی سبزیوں وغیرہ پر محدود کر رکھی تھی۔ ذوالقرنین نے ان کے سردار کو ایک آدمی بھیج کر بلایا لیکن سردار نے کہا ذوالقرنین کو جواب دینا کہ مجھے تم سے کوئی کام نہیں ہے اگر تمہیں کوئی کام ہے تو میرے پاس آجاؤ ذوالقرنین نے یہ جواب سن کر کہا کہ واقعی اس نے سچ کہا ہے، چنانچہ ذوالقرنین اس کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے تمہاری طرف آدمی بھیج کر تمہیں بلایا مگر تم نے انکار کر دیا لہٰذا میں خود آیا ہوں۔ سردار نے کہا اگر مجھے تم سے کوئی کام ہوتا تو میں ضرور آتا۔ ذوالقرنین نے کہا میں نے تمہیں ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ کسی اور قوم کو اس حالت میں نہیں دیکھا،

سردار نے کہا آپ کس حالت کی بات کر رہے ہیں؟ ذوالقرنین نے کہا یہی کہ تمہارے پاس دنیاوی مال ومتاع اور مال ومنال کچھ بھی نہیں ہے جس سے تم بہرہ اندوز ہوسکو، سردار نے کہا ہم سونا، چاندی کا جمع کرنا بہت بُرا سمجھتے ہیں کیونکہ جس شخص کو یہ چیزیں ملتی ہیں وہ ان میں مگن ہو جاتا ہے اور اس چیز کو جو ان سے کہیں بہتر ہے، بھول جاتا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا تم نے قبریں کیوں تیار کر رکھی ہیں؟ ہر صبح ان کی زیارت کرتے ہو، انہیں صاف کرتے ہو اور ان کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو۔ سردار نے کہا یہ اس لئے کہ جب ہم قبروں کو دیکھیں گے اور دنیا کی آرزو کریں گے تو یہ قبریں ہمیں دنیا سے بے نیاز کر دیں گی اور ہمیں حرص و ہوا سے روک دیں گی، ذوالقرنین نے پوچھا میں نے دیکھا ہے کہ زمین کے سبزے کے علاوہ تمہاری کوئی غذا نہیں ہے تم جانور کیوں نہیں رکھتے تا کہ تم ان کا دودھ دوہو، ان پر سواری کرو اور ان سے بہرہ اندوز ہوسکو، سردار نے کہا ہم اس چیز کو اچھا نہیں سمجھتے کہ ہم ان کے پیٹوں کو ان کی قبریں بنائیں اور ہم زمین کے سبزہ سے کافی غذا حاصل کر لیتے ہیں اور یہ انسان کی گزر اوقات کے لئے کافی ہے جب کھانا حلق سے اتر جاتا ہے (چاہے وہ کیسا ہی ہو) پھر اس کا کوئی مزہ باقی نہیں رہتا۔

پھر اس قائد (سردار) نے ذوالقرنین کے پیچھے ہاتھ بڑھا کر ایک کھوپڑی اٹھائی اور کہا ذوالقرنین! جانتے ہو یہ کون ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں! یہ کون ہے؟ قائد نے کہا یہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اللہ رب العزت نے اسے دنیا والوں پر شاہی عطا فرمائی تھی لیکن اس نے ظلم وستم کیا اور سرکش بن گیا۔ جب اللہ رب العزت نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسے موت دے دی اور یہ ایک گرے پڑے پتھر کی مانند بے وقعت ہوگیا، اللہ رب العزت نے اس کے اعمال شمار کر لئے ہیں تا کہ اسے آخرت میں سزا دے۔

پھر اس نے ایک اور کھوپڑی اٹھائی جو بوسیدہ تھی اور کہا ذوالقرنین جانتے ہو یہ کون ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں! بتاؤ یہ کون ہے؟ قائد نے کہا یہ ایک بادشاہ ہے جسے پہلے بادشاہ کے بعد حکومت ملی یہ اپنے پیشرو بادشاہ کا مخلوق پر ظلم وستم اور زیادتیاں دیکھ چکا تھا لہٰذا اس نے تواضع کی، اللہ رب العزت کا خوف کیا اور ملک میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا پھر یہ بھی مر کر ایسا ہوگیا، جیسا تم دیکھ رہے ہو اور اللہ رب العزت نے اس کا شمار فرما لیا ہے یہاں

تک کہ اسے آخرت میں ان کا بدلہ دے گا۔ پھر وہ ذوالقرنین کی کھوپڑی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا یہ بھی انہیں کی طرح ہے، ذوالقرنین خیال رکھنا کہ تم کیسے اعمال کر رہے ہو؟ ذوالقرنین نے اس کی باتیں سن کر کہا کیا تم میری دوستی میں رہنا چاہتے ہو؟ میں تمہیں اپنا بھائی اور وزیر یا جو کچھ اللہ رب العزت نے مجھے مال و منال دیا ہے، اس میں اپنا شریک بنا لوں گا۔ سردار نے کہا میں اور آپ صلح نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم اکٹھے رہ سکتے ہیں؟ ذوالقرنین نے کہا وہ کیوں؟ سردار نے کہا اس لئے کہ لوگ تمہارے دشمن اور میرے دوست ہیں، ذوالقرنین نے پوچھا وہ کیسے؟ سردار نے کہا وہ تم سے تمہارا ملک، مال اور دنیا کی وجہ سے دشمنی رکھتے ہیں اور چونکہ میں نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے لہٰذا کوئی ایک بھی میرا دشمن نہیں ہے اور اسی لئے مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے اور نہ میرے پاس کسی چیز کی کمی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ذوالقرنین کی باتیں سن کر انتہائی متاثر ہوا اور حیران واپس لوٹ آیا۔

کسی شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

يَامَنْ تَمَتَّعَ بِالدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا وَلَا تَنَامُ عَنِ اللَّذَّاتِ عَيْنَاهُ

''اے وہ شخص جو دنیا اور اس کی زینت سے نفع اندوز ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں سے اس کی آنکھیں نہیں سوتیں۔''

شَغَلْتَ نَفْسَكَ فِيْمَا لَيْسَ تُدْرِكُهُ تَقُوْلُ لِلّٰهِ مَاذَا؟ حِيْنَ تَلْقَاهُ

''تجھے ناممکن چیزوں کے حصول میں مشغول کر دیا ہے، جب تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو کیا جواب دے گا؟''

دوسرے شاعر کا قول ہے۔

عَتَبْتُ عَلَى الدُّنْيَا لِرِفْعَةِ جَاهِلٍ وَتَأْخِيْرِ ذِي فَضْلٍ فَقَالَتْ خُذِ الْعُذْرَا

''میں نے دنیا کے جاہلوں کو بہت مرتبہ عطا کرنے اور اہلِ فضل سے کنارہ کشی کرنے پر ملامت کی تو اس نے مجھ سے کہا کہ میری مجبوری سنئے۔''

بَنُوا الْجَهْلِ اَبْنَائِيْ لِهٰذَا رَفَعْتُهُمْ وَاَهْلُ التُّقٰى اَبْنَاءُ ضَرَّتِيَ الْاُخْرٰى

''جاہل میرے بیٹے ہیں لہٰذا میں انہیں سربلندی دیتی ہوں اور متقی اہل فضل میری سوکن اور آخرت کے فرزند ہیں (لہٰذا میں ان سے گریز کرتی ہو)۔''

جناب محمود الباہلی کا قول ہے۔

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا عَلٰی الْمَرْءِ فِتْنَۃٌ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَقْبَلَتْ اَوْتَوَلَّتْ

''بے شک دنیا آئے یا جائے انسان کے لئے ہر حال میں فتنہ وآزمائش ہے۔''

فَاِنْ اَقْبَلَتْ فَاسْتَقْبَلِ الشُّکْرَ دَائِمًا وَمَهْمَا تَوَلَّتْ فَاصْبِرْ وَتَثَبَّتْ

''جب دنیا آتی ہے تو دائمی شکر کے ساتھ لاتی ہے (تو شکر ادا کر) اور جب جائے تو صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر۔''

☆☆☆

باب 60:

فضیلتِ صدقہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے (اور اللہ رب العزت حلال کی کمائی ہی کا صدقہ قبول فرماتا ہے) تو اللہ رب العزت اسے اپنی برکت سے قبول فرما لیتا ہے پھر اس کی صاحبِ صدقہ کے لئے پرورش کرتا ہے جیسے تم اپنے بچھڑوں کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے (جیسے تم میں سے کوئی اپنے ایک بچھیرے کی پرورش کرتا ہے) یہاں تک کہ ایک لقمہ احد پہاڑ کے برابر ہو جات اہے۔

اس حدیث پاک کی تصدیق اس فرمانِ الٰہی سے ہوتی ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

(التوبہ: ۱۰۴)

''کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ رب العزت ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے۔''

اور ارشاد فرمایا۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ (البقرہ:۲۷۶)

''اللہ رب العزت ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔''

صدقہ مال کو کم کرتا اور اللہ رب العزت اس کی بخشش کے بدلے انسان کی عزت و وقار کو بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ رب العزت کی رضا جوئی کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ رب العزت اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور نہ ہی بندہ صدقہ دینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے مگر وہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں جاتا ہے یعنی اللہ رب العزت اسے سائل کے ہاتھ میں لے جانے سے پہلے قبول کر لیتا ہے اور کوئی بندہ بے پروائی کے

باوجود سوال کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ رب العزت اس پر فقر کو مسلط کر دیتا ہے بندہ کہتا ہے میرا مال ہے میرا مال ہے مگر اس کے مال کے تین حصے ہیں، جو کھایا وہ فنا ہو گیا جو پہنا وہ پرایا ہو گیا جو راہِ خدا میں دیا وہ حاصل کر لیا اور جو اس کے سوا ہے وہ اسے لوگوں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے تم میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے مگر اللہ رب العزت بغیر کسی رجحان کے اس سے گفتگو فرمائے گا آدمی اپنی طرف دیکھے گا تو اسے وہی کچھ نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے اور بائیں طرف وہی کچھ دکھائی دے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے مقابل میں آگ نظر آئے گی پس تم اس آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی راہِ خدا میں دے کر بچ سکو۔

حدیث شریف میں ہے کہ اپنے چہروں کو آگ سے بچاؤ اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے کعب بن عجرہ! جنت میں وہ خون اور گوشت نہیں جائے گا جو حرام ذریعہ سے حاصل کردہ مال سے پلا پھولا ہو، اے کعب بن عجرہ! لوگ جانے والے ہیں، بعض جانے والے اپنے نفس کو رہائی دینے والے ہیں اور بعض اسے ہلاک کرنے والے ہیں، اے کعب بن عجرہ نماز نزدیکی ہے، روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے چکنے پتھر سے کائی اتر جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

فرمایا صدقہ اللہ رب العزت کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور موت کی زحمتوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ رب العزت صدقہ کے بدلہ ناگوار موت کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ لوگوں کے فیصلے ہونے تک لوگ اپنے صدقات کے سایہ میں رہیں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کوئی آدمی صدقہ کی چیز نہیں نکالتا مگر اسے ستر شیطانوں کے جبڑوں سے جدا کرتا ہے۔

حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کم

حیثیت شخص کا کوشش سے خرچ کرنا اور اپنے اہل وعیال سے اس کی ابتداء کرنا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ایک درہم سو درہم سے سبقت لے گیا ایک شخص نے عرض کیا وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کا بہت مال و دولت تھا اور اس نے اپنے پہلو سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ کر دیا اور دوسرے شخص کے پاس صرف دو درہم تھے اس نے ان میں سے ایک راہِ خدا میں دے دیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ اگر چہ اسے گائے بکری کا چرا ہوا سم ہی کیوں نہ دے دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات شخص ایسے ہیں جو رحمتِ الٰہی کے سایہ میں ہوں گے جس دن رحمتِ الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ ہے جس نے انتہائی رازداری سے راہِ خدا میں خرچ کیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

نیکی کے راستے یہ ہیں، بری جگہوں سے بچو، پوشیدہ صدقہ، اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور صلہ رحمی زندگی بڑھاتی ہے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ نیک کام کرو، بری جگہوں سے بچنا اور خفیہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور صلہ رحمی زندگی بڑھاتی ہے اور ہر اچھا کام صدقہ ہے، دنیا میں اچھے کام کرنے والے آخرت میں اچھے کام کرنے والوں میں ہوں گے، دنیا میں برائیاں کرنے والے آخرت میں برائیاں کرنے والوں کے ساتھ ہوں گے اور جنت میں سب سے پہلے بھلائی کرنے والے داخل ہوں گے۔

طبرانی اور احمد کی دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ صدقہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا دونا دوگنا اور اللہ رب العزت کے ہاں اس سے بھی زیادہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً

(البقرہ:۲۴۵)

''ہے کوئی جو اللہ رب العزت کو قرض حسنہ دے تو اس کے لئے بہت گناہ بڑھا دے۔''

نیز پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کونسا صدقہ افضل ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا فقیر کو پوشیدہ دینا اور کم مال والے کا کوشش سے خرچ کرنا،
پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

(البقرہ:۲۷۱)

''اگر خیرات اعلانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔''

جس نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک دھاگہ بھی موجود رہے گا اللہ رب العزت صدقہ دینے والے انسان کے عیوب کو ڈھانپتا رہے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جس مسلمان نے کسی برہنہ مسلمان کو کپڑا پہنایا اللہ رب العزت اسے جنت کا لباس پہنائے گا جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ رب العزت اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو سیراب کیا اللہ رب العزت اسے جنت میں مہر شدہ شراب طہور پلائے گا۔ مسکین کو صدقہ، خیرات ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دوہرا ثواب ہے، صدقہ کا اور صلہ رحمی کا ثواب۔

پوچھا گیا کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ہر اس رشتہ دار کو دینا جو تیرے لئے اپنے دل میں بغض وعداوت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا جس نے کسی شخص کو دودھ پینے کے لئے بکری وغیرہ دی تا کہ وہ اس کا دودھ پی کر اسے واپس کر دے یا قرض دیا یا سفر کا ساتھی دیا، اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، مزید فرمایا کہ ہر قرض صدقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں نے معراج کی رات جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا دس گنا اور قرض کا اٹھارہ گنا ثواب ہے۔

فرمایا جو کسی تنگ دست کی مشکل آسان کر دیتا ہے اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی کر دیتا ہے۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر واقف اور اجنبی پر تمہارا سلام کہنا، سائل نے عرض کی کہ مجھے ہر چیز کی حقیقت

بتلایئے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے، پھر میں نے کہا مجھے ایسے عمل کے متعلق بتایئے جس کے سبب میں جنت میں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلا، سلام کیا کر، صلہ رحمی کر اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھ تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت کی عبادت کرو، مسکینوں کو کھلاؤ اور سلام کرو، بسلامت جنت میں جاؤ گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ رحمت کے نزول کے اسباب میں سے مسلمان مسکین کو کھانا کھلانا ہے جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کھانے اور پینے سے سیراب کیا، اللہ رب العزت اس کے اور دوزخ کے درمیان ستر خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے جن میں سے ہر ایک خندق پانچ سو سال کے سفر کی مسافت پر ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ اے انسان! میں بیمار ہا تھا مگر تو نے عیادت نہیں کی تھی، انسان کہے گا میں تیری کیسے عیادت کرتا تو رب العالمین ہے۔

رب فرمائے گا تجھے معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو اس کی عیادت کو نہ آیا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے قریب پاتا۔ اے انسان! میں نے تجھ سے کھانا کھلانے کے لئے کہا تھا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں دیا تھا۔

انسان کہے گا اے اللہ رب العزت! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ تو رب العالمین ہے، رب فرمائے گا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اسے میرے یہاں حاصل کرتا، اے انسان! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا مگر تو نے مجھے سیراب نہیں کیا تھا۔ انسان کہے گا کہ میں تجھے کیسے سیراب کرتا تو تو رب العالمین ہے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر اسے پانی پلاتا تو میرے یہاں اس کا اجر پاتا۔

☆☆☆

باب 61:

مسلمان کی حاجت برآری

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:۲)

''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی معاونت کرو۔''

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بھائی کی امداد اور فائدے کے لئے قدم اٹھاتا ہے اسے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں جیسا ثواب ملتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت نے ایسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے جس کا کام لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے اور اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ انہیں عذاب نہیں کرے گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے وہ اللہ رب العزت سے گفتگو کر رہے ہوں گے حالانکہ لوگ ابھی حساب میں ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشش کرتا ہے چاہے اس کی حاجت پوری ہو یا نہ ہو، اللہ رب العزت کوشش کرنے والے کے اگلے پچھلے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کے لئے دو براتیں لکھ دی جاتی ہیں جہنم سے رہائی اور منافقت سے برأت۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، میں اس کے میزان کے قریب کھڑا ہونگا، اگر اس کی نیکیاں زیادہ ہوئیں تو صحیح ورنہ میں اس کی شفاعت کرونگا، یہ روایت حلیہ میں ابونعیم نے نقل کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلتا ہے اللہ رب العزت ہر قدم کے بدلہ اس کے نامۂ اعمال میں ستر نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ستر گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ پس اگر وہ حاجت اس کے

ہاتھوں پوری ہو جائے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آیا تھا اور اگر وہ اسی درمیان مر جائے تو بلا حساب جنت میں جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے اس کے ساتھ جاتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتا ہے اور دو خندقوں کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کے کچھ ایسے انعامات ہیں جو ان لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو لوگوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں اور جب وہ یہ طریقہ چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ رب العزت وہ انعامات دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کہ شیر اپنی دھاڑ میں کیا کہتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ اے اللہ رب العزت! مجھے کسی بھلائی کرنے والے پر مسلط نہ کرنا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ حدیث مرفوع بیان کرتے تھے کہ جب تم کسی ضرورت یا کام کا ارادہ کرو تو اسے جمعرات کے دن شروع کرو اور جب اپنے گھر سے نکلو تو سورۂ آل عمران کا آخری حصہ، آیت الکرسیٰ، سورۂ القدر اور سورۂ فاتحہ شریف پڑھو کیونکہ ان میں دنیا اور آخرت کی بہت سی حاجتیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین کہتے ہیں کہ میں کسی ضرورت کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے مجھے کہا کہ جب بھی آپ (رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین) کو کوئی ضرورت پیش آئے تو میری طرف کوئی قاصد بھیج دیں یا خد لکھ دیں کیونکہ مجھے اللہ رب العزت سے حیا آتی ہے کہ آپ (رضوان اللہ رب العزت عنہم اجمعین) میرے دروازہ پر تشریف لائیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے رب ذوالجلال کی قسم! جو ہر آواز کو سنتا

ہے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے دل میں مسرت کو جگہ دیتا ہے مگر اللہ رب العزت اسے سرور سے لطف عطا فرماتا ہے پھر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اس سرور کو اس طرح لے جاتی ہے جیسے پانی نشیب میں بہتا ہے یہاں تک کہ اسے اجنبی اونٹ کی طرح ہنکا دیا جاتا ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ناہنجار لوگوں سے حاجت طلب کرنے سے حاجت کا پورا نہ ہونا بہتر ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا اپنے بھائی کے پاس بہت زیادہ ضرورتیں لے کر نہ جاؤ کیونکہ بچھڑا جب تھنوں کو بہت زیادہ چوسنے لگتا ہے تو اس کی ماں اسے سینگ مارتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ وَّقَلْبُكَ سَاهٍ ذَهَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ كَمَاهِيْ

''جب تک تیرے مقدور میں ہو کسی احسان کرنے میں پس و پیش نہ کر اور یہ زندگی گزرنے والی ہے۔''

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ وَّقَلْبُكَ سَاهٍ ذَهَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ كَمَاهِيْ

''اور اللہ رب العزت کی اس نوازش کو یاد رکھ کہ اس نے تجھے لوگوں کا حاجت روا بنا دیا ہے مگر تو کسی کے پاس اپنی حاجت لے کر نہیں جاتا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ وَّقَلْبُكَ سَاهٍ ذَهَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ كَمَاهِيْ

''جہاں تک تجھ سے ممکن ہو لوگوں کی ضرورتیں پوری کر اور ان کا حاجت روا بھائی بن۔''

أَنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ وَّقَلْبُكَ سَاهٍ ذَهَبَ الْعُمْرُ وَالذُّنُوْبُ كَمَاهِيْ

''بے شک کسی جوان کا عمدہ دن وہی ہے جس میں وہ لوگوں کی حاجت روائی کرتا ہے۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں بھلائیوں کا صدور ہوتا ہے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ہاتھوں برائیاں فروغ پاتی ہیں۔

☆☆☆

باب 62:

فضائلِ وضو

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے وضو کیا اور بہترین طریقہ سے کیا پھر دو رکعتیں ادا کیں اور اس کے دل میں دنیاوی خیالات نہیں آئے وہ گناہوں سے اس دن کی طرح نکل گیا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں اور اس نے ان دو رکعتوں میں کوئی نامناسب حرکت نہیں کی تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کیا میں تمہیں ایسے کاموں کی خبر نہ دوں جن سے درجات بلند ہوتے ہیں اور جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں، تکلیف دہ اوقات میں مکمل وضو کرنا، مساجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ پناہ گاہیں ہیں یہ لفظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے۔

حضور ﷺ نے ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھو کر فرمایا یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ رب العزت نماز کو قبول نہیں کرتا اور آپ ﷺ نے دو دو مرتبہ اعضائے وضو کو دھو کر فرمایا کہ جس نے دو دو مرتبہ اعضائے وضو کو دھویا اسے دُہرا ثواب ملے گا اور آپ ﷺ نے تین تین مرتبہ اعضائے وضو کو دھویا اور فرمایا یہ میرا، مجھ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء کا اور ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے جو خلیل اللہ ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو وضو کے وقت اللہ رب العزت کو یاد کرتا ہے اللہ رب العزت اس کے تمام جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو شخص وضو کرتے وقت اللہ رب العزت کو یاد نہیں کرتا اس کا وہی حصہ پاک ہوتا ہے جس پر پانی لگتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو حالت وضو میں وضو کرتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں اللہ رب العزت دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ وضو پر وضو نور علی نور ہے۔ ان تمام روایت میں آپ

ﷺ نے نئے وضو کی فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس کی ترغیب دی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب بندۂ مسلم وضو کرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ ناک صاف کرتا ہے تو اس کے ناک سے گناہ نکل جاتا ہیں، جب وہ منہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پتلیوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں، جب وہ بازو دھوتا ہے تو اس کے ناخنوں کے نیچے تک کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں، جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ کانوں کے نیچے تک کے گناہ گر جاتے ہیں جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے تک کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کی عبادت میں داخل ہو جاتا ہے اور مروی ہے کہ باوضو آدمی روزہ دار کی طرح ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے بہترین وضو کیا پھر فراغت کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بہترین وضو شیطان کو تجھ سے دور بھگا دیتا ہے۔

مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ باوضو، ذکر اور استغفار کرتے ہوئے رات گزارے تو اسے ایسا کرنا چاہئے کیونکہ روحیں جس حالت میں قبض کی جاتی ہیں اسی حالت میں اٹھائی جائیں گی۔

مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رسول اللہ (ﷺ) کو کعبہ کا غلاف لانے کے لئے مصر بھیجا، وہ صحابی شام کے ایک علاقہ میں ایسی جگہ قیام پذیر ہوئے جس کے قریب اہل کتاب کے ایک ایسے بڑے عالم کا صومعہ تھا کہ کوئی اور عالم اس سے زیادہ باعلم نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاصد کے دل میں اس عالم سے ملنے اور اس کی علمی باتیں سننے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ وہ اس کی عبادت گاہ کے دروازہ پر آئے اور دروازہ

کھٹکھٹایا مگر بہت دیر کے بعد دروازہ کھولا گیا۔ پھر وہ عالم کے پاس گئے اور اس سے علمی گفتگو کرنے کی فرمائش کی اور اسے اس عالم کے تبحر سے بہت تعجب ہوا آخر میں انہوں نے دروازہ دیر سے کھولنے کی شکایت کی تو وہ عالم بولا کہ جب آپ آئے تو ہم نے آپ پر بادشاہوں جیسی ہیبت دیکھی لہٰذا ہم خوف زدہ ہو گئے اور ہم نے آپ کو دروازہ پر اس لئے روک دیا کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! جب تجھے کوئی بادشاہ خوف زدہ کر دے تو تو وضو کر اور اپنے گھر والوں کو بھی وضو کا حکم دے تو جس سے ڈر رہا ہے اس سے میری امان میں آجائے گا چنانچہ ہم نے دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ میں نے اور اس میں رہنے والے تمام آدمیوں نے وضو کر لیا، پھر ہم نے نماز پڑھی لہٰذا ہم تجھ سے بے خوف ہو گئے اور پھر ہم نے دروازہ کھول دیا۔

☆☆☆

باب 63:

فضیلتِ نماز

چونکہ نماز افضل ترین عبادت ہے لہٰذا ہم نے کتاب اللہ رب العزت کی پیروی کرتے ہوئے اس کی ترغیب دینے کے لئے دوسری مرتبہ اس کا ذکر کیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم تحریر کر چکے ہیں نماز کے فضائل میں اس سے کہیں زیادہ آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ بندے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں ہے کہ اسے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر مجھے جنت اور دو رکعت نماز میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کو کہا جائے تو میں جنت پر دو رکعت نماز کو ترجیح دونگا کیونکہ دو رکعتوں میں رضائے الٰہی اور جنت میں میری رضا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جب سات آسمانوں کو پیدا فرمایا تو انہیں فرشتوں سے ڈھانپ دیا، وہ اس کی عبادت سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہیں ہوتے اور اللہ رب العزت نے ہر آسمان کے فرشتوں کے لئے عبادت کی ایک قسم مقرر فرما دی ہے چنانچہ ایک آسمان والے قیامت تک کے لئے قیام میں ہیں، کسی آسمان والے رکوع میں، کسی آسمان والے فرشتہ سجود میں اور کسی آسمان والے اللہ رب العزت کی ہیبت اور جلال سے اپنے بازو جھکائے ہوئے ہیں، علیین اور عرش الٰہی کے فرشتے صف بستہ عرش الٰہی کا طواف کرتے رہتے ہیں، اللہ رب العزت کی حمد کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں مگر اللہ رب العزت نے یہ تمام عبادتیں ایک نماز میں جمع کر دی ہیں تا کہ مومنوں کو آسمانی فرشتوں کی ہر عبادت کا حصہ عنایت فرما کر انہیں عزت و توقیر بخشے اور اس میں تلاوت قرآن مجید کی عزت بخشی اور مومنوں سے عبادت کا شکر ادا کرنے کی فرمائش کی، نماز کا شکر اس کی مکمل شرائط و حدود سے ادائیگی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ

(البقرہ:۳)

''وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔''

اور ارشاد فرمایا۔

وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز قائم رکھو۔''

اور ارشادِ خداوندی ہوا۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ (طٰہٰ:۱۴)

''اور نماز قائم رکھ۔''

ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ (النساء:۱۶۲)

''اور نماز قائم رکھنے والے۔''

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی نماز کا ذکر ہے وہاں اسے قائم کرنے کا بھی حکم ہے اور اللہ رب العزت نے جب منافقوں کا ذکر کیا تو فرمایا۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ (الماعون:۴،۵)

''تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔''

اللہ رب العزت نے اس آیت میں منافقوں کو مصلین کہا ہے اور مومنوں کا ذکر کرتے وقت فرمایا۔

وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ (النساء:۱۶۲)

''اور نماز قائم رکھنے والے۔''

اور یہ اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نمازی تو بہت ہیں مگر صحیح معنی میں نماز قائم کرنے والے کم ہیں، غافل لوگ تو بس رواج کے طور پر عمل کرتے ہیں اور انہیں اس دن کی یاد نہیں آئی جس دن اعمال پیش کئے جائیں گے کیا معلوم ان کی نمازیں مقبول ہونگی یا

مردود؟

حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم میں سے بعض وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر ان کی نماز میں سے تہائی یا چوتھائی یا پانچواں یا چھٹا حصہ یہاں تک کہ آپ نے دسویں حصہ تک گنا اور فرمایا ثواب لکھا جاتا ہے یعنی نماز میں سے اسی حصہ کا ثواب ملتا ہے جس کا وہ مکمل یکسوئی اور توجہ سے پڑھتا ہے۔

حضور ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو کر مکمل یکسوئی سے دو رکعت نماز ادا کی وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوگیا جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کی نماز باعظمت تب ہوتی ہے جب اس کی تمام تر توجہ اللہ رب العزت کی طرف ہو اور جب اس کی توجہ الی اللہ نہ ہو اور وہ نفسانی خیالات میں مشغول ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی غلطیوں اور لغزشوں پر معذرت کرنے کے لئے بادشاہ کے دربار میں جارہا ہو اور جب وہ بادشاہ کے حضور پہنچ گیا اور بادشاہ اسے سامنے کھڑا دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دائیں بائیں دیکھنے لگے لہٰذا بادشاہ اس کی ضرورت پوری نہیں کرے گا اور بادشاہ اس کی توجہ کے مطابق اس پر عنایت کرے گا اور اس کی بات سنے گا اسی طرح جب بندہ نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور دوسری باتوں کے خیالات میں کھو جاتا ہے تو اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

جان لیجئے کہ نماز کی مثال اس دعوتِ ولیمہ کی سی ہے جسے بادشاہ نے منعقد کیا ہو اور اس میں قسم قسم کے کھانے تیار کئے گئے ہوں، کھانے اور پینے کی ہر چیز کی جداگانہ لذت اور ذائقہ ہو پھر وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے، ایسے ہی نماز ہے، اللہ رب العزت نے لوگوں کو اس کی جانب بلایا ہے اور اس میں مختلف افعال اور رنگا رنگ ذکر و دیعت رکھتے ہیں تاکہ بندے اس کی عبادت کریں اور عبودیت کے رنگا رنگ مزے لیں، اس میں افعال کھانے کی طرح اور اذکار پینے کی اشیاء جیسے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز میں بارہ ہزار افعال تھے، پھر یہ بارہ ہزار صرف بارہ افعال میں مخصوص کر دئے گئے لہٰذا جو شخص بھی نماز پڑھنا چاہے اسے ان بارہ چیزوں کا خیال رکھنا

چاہئے تاکہ اس کی نماز کامل ہو جائے جن میں سے چھ خارج نماز اور چھ داخل نماز ہیں۔ پہلا علم ہے کیونکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ وہ تھوڑا عمل جسے انسان مکمل عمل سے ادا کرے، اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جسے بے خبری اور جہالت میں ادا کیا جائے، دوسرا وضو ہے کیونکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ طہارت کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں تیسرا لباس ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:۳۱)

''اور اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔''

یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو، چوتھا وقت کی پابندی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا(النساء:۱۰۳)

''بے شک نماز مومنوں پر وقت مقرر پر فرض ہے۔''

پانچواں قبلہ کی جانب منہ کرنا ہے

فرمانِ الٰہی ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

(البقرہ:۱۵۰)

''اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف کرو۔''

چھٹی نیت ہے چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوٰى

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔''

ساتویں تکبیر تحریمہ ہے۔فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

''اس میں دنیاوی افعال کو حرام کرنے والی تکبیر تحریمہ اور حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔''

آٹھواں قیام ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (البقرہ:۲۳۸)

''اور کھڑے ہو کر اللہ رب العزت کے حضور ادب سے۔''

یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، نواں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل:۲۰)

''اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔''

دسواں رکوع ہے، ارشاد الٰہی ہے۔

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

گیارہواں سجدے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاسْجُدُوْا

''اور سجدہ کرو۔''

بارہواں قعدہ ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جب کسی آدمی نے آخری سجدہ سے سر اٹھایا اور تشہد پڑھنے کے بعد بقدر بیٹھ گیا تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔

جب یہ بارہ چیزیں پائی جائیں تو ان کے تکملہ کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہے خلوصِ قلب، تاکہ تیری نماز صحیح معنوں میں ادا ہو جائے اور فرمانِ الٰہی ہے۔

فَاعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (المؤمن:۱۴)

''تو اللہ رب العزت کی بندگی کرو نرے اس کے بندے ہو کر۔''

ہم نے سب سے پہلے علم کا تذکرہ کیا تھا علم کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ فرائض اور سنن کو علیحدہ علیحدہ سمجھتا ہو، وضو میں جو فرائض اور سنن ہیں، انہیں جانتا ہو کیونکہ یہ نماز کے مکمل کرنے کا ایک واسطہ ہیں اور شیطان کے مکروں کو جانتا ہو اور ان کے دفعیہ کے لئے اپنی کوشش صرف کرے۔

وضو تین چیزوں سے مکمل ہوتا ہے، پہلا یہ کہ تو اپنے دل کو کینہ، حسد اور عداوت

سے پاک کرے، دوسرا یہ کہ اپنے بدن کو گناہوں سے پاک کرے، تیسرا یہ کہ پانی کو ضائع نہ کرتے ہوئے اپنے اعضاء وضو کو خوب اچھی طرح دھوئے۔

لباس تین چیزوں سے مکمل ہوتا ہے پہلا یہ کہ وہ حلال کی کمائی سے حاصل کیا گیا ہو دوسرا یہ کہ نجاست سے پاک ہو، تیسرا یہ کہ اس کی وضع قطع سنت کے مطابق ہو، اور تکبر و خود بینی کے لئے ان کپڑوں کو نہ پہنا گیا ہو۔

پابندی وقت تین چیزوں پر منحصر ہے، اول یہ کہ تو اتنا علم رکھتا ہو کہ سورج، چاند اور ستاروں سے تو وقت کے تعین میں مدد لے سکے، دوم یہ کہ تیرے کان اذان کی آواز پر لگے رہیں، سوم یہ کہ تیرا دل نماز کے وقت کی پابندی کے متعلق متفکر ہو۔

استقبال قبلہ تین چیزوں سے مکمل ہوتا ہے پہال یہ کہ تیرا منہ کعبہ کی سمت ہو، دوسرا یہ کہ تیرا دل اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو اور تیسرا یہ کہ تو انتہائی انکساری سے حاضر ہو۔

نیت تین چیزوں سے مکمل ہوتی ہے پہلا یہ کہ تجھے علم ہو کہ تو کونسی نماز پڑھ رہا ہے دوسرے یہ کہ تجھے اس بات کا علم ہو کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑا ہو رہا ہے اور وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تو خوفزدہ ہو کر حاضر ہو، تیسرے یہ کہ تجھے معلوم ہو کہ اللہ رب العزت تیرے دل کے بھیدوں کو جانتا ہے لہٰذا تو اپنے دل سے دنیاوی خیالات یکسر ختم کر دے۔

تکبیر تحریمہ بھی تین چیزوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے پہلا یہ کہ تم صحیح معنوں میں اللہ رب العزت کی بڑائی بیان کرو اور صحیح طور پر اللہ اکبر کہو، دوسرا یہ کہ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھاؤ، تیسرا یہ کہ تکبیر کہتے ہوئے تمہارا دل بھی حاضر ہو اور انتہائی تعظیم سے تکبیر کہو۔

قیام بھی تین چیزوں سے کامل ہوتا ہے پہلی کہ تیری نگاہ سجدہ گاہ ہو، دوسرا یہ کہ تیرا دل اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو تیسرا یہ کہ تو دائیں بائیں توجہ نہ کرے۔

قرأت بھی تین چیزوں سے مکمل ہوتی ہے پہلا یہ کہ تو سورۂ فاتحہ کو صحیح تلفظ سے ٹھہر ٹھہر کر گانے کی طرز سے احتراز کرتے ہوئے پڑھے۔ دوسرا یہ کہ اسے غور و فکر سے پڑھے اور اس کے معانی میں سوچ بچار کرے تیسرا یہ کہ جو کچھ پڑھے اس پر عمل بھی کرے۔

رکوع بھی تین اشیاء سے کامل ہوتا ہے پہلا یہ کہ پیٹھ برابر رکھو، اونچا یا نیچا نہ رکھو،

دوسرا یہ کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، تیسرا یہ کہ کامل اطمینان سے رکوع کرو اور تعظیم وقار سے رکوع کی تسبیحات مکمل کرو۔

سجدہ بھی تین باتوں سے مکمل ہوتا ہے پہلا یہ کہ تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر رکھ، دوسرا یہ کہ کہنیاں کھلی رکھو تیسرا یہ کہ مکمل سکون سے سجدہ کی تسبیحات مکمل کر۔

قعدہ بھی تین چیزوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے پہلا یہ کہ تو دایاں پاؤں کھڑا رکھ اور بائیں پر بیٹھ، دوسرے یہ کہ تشہد پوری تعظیم سے پڑھ اور اپنے اور مسلمانوں کے لئے دُعا مانگ، تیسرے یہ کہ اس کے اختتام پر سلام پھیر۔

سلام اس طریقہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ دائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے تیری یہ سچی نیت ہو کہ میں دائیں طرف کے فرشتے، مردوں اور عورتوں کو سلام کر رہا ہوں اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے نیت کر اور اپنی نگاہ اپنے دو کندھوں سے متجاوز نہ کر۔

اسی طرح اخلاص بھی تین چیزوں سے پورا ہوتا ہے، ایک یہ کہ نماز سے تیرا مدعا رضائے الٰہی کا حصول ہو لوگوں کی رضا مندی کا حصول نہ ہو دوسرے یہ کہ نماز کی توفیق اللہ رب العزت کی طرف سے جان، تیسرے یہ کہ تو اس کی حفاظت کرتا کہ اسے قیامت کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کر سکے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

''جو شخص نیکیاں لے کر آیا۔''

یہ نہیں فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ بِالْحَسَنَةِ

''جس نے نیکی کی۔''

لہٰذا اپنی نیکیوں کو بُرے اعمال سے برباد کر کے اس کے حضور میں نہ جا۔

☆☆☆

باب 64:

آفاتِ قیامت

مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ (ﷺ)! کیا قیامت کے دن دوست دوست کو یاد کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا، میزانِ عمل کے وقت تا آنکہ وہ اپنا ہلکا یا بھاری پلڑا دیکھ نہ لے، نامۂ اعمال کے اڑنے کے وقت یا تو اسے دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دے دیا جائے اور اس وقت جبکہ جہنم سے آگ کی گردن باہر نکلے گی اور لوگوں کی طرف بڑھتی چلی جائے گی اور کہے گی میں ہر مشرک، سرکش، متکبر اور اس شخص پر مقرر کی گئی ہوں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تھا پس وہ انہیں اپنے شعلوں میں لپیٹ کر جہنم کی گھاٹیوں میں ڈال دے گا اور جہنم پر پل سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز پل ہے اور اس پر کانٹے ہوں گے لوگ اس پر بجلی کی چمک اور تیز ہوا کی طرح گزریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ رب العزت نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو پھر صور کو پیدا فرمایا اور اسرافیل کو دیا وہ اسے منہ میں رکھے، عرش کی طرف نگاہ جمائے کھڑا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بیل کا ایک سینگ ہے۔ میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بہت بڑے دائرے والا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کے دائرے کا قطر زمین اور آسمان کی چوڑائی کے برابر ہے اسے تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلے گھبراہٹ کے لئے، دوسرے موت کے لئے اور تیسری مرتبہ قبروں سے اٹھنے کے لئے، پھر روحیں ایسے نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں وہ زمین و آسمان کے خلا کو پر کر دیں گی اور ناک کے راستے جسموں میں داخل ہو جائیں گی، پھر فرمایا سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔

دوسری روایت میں ہے تب اللہ رب العزت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کو زندہ

کرے گا وہ حضور ﷺ کی قبر نور کی طرف آئیں گے ان کے ساتھ براق اور جنتی لباس ہوں گے پھر حضور ﷺ کی قبر نور شق ہوگی اور آپ ﷺ جبریل امین کو دیکھ کر فرمائیں گے کہ یہ کونسا دن ہے؟ جبرائیل عرض کریں گے یہ روزِ قیامت ہے، یہ مصیبت کا دن ہے یہ سختی کا دن ہے؟ آپ ﷺ فرمائیں گے اے جبرائیل! اللہ رب العزت نے میری امت کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ جبریل عرض کریں گے آپ کو بشارت ہو کہ سب سے پہلے شخص آپ (ﷺ) ہیں جن کی قبر شق ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت فرمائے گا اے جن و انس! میں نے تمہیں نصیحت کی تھی تو تمہارے نامۂ اعمال میں تمہارے اعمال درج ہیں، جو اپنا صحیفہ اچھا پائے وہ اللہ رب العزت کی حمد کرے اور جو اسے بہتر نہ پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔

جناب یحییٰ بن معاذ ترمذی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی مجلس میں یہ آیات سنیں۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا

(مریم:۸۶)

''جس دن ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔''

تو آپؒ نے فرمایا اے لوگو! نیکی اور بھلائی میں پیش پیش رہو۔ کل تم حشر کے دن قبروں سے اٹھائے جاؤ گے اور مختلف سمتوں سے فوج در فوج آؤ گے، اللہ رب العزت کے سامنے اکیلے اکیلے کھڑے ہو گئے اور تم سے ایک ایک حرف کا سوال کیا جائے گا نیک لوگ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سوار ہو کر گروہ در گروہ آئیں گے، بدکاروں کو پیدل اور پیاسا لایا جائے گا اور لوگ جماعت در جماعت جہنم میں داخل ہوں گے۔

اے بھائیو! تمہارے آگے ایک ایسا دن ہے جو تمہارے سال و ماہ کے اندازوں کے مطابق پچاس ہزار برس کا ہے۔

يَوْمُ الرَّاجِفَةِ

''تھرتھرانے والی کا دن۔''

یَوْمُ الازِفَۃِ

''قریب آنے والی کا دن۔''

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ

''جس دن لوگ جواب دہی کے لئے کھڑے ہوں گے پروردگار عالم کے سامنے۔''

یَوْمُ الْحَسْرَۃِ وَالنَّدَامَۃِ

''حسرت اور ندامت کا دن۔''

یَوْمُ الْمُحَاسَبَۃِ

''محاسبہ کا دن۔''

یَوْمُ الْمَسْأَلَۃِ

''سوالات کا دن۔''

یَوْمُ الصَّیْحَۃِ

''چیخ و پکار کا دن۔''

یَوْمُ الْحَاقَّۃِ

''ہوکر رہنے والی کا دن۔''

یَوْمُ القَارِعَۃِ

''(دہل ہلا دینے والی) کڑک کا دن۔''

یَوْمُ النُّشُوْرِ

''یوم نشور۔''

یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ

''جس دن دیکھ لے گا ہر شخص (اپنے عملوں کو) جو اس نے آگے بھیجے تھے۔''

یَوْمُ التَّغَابُنِ

''گھاٹے کے ظہور کا دن۔''

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

''اس دن (جبکہ) روشن ہوں گے کئی چہرے اور کالے ہوں گے کئی منہ۔''

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ رب العزت کے حضور قلب سلیم۔''

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

''اس روز نفع نہ دے گی ظالموں کو ان کی عذر خواہی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے دوزخ کا بدترین گھر ہوگا۔''

جو ہلچل مچانے والا اور بھاگ دوڑ کا دن ہے جس دن لوگ خالق کائنات کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے جو حسرت، افسوس، نکتہ چینی، محاسبہ، چیخ و پکار، مصیبت، سختی اور دوبارہ زندہ ہونے کا دن ہے جس دن انسان اپنے کئے ہوئے اعمال دیکھے گا، افسوس اور پچھتاوے گا جس دن بعض چہرے سفید اور بعض سیاہ ہوں گے جس دن کسی کو مال اور اولاد فائدہ نہیں دے گی مگر جو قلب سلیم لے کر آئے گا وہی فائدہ پائے گا جس دن ظالموں کو معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور ان کے لئے لعنت اور برا ٹھکانا ہوگا۔

جناب مقاتل بن سلیمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن مخلوق سو برس کامل خاموش رہے گی اور لوگ سو برس تک تاریکیوں میں حیران و پریشان رہیں گے اور سو برس وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں گے، رب کے ہاں جھگڑے کریں گے قیامت کے دن کی طوالت پچاس ہزار برس کی ہوگی مگر مومن مخلص پر ایسے گزرے گا، جتنا ہلکی فرض نماز پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بندے کے قدم اس وقت نہیں ہلیں گے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال نہیں کر لیا جائے گا، اس نے اپنی عمر کیسے صرف کی، اپنے آپ کو کس چیز میں مصروف رکھا، اپنے علم پر کتنا عمل کیا اور دولت کیسے کمائی اور کیسے خرچ کی ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت

نے ہر ایک نبی کو قبول ہونے والی ایک ایک دُعا عطا فرمائی تھی ان سب نے اپنی اپنی وہ دُعا دنیا میں مانگ لی مگر میں نے اپنی دُعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ رکھ لیا ہے۔

اے ربِ ذوالجلال! رسول اللہ ﷺ کی حرمت وتوقیر کے طفیل ہمیں بھی ان کی شفاعت سے محروم نہ فرما وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

☆☆☆

باب 65:

جہنم و میزان

اگر چہ جہنم اور میزان کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اب دوبارہ اس کا ذکر اس لئے کر رہے ہیں کہ شاید غافل و بیکار دل اس دوبارہ ذکر سے کچھ استفادہ کر سکیں اور بار بار ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے بھی پیش آتی کہ اللہ رب العزت کے فرمان کے اتباع ہو جائے کیونکہ اللہ رب العزت نے بھی قرآن مجید میں متعدد آیات پر اس کا ذکر فرمایا ہے اور جہنم اور میزان کے احوال کے ہولناکیوں کو بہت عظیم قرار دیا ہے تا کہ عقل مندوں کے دل اس کے زکر سے تنبہ حاصل کریں اور جان لیں کہ دنیا کا کوئی دکھ درد جہنم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور آخرت ہی عمدہ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جہنم سخت تاریک ہے جس میں کوئی روشنی اور شعلہ نہیں ہے، اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازہ پر ستر ہزار پہاڑ ہیں، ہر پہاڑ پر ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں آگ کے ستر ہزار مکانات ہیں، ہر مکان میں ستر ہزار آگ کے گھر ہیں، ہر گھر میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہیں، ہر بچھو کی ستر ہزار روئیں ہیں ہر دم میں ستر ہزار مہرے ہیں ہر مہرے میں زہر کے ستر ہزار مٹکے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا ان پر سے پردہ اٹھا لیا جائے گا تب جن وانس کے دائیں بائیں غبار کا خیمہ تن جائے گا، آگے بھی غبار، پیچھے بھی غبار اور ان کے اوپر بھی جہنم کا دھواں اور غبار ہوگا، جب وہ اسے دیکھیں گے تو گھٹنوں کے بل گر کر پکاریں گے کہ اے ربِ ذوالجلال! ہمیں اس سے بچا۔

مسلم شریف کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جہنم کو ستر ہزار لگام ڈال کر لایا جائے گا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے جہنم کے فرشتوں کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔

غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم: ۴)

''وہ سخت اور انتہائی مضبوط ہوں گے۔''

فرمایا ہر فرشتے کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ ایک سال کا سفر ہوگا اور ان میں اتنی طاقت ہوگی کہ اگر وہ اس ہتھوڑے سے جوان کے ہاتھوں میں ہوگا کسی پہاڑ پر ایک ضرب لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور وہ ہر ضرب سے ستر ہزار جہنمیوں کو جہنم کی گہرائیوں میں گرائیں گے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (المدثر:۳۰)

''اس پر انیس داروغہ ہیں۔''

اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ

''اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جہنم کی وسعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بخدا میں نہیں جانتا کہ جہنم کتنا وسیع وعریض ہے لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ جہنم پر متعین فرشتوں میں سے ہر ایک اتنا عظیم ہے کہ ان کے کان کی لو اور کندھے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کے سفر کے برابر ہے اور جہنم میں پیپ اور خون کی وادیاں بہتی ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ جہنم کی دیواروں کی چوڑائی چالیس سال کے سفر کے برابر ہے۔مسلم شریف کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر ویں حصہ کی گرمی کے برابر گرم ہے صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ بھی کافی گرم ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا جہنم کی آگ اس گرمی سے انہتر حصے زیادہ گرم ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اگر جہنمیوں میں سے کوئی جہنمی اپنی ہتھیلی دنیا میں نکال دے تو اس کی گرمی سے دنیا جل جائے اور اگر جہنم کے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ دنیا میں ظاہر ہو اور لوگ اسے دیکھ لیں تو اس کے جسم پر غضب الٰہی کے بے انتہا آثار دیکھ کر دنیا کے سب لوگ ہلاک ہو جائیں۔

مسلم وغیرہ کی حدیث ہے حضور ﷺ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے

دھما کہ سنا، حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس پتھر کے جہنم کی گہرائی میں گرنے کی آواز ہے جو آج سے ستر سال پہلے جہنم میں گرایا گیا تھا اور وہ اب اس کی گہرائی تک پہنچا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جہنم کو بہت یاد کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی شدید، اس کی گہرائی بہت بعید اور اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جہنم اپنے رہنے والوں کو اس طرح اچک لے گی جیسے پرندے دانوں کو اچک لیتے ہیں اور آپ سے اس فرمانِ الٰہی ۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (الفرقان:۱۲)

''جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔''

کے معنے دریافت کئے گئے کہ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جو عمداً کسی جھوٹی بات کو میری طرف منسوب کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان سمجھے، حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے یہ فرمانِ الٰہی نہیں سنا۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ (الفرقان:۱۲)

''جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی۔''

اس روایت کی وہ حدیث بھی تائید کرتی ہے جس میں ہے کہ جہنم سے گردن نکلے گی، جس کی دو آنکھیں دیکھنے کے لئے اور بولنے کے لئے زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ آج میں ہر اس شخص پر مقرر کی گئی ہوں جو اللہ رب العزت کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا اور وہ انہیں اس پرندے سے بھی زیادہ تیزی سے دیکھ لے گی جو تل پسند کرتا ہے اور زمین پر اسے ڈھونڈھ لیتا ہے۔

میزان جس میں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا نیکیوں کا پلہ نور کا اور برائیوں والا پلہ ظلمت کا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت عرشِ الٰہی کے دائیں اور جہنم بائیں جانب رکھی جائے گی، نیکیوں کا پلڑا دائیں اور برائیوں کا پلڑا اس کے بائیں طرف ہوگا

لہٰذا نیکیوں کا پلڑا جنت کی مقابل سمت میں اور برائیوں کا پلڑا جہنم کے مقابل ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نیکیاں اور برائیاں ایسے ترازو میں تولی جائیں گی جس کے دو پلڑے اور زبان ہوگی آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے، جب اللہ رب العزت بندوں کے اعمال تولنے کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں جسموں میں تبدیل فرما دے گا اور پھر قیامت کے دن انہیں تولا جائے گا۔

☆☆☆

باب 66:

مذمّتِ تکبّر وخود بینی

اللہ رب العزت تم کو اور مجھ کو دنیا اور آخرت میں بھلائی کی توفیق دے، خوب غور وفکر کرلو تکبر اور خود بینی فضائل سے دور کر دیتے ہیں اور رزائل کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں اور تیری رذالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تکبر تجھے نصیحت نہیں سننے دیتا اور تو اچھی عادتوں کے قبول کرنے سے پس وپیش کرتا ہے اس لئے دانش مندوں نے کہا ہے کہ حیا اور تکبر سے علم ضائع ہو جاتا ہے علم تکبر کے لئے مصیبت ہے جیسے کہ بلند و بالا عمارتوں کے لئے سیلاب مصیبت ہوتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹے ہوئے چلتا ہے اللہ رب العزت اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

داناؤں کا قول ہے کہ تکبر اور خود بینی کی وجہ سے ملک ہمیشہ نہیں رہتا اور اللہ رب العزت نے بھی تکبر کا فساد کے ساتھ بیان فرمایا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَايُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

(القصص:۸۳)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف:۱۴۶)

''اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دونگا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔''

ایک دانا کا قول ہے کہ جب میں کسی متکبر کو دیکھتا ہوں تو اس کے تکبر کا جواب تکبر سے دیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ابن عوانہ انتہائی متکبر آدمی تھا اس نے ایک مرتبہ اپنے غلام سے کہا پانی پلاؤ، غلام بولا ہاں ابن عوانہ یہ سن کر چلایا کہ ہاں تو وہ کہے جسے نہ کہنے کا اختیار ہو، یہ کہہ کر اسے طمانچے مارے اور اس نے مزارع کو بلا کر اس سے بات چیت کی، جب گفتگو سے فارغ ہوا تو پانی منگوا کر کلی کی تا کہ اس سے گفتگو کرنے کی نجاست دور ہو جائے اور کہا گیا ہے کہ فلاں نے خود کو تکبر کی اس سیڑھی پر پہنچا دیا ہے کہ اگر وہ گر گیا تو پھر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔

حافظ کا قول ہے کہ قریش میں بنو مخزوم اور بنو امیہ کا تکبر مشہور تھا جبکہ عرب میں بنو جعفر بن کلاب اور بنو زرارہ بن عدی کا تکبر مشہور تھا اور اکاسرہ لوگوں کو اپنا غلام تصور کرتے تھے اور خود کو ان کا مالک تصور کرتے تھے۔

بنو عبدالدار قبیلہ کے ایک آدمی سے کہا گیا کہ تم خلیفہ کے پاس کیوں نہیں آتے؟ وہ بولا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ پل میرے عزت واحترام کو نہیں اٹھا سکے گا۔

حجاج بن ارطاۃ سے کہا گیا کیا وجہ ہے کہ تم جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس نے جواب دیا کہ میں دکانداروں کے قرب سے گھبراتا ہوں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وائل بن حجر حضور ﷺ کے ہاں آیا اور آپ ﷺ نے اسے زمین کا ایک ٹکڑا دیا اور حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے وہ زمین دکھا دو اور لکھ بھی دو، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شدید گرمی کے عالم میں اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ اونٹنی پر سوار ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ پیدل چلنے لگے، جب انہیں گرمی نے نہایت تنگ کیا تو انہوں نے اسے کہا کہ مجھے اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھا لو اس نے کہا میں تمہیں اپنی اونٹنی پر نہیں بٹھاؤں گا کیونکہ میں ان کا بادشاہوں ہوں ان میں سے نہیں جو لوگوں کو اپنے پیچھے اونٹنیوں پر سوار کر لیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ننگے پاؤں ہوں مجھے اپنے جوتے ہی دے دو، وائل بولا اے ابوسفیان کے بیٹے! میں بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے تمہیں اپنے جوتے نہیں دیتا کہ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ یمن کے بادشاہوں کو یہ خبر ملے کہ تم نے میرے جوتے پہنے ہیں البتہ تمہاری عزت افزائی کے لئے اتنا کر سکتا ہوں کہ تم میری اونٹنی

کے سایہ میں چلتے رہو۔ کہتے ہیں کہ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ایک دفعہ آپ کے ہاں آیا تو آپ نے اسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور گفتگو کی۔

مسرور بن ہند نے ایک آدمی سے کہا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ بولا کہ نہیں، مسرور نے کہا میں مسرور بن ہند ہوں اس آدمی نے کہا میں تجھے نہیں پہچانتا۔ مسرور چلا کر بولا خدا اسے غارت کرے جو چاند کو نہیں پہچانتا۔

ایسے ہی متکبروں کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے۔

قُوْلُوْا لِاَحْمَقَ یَلْوِیْ اِلْیَتَہٗ اَخْدَعَہ لَوْ کُنْتَ تَعْلَمُ مَا فِی اِلْیَتِہٖ لَہٗ

''اس بے وقوف سے کہہ دو کہ جو تکبر سے اپنے سرین مٹکا کر چلا رہا ہے اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ ان میں کیا ہے تو تو حیران ہو۔''

اِلْیَۃٌ مُفْسِدَۃٌ لِلدِّیْنِ سُنْعِضَتْ لِلْعَقْلِ مُھْلِکَۃٌ لِلْعِرْضِ فَانْتَھِہٖ

''اس کا یہ فعل دین کا فساد، عقل کی کمی کا باعث اور عزت کی ہلاکت ہے، اس سے خبردار رہو۔''

اور کہا گیا ہے کہ ہر کمینہ آدمی تکبر کرتا ہے اور ہر بلند آدمی انکساری کو اپناتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، دائمی بخل، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی اور انسان کا خود کو بہت بڑا سمجھنا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے روکتا ہوں میں تمہیں شرک اور تکبر سے روکتا ہوں اور۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ زمین و آسمان اور ان میں موجود سب اشیاء ایک پلڑے میں اور یہ کلمہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تب بھی یہ کلمہ بھاری رہے گا اور اگر آسمان و زمین ایک دائرے میں رکھ دئے جائیں اور یہ کلمہ ان کے اوپر رکھ دیا جائے تو وہ

انہیں دو ٹکڑے کر دے گا اور تمہیں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ کلمہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اللہ رب العزت نے کتاب کا علم دیا اور وہ متکبر ہو کر نہیں مرا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے بازار سے گزرے، آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) کو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے حالانکہ آپ (رضی اللہ عنہ) کو ان کی ضرورت نہیں ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چاہا لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھا کر بازار سے گزروں تا کہ میرے دل میں سے تکبر نکل جائے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ تَبَرُّجًا

''اور وہ عورتیں اپنے پیر زمین پر نہ ماریں۔''

کے یہ معنی ہیں کہ وہ اظہارِ زینت اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اگر ایسا کریں تو یہ ان کے لئے حرام ہے اور اسی طرح جو شخص تکبر کے طور پر اپنا جوتا زمین پر زور زور سے مار کر چلتا ہے تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں سراسر تکبر ہی تکبر ہے۔

☆☆☆

باب 67:

یتیم سے بھلائی اور اس پر ظلم سے احتراز

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہونگے اور پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو تھوڑا سا کھول کر ان کی طرف اشارہ فرمایا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا چاہے وہ یتیم اس کا عزیز ہو یا کوئی غیر، جنت میں ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں، اور مالک نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

بزاز کی حدیث ہے کہ جس نے کسی یتیم کی پرورش کی، چاہے وہ یتیم اس کا عزیز ہی کیوں نہ ہو پس وہ اور میں جنت میں ایسے ہوں گے جیسے یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں اور جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی وہ جنت میں ہوگا اور اسے راہِ خدا میں روزہ دار اور نمازی مجاہد کے برابر ثواب ملے گا۔

ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے کہ جس شخص نے تین یتیموں کی پرورش کی ذمہ داری اٹھالی اور اس شخص کی طرح ثواب پائے گا جو رات کو عبادت کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لئے تلوار لے کر نکل کھڑا ہوتا ہے میں اور وہ جنت میں ایسے دو بھائی ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں، پھر آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔

ترمذی نے بسندِ صحیح روایت کی ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان یتیم کی کھانے پینے کے معاملے میں کفالت کی تو اللہ رب العزت نے اسے جنت میں بھیجے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو لائق بخشش نہ ہو۔

ترمذی کی بسندِ حسن روایت ہے کہ جس کسی نے یتیم کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ اپنے پیروں کر کھڑا ہونے کے لائق ہوگیا تو اللہ رب العزت اس کے لئے جنت واجب کر دیتا

ہے۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور ایک مسلمان کا برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کو دکھ اور تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔

ابویعلی نے بسندِ حسن روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے جنت کا دروازہ کھلے گا مگر میں ایک عورت کو اپنے آگے دیکھ کر پوچھوں گا کہ تم کون ہو اور مجھ سے پہلے کیوں جارہی ہو؟ وہ کہے گی میں ایسی عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے گھر بیٹھی رہی۔

طبرانی کی روایت ہے جس میں ایک کے سوا سب راوی ثقفہ ہیں اور اس کے باجود یہ روایت متروک نہیں ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اللہ رب العزت قیامت کے دن اس شخص پر عذاب نہیں کرے گا جس نے یتیم پر رحم کیا اور اس سے نرم گفتگو کی اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کرتے ہوئے اور اللہ رب العزت کے دئے ہوئے مال کی وجہ سے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس پر زیادتی وظلم نہیں کیا۔

امام احمد رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث ہے کہ جس شخص نے اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اسے ہر اس بال کے بدلہ میں جو اس کے ہاتھ کے نیچے آیا، نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے کسی یتیم سے نیکی کی یا اس کی پرورش کی تو میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔

محدثین کی ایک جماعت نے یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا کہ تیری آنکھوں کی بینائی چلے جانے کہ جھک جائے اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائیوں کے ناروا سلوک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں ایک مرتبہ بھوکا روزہ دار یتیم آیا انہوں نے گھر والوں کے تعاون سے بکری ذبح کر کے کھائی مگر یتیم کو کھانا نہ کھلایا پس اللہ رب العزت نے انہیں خبر دی کہ میں اپنی مخلوق میں سے اسے سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں جو یتیموں اور مسکینوں سے محبت رکھتا ہے اور انہیں حکم دیا کہ کھانا تیار کرو اور مسکینوں، یتیموں کو بلا کر کھلاؤ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

صحیحین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ، یتیم اور مسکین کی پرورش کرنے والا ایسا ہے جیسے راہِ خدا جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔ راوی کہتا ہے غالباً آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح اجر پاتا ہے جو راتوں کو عبادت کرتا ہے اور دن میں روزہ سے رہتا ہے۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ بیوہ اور مسکین کی نگہداشت کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو راتوں کو عبادت کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

بزرگانِ سلف میں سے ایک سے منقول ہے کہ میں ابتدائی زندگی میں عادی شرابی اور بدکار تھا میں نے ایک دن کسی یتیم کو دیکھا تو اس سے نہایت اچھا برتاؤ کیا جیسے باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے بلکہ اس سے بھی عمدہ سلوک کیا۔ جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ جہنم کے فرشتے انتہائی بے دردی سے مجھے گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اور اچانک وہ یتیم درمیان میں آ گیا اور کہنے لگا اسے چھوڑ دو تا کہ میں رب سے اس کے بارے میں گفتگو کر سکوں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تب ندا آئی اسے چھوڑ دو، ہم نے اس یتیم پر رحم کرنے کی وجہ سے اسے بخش دیا ہے پھر میں جاگ پڑا اور اسی دن سے میں یتیموں کے ساتھ انتہائی باوقار سلوک کرتا ہوں۔

سادات کے کھاتے پیتے گھرانوں میں سے ایک گھر میں سید زادیاں رہتی تھیں، کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ ان کا باپ فوت ہو گیا اور وہ کم سن جانیں یتیم اور فقر و فاقہ کا شکار ہو گئیں یہاں تک کہ انہوں نے شرم کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ دیا، وطن سے نکل کر کسی شہر کی ویران مسجد میں ٹھہر گئیں۔ ان کی ماں نے انہیں وہیں بٹھایا اور خود کھانا لینے کے لئے باہر نکل گئی۔

چنانچہ وہ شہر کے ایک امیر شخص کے پاس پہنچی جو مسلمان تھا اور اسے اپنی ساری سرگذشت سنائی مگر وہ نہ مانا اور کہنے لگا تم ایسے گواہ لاؤ جو تمہارے بیان کی تصدیق کریں تب میں تمہاری امداد کروں گا اور وہ عورت یہ کہہ کر وہاں سے چل دی کہ میں غریب الوطن گواہ کہاں سے لاؤں؟ پھر وہ ایک مجوسی کے پاس آئی اور اسے اپنی کہانی سنائی چنانچہ اس مجوسی نے اس کی باتوں کو صحیح سمجھ کر اپنے یہاں کی ایک عورت کو بھیجا کہ اسے اور اس کی بیٹیوں کو میرے

گھر پہنچا دو، اس شخص نے ان کی عزت اور احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، جب آدھی رات گزر گئی تو اس مسلمان امیر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر مبارک پر لوا الحمد باندھا ہے اور ایک عظیم الشان محل کے قریب کھڑے ہیں اس امیر نے آگے بڑھ کر پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) ! یہ محل کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان مرد کے لئے ہے، امیر نے کہا میں خدا کو ایک ماننے والا مسلمان ہوں اور حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ تم اس بات کے گواہ لاؤ کہ واقعی تم مسلمان ہو وہ بہت پریشان ہوا تو حضور ﷺ نے اسے اس سیدہ عورت کی بات یاد دلائی جس سے اس نے گواہ مانگے تھے۔

امیر یہ سنتے ہی اچانک جاگ کھڑا ہوا اور اسے انتہائی غم واندوہ نے آگھیرا، وہ اس سیدہ عورت اور ان کی بچیوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور تلاش کرتے کرتے اس مجوسی کے گھر جا پہنچا اور اس سے کہا کہ یہ سید زادی اور اس کی بچیوں کو مجھے دے دو مگر مجوسی نے انکار کر دیا اور بولا میں نے ان کے سبب عظیم برکتیں پائی ہیں، امیر نے کہا مجھ سے ہزار دینار لے لو اور انہیں میرے سپرد کر دو لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا تب اس امیر کے دل میں اسے تنگ کرنے کا خیال آیا اور مجوسی اس کی بری نیت دیکھ کر بولا جنہیں تم لینے آئے ہو، میں ان کا تم سے زیادہ حق دار ہوں اور تو نے خواب میں جو محل دیکھا ہے وہ میرے لئے بنایا گیا ہے کیا تجھے اپنے مسلمان ہونے کا فخر ہے، بخدا میں اور میرے گھر والے اس وقت تک نہیں سوئے جب تک کہ ہم سب اس سیدہ کے ہاتھ پر اسلام نہیں لائے اور میں نے بھی تیری طرح خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا سید زادی اور اس کی بیٹیاں تیرے پاس ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے فرمایا یہ محل تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے ہے۔ مسلمان امیر یہ بات سنتے ہی واپس لوٹ گیا اور اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے کہ وہ کس حرمان و یاس کے ساتھ واپس ہوا ہوگا۔

☆☆☆

باب 68:

مذمتِ اکلِ حرام

فرمانِ الٰہی ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔''

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے لہٰذا اسے سود، جوا، غضب، چوری، خیانت، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کھا کر مال ہتھیانے کے معنوں میں لیا گیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان ناحق حاصل کر لیتا ہے کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں کچھ کھانا پینا بھی ممنوع سمجھ لیا تب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَّ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ (النور:٦١)

''اور نہ تم میں سے کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر۔''

اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد غلط بیع ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اس قول سے کہ ''یہ آیت محکمات میں سے ہے جس کا حکم قیامت تک باقی رہے گا'' اس سے یہ مراد ہے کہ ناحق طریقہ سے کھانا ہر اس چیز کو شامل ہے جو غلط طریقے سے حاصل کی جائے، چاہے وہ ظلم کر کے لی جائے جیسے غصب، خیانت اور چوری وغیرہ یا لہو ولعب سے حاصل کی جائے جیسے جوا یا کھیل کود کے ذریعہ حاصل کریں یا مکر اور دھوکہ سے حاصل کی جائے جیسے ناجائز طور پر خرید وفروخت کی جائے اور میرے اس قول کی تائید میں بعض علماء کا قول بھی ہے کہ یہ آیت انسان کے اپنے مال کو بھی ناجائز طریقتوں سے خرچ کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور دوسروں کے مال کو مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت میں حاصل کرنے کی بھی ممانعت کرتی ہے اور فرمانِ الٰہی۔

اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ (النساء:٢٩)

''مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔''

اس میں استثنائے منقطع ہے یعنی تجارت کے ذریعہ تم مال لے سکتے ہو کیونکہ تجارت اس جنس میں سے نہیں ہے جس کی ممانعت کر دی گئی ہے خواہ اس کو کسی معنی پر محمول کیا جائے اور اس کی تاویل سبب سے کرنا تا کہ استثنار متصل بن جائے یہ درست نہیں ہے اگر چہ تجارت تبادلہ کے عقد کے ساتھ خاص ہے مگر دوسرے دلائل کی روشنی میں اس کا اطلاق قرض و ہبہ پر بھی ہوتا ہے اور فرمانِ الٰہی ۔

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

سے مراد یہ ہے کہ خوش دلی اور جائز طریق پر ہو کھانے کا خصوصی ذکر کرنا قید لگانے کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے ہے کہ عام طور پر کھانا ہی مقصود ہوتا ہے یہ بالکل اس طرح ہے جیسے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا

(النساء:۱۰)

''وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نیری آگ بھرتے ہیں۔''

اس سلسلہ کے دلائل کثیر اور احادیثِ مقدسہ میں اس کے متعلق وارد شدہ تنبیہات بے شمار ہیں جن میں سے ہم بعض کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت پاک ہے وہ پاک چیزوں کو قبول فرماتا ہے اور اس نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا ہے۔

چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا (المومنون:۵۱)

''کھاؤ اور اچھا کام کرو۔''

اور دوسری آیت میں فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ:۱۷۲)

''کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔''

پھر آپ نے ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا جو طویل سفر کے بعد بکھرے بالوں اور غبار آلود چہرے کے ساتھ آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اے اللہ ! اے اللہ! کہتا ہے حالانکہ اس کا کھانا پینا، لباس اور غذا سب حرام ہوتا ہے اس صورت میں اس کی دُعا ربِ جلیل کیسے قبول فرمائے گا۔

طبرانی نے اسنادِ حسن سے یہ روایت کی ہے کہ رزق حلال تلاش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے کہ فرائض نماز کے بعد رزقِ حلال طلب کرنا بھی فرض ہے، ترمذی اور حاکم کی حدیث ہے کہ جس نے حلال کھایا یا سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہے، وہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین) نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ چیز تو آج آپ کی امت میں بہت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کچھ وقت ایسا ہوگا۔

احمد وغیرہ نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے جب تیرے اندر چار چیزیں ہوں تو دنیا کی کوتاہیاں تجھے نقصان نہیں دیں گی، امانت کی نگہبانی، راست گوئی، حسنِ خلق اور رزق حلال۔

طبرانی کی حدیث ہے، اس کے لئے خوشخبری ہے جس کا کسب عمدہ، باطن صحیح، ظاہر باعزت اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں، اے خوشخبری ہو جس نے علم کے ساتھ عمل کیا زائد مالِ راہِ خدا میں خرچ کیا اور غیر ضروری باتیں کرنے سے اجتناب کیا۔

طبرانی میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اے سعد! حلال کا کھانا کھا تیری دعائیں قبول ہونگی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) جب آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی جو بندہ حرام سے اپنا گوشت بڑھاتا ہے (جہنم کی) آگ اس کے بہت قریب ہوتی ہے۔

مسند بزاز میں بسندِ منکر روایت ہے کہ اس کا دین نہیں جس میں امانت نہیں اور نہ اس شخص کی نماز اور زکوٰۃ ہے جس نے حرام کا مال پایا اور اس میں سے قمیض پہن لیا، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ اسے اتار نہیں دیتا کیونکہ شانِ الٰہی اس چیز سے بلند و بالا

ہے کہ وہ ایسے شخص کی نماز قبول کرے یا کوئی اور عمل قبول کرے کہ جس کے جسم پر حرام کا لباس ہو۔

احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا جس شخص نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہتا ہے، اللہ رب العزت اس کی نماز قبول نہیں فرماتا، پھر انہوں نے اپنے دونوں کانوں میں دو انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو تو یہ دونوں بہرے ہو جائیں۔

بیہقی کی روایت ہے کہ جس نے چوری کا مال خریدا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ بھی اس کی رسوائی اور گناہ میں شریک ہوگا۔

حافظ المنذری نے قابلِ حسن اسناد یا موقوف سند کے ساتھ اور احمد نے بہ سند جید یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے کر پہاڑ کی طرف نکل جائے اور لکڑیاں اکٹھی کر کے پیٹھ پر لاد کر لے آئے اور انہیں بیچ کر کھائے وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں حرام کا لقمہ ڈالے۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے حرام کا مال جمع کیا، پھر اسے صدقہ کر دیا تو اسے کوئی اور اجر نہیں ملے گا اور اس کا گناہ اسی پر رہے گا۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ جس نے مالِ حرام حاصل کر کے اس سے کسی کو آزاد کیا اور صلہ رحمی کی یہ اس کے لئے ثواب کی بجائے عذاب اور گناہ کا موجب ہوگا۔

احمد وغیرہ نے یہ حدیث نقل کی ہے، جس کی سند کو بعض محدثین نے حسن کہا ہے کہ اللہ رب العزت نے جیسے تمہارے درمیان رزق تقسیم کر دیا ہے ایسے ہی عادات تقسیم کر دی ہیں۔

اللہ رب العزت نے ہر انسان کو، خواہ وہ دنیا کو اچھا سمجھتا ہو یا بُرا، دنیا دیتا ہے اور دین اسے دیتا ہے جو دین کو پسند کرتا ہے اور اللہ رب العزت جیسے دین دیتا ہے اسے محبوب

رکھتا ہے، بخدا بندہ اس وقت تک کامل مسلمان نہیں بنتا جب تک کہ اس کی زبان اور دل سلام نہ لائے اور اس کی زبان اور دل سے لوگ سلامت نہ رہیں اور اس وقت تک بندۂ مومن نہیں بنتا جب تک اس کے ہمسائے اس کے کینے اور ظلم سے محفوظ نہ ہوں اور بندہ حرام کی کمائی سے جو کچھ حاصل کرتا ہے اس میں سے اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ ہی راہِ خدا میں اس کو دینے سے اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور جو مال وہ اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کا سامان ہوتا ہے بے شک اللہ رب العزت برائی سے برائیوں کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکیوں سے برائیوں کو مٹاتا ہے، بے شک خبیث چیز سے خبیث چیز نہیں مٹتی۔

ترمذی نے حسن، صحیح اور غریب قرار دے کر یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کی وجہ سے اکثر لوگ جہنم میں جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ، اور ان چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کے سبب اکثر لوگ جنت میں جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا خوفِ خدا اور حسن خلق۔

ترمذی نے بسندِ صحیح یہ حدیث روایت کی ہے کہ بندہ اس وقت تک قیامت کے دن نہیں ہلے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال نہیں ہو جائے گا، اس نے اپنی عمر کیسے پوری کی، اپنی جوانی کن کاموں میں صرف کی، مال کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔

بیہقی کی حدیث ہے کہ دنیا سرسبز اور شیریں ہے، جس شخص نے اس میں حلال طریقہ سے مال کمایا اور اسے صحیح طور پر خرچ کیا، اللہ رب العزت اسے اس کا ثواب دے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے اس میں ناجائز طریقوں سے مال کمایا اور ناجائز طریقوں سے اسے خرچ کیا، اللہ رب العزت اسے جہنم میں بھیجے گا اور ان بہت سے لوگوں کے لئے جو مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بھول جاتے ہیں، قیامت کے دن جہنم ہوگا اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (بنی اسرائیل:۹۷)

''جب کبھی بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔''

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو گوشت اور خون حرام کے مال

سے پیدا ہوا اس پر جنت حرام ہے اور جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ جو گوشت مالِ حرام سے پرورش پاتا ہے آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے ایک روایت میں ہے کہ جو گوشت ناجائز طریقوں سے حاصل کردہ مال سے پرورش پائے، اس کے لئے آگ زیادہ مناسب ہے، ایک اور روایت میں بسندِ حسن نقل کیا گیا ہے کہ وہ جسم جنت میں نہیں جائے گا جس نے حرام مال سے غذا حاصل کی ہو۔

☆☆☆

باب 69:

ممانعت سودخواری

سودخواری کی ممانعت میں کافی آیات نازل ہوئی ہیں اور بہت سی احادیث بھی اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ بخاری اور ابوداؤد کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے جسم پر نقش گودنے والے اور نقش گدوانے والے، سود دینے والے اور سود لینے والے پر لعنت کی ہے اور کتے کی قیمت لینے اور بدکاریوں سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

احمد، ابویعلی، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا سود لینے والا، سود دینے والا، اس پر گواہ بننے والے، اس کی تحریر کرنے والے پر جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ تحریر سود کے لئے ہو رہی ہے جسم پر پھول گودنے والے، پھول گدوانے والے پر، جو اپنی خوبصورتی کے لئے ایسا کرتا ہے، صدقہ سے انکار کرنے والا اور بدوی جو ہجرت کے بعد پھر مرتد ہوا، سب محمد ﷺ کی زبان مبارک سے ملعون قرار پائے ہیں۔

حاکم نے بسند صحیح روایت کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں جن کے لئے اللہ رب العزت نے لازم کر دیا ہے کہا انہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، شرابی اور سودخوار، ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

حاکم کی ایک روایت ہے جسے صحیح قرار دیا گیا ہے کہ سود کے تہتر دروازے ہیں جن میں سب سے کمتر یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کر لے۔

بزاز نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ سود کے کچھ اوپر ستر اقسام ہیں، اسی طرح شرک بھی ہے، بیہقی کی روایت ہے کہ سود کے ستر دروازے ہیں اور سب سے ادنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا، وہ درہم جو انسان سود میں لیتا ہے، اللہ رب العزت کے نزدیک حالتِ اسلام میں تینتیس زنا سے بھی بدتر ہے، اس روایت کی سند میں انقطاع ہے اور ابن ابی الدنیا اور بغوی نے اسے موقوفاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ حدیث موقوف بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ایک سودی درہم کا مذکورہ بالا تعداد میں زنا کرنے سے بھی اللہ رب العزت کے ہاں بہت بڑا گناہ ہونا، وحی کے بغیر معلوم ہونا ناممکن ہے گویا کہ انہوں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سُنی ہوگی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے، سود کے بہتر گناہ ہیں اس کا سب سے ادنیٰ گناہ حالت اسلام میں کسی کا اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم کچھ اوپر تیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے، اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ رب العزت قیامت کے دن ہر نیک اور بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دے گا مگر سود خور کھڑا نہیں ہوگا لیکن جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے آسیب سے باؤلا کر دیا ہو۔

احمد نے بسندِ جید حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں تینتیس مرتبہ زنا کرنے کو ایک درہم سود کھانے سے اچھا سمجھتا ہوں، جب میں سود کماؤں تو اللہ رب العزت ہی جانتا ہے کہ میں کیا کھا رہا ہوں۔

احمد نے بسندِ صحیح اور طبرانی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا انسان کا جان بوجھ کر ایک درہم سود کھانا تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو خطبہ دیا اور سود اور اس کی برائیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا ایک درہم ہے جسے آدمی بطورِ سود لیتا ہے، اللہ رب العزت کے ہاں انسان کے تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے، اور سب سے بڑا سود مسلمان کے مال میں سے کچھ لینا ہے۔

طبرانی نے صغیر اور اوسط میں روایت کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ناجائز طور پر کسی ظالم کی اعانت کی تاکہ وہ کسی کا مال دبائے تو ایسا شخص اللہ رب العزت اور اس کے رسول کی ذمہ داری سے بری ہے اور جس نے ایک درہم سود کھایا وہ تینتیس مرتبہ زنا کرنے کے برابر ہے اور جس کا گوشت مالِ حرام کھا کر بڑھا، جہنم ایسے شخص کا زیادہ مستحق

ہے۔

بیہقی کی روایت ہے کہ سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں، اس کا سب سے کمتر گناہ حالتِ اسلام میں ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور سود کا ایک درہم ترپن مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔

طبرانی نے اوسط میں عمرو بن راشد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سود کے بہتر دروازے ہیں، ان میں سے ادنیٰ دروازہ (گناہ) آدمی کا اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بُرا سود یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کے مال کی طرف ہاتھ لمبا کرے (سود میں مسلمان بھائی کا مال لے)۔

ابن ماجہ اور بیہقی نے ابی معشر سے، انہوں نے ابوسعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سود میں ستر گناہ ہیں سب سے ادنیٰ گناہ یہ ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں سے نکاح کرلے۔

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو بڑا ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا جب کسی شہر میں زنا اور سود عام ہو جائے تو انہوں نے گویا خود ہی اللہ رب العزت کے عذاب کو دعوت دے دی ہے۔

ابویعلی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی قوم کا زنا اور سود خوری ظاہر نہیں ہوتے مگر وہ لوگ عذابِ الٰہی کو اپنے لئے حلال کر لیتے ہیں (یعنی جو قوم زنا اور سود خوری میں مبتلا ہے اس نے گویا عذابِ الٰہی کو دعوت دی ہے)۔

احمد نے یہ حدیث نقل کی ہے ایسی کوئی قوم نہیں جس میں سود چل نکلے مگر وہ قحط سالی میں مبتلا کی جاتی ہے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے، اللہ رب العزت اسے خوف اور قحط عام میں مبتلا کر دیتا ہے چاہے بارش ہی کیوں نہ ہو جائے۔

احمد نے ایک طویل حدیث میں، ابن ماجہ نے مختصراً اور اصبہانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج میں سیر کرائی گئی اور ہم ساتویں

آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر دیکھا تو مجھے بجلی کی کڑک اور گرج چمک نظر آئی، پھر میں نے ایسی قوم کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے اور باہر سے ان کے پیٹوں میں چلتے پھرتے سانپ نظر آرہے تھے، میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سودخوار ہیں۔

اصبہانی نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج کرائی گئی تو میں نے آسمانِ دنیا میں ایسے آدمیوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے تھے، ان کے پیٹ جھکے ہوئے تھے اور وہ فرعون کے پیروکاروں کے راستوں میں پڑے ہوئے تھے اور وہ ہر صبح وشام جہنم کے کنارے کھڑے ہوکر کہتے، اے اللہ رب العزت! قیامت کبھی قائم نہ کرنا، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون ہیں؟ جبریل نے عرض کی کہ یہ آپ کی امت کے سودخور ہیں، وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان آسیب سے باؤلا کر دیتا ہے۔ اصبہانی کا قول ہے کہ آلِ فرعون جو صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں، انہیں روندتے ہوئے گزریں گے۔

طبرانی نے سندِ صحیح سے روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے زنا، سود اور شراب عام ہو جائے گا۔

طبرانی نے قاسم بن عبداللہ الوراق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو صیارفہ (جہاں سود وغیرہ کا کاروبار ہوتا ہے) کے بازار میں دیکھا وہ اہلِ بازار سے کہہ رہے تھے اے اہل صیارفہ! تمہیں خوشخبری ہو، انہوں نے کہا اللہ رب العزت آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابومحمد! آپ ہمیں کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو صیارفہ کے لئے فرماتے سنا ہے کہ انہیں آگ کی بشارت دے دو۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کی مغفرت نہیں ہوتی۔ خیانت ایسا ہی ایک گناہ ہے جو جس چیز میں خیانت کرتا ہے قیامت کے دن اسے اسی کے ساتھ لایا جائے گا، سودخوری جو سود کھاتا ہے وہ قیامت کے دن پاگل آسیب زدہ اٹھایا جائے گا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرہ:۲۷۵)

''وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے، وہ جسے آسیب نے چھوڑ کر مخبوط بنا دیا ہے۔''

اصبہانی کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سود خور پاگل کی طرح اپنے دونوں پہلوں کو کھینچتا ہوا آئے گا پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرہ:۲۷۵)

''وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے، وہ جسے آسیب نے چھوڑ کر مخبوط بنا دیا ہے۔''

ابن ماجہ اور حاکم کی حدیث ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی سود سے اپنا مال بڑھا لیتا ہے آخر کار وہ تنگدستی کا شکار بنتا ہے۔

حاکم نے بہ سند صحیح حدیث نقل کی ہے کہ سود خواہ کتنا ہی بڑھ جائے آخر کار قلت پر منتج ہوتا ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے (محدیث نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن رضی اللہ عنہ کے سماعِ حدیث میں اختلاف کیا ہے، جمہور کا قول ہے کہ سماع ثابت نہیں ہے) حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھاتا ہو اور جو سود نہیں کھائے گا سود کا غبار اس تک ضرور پہنچ جائے گا۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے البتہ میری امت کے لوگ برائیوں میں رات گزاریں گے، عیش وعشرت کریں گے اور لہو ولعب میں مشغول ہوں گے۔ جب صبح ہوگی تو حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے، عورتوں سے گانا بجانا سننے، شراب پینے، سود کھانے اور ریشم پہننے کے سبب سور اور بندر بن جائیں گے۔

احمد اور بیہقی کی حدیث ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اس امت کا ایک گروہ کھانے

پینے اور لہو ولعب میں رات گزارے گا جب صبح کریں گے تو ان کی صورتیں مسخ ہو چکی ہونگی، وہ بندر اور خنزیر ہونگے اور البتہ وہ زمین میں دھنسیں گے، اور ان پر پتھر برسائے جائیں گے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے، فلاں گھر اور فلاں لوگ زمین میں دھنس گئے ہیں اور بلاشبہ ان پر پتھروں کی بارش کی جائے گی جیسے قوم لوط پر کی گئی تھی ان کے قبائل پر اور ان کے گھروں پر یہ ابتلا، ان کے شراب پینے، ریشمی لباس پہننے، گانے بجانے کی محفلیں منعقد کرنے، سود کھانے اور قطع رحمی کے سبب ہوگا اور ایک خصلت کو بیان کرنا راوی بھول گئے۔

☆☆☆

باب 70:

حقوق العباد

ہر انسان پر لازم ہے کہ جب وہ دوسرے سے ملے تو اسے سلام کہے، جب وہ اسے مدعو کرے تو اس کی دعوت قبول کرے جب اسے چھینک آئے تو اس کا جواب دے، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جائے، جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں حاضر ہو، جب وہ قسم دلائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ نصیحت کا خواستگار ہو تو اسے نصیحت کرے، اس کی عدم موجودگی میں اس کی پیٹھ کی حفاظت کرے، یعنی اس کی غیبت نہ کرے اور اس کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ہر وہ چیز جسے وہ اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے، اس کے لئے بھی مکروہ سمجھے۔

یہ تمام احکام احادیث میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر مسلمانوں کے چار حق ہیں، ان کے نیک کی امداد کر، بُرے کے لئے طلب مغفرت کر، ان میں سے جانے والے (مرنے والے) کے لئے دُعا مانگ اور ان میں سے توبہ کرنے والے کے ساتھ محبت رکھ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس فرمان الٰہی ''وہ آپس میں رحم کرنے والے ہیں'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کے نیک بروں کے لئے اور بُرے نیکوں کے لئے دُعا کرتے ہیں، جب کوئی بدکار امتِ محمد (ﷺ) کے نیک مرد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْمَا قَسَمْتَ لَهٗ مِنَ الْخَيْرِ وَثَبِّتْهُ عَلَيْهِ وَانْفَعْنَا بِهٖ

''اے اللہ رب العزت! تو نے اسے بھلائی مرحمت فرمائی ہے اس میں برکت دے، اسے ثابت قدم رکھ اور ہمیں اس کی برکتوں سے نواز۔''

اور جب کوئی نیک کسی بدکار کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اهْدِهٖ وَتُبْ عَلَيْهِ وَاغْفِرْ لَهٗ

''اے اللہ رب العزت! اسے ہدایت دے اس کی توبہ قبول فرما اور اس کی

لغزشوں کو معاف فرما دے۔"

مسلمان پر مسلمان کا یہ بھی حق ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسرے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے اور جو چیز اپنے لئے بری سمجھتا ہے دوسرے مسلمان کے لئے بھی اسے بُرا سمجھے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور باہم مشقت کرنے میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم جیسی ہے جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو تمام جسم اس کے احساس اور بخار میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔

مسلمان کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان اور کسی فعل سے دوسرے مسلمان کو دکھ نہ پہنچائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک طویل حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے لوگوں کو اچھی عادات اپنانے کے متعلق حکم فرمایا ہے فرمایا اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو، یہ تمہارے لئے صدقہ ہے جو تم نے اپنی ذات کے لئے دیا ہے اور فرمایا افضل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو مسلمان کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ صحابہ نے عرض کی مومن کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی طرف سے مسلمانوں کو ان کے مال اور جانوروں میں بے خوف کر دیا، پوچھا گیا مہاجر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے برائیوں کو چھوڑ دیا اور ان سے کنارہ کش رہا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ

نے فرمایا یہ کہ تو دل سے اللہ رب العزت کو تسلیم کر لے اور تیرے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جہنمیوں پر خارش مسلط کر دی جائے گی جو تیزی سے ان کا گوشت ختم کر کے ان کی ہڈیاں نمایاں کر دے گی، تب ندا آئے گی اے فلاں! کیا یہ خارش تجھے تکلیف دیتی ہے؟ وہ کہے گا ہاں! آواز آئے گی یہ مسلمانوں کو تکالیف دینے کا تیرے لئے بدلہ ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے میں نے ایک ایسے شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا ہے جس نے مسلمانوں کے راستہ سے ایک ایسے درخت کو کاٹ دیا تھا جو انہیں تکلیف دیا کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے ایسا عمل بتلایئے جس سے میں نفع حاصل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کیا کرو۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے راستہ سے ایسی کسی چیز کو دور کر دیتا ہے جو انہیں تکلیف دیتی ہے تو اللہ رب العزت اس کے بدلہ میں اس کے لئے نیکی لکھ دیتا ہے اور جس کے لئے اللہ رب العزت نیکی لکھ دیتا ہے اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف ایسا اشارہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے نیز ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت مومن کی تکلیف کو ناپسند فرماتا ہے۔

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں، اگر تیرا مخاطب مومن ہے تو اسے ایذا نہ دے اور اگر جاہل ہے تو اس کی جہالت میں نہ پڑو اور بندے پر مسلمان کا یہ بھی حق ہے کہ وہ ہر مسلمان سے تواضع سے پیش آئے اور تکبر سے پیش نہ آئے کیونکہ اللہ رب العزت ہر اترانے والے متکبر کو ناپسند فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:۱۸)

''بے شک! اللہ رب العزت کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا، فخر کرتا۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ رب العزت نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع کرو اور ایک دوسرے پر فخر و تکبر نہ کرو اگر کوئی دوسرا تم سے تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرو چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

''اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔''

حضرت ابن ابی ادنیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر مسلمان سے تواضع سے پیش آتے اور بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کی حاجت روائی کرنے میں عار محسوس نہ فرماتے اور نہ تکبر سے کام لیتے۔

حقوق العباد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ لوگوں کی باتیں ایک دوسرے کو نہ بتلائی جائیں اور کسی کی بات سن کر کسی دوسرے کو نہ سنائی جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

خلیل بن احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو تیرے سامنے دوسرے لوگوں کی چغلیاں کھاتا ہے وہ تیری چغلیاں دوسرے لوگوں کے سامنے کھاتا ہوگا اور جو تجھے دوسرے لوگوں کی باتیں سناتا ہے وہ تیری باتیں دوسرے لوگوں کو بتاتا ہوگا ایک حق یہ بھی ہے کہ غصہ کی حالت میں اپنے کسی جاننے والے سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق نہ کرے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے دونوں ایک دوسرے کے سامنے نہ آئیں، یہ ادھر منہ پھیر کر گزر جائے اور وہ ادھر منہ پھیرے، چلا جائے ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس نے کسی مسلمان بھائی کو اس کی لغزش کے سبب چھوڑ دیا اللہ رب العزت اسے قیامت میں چھوڑ دے گا۔

عکرمہ سے مروی ہے اللہ رب العزت نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا، بھائیوں سے تیرے عفو و درگزر کی وجہ سے میں نے دو عالم میں تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضور ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں جب حدود اللہ کی بات ہوتی تھی تو آپ ﷺ اللہ کی رضا جوئی کی خاطر بدلہ لیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کوئی شخص کسی غلطی سے درگزر نہیں کرتا مگر اس کے بدلہ میں اللہ رب العزت اس کی عزت بلند کرتا ہے (یعنی جو شخص کسی غلطی سے درگزر کرتا ہے، اللہ رب العزت اس کی عزت بلند کرتا ہے)۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، عفو و درگزر سے اللہ رب العزت انسان کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ رب العزت اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

☆☆☆

باب 71:

مذمّت ہوائے نفس و وصفِ زُہد

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (الجاثیہ:۲۳)

''بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ رب العزت نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہے جس نے اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کردہ کسی ہدایت اور دلیل کے بغیر خواہشات کو اپنا دین بنا لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواہشات نفسانی کا پیرو ہے اور وہ ہر ایسا کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے جس کی طرف اس کی خواہشات اشارہ کرتی ہیں اور اللہ رب العزت کی کتاب کے مطابق عمل نہیں کرتا گویا کہ وہ اپنی خواہشات کی عبادت کرتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (المائدہ:۴۹)

''اور ان کی خواہشوں پر نہ چلی۔''

اور ارشادِ ربانی ہے ''اور خواہش کی پیروی نہ کر یہ تجھے اللہ رب العزت کے راستے سے ہٹا دیگی۔'' اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں اللہ رب العزت سے دُعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَوًى مُطَاعٍ وَّ شُحٍّ مُتَّبَعٍ

''اے اللہ رب العزت میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس خواہش سے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور اس بخل سے جس کا اتباع کیا جاتا ہے۔''

اور آپ نے فرمایا کہ تین باتیں انسان کے لئے مہلک ہیں، اطاعت کردہ خواہش اتباع کردہ بخل اور انسان کا اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنا اور یہ اس لئے ہے کہ ہر گناہ کا باعث

نفسانی خواہشات ہیں اور یہی انسان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں، اللہ رب العزت ہمیں ان سے پناہ دے۔ آمین۔

ایک عارف کا قول ہے کہ جب دو باتیں تیرے سامنے ہیں اور تجھے پتہ نہ چلے کہ ان میں سے کونسی بات عمدہ ہوگی تو یہ دیکھ کہ ان دو میں سے کونسی بات تیری خواہش کے قریب ہے تو اسی کو چھوڑ دے اور دوسری کو پایۂ تکمیل تک پہنچا اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

اِذَا حَالَ اَمْرُكَ فِیْ مَعْنَیَیْنِ وَلَمْ تَدْرِحَیْثُ الْخَطَاوَالصَّوَاب

''جب تیرا کام دو باتوں کے درمیان حائل ہو اور تجھے ان میں سے اچھے اور برے کی خبر نہ لگے۔''

خَالِفْ هَوَاكَ فَاِنَّ الْهَوٰی یَقُوْدُ النُّفُوْسَ اِلٰی مَا یُعَاب

''تو اس بات کے مطابق کام کر جو تیری خواہش کے مخالف ہو کیونکہ خواہشات انسان کو بُرے کاموں کی طرف لے جاتی ہیں۔''

جناب عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب تو دوسوچوں میں گھر جائے تو جو سوچ تجھے زیادہ پسند ہو اسے چھوڑ دے اور جو ناپسند ہو اسے پسند کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ معمولی کام آسانی سے ہو جائے گا، اس میں محنت و مشقت نہیں کرنی پڑتی کسی سے تعاون کی درخواست نہیں کرنی پڑتی، اس لئے نفس انسانی اس کے کونے کا حکم دیتا ہے اور اسی کی طرف سے اکساتا ہے مگر مشکل کام مشکل ہی سے سرانجام دیا جاتا ہے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، کوئی تعاون نہیں کرتا، خود بڑی مشکل سے انسان اسے پورا کرتا ہے، اس لئے نفسِ انسانی اسے کرنے میں پس وپیش کرتا ہے اور محنت و مشقت کو بُرا سمجھتا ہے (پس تجھے یہی کام اختیار کرنا چاہیے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے نفسوں کو روکو کیونکہ یہ ایسا ہراول دستہ نہیں جو تمہیں برائی کی آخری سرحد تک لے جاتا ہے، حق کڑوا اور گراں ہے، باطل مہلک اور تباہ کن ہے، توبہ کے علاج سے بہتر یہی ہے کہ انسان گناہوں ہی کو چھوڑ دے بہت سی نگاہوں نے شہوت کی کاشت کی اور ایک لمحہ کی لذت ان کو طویل غم کی میراث دے گی۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! میں سب سے پہلے تجھے

تیرے نفس سے ڈراتا ہوں کیونکہ ہر نفس کی خواہشات اور آرزوئیں ہیں، اگر تو ان کو پورا کر دے گا تو وہ اپنی خواہشات کو طویل کر دے گا اور تجھ سے تمام خواہشات کو پورا کرنے کی طلب کرے گا، بلاشبہ شہوت دل میں اس طرح پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پتھر میں آگ، اگر تو پتھر پر چقماق مارے گا تو آگ نکلے گی ورنہ نہیں۔

کسی شاعر کا قول ہے۔

اِذَا مَا اَجَبْتَ النَّفْسَ فِیْ کُلِّ دَعْوَةٍ وَعَتْكَ اِلَی الْاَمْرِ الْقَبِیْحِ الْمُحَرَّمِ

''جب تو نے نفس کی ہر پکار پر لبیک کہا تو وہ تجھے منہیات کی طرف بلائے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَعْصِ قَادَكَ الْهَوٰی اِلَی کُلِّ مَافِیْهِ عَلَیْكَ مَقَالُ

''جب تو خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت نہیں کرے گا تو یہ تجھے ہر اس کام کے لئے کہیں گی جو تیرے لئے باعث عار ہو۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

وَاعْلَمْ بِاَنَّكَ اِنْ تُسُوْدَ لَنْ تَرٰی طُرُقَ الرَّشَادِ اِذَا تَبِعْتَ هَوَاكَ

''اگر تو نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو نہ تجھے سیدھا راستہ ملے گا اور نہ تو سرداری حاصل کر سکے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اِذَا شِئْتَ اِتْیَانَ الْمَحَامِدِ کُلِّهَا وَنَیْلَ الَّذِیْ تَرْجُوْهُ مِنْ رَحْمَةِ الرَّبِّ

''جب تو تمام اوصاف حمیدہ کا حصول اور اللہ رب العزت کی رحمت سے اپنی مرادوں کا بر آنا چاہتا ہے۔''

فَخَالِفْ هَوَیٰ النَّفْسِ الْمُسِیْئَةِ اَنَّهٗ لَاَعْدَیٰ وَاَرْدٰی مَنْ هُوَ الْحُبَّ

''تو اس بُرے نفس کی خواہشات کی مخالفت کر کیونکہ یہ عشق سے بھی زیادہ دشمن اور مہلک ہے۔''

مُرَاسَبَبًا لِّحَتْفِ الْهَوٰی غَیْرَ اَنَّ فِیْ هَوَ الْحُبِّ مَهْمَا عَفَّ بَعْدَ عَنِ الذَّنْبِ

''وہ دونوں خواہشات کو ہلاک کرنے کا سبب ہیں، البتہ عاشق جب پاک دامن

ہوتو گناہ سے بچ جاتا ہے۔''

وَجُلْ الْمَعَاصِیْ هَوَی النَّفْسِ فَاعْتَمِد خِلَافَ الَّذِیْ تَهْوَاهُ اِنْ کُنْتَ عَاقِلْ

''اور نفسانی خواہشات بر آنے کی آرزوں کو ترک کردے اگر تو عقل مند ہے تو وہ کام کر جو تیرے نفس کی خواہشات کے خلاف ہو۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اِمَارَةُ الْعَقْلِ کَسُوْفٌ بِطَوْعِ هَوًی وَعَقْلُ عَاصِی الْهَوٰی یَزْدَادُ تَنْوِیْرًا

''خواہشات کی پیروی میں عقل کا نور چھپ جاتا ہے اور خواہشات کی مخالفت کرنے والے کی عقل کی نورانیت برابر بڑھتی رہتی ہے۔۔''

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے۔

لَقَدْ تَرْفَعُ الْاَیَّامُ مَنْ کَانَ جَاهِلًا وَیَرْدِی الْهَوٰی ذَالرَّاْیِ وَهُوَ لَبِیْبُ

''زمانہ جاہل کو بلند مقام دے دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی عقل مند، ذی رائے کو اس کے مقام سے پھیر دیتی ہے۔''

وَقَدْ تَحْمَدُ النَّاسُ الْفَتٰی وَهُوَ مُخْطِیْ وَیُعْذَلُ فِی الْاِحْسَانِ وَهُوَ مُصِیْبُ

''کبھی لوگ ایسے جوان کی تعریف کرتے ہیں جو خطا کار ہوتا ہے اور احسان کرنے والے شخص کو ملامت کی جاتی ہے حالانکہ وہ بامراد ہوتا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت نے عقل کو پیدا فرمایا اور اسے فرمایا سامنے آ، تو وہ سامنے ہوئی، پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی، رب تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تجھے اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ مخلوق میں رکھونگا۔ پھر اللہ رب العزت نے حماقت کو پیدا فرمایا اور آگے آنے کا حکم دیا چنانچہ وہ آگے ہوئی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی تب اللہ رب العزت نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تجھے اپنی بدترین مخلوق میں رکھونگا یہ ترمذی کی روایت ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَقَدْ اَصَابَ رَاْیَهٗ عَیْنَ الصَّوَابْ مَنِ اسْتَشَارَ عَقْلَهٗ فِیْ کُلِّ بَابْ

''اس شخص کی رائے جو ہر بات میں عقل سے مشورہ کرتا ہے صواب کو پالیتی

ہے۔''

وَقَدْ رَاٰی اَنَّ الْھَوٰی مَھْمَا یُجَبْ یَدْعُوْ اِلٰی سُوْءِ الْعَوَاقِبِ وَالْعِقَابِ

''اور اس نے دیکھا کہ جب بھی خواہشات کی پیروی کی جائے وہ بُرے انجام اور عذاب میں مبتلا کرتی ہے۔''

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

اِذَا شِئْتَ اَنْ تَبْلُغَ الْمُنٰی فَلَا تَسْعَادِ النَّفْسَ الْمُطِیْعَۃَ لِلْھَوٰی

''جب تو چاہے کہ امیدوں سے بہرہ ور ہو تو نفس کو خواہشات کی پیروی سے بچا۔''

وَخَالِفْ بِھَا عَنْ مُقْتَضٰی شَھَوَاتِھَا وَاِیَّاکَ اَنْ تَحْفِلْ عَنْ ضَلَّ اَوْغَوٰی

''اور اس کی خواہشات پوری کرو اور گمراہ اور باغیوں کی رونق نہ بن۔''

وَدَعْھَا وَمَاتَدْعُوْا اِلَیْہِ فَاِنَّھَا لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ مَنْ ھَمَّ اَوْمَدٰی

''نفس اور اس کی خواہشات کو ترک کر دے کیونکہ ہر اس شخص کو جو اس کی طرف قدم بڑھاتا ہے برائیوں کا حکم دیتا ہے۔''

لَعَلَّکَ اَنْ تَنْجُوَ مِنَ النَّارِ اِنَّھَا لَقَاطِعَۃُ الْاَمْعَاءِ نَزَّاعَۃٌ لِّلشَّوٰی

''شاید کہ تو اس طرح جہنم سے نجات پالے جو آنتیں کاٹنے والی اور کھال اتارنے والی ہے۔''

داناؤں کا قول ہے کہ خواہش ایک بُری سواری ہے جو تجھے مصیبتوں کی تاریکیوں میں لے جاتی ہے اور ناموافق چراگاہ ہے جو تجھے دکھوں کا وارث بناتی ہے لہٰذا خبردار ہو کہ تجھے نفس کی خواہش برائیوں پر سوار نہ کرے اور گناہوں اندھیر نگری میں خیمہ زن نہ کرے کسی دانا سے کہا گیا ہے کہ اگر تم شادی کر لیے تو خوب تھا، اس نے برجستہ جواب دیا اگر میں طلاق دے سکتا تو اپنے نفس کو طلاق دے دیتا اور یہ شعر پڑھا۔

تَجَرَّدْ عَنِ الدُّنْیَا فَاِنَّکَ اِنَّمَا سَقَطْتَ اِلَی الدُّنْیَا وَاَنْتَ مُجَرَّدٌ

''دنیا سے تنہا ہو جا کیونکہ تو تنہا ہی دنیا میں بھیجا گیا تھا۔''

دنیا نیند اور آخرت بیداری ہے اور ان کا درمیانی فاصلہ موت ہے اور ہم پراگندہ

خوابوں میں ہیں، جس نے خواہش کی آنکھ سے دیکھا وہ تندو تیز ہو گیا جس نے خواہش کی پیروی کی اس نے ظلم کیا اور جس نے طویل امیدیں رکھی اس نے انتہا کو نہ پایا اور نہ ہی کسی دیکھنے والے کے لئے نہایت ہے (طول امل کی کوئی انتہاء نہیں)۔

کسی دانا نے ایک شخص کو وصیت کی کہ میں تجھے خواہشات نفسانی سے مقابلہ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ خواہشات برائیوں کی کلید اور نیکیوں کی دشمن ہیں، تیری ہر خواہش تیری دشمن ہے اور سب سے بری خواہش یہ ہے جو گناہوں کو تیرے سامنے بطور نیکی پیش کرتی ہے جب یہ دشمن تجھ سے جھگڑا کریں گے تو ان کے پنجے سے مستی سے مبرا ہوشیاری، جھوٹ سے مبرا سچ، تسائل سے پاک مشغولیت، جزع فزع سے پاک صبر اور ایسی نیت جو بیکاری سے آلودہ نہ ہو کی موجودگی ہی میں نجات پا سکے گا۔

اے ربِ ذوالجلال! ہماری عقل کو ہماری خواہشات پر غالب فرما دے ہمیں نقصان اور سبکساری سے بچا، ہمیں آخرت کی بجائے دنیا میں مشغول نہ کر اور ہمیں اپنا ذکر کرنے والا اور اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا بنا دے سیدنا و مولانا محمد ﷺ کی نبوت کے طفیل ہمیں سعادت دارین عطا فرما، والحمد اللہ رب العالمین۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ تمہارا بہترین پرہیز گاری ہے اور فرمایا پرہیز گاری اعمال کی سرداری ہے اور فرمایا پرہیز گار بن سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا۔

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زہد کے تین درجات ہیں ایک زہد فرض ہے اور اس سے مراد حرام سے بچنا ہے ایک زہد سلامتی کے لئے ہے اور اس سے مراد شبہات کو ترک کرنا ہے اور تیسرا زہد فضیلت کے حصول کے لئے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی حلال اشیاء کو بھی چھوڑ دینا زہد کی یہ وضاحت بہت حسین ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زہد کو چھپانا ہی زہد ہے اگر زاہد لوگوں سے دور بھاگے تو اسے تلاش کرو اور اگر زاہد لوگوں کو تلاش کرے تو اس سے دور بھاگو۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اِنِّیْ وَجَدْتُ فَلَا تَظُنُّ غَیْرَہٗ اِنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ ھٰذَا الدِّرْھَمِ

''میں نے یہ راز پا لیا ہے اس کے سوا کچھ اور نہ سوچنا کہ پرہیز گاری اس درہم

کی موجودگی میں ہی ہے۔''

فَاِذَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ تَرَكْتَهٗ فَاعْلَمْ بِاَنَّ تُقَاكَ تَقْوٰى الْمُسْلِمِ

''اگر تو اس پر قادر ہو اور پھر اسے چھوڑ دے تو جان لے کہ تیرا تقویٰ ایک مسلمان کا تقویٰ ہے۔''

زاہد وہ نہیں جو دنیا کے منہ پھیر لینے کے بعد دنیا سے کنارہ کشی کر لے بلکہ زاہد وہ ہے دنیا جس کے پاس ہجوم کر کے آئے تو وہ اس سے منہ پھیر لے اور اس سے دور رہنے کو ہی بہتر خیال کرے۔ جس طرح ابوتمام نے کہا ہے۔

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَزْهَدْ وَقَدْ ضِيغَتْ لَهٗ بِعَصْفَرِهَا الدُّنْيَا فَلَيْسَ بِزَاهِدِ

''اگر آدمی نے اس وقت زہد اختیار نہیں کیا جب دنیا تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اس کے پاس موجود تھی (فقیری میں اگر زہد اختیار کر بھی لے) تو وہ زاہد نہیں کہلائے گا۔''

ایک حکیم نے کہا ہے کیا وجہ ہے کہ ہم دنیا سے کنارہ کشی نہیں کرتے حالانکہ اس کی عمر محدود، اس کی بھلائی تنگ دستی، اس کی صفا مکدر اور اس کی امیدیں دھوکہ ہیں جب آتی ہے تو غم لے کر آتی ہے جب جاتی ہے تو ہلاک کر جاتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے۔

تَبًّا لِطَالِبِ الدُّنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا كَاَنَّمَا هِيَ فِي تَصْرِيْفِهَا حُلُمٌ

''طالب دنیا کے لئے ہلاکت ہے اس کو تو بقا نہیں یہ اپنے آنے جانے میں ایک خواب ہے۔''

صَفَاءُ هَا كَدِرٌ سَرَاؤهَا ضَرَرٌ اَمَانُهَا غَرَرٌ اَنْوَارُهَا ظُلَمٌ

''اس کی صفائی گدلی، اس کی خوشی دکھ، اس کی امیدیں فریب اور اس کی روشنیاں اندھیرا ہے۔''

شَبَابُهَا هَرَمٌ رَاحَاتُهَا سَقَمٌ لَذَّاتُهَا نَدَامٌ وَوِجْدَانُهَا عَدَمٌ

''اس کا شباب بڑھاپا، اس کی راحتیں بیماری، اس کی لذتیں ندامت اور اس کا پالینا ہی محرومی ہے۔''

لَا يَسْتَفِيْقُ مِنَ الْاَنْكَارِ صَاحِبُهَا لَوْ كَانَ يَمْلِكُ مَاقَدْ ضَمِنَتْ اِرَمٌ

''صاحب دنیا اگر (شداد کی بہت) ارم کا بھی مالک بن جائے تو تنگ دستی سے رہائی نہیں پائے گا۔''

فَخَلِّ عَنْهَا وَلَا تَرْكُنْ لِزَهْرَتِهَا فَإِنَّهَا نِعَمٌ فِي طَيِّهَا نِقَمُ

''پس اسے چھوڑ دو اور اس کی چمک دمک کی طرف نہ جھکو، کیونکہ یہ ایسی نعمتیں ہیں جن میں عذاب لپٹا ہوا ہے۔''

وَاعْمَلْ لِدَارِ نَعِيمٍ لَا نَفَادَ لَهَا وَلَا يُخَافَ بِهَا مَوْتٌ وَلَا هَرَمٌ

''اس دار نعمت (جنت) کے لئے عمل کرو جس کو فنا نہیں اور جس میں موت اور بڑھاپے کا خوف نہیں۔''

حضرت یحییٰ بن معاذ کا ایک حکیمانہ قول ہے کہ تیری نظر دنیا کی طرف عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو، دنیا کو چھوڑنا اپنے اختیار سے ہو، اس کو پانے کی کوشش مجبوری کے تحت ہو اور تیری آخرت کی طلب تیزی سے ہو۔

☆☆☆

باب 72:

جنت اور اہل جنت کے مراتب

یاد رہے کہ جس گھر کے غم واندوہ کا حال آپ جان چکے ہیں وہ دوزخ ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا گھر ہے اب اس میں دوسرے گھر کی نعمتوں اور خوشیوں میں ذرا غور کرو کیونکہ جو آدمی ایک گھر سے دور ہوا لامحالہ دوسرے میں قرار پذیر ہوگا۔ لہٰذا دوزخ کے احوال میں طویل غوروفکر کے ذریعے اپنے دل میں خوف پیدا کرو؟ جنت کی ابدی نعمتوں میں جن کا اہل جنت کے ساتھ وعدہ ہے طویل غوروفکر کے ذریعے امید رکھو، اپنے نفس کو صراط مستقیم کی طرف لے جانے کے لئے عذاب کے کوڑے سے ہانکو اور امید کی لگام سے کھینچو اسی طریقہ سے تم عظیم سلطنت حاصل کرسکو گے اور دردناک عذاب سے بچ سکو گے۔

ذرا اہل جنت اور ان کے چہروں میں جنتی نعمتوں کی شادابی میں غوروفکر کرو، انہیں مہر بند مشروب پلایا جائے گا، سفید نرم ونازک موتیوں کے خیموں میں سرخ یاقوت کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور ان میں سرخ عبقری قالین ہوں گی، مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جس مسندیں ایسی نہروں کے کنارے بچھائی ہوں گی۔ جن میں شراب اور شہد جاری ہوگی، غلام اور نوکر ان کے گرد ہوں گے اور وہ حوروں سے مزین ہوں گی گویا کہ وہ حوریں یاقوت اور مرجان کی ہیں جنہیں اس سے قبل کسی انسان اور جن نے نہیں چھوا۔ جو جنت کے طبقات میں ٹہل رہی ہوں گی۔ جب ان میں سے کوئی ایک مٹک کر چلے گی تو ستر ہزار بچے اس کا لباس پکڑے ہوں گے، اس کا سفید ریشم کا لباس ہوگا جس سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی لولو و مرجان سے مرصع تاج ان کے سر پر ہوں گے زلفیں بکھیرے، ناز وانداز والی، معطر، بڑھاپے اور محتاجی سے محفوظ، یاقوت کے محلات میں خیموں میں فروکش ہوں گی جو جنت کے باغات کے وسط میں بنائے گئے ہوں گے اور یہ حوریں پاک دل اور پاک نظر ہوں گی۔

پھر ان جنتیوں اور حوروں کے سامنے گلاس، آفتابے اور طہور کے پیالے پیش کئے جائیں گے جو شراب پینے والوں کے لئے سفید اور لذیز ہوگی اور ان کے گرد جنتی خادم اور امرو

(قریب البلوغ لڑکے) موتیوں کی طرح پھر رہے ہوں گے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا۔ امن والے مقام میں، جنتوں اور چشموں میں، باغات اور نہروں میں اور رب قدیر کے نزدیک سچے مقام میں ہوں گے اور وہ ان میں بیٹھ کر ملک کریم (رب ذوالجلال) کا دیدار کریں گے۔ ان کے چہروں میں نعمتوں کی شادابی چمک رہی ہوگی اور ان پر ذلت و رسوائی نہیں چھائی ہوگی وہ اللہ رب العزت کے معزز بندے ہوں گے۔ رب کریم کی طرف سے انہیں مختلف انواع کے تحائف ملیں گے، بے خوف و بے حزن اپنے نفس کی پسندیدہ جگہ میں ہمیشہ رہیں گے، موت کے ڈر سے مامون ہوں گے، وہاں نعمتیں پائیں گے، جنت کے لذیز کھانے کھائیں گے، دودھ، شراب، شہد اور صاف پانی جنت کی ان نہروں سے پئیں گے جن کی زمین چاندی کی، کنکریاں مرجان کی، مٹی خوشبودار مشک کی اور سبزہ زعفران کا ہوگا اور جنت میں کافور کے ٹیلوں پر بادلوں سے گل سیوتی کے پانی کی بارش برسے گی اور جنتیوں کو موتی، یاقوت اور مرجان سے مرصع چاندی کے آبخورے دیئے جائیں گے۔ ایک پیالے میں مہر بند شراب ہوگی جس میں سلسبیل چشمہ کا شیریں پانی ملا ہوگا۔ ایک پیالہ ایسا ہوگا کہ اس کے جوہر کی صفائی کی وجہ سے اس کا نور روشن ہوگا اور شراب کی نرمی و سرخی باہر سے نظر آرہی ہوگی۔ اسے آدمی نے نہیں بنایا ہوگا اگرچہ انسان کس قدر بھی صنعت اور کاریگری کا اظہار کرتا رہے۔

وہ پیالہ ایسے خادم کے ہاتھ میں ہوگا کہ سورج اپنی چمک میں اس کے چہرے کی ضیا کا تذکرہ کرتا ہے لیکن سورج میں اس کی صورت کی حلاوت، زلفوں کا حسن اور آنکھ کی خوبصورتی کہاں؟

تعجب ہے اس انسان پر جو ان صفات کے حامل گھر پر ایمان رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کے رہنے والے کبھی نہیں مریں گے اور جو اس میں پہنچ جائے اس پر دکھ نہیں آئے گا، اس میں رہنے والوں پر حوادثات تغیر نہیں لائیں گے۔ (یہ سب کچھ جاننے کے باوجود) وہ ایسے گھر میں دل کیوں لگاتا ہے جسے آخر کار برباد ہونے کا حکم ہے اور اس اخروی زندگی کے سوا زندگی پر کیوں خوش ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم اگر جنت میں بدن کی سلامتی کے ساتھ موت، بھوک، پیاس اور جملہ حادثات سے امن ہی ہو (نعمتیں نہ بھی ہوں) تب بھی جنت اس لائق ہے کہ اس کی خاطر دنیا کو چھوڑ دیا جائے اور کٹ جانے والی اور بدمزہ زندگی کو

اس پر ترجیح نہ دی جائے۔ کیا نظارہ ہوگا؟ کہ اہل جنت مامون بادشاہ ہوں گے۔ ہر طرح کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوں گے، جس چیز کی خواہش کریں گے، پائیں گے، ہر روز عرش کے آنگن میں حاضر ہوں گے، اور اللہ کریم کا دیدار کریں گے، وہ اللہ رب العزت کے دیدار سے لطف پائیں گے جو جنت کی تمام نعمتوں کو دیکھ کر بھی نہیں ملا ہوگا اور ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوں گے، وہ ہمیشہ اپنی نعمتوں میں گھومتے پھرتے رہیں گے اور ان کے چھن جانے سے پرامن ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک منادی ندا دے گا اہل جنت! صحت مند رہو کبھی بیمار نہیں ہوگے، زندہ رہو کبھی نہیں مرو گے، جوان رہو، کبھی بوڑھے نہیں ہوگے اور ہمیشہ نعمتوں سے متمتع رہو کبھی مایوس نہیں ہوگے اللہ رب العزت کا اسی طرح فرمان ہے۔

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(الاعراف:۴۳)

''اور ندا ہوئی کہ یہ جنت تمہیں میراث ملی صلہ تمہارے اعمال کا۔''

اگر جنت کی صفات جاننا چاہتے ہو تو قرآن مجید پڑھو۔ اللہ رب العزت کے بیان سے بڑھ کر کسی کا بیان نہیں۔ اللہ رب العزت کا فرمان۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

سے سورۂ رحمٰن کے آخر تک پڑھو۔

سورہ واقعہ اور اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھو اور اگر جنت کی صفات کی تفصیل احادیث مبارکہ میں جاننا چاہتے ہو تو جملہ اطلاع پالینے کے بعد اب اس کی تفصیل میں غور وفکر کرو؟ پہلے جنتوں کی تعداد میں غور وفکر کرو؟

حضور سرور کائنات ﷺ نے اس فرمانِ الٰہی۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

کے متعلق فرمایا۔ دو جنتیں چاندی کی ہیں ان کے برتن اور تمام اشیاء چاندی کی ہیں اور دو جنتیں سونے کی ہیں ان کے برتن اور تمام اشیاء سونے کی ہیں اور جنت عدن میں لوگوں اور ان کی دیدار الٰہی کرنے کے مابین صرف کبریائی کی چادر ہوگی۔

پھر اس کے بعد جنت کے دروازوں کا مشاہدہ کرو۔ عبادات کے درجات کے مطابق جنت کے بے شمار دروازے ہیں جس طرح کہ گناہوں کے درجات کے مطابق جہنم کے دروازے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مال سے ایک جوڑا راہ خدا میں خرچ کیا تو اسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں چنانچہ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے روزہ دار باب الصیام (الریان) سے، صدقہ دینے والا باب الصدقہ سے اور جہاد کرنے والا باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی بخدا! کسی کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اسے کس دروازے سے بلایا جائے۔ کیا مخلوق میں سے کسی انسان کو تمام دروازوں سے بھی بلایا جائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہی میں سے ہوگے۔

عاصم بن ضمرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے دوزخ کا ذکر کیا اور بہت خوفناک تذکرہ کیا جنہیں میں یاد نہیں رکھ سکا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر:۷۳)

''اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف لائیں جائیں گی۔''

حتیٰ کہ جب وہ جنت کے ایک دروازے پر پہنچیں گے تو اس کے پاس ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑ کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے وہ حکم کے مطابق ایک چشمے کے پاس جا کر اس سے پئیں گے اور وہ مشروب ان کے بطنوں سے ہر قسم کی تکلیف اور دکھ دور کر دے گا۔ پھر دوسرے چشمے کا رخ کریں گے اور اس سے طہارت کریں گے تو ان پر اللہ رب العزت کی نعمتوں کی شادابی عیاں ہو جائے گی پھر ان کے بال کبھی نہیں بدلیں گے (سفید نہیں ہوں گے) اور سر کبھی پراگندہ نہیں ہوں گے گویا کہ انہیں تیل لگا دیا گیا ہے۔

پھر وہ جنت میں پہنچیں گے تو جنت کے دربان انہیں کہیں گے۔ ''سلام علیکم تم

خوشحال ہو گئے، اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ پھر بچے ان کا استقبال کریں گے اور ان کے گرد گھومیں گے جس طرح اہل دنیا کے بچے دور سے آنے والے اپنے محبوب (والدین) کے گرد گھومتے ہیں اور اسے کہیں گے خوش ہو جاؤ اللہ رب العزت نے تیرے لئے فلاں عزت و کرامت تیار کر رکھی ہے۔ پھر فرمایا ان بچوں میں سے ایک بچہ جنتی حوروں میں سے اس جنتی کی ایک بیوی کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ فلاں بندہ آ گیا ہے اور وہ نام بولے گا جس نام سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا۔ حور پوچھے گی کہ تو نے اسے دیکھا ہے؟ وہ بچہ کہے گا وہ میرے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ اس قدر خوش ہوگی کہ دروازے کی دہلیز پر کھڑی ہو جائے گی جب جنتی اپنی منزل پر پہنچے گا تو مکان کی بنیادوں کو دیکھے گا۔ وہ مکان لولو کی ایک بہت بڑی چٹان ہوگی جس کے اوپر سرخ، سبز اور زرد رنگ کے پتھر ہوں گے۔ پھر سر اٹھا کر اس کی چھت کو دیکھے گا تو وہ بجلی کی طرح چمکدار ہوگی اگر اللہ رب العزت نے اسے دیکھنے کی قوت عطا نہ فرمائی ہو تو اسے اس قدر تکلیف پہنچے کہ اس کی بینائی ختم ہو جائے پھر سر جھکائے گا تو اس کی بیویاں ہوں گی، آبخورے رکھے ہوں گے، قطاروں میں تکیئے ہوں گے اور مسندیں بچھی ہوں گی پھر وہ تکیہ لگا کر عرض کرے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ

''سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھلائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ رب العزت ہمیں راہ نہ دکھاتا۔''

پھر ایک منادی ندا کرے گا تم زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے، ہمیشہ یہاں رہو گے کبھی پریشان نہیں کئے جاؤ گے اور ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازہ پر آ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا خازن پوچھے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ) تو وہ کہے گا کہ آپ کے لئے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

اب جنت کے مکانات اور اس میں رفعت و عظمت کے درجات کے فرق میں غور کرو آخرت سب سے بڑے درجات اور سب سے بڑی فضیلت والی ہے جس طرح لوگوں

کے مابین ظاہر عبادات اور باطنی اخلاق حمیدہ میں واضح تفاوت ہے اسی طرح جہاں پر (جنتیوں کو) انہیں اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا وہاں بھی تفاوت واضح ہے اگر تم سب سے بلند درجہ کے طالب ہو تو اس قدر محنت و کوشش کرو کہ کوئی بھی عبادت الٰہی میں تجھ سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ اللہ رب العزت نے عبادت میں مسابقت اور منافست کا حکم دیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الحدید:۲۱)

''بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔''

اور ارشاد فرمایا۔

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (المطففین:۲۶)

''اور اس پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے۔''

عجیب بات یہ ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اور پڑوسی ایک درہم زیادہ یا مکان بلند کرنے میں تجھ سے سبقت لے جائیں تو تجھ پر گراں گزرتا ہے، دل تنگ ہوتا ہے اور حسد کے سبب زندگی مکدر ہو جاتی ہے اپنے احوال بہتر بناؤ تاکہ جنت میں سکونت نصیب ہو تم جنت میں ضرور اپنے سے سبقت لے جانے والے لوگوں کو ایسی نعمتوں میں پاؤ گے کہ تمام دنیا بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت اپنے اوپر بلند و بالا کمروں میں رہنے والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم مشرق و مغرب کے افق میں چمکدار ستارہ دیکھتے ہو (ستارے کی طرح باریک ہونا) ان کے درمیان بلندیوں کی وجہ سے ہوگا صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین نے پوچھا اے اللہ رب العزت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات ہیں کہ ان کے سوا کوئی وہاں نہیں پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ رب العزت پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

اور فرمایا بلند و بالا درجات والے اپنے نیچے والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق میں چمکتا ستارہ دیکھتے ہو۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہیں اور دونوں خوب

ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے مکانات کے متعلق نہ بتاؤں؟ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جواہرات کی تمام اقسام کے مکانات ہیں جن کے باہر سے اندر نظر آتا ہے اور اندر سے باہر دکھائی دیتا ہے۔ اس میں ایسی نعمتیں، لذتیں اور مسرتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کان نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل پر کھٹکی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مکانات کس کے لئے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے میں اور میں تمہیں اس بندے کے متعلق بتائے دیتا ہوں جو اپنے بھائی سے ملے اور اسے سلام کرے تو اس نے سلام عام کر دیا، جس نے اپنے بیوی بچوں کو کھانا کھلا کر سیر کر دیا تو اس نے کھلا دیا، جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ہر ماہ تین روزے رکھ لئے تو اس نے دائمی روزے رکھے اور جس نے عشاء و فجر جماعت کے ساتھ پڑھ لی تو اس نے پوری رات عبادت کر لی۔ جبکہ لوگ یعنی یہود و انصاری اور مجوسی سوئے ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ومساکین طیبۃ فی جنت عدن کے متعلق پوچھا گیا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ موتی کے محلات ہیں۔ ہر محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہیں، ہر گھر میں ستر زمرد کے ستر کمرے ہیں، ہر کمرے میں ایک پلنگ ہے، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بچھونے ہیں، ہر بچھونے پر جنت کی ایک خوبصورت حور ہے۔ ہر کمرے میں ستر دسترخوان ہیں، ہر دسترخوان پر ستر رنگ کے کھانے ہیں۔ ہر کمرے میں ستر خدمت گار ہیں اور مومن کو ہر صبح اتنی قوت دی جائے گی جس سے وہ سب کچھ کر گزرے گا۔

☆☆☆

باب 73:

صبر، رضا اور قناعت

رضا کی فضیلت آیات قرآنی سے ثابت ہے اللہ رب العزت نے فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (البینتہ:۸)

''اللہ رب العزت ان سے راضی ہو اور وہ اس سے راضی۔''

اور فرمایا۔

ھَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ (الرحمٰن:۶۰)

''نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔''

احسان کی انتہاء یہی ہے کہ اللہ رب العزت بندے پر راضی ہو جائے اور یہ بندے کا اپنے رب پر راضی ہونے کا اجر وثواب ہے۔ اور ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ (الصّف:۲۱)

''اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں۔''

وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (التوبہ:۷۲)

''اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔''

اللہ رب العزت نے اپنی رضا کو جنت عدن سے بلند مرتبہ عطا کیا ہے جیسے کہ اپنے ذکر کو نماز پر فوقیت دی ہے چنانچہ فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (العنکبوت:۴۵)

''بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور اللہ رب العزت کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

جس طرح نماز کی حالت میں رب ذوالجلال کا مشاہدہ نماز سے اعلیٰ واکبر ہے اس طرح جنت کے پروردگار کی رضا جنت سے اعلیٰ واکبر ہے بلکہ جنتیوں کی طلب کی انتہا ہی یہی ہوگی (یعنی سب سے بڑا مطالبہ دیدار الٰہی ہوگا)۔

حدیث پاک میں ہے اللہ رب العزت مومنوں کے لئے تجلی فرمائے گا اور فرمائے گا مجھ سے مانگو؟ وہ مومن عرض کریں گے آپ کی رضا چاہتے ہیں۔ بزرگی وفضیلت کی انتہاء دیکھنے کے بعد بھی رجائے الٰہی کا سوال کریں گے (دیدار الٰہی کرنے کے بعد بھی رضا کا سوال کریں گے)۔

بندے کی رضا کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گ ے اور اللہ رب العزت کا بندے پر راضی ہونے کا ایک دوسرا مفہوم ہے جو مذکورہ باب ''اللہ رب العزت کی بندے کے ساتھ محبت'' کے زیادہ قریب ہے۔ جب مخلوق کی عقلیں حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوں تو اس حقیقت کو کھولنا روا نہیں اور جو اس کی حقیقت کے ادراک پر قادر ہو وہ اپنے نفس کو بھول کر اسی میں کھو جاتا ہے۔

المختصر! دیدار الٰہی سے برھ کر کوئی درجہ نہیں اور مومنین اللہ رب العزت سے رضا کا سوال اس وجہ سے کریں گے کہ رضا الٰہی ہی دائمی دیدار الٰہی کا سبب ہے (اللہ رب العزت راضی ہوگا تو دیدار کرائے گا ورنہ نہیں لہٰذا وہ دیدار الٰہی کے وقت بھی رضا کا سوال کریں گے) گویا کہ انہوں نے انتہاؤں کی انتہاء اور امیدوں کی آخری حد کو دیکھ لیا جب دیدار الٰہی کی نعمت کو پالیا اور انہیں مانگنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے دائمی دیدار الٰہی مانگ لیا اور انہوں نے جان لیا کہ رضائے الٰہی ہی ہمیشہ کے لئے حجابات کے اٹھائے جانے کا سبب ہے اللہ رب العزت نے فرمایا۔

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (ق: ۳۵)

''اور ہمارے پاس تو (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

بعض مفسرین نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ وقت مزید میں جنتیوں کو اللہ رب العزت کی طرف سے تین تحائف ملیں گے۔

ایک تحفہ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ ملے گا کہ جنت میں ان کے پاس ویسا تحفہ نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدہ:۱۷)

''تو کسی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔''

دوسرا تحفہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہوگا اور اس تحفہ پر مزید یہ انعام ہوگا فرمانِ الٰہی ہے۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (یٰس:۵۸)

''ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔''

تیسرا تحفہ اللہ رب العزت فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں یہ بات پہلے تحفہ اور سلام سے بڑھ کر افضل ہوگی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ:۷۲)

''اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔''

یعنی ان کے پاس موجود تمام نعمتوں سے عظیم نعمت رضاء الٰہی ہوگی۔ یہ رضائے الٰہی کی فضیلت و برتری ہے اور بندے کی رضا کا پھل ہے۔

رضا کی فضیلت میں احادیث میں مروی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت سے پوچھا تم کیا ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین نے عرض کیا ایماندار حضور ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت سے پوچھا تم کیا ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین نے عرض کیا مصیبت میں صبر، خوش حالی میں شکر اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہو، حضور ﷺ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم واقعی ایماندار ہو۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ممکن ہے کہ حکماء و علماء اپنی فقہ کے سبب انبیاء کے مرتبہ جنت کے برابر ہو جائیں اور حدیث پاک میں ہے خوشخبری ہے اس کے لئے جسے اسلام کی ہدایت ملی اور اس کا رزق بقدر کفایت تھا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جو اللہ رب العزت کے عطا کردہ تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ رب العزت اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب اللہ رب العزت کسی سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اگر وہ آزمائش میں صبر کرے تو اسے پسند فرما لیتا ہے اور اگر راضی ہو جائے تو اسے اپنے خاص بندوں میں چن لیتا ہے۔

اور فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت میری امت کے ایک گروہ کے پر پیدا

فرمائے گا وہ قبروں سے اڑ کر جنت میں پہنچیں گے پھر جنت میں گھومیں گے اور حسب منشا جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا تم نے حساب دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہم نے کوئی حساب نہیں دیکھا۔ فرشتے پوچھیں گے کیا پل صراط سے گزرے ہو؟ وہ کہیں گے ہم نے کوئی پل صراط نہیں دیکھا۔ فرشتے پوچھیں گے کس امت سے تمہارا تعلق ہے اور تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ہم امت محمد ﷺ کے فرد ہیں۔ فرشتے کہیں گے ہم تمہیں اللہ رب العزت کی قسم دیتے ہیں ہمیں بتاؤ کہ دنیا میں تمہارا کیا اعمال تھے؟ وہ جواب دیں گے ہم میں دو عادات تھیں کہ اللہ رب العزت کے فضل سے یہاں پہنچے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے وہ کون سی عادات تھیں؟ وہ کہیں گے ہم خلوت میں اللہ رب العزت کی نافرمانی سے حیاء کرتے تھے اور اللہ رب العزت نے جو ہماری قسمت میں لکھ دیا تھا اسی تھوڑے پر راضی رہتے تھے فرشتے کہیں گے تم واقعی اس اعزاز کے حقدار ہو۔

اور حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اے گروہ فقراء! دل کی گہرائیوں سے اللہ رب العزت سے راضی ہو جاؤ تو اپنے فقر کا اجر وثواب پالو گے ورنہ نہیں۔

واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ہے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے کوئی ایسا عمل پوچھیں کہ جب ہم وہ کر لیں تو اللہ رب العزت ہم سے راضی ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے مولا! جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں تو نے سن لیا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اے موسیٰ! انہیں فرما دو کہ یہ مجھ سے راضی ہو جائیں میں ان پر راضی رہوں گا (میری عطا پر راضی رہیں)۔

اللہ رب العزت نے نوے سے زیادہ مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے اور اکثر درجات اور بھلائیاں صبر کی طرف منسوب ہیں اور انہیں صبر کا نتیجہ قرار دیا ہے اور صابروں کے لئے ایسے انعامات رکھے ہیں جو کسی اور کے لئے نہیں ہیں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

(البقرہ:۱۵۷)

''یہ وہ (خوش نصیب) ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔''

ہدایت رحمت اور صلوات (خصوصی دعائیں) صابروں کے لئے جمع ہیں۔ صبر کے متعلق تمام آیات کی تفصیل طویل ہو جائے گی۔ چنانچہ احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا صبر نصف ایمان ہے اور فرمایا سب سے کم چیزیں جو تمہیں دی گئی ہیں وہ یقین اور پختہ صبر ہے (یعنی یہ کم لوگوں کو ہی ملا) ہے جسے ان دونوں میں سے کچھ حصہ ملا ہے تو وہ رات کے قیام اور دن کے روزہ میں سے فوت ہونے والی چیز کی پرواہ نہ کرے اور اگر تم اپنی موجودہ حالت پر صبر کرو تو مجھے یہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ تم میں سے ہر بندہ تمام لوگوں کے اعمال کے برابر عمل لے کر آئے البتہ مجھے خطرہ ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پھر تم ایک دوسرے سے نفرت کرو گے اور اس وقت اہل آسمان بھی تم سے نفرت کریں گے۔ جس نے صبر کیا اور ثواب کی امید کی تو اس نے کامل ثواب پالیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ

(النحل:۹۶)

''جو (مال وزر) تمہارے پاس ہے ختم ہو چکے گا اور اللہ رب العزت کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ بدلہ دیں گے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا صبر اور سخاوت کا نام ایمان ہے اور فرمایا صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور ایک مرتبہ ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا صبر اور یہ فرمان نبوی ﷺ اس قول مبارک کے مشابہ ہے کہ حج عرفہ کا نام ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ حج کا سب سے بڑا رکن عرفہ ہے اور فرمایا سب سے بہترین عمل وہ ہے جس سے نفس اکتاہٹ محسوس کرے۔

منقول ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی میرے والے اخلاق اپناؤ اور میرا اخلاق یہ ہے کہ میں صبور (خوب صبر کرنیوالا) ہوں۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ انصار کے ہاں تشریف لائے تو پوچھا کیا تم ایماندار ہو وہ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے پوچھا تمہارے ایمان کی نشانی

کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم خوشحالی میں شکر کرتے ہیں، مصیبت میں صبر کرتے ہیں اور قضا پر راضی رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنے میں بہت زیادہ بھلائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کئے بغیر تم اپنی پسندیدہ چیزوں کو نہیں پا سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر صبر آدمی ہوتا تو ضرور کریم ہوتا۔ اللہ رب العزت صابروں سے محبت فرماتا ہے۔ صبر کے متعلق بے شمار احادیث ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے قناعت کی وہ معزز ہوا اور جس نے لالچ کیا ذلیل ہوا اور حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا قناعت وہ خزانہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

قناعت کے متعلق قبل ازیں کئی بار بیان ہو چکا ہے۔

☆☆☆

باب 74:

فضیلتِ توکّل

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ (اٰل عمران:۱۵۹)

''توکل والے اللہ رب العزت کو پیارے ہیں۔''

اور اس سے بلند مقام جس کا فاعل اللہ رب العزت کی محبت سے موسوم ہے اور جس کا لباس وغیرہ اللہ رب العزت کی کفایت سے آراستہ ہے کونسا ہے؟ پس وہ شخص جسے اللہ کافی ہونگہبانی کرنے والا ہو، البتہ وہ عظیم کامیابی پر فائز المرام ہوا کیونکہ محبوب کو نہ تو عذاب دیا جاتا ہے اور نہ اسے دھتکارا جاتا ہے اور نہ اسے دور کیا جاتا ہے۔

احادیث میں بھی توکل اور متوکلین کی فضیلت مروری ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمام امتوں کو مکہ میں حج کے موقع پر جمع ہونے کی جگہ دیکھا اور میں نے اپنی امت کو دیکھا، اس نے ہر بلندی و پستی کو گھیر رکھا تھا، مجھے ان کی کثرتِ تعداد اور صورتوں نے بہت متعجب کیا تب مجھ سے کہا گیا، کیا اب تم راضی ہو؟ میں نے کہا ہاں! پھر کہا گیا ان کے ساتھ ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائیں گے آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کون لوگ ہیں جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو جسموں کو نہیں داغتے، فالیں نہیں لیتے، چوری چھپے لوگوں کی باتیں نہیں سنتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! اللہ رب العزت سے دُعا کیجئے کہ اللہ رب العزت مجھے ان سے کر دے، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ رب العزت! عکاشہ کو ان میں سے کر دے! پھر ایک اور صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی اے اللہ رب العزت کی نبی! میرے لئے بھی دُعا کیجئے کہ اللہ رب العزت مجھے بھی ان میں سے کر دے! آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر تم صحیح معنوں میں اللہ رب العزت پر توکل کرتے تو اللہ رب العزت تمہیں پرندوں کی طرح رزق دیتا جو صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر آتے ہیں۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو سب سے قطع تعلق کر کے اللہ رب العزت سے تعلق جوڑ لیتا ہے اللہ رب العزت ہر مشکل میں اسے کافی ہوتا ہے اور اسے ایسے طریقے سے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دنیا کا ہو جاتا ہے اللہ رب العزت اسے دنیا کے سپرد کر دیتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو شخص اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ مال دار ہو، اسے چاہئے کہ موجودہ رزق سے زیادہ اعتماد اس رزق پر کرے جو اللہ رب العزت کے ہاں موجود ہے۔ مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کے اہل خانہ جب فاقے سے ہوئے تو آپ ﷺ فرماتے کہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ: ۱۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص نے جنتر منتر کیا اور جسم کو داغا، اس نے توکل نہیں کیا مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق سے آگ میں پھینکے جانے کے وقت کہا کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں ہے آپ علیہ السلام اس عہد کو پورا کر رہے تھے جو انہوں نے آگ میں پھینکے جانے کے لئے گرفتاری کے وقت کہا تھا کہ ''مجھے میرا رب کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔'' اور اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفّٰى (النجم: ۳۷)

''اور ابراہیم (علیہ السلام) کے جو احکام پورے بجا لایا۔''

اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اے داؤد! میرا ایسا کوئی بندہ نہیں جو مخلوق کو چھوڑ کر میرا دامن رحمت تھام لیتا، مجھے اور زمین و آسمان اس پر سختیاں لاتے مگر میں اس کی سب دشواریاں دور کر دیتا ہوں اور اس کے لئے راستہ نکال دیتا ہوں۔

حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بچھو نے ڈنگ مارا تو میری والدہ نے

مجھے قسم دی کہ میں کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کے پاس جا کر دم کراؤں چنانچہ منتر پڑھنے والے نے میرا وہ ہاتھ پکڑا جو نہیں ڈسا گیا تھا اور یہ آیت پڑھی۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ (الفرقان:۵۸)

''اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔''

اور کہا کہ اس آیت کو سننے کے بعد کسی آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی اور کی پناہ تلاش کرے۔

ایک عالم سے خواب میں کہا گیا کہ جس نے اللہ رب العزت پر اعتماد کیا اس نے اپنا رزق جمع کر لیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ مقرر کردہ رزق کا حصول تجھے فرض کردہ اعمال سے غافل نہ کر دے کیونکہ اسی طرح تیری عاقبت خراب ہو جائے گی اور تجھے وہی رزق ملے جو تیرا مقدر ہو چکا ہے۔

یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندے کا بغیر طلب کئے رزق پالینا اس بات کی دلیل ہے کہ رزق کو بندے کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے۔

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا تم کہاں سے کھاتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں ہے، رب جلیل سے پوچھ کہ وہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

جناب ہرم بن حیان نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ مجھے، کہاں جانے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے شام کی طرف اشارہ کیا ہر دم بولے وہاں گزارا وقات کیسے ہوگی؟ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں خدا پر اعتماد نہیں ہے اور وہ شک میں پڑ گئے ہیں، ایسے دلوں کو نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب سے میں اللہ رب العزت کو اپنا کارساز بنانے پر راضی ہوا ہوں مجھے ہر بھلائی کا راستہ مل گیا ہے اے اللہ رب العزت! ہمیں بھی حسن ادب عطا فرمادے۔

☆☆☆

باب 75:

فضیلتِ مسجد

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَاللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ:۱۸)

''اللہ رب العزت کی مساجد کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ رب العزت اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص نے اللہ رب العزت کی رضا جوئی کے لئے مسجد بنائی، اگرچہ وہ مسجد بھٹ تیتر کے پل کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ رب العزت اس شخص کے لئے جنت میں محل بنا دے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جب تم میں سے کوئی مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ رب العزت اس سے محبت رکھتا ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز مسجد کے سوا جائز نہیں ہے۔ ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ تم میں سے کوئی فرد جب تک جاء نماز پر رہتا ہے فرشتے اس کے لئے مغفرت و بخشش کی دُعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ رب العزت! اس پر سلامتی نازل فرما، اے اللہ رب العزت! اس پر رحم فرما اور اے اللہ رب العزت! اسے بخش دے، یہ دعائیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک کہ وہ کسی سے بات نہ کرے یا مسجد سے نکل نہ جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ آخر زمانہ میں میری امت کے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں آئیں گے اور گروہ بنا کر دنیاوی باتیں کرتے رہیں گے اور دنیا کی محبت کے قصے بیان کریں گے، ان کے ساتھ نہ بیٹھنا اللہ رب العزت کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بعض الہامی کتابوں میں موجود ہے کہ زمین پر مسجدیں میرا گھر ہیں اران کی تعمیر و آبادی میں حصہ لینے والے میرے زائر ہیں،

پس خوشخبری ہے میرے اس بندے کے لئے جو اپنے گھر میں طہارت حاصل کر کے میرے گھر میں میری زیارت کو آتا ہے لہٰذا مجھ پر حق ہے کہ میں آنے والے زائر کو عزت و وقار عطا کروں۔

سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تک تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو مسجد میں آنے کا عادی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

جناب سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو شخص مسجد میں بیٹھتا ہے، گویا وہ اللہ رب العزت کی مجلس میں بیٹھتا ہے لہٰذا اسے بھلائی کے سوا کوئی اور بات نہیں کرنا چاہئے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مسجد میں دنیاوی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہیں جیسے جانور چارہ کھا جاتے ہیں۔

امام نخعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اسلف صالحین نے فرمایا کہ رات کی تاریکی میں مسجد میں آنے والے کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو شخص مسجد میں چراغ جلاتا ہے جب تک اس چراغ کی روشنی سے مسجد منور رہتی ہے، حاملین عرش اور تمام فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کی نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان کی جگہ، جہاں سے اس کے عمل چڑھا کرتے ہیں اس پر روتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (الاخان:۲۹)

''تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔''

یعنی جب ایسا شخص مرتا ہے جس کی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہوتی تو اس پر زمین و آسمان نہیں روتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نمازی پر چالیس صبحیں زمین روتی ہے، حضرت عطاء الخراسانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بندہ جب زمین کے کسی ٹکڑے پر سجدہ کرتا ہے تو وہ ٹکڑا قیامت کے دن اس کے عمل کی گواہی دے گا اور اس بندے کی موت کے دن وہ ٹکڑا روتا

ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زمین کا ہر وہ ٹکڑا جس پر نماز ادا کی جاتی ہے یا ذکر خدا کیا جاتا ہے وہ اردگرد کے تمام قطعات پر فخر کرتا ہے اور اوپر سے نیچے ساتویں زمین تک وہ مسرت و شادمانی محسوس کرتا ہے اور جب بندہ کسی زمین پر نماز پڑھتا ہے وہ زمین اس پر فخر کرتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو کہیں جا کر ٹھہرے مگر زمین کا وہ ٹکڑا جو ان کی قیام گاہ ہے، یا تو ان پر سلامتی بھیجتا ہے یا ان پر لعنت کرتا ہے۔

☆☆☆

باب 76:

ریاضت وفضیلت اصحابِ کرامت

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو وہ بندہ اپنے عیوب پر نگاہ ڈالتا ہے جس کی بصیرت کامل ہو جاتی ہے، اس سے کوئی گناہ پوشیدہ نہیں رہتا لہٰذا وہ جونہی اپنے عیوب پر مطلع ہوتا ہے اس کے لئے ان کا علاج ممکن ہو جاتا ہے لیکن اکثر جاہل اپنے عیوب سے ناواقف ہوتے ہیں وہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا جو شخص اپنے عیوب پر مطلع ہونا چاہے اس کے لئے چار طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: ایسے شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے جو اپنے عیوب کا آشنا ہو اور پوشیدہ نفسانی خواہشات خباثوں سے کماحقہ واقف ہو، وہ اسے اپنے نفس کا حاکم بنائے عبادات میں اس کے اشاروں پر چلے، یہی کچھ مرید کو شیخ کے حکم پر اور شاگرد کو استاد کے حکم پر کرنا چاہے تاکہ اس کا شیخ اور استاد اس کے باطنی عیوب اور ان کے علاج کی تشخیص کر سکیں، ہمارے زمانہ میں اس طریقے کی بہت عزت ہے۔

دوسرا طریقہ: ایسے دوست کا ہم مجلس بنے جو صادق، صاحب بصیرت اور دیندار ہو، آدمی اسے اپنے نفس کا نگہبان بنائے تاکہ وہ دوست اس کے احوال و افعال پر نظر رکھے اور ان میں سے جو عادت اور ظاہری و باطنی عیب نظر آئے وہ اسے اس پر تنبیہ کرے۔ عقل مند اور اکابر علماء دین کا یہی طریق تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت اس جوان پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے اور آپ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اپنے عیوب پوچھا کرتے تھے، وہ جب بھی آتے آپ ان سے فرماتے کیا آپ نے میرے اندر کوئی ایسی چیز پائی ہے جسے آپ بُرا سمجھتے ہوں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے معذرت چاہی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک دستر خوان پر دو سالن جمع کرتے ہو اور تمہارا رات کا علیحدہ علیحدہ لباس ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کیا آپ نے اس کے سوا کوئی اور بات بھی سنی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو ترک کیا۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے (آپ منافقوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان تھے) فرمایئے کہیں میرے اندر آپ کو منافقت کی علامتیں تو نظر نہیں آتیں؟ آپ اپنے جلیل القدر اور عظیم الشان مرتبے کے باوجود اپنے نفس کی دیکھ بھال اور سرزنش سے غافل نہ ہوتے۔

جس کسی میں عقل وافر اور بلند شان ہوتی ہے وہ تکبر سے کنارہ کشی کر لیتا ہے اور اپنے نفس کی سرزنش سے غافل نہ ہوتا اور اسی وجہ سے بلند مراتب پر سرفراز ہوا۔

ایسے شخص کو دوست نہ رکھو جو چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے تمہیں تمہارے عیوب نہ بتلائے اور ایک مقرر حد سے بڑھنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے متعلق اندھیرے میں رکھے، نیز ایسے لوگوں کو دوست بناؤ جو حاسد اور مطلب پرست ہوں تاکہ وہ تمہاری نیکیاں بھی عیبوں کی صورت میں دکھائیں اور تم ان سے سبق حاصل کرو اور ایسے چشم پوشی کرنے والے دوست سے بچو جو تمہاری برائیوں کو خوبیاں کہے۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ جب حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے عزت نشینی اختیار فرمائی تو کسی نے پوچھا آپ لوگوں سے میل جول کیوں نہیں رکھتے؟ آپ نے فرمایا میں ایسی قوم سے کیسے تعلقات رکھوں جو مجھ سے عیوب چھپاتے ہیں۔

دیندار لوگ ابتداء حال ہی سے اس بات کے متمنی ہوتے تھے کہ لوگ انہیں ان کے عیوب پر مطلع کریں اور وہ اپنی اصطلاح کر لیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ جو ہمیں نصیحت کرتا ہے اور ہمیں ہمارے عیوب بتلاتا ہے ہم اسے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں اور یہی بات انسان کے ایمان کو کمزور کر دیتی ہے کیونکہ بُری عادتیں سانپ بچھو کی طرح ڈسنے والی ہیں، اگر ہم سے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ تمہارے کپڑوں میں بچھو ہے تو ہم اس کے احسان مند ہوتے ہیں اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں بچھو سے بچاؤ کی صورت اور اسے مارنے کی تدبیر کرنے لگتے ہیں حالانکہ اس کی تکلیف صرف بدن محسوس کرتا ہے اور ایک دو دن سے زیادہ اس کا دکھ بھی باقی نہیں رہتا مگر بُرے خصائل کی تکلیف دل کی گہرائیوں میں محسوس کی جاتی ہے اور مجھے

اندیشہ ہے کہ یہ دکھ موت کے بعد بھی باقی رہے گا اگر ہمیشہ باقی نہ رہا تب بھی ہزاروں برس اس کی پاداش میں دکھ درد جھیلنے پڑیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم بجائے اس کے ناصح کی نصیحت سن کر اپنے ان عیوب کے ازالہ کی فکر کریں، اپنے محسن کا شکریہ ادا کریں، الٹا اس کے مقابلہ میں اتر آتے ہیں اور اس کی باتوں کے جواب میں یوں کہتے ہیں کہ تم بھی ایسا کام کر چکے ہو، ہمیں اس کی دشمنی سچی باتوں پر عمل کرنے سے روک دیتی ہے اور یہ سب کچھ دل کی سختی کا نتیجہ ہوتا ہے جو کثرتِ گناہ سے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے ان کا منبع و مرکز ایمان کی کمزوری ہے، لہٰذا ہم اللہ رب العزت سے دُعا کرتے ہیں کہ اے ربِ ذوالجلال! ہمیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق دے، ہمیں اپنے عیوب دیکھنے، ان کا علاج کرنے کی ہمت دے اور ہمیں اپنی رحمت کے طفیل ہر شخص کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے، جو ہمیں ہمارے عیوبوں پر مطلع کرے۔

تیسرا طریقہ: اپنے دشمنوں سے اپنے عیوب سنے کیونکہ دشمن کی آنکھ ہر عیب کو ظاہر کر دیتی ہے عقل مند انسان کینہ پرور دشمن سے اپنے عیوب سن کر ایسے چشم پوشی کرنے والے دوست سے زیادہ نفع حاصل کر سکتا ہے جو اس کی تعریف و توصیف کرتا رہتا ہے اور اس کے عیب چھپاتا رہتا ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ انسان طبائی دشمن کی بات کو جھوٹ اور حسد پر مبنی خیال کرتی ہیں لیکن عقل مند دشمنوں کی باتوں سے بھی سبق سیکھتے ہیں اور اپنے عیوب کی تلافی کرتے ہیں کہ آخر کوئی عیب تو ضرور ہے جو اس کے دشمنوں کی نگاہ میں ہے۔

چوتھا طریقہ: لوگوں سے گھل مل جائے، ان کا جو فعل اسے اچھا لگے اسے اپنائے اور جو فعل اسے بُرا لگے اس میں غور و فکر کرے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے اپنے عیوب دوسرے کے آئینے میں نظر آ رہے ہیں کیونکہ مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے لہٰذا دوسروں کے عیوب کے آئینے میں اپنے عیب تلاش کرے اور وہ جانتا ہے کہ نفسانی خواہش میں طبائع ایک دوسرے کے قریب ہیں، جو چیز ایک زمانہ کے لوگوں میں ہوگی، وہ دوسرے زمانے کے لوگوں میں بھی ہوگی لہٰذا اسے اپنے نفس میں تلاش کرنا چاہئے اور اپنے نفس کو بُری چیزوں سے پاک کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ادب سکھانے کے لئے یہ گُر کافی ہے اگر لوگ ان تمام چیزوں کو ترک کر دیں جن کو وہ دوسروں سے محبوب سمجھتے ہیں تو انہیں کسی دوسرے ادب سکھانے کی

ضرورت ہی نہ پڑے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو ادب کس نے سکھایا؟ آپ نے فرمایا مجھے کسی نے ادب نہیں سکھایا بلکہ میں نے جاہل کی جاہلت کو بُرا سمجھتے ہوئے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

مذکورہ بالا تمام طریقے ان لوگوں کے لئے ہیں جسے شیخ کامل، عقل مند، صاحب بصیرت، عیوب نفس پر انتہائی مشفقانہ طریقہ سے نصیحت کرنے والا، دین کے معاملات کو سمجھانے والا، اپنے نفس کی تکمیل اصلاح کرنے والا اور بندرگانِ خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والا رہبر نہ ملے جس نے اپنے شیخ کامل کو پالیا اس نے طبیب حاذق کو پالیا لہٰذا اسے اس کی صحبت لازم کرنی چاہئے کیونکہ یہی وہ شخصیت ہے جو اسے اس کی بیماری سے نجات دلائے گی اور اس مہلک مرض سے نجات دے گی جو اسے بتدریج ہلاکت کی طرف لے جارہی ہے۔

سمجھ لو کہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اگر تم اسے عبرت کی نگاہ سے دیکھو تو تمہاری بصیرت کمال پر پہنچے گی اور علم و یقین کی وجہ سے تم پر دل کی تمام بیماریاں تکلیفیں اور ان کے علاج ظاہر ہو جائیں گے اگر تم اس درجہ کمال کو نہ پا سکے تب بھی ضروری ہے کہ تمہارا ایمان اور تصدیق قلبی فوت نہ ہونے پائے اور ہر اس شخص کی تقلید کرو جو قابلِ تقلید ہو کیونکہ علم کی طرح ایمان کے بھی درجات ہیں اور علم ایمان کے بعد حاصل ہوتا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۱)

''تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔''

لہٰذا جس شخص نے یہ جان لیا کہ نفس و شہوات نفسانی کی مخالفت ہی اللہ رب العزت کی طرف جانے کا راستہ ہے اور وہ ان کے اسباب و علل تک کما حقہ رسائی حاصل نہ کر سکا، وہ ایمانداروں میں سے ہے اور جب کوئی شخص شہوات کے ان معاونین پر مطلع ہوگا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں اللہ رب العزت نے علم دیا ہے اور جن سے اللہ رب العزت نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔''

اور جو شخص ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت اور علمائے کرام کے اقوال

سے دین کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور ایمان کی پختگی چاہتا ہے اس کا مرتبہ بلند و بالا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى (النازعات: ۴۰، ۴۱)

''اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔''

اور مزید ارشاد فرمایا۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰى

''یہی وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ رب العزت نے پرہیز گاروں کے لئے پرکھ لیا ہے۔''

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت ان کے دلوں سے خواہشات کی محبت سلب کر لی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مومن پانچ مصائب میں گھرا ہوتا ہے مومن اس سے حسد کرتا ہے منافق اس سے عداوت رکھتا ہے، کافر اسے قتل کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے، شیطان اسے گمراہ کرتا ہے اور نفس اس سے جھگڑا کرتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ نفس جھگڑالو دشمن ہے جس سے مقابلہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔

مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے داؤد (علیہ السلام)! خود بچو اور دوستوں کو بھی خواہشات کی پیروی کرنے سے ڈراؤ کیونکہ جو دل دنیاوی خواہشات میں مگن ہوتے ہیں ان کی عقل مجھ سے دور ہو جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کے لئے بشارت ہے جس نے ان سے وعدہ کردہ انعامات کی خاطر جو ابھی نظروں سے غائب ہیں، ظاہری چیزوں کی خواہشات ترک کر دی ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ کی ایسی جماعت سے جو جہاد سے آرہے تھے، کہا!

خوش آمدید! تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس ہوئے ہو عرض کیا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نفس سے جہاد۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ رب العزت کی عبادت میں نفس سے

مقابلہ کرتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اپنے نفس کے مصائب کو روک، اس کی خواہشات کی پیروی میں اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کر، جب قیامت کے دن تیرا نفس تجھ سے جھگڑا کرے گا تو تیرے وجود کا ایک حصہ دوسرے پر لعنت کرے گا، اللہ رب العزت اگر تجھے بخش دے اور تیرے عیبوں کو ڈھانپ لے تو یہ اور بات ہے۔

جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے نفس سے بڑھ کر کسی چیز کا مشکل علاج نہیں کیا جس میں کبھی مجھے فائدہ اور کبھی نقصان ہوا۔

جناب ابو عباس الموصلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے نفس! نہ تو تو دنیاداروں کے ساتھ رہ کر عیش وعشرت کے مزے لیتا ہے اور نہ ہی تو آخرت کی طلب میں نیکوں کے ساتھ رہ کر عبادت وریاضت کرتا ہے گویا تو مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان روک رہا ہے تجھے شرم نہیں آتی۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نفس سرکش جانور سے بھی زیادہ لگام کا محتاج ہے، جناب یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نفس کا ریاضت کی تلواروں سے مقابلہ کرنا ریاضت کی چار قسمیں ہیں، معمولی کھانا، معمولی سونا، حاجت کے وقت بولنا اور تمام لوگوں سے دکھ اٹھانا، کم کھانے سے شہوات مر جاتی ہیں، کم سونے سے ارادے پاکیزہ ہوتے ہیں، کم بولنے سے سلامتی عطا ہوتی ہے اور لوگوں سے دکھ اٹھانے کی وجہ سے انسان اعلیٰ مراتب تک پہنچ جاتا ہے کسی انسان کے لئے ظلم کے وقت حوصلہ سے بڑھ کر عمدہ چیز اور کوئی نہیں ہے تکالیف میں صبر کرنا بھی اسی طرح ہے جب بھی نفس گناہوں اور خواہشات کی طرف میلان کرے فضول گفتگو کرنے کو خوشگوار تصور کرنے لگے اس پر کم کھانے، کم سونے اور بیداری کی تلواریں کھینچ کر اسے کم بولنے کی سزا دے، پوشیدگی میں اس پر وار کر یہاں تک کہ تو ظلم اور انتقام سے محفوظ ہو جائے تمام لوگوں کو اس کے آفات سے امن حاصل ہوا، اس کی شہوات کی تاریکیوں کو زائل کر، تاکہ اس کی گمراہی کی مصیبت سے نجات پالے، تب تو پاکیزہ اور روحانی ونورانی اسرار کا مالک بن جائے گا پھر تو اس تیز رفتار گھوڑے کی طرح جو میدان میں اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھاتا ہے نیکیوں اور عبادت کی راہوں میں اپنی سبک روی اور تیز گامی کے جوہر دکھانا اور باغ کے مالک کی طرح باغ کی روشوں پر چہل قدمی کرنا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ انسان کے تین دشمن ہیں، دنیا، شیطان اور نفس، دنیا کو چھوڑ کر اس سے محفوظ رہ، شیطان کی مخالفت کر اور خواہشات چھوڑ کر نفس کے شر سے محفوظ ہو جا۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ جس شخص پر اس کا نفس غالب آجاتا ہے وہ شہوات کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے اور خواہشات کی جیل کا قیدی بن جاتا ہے نفس کے ہاتھ میں اس کی باگیں ہوتی ہیں، وہ اس پر ظلم و تشدد کرتا ہے اور جہاں چاہتا ہے، اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے لہٰذا اس کا دل تمام دینی فوائد سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو یحییٰ الوراق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے اعضاء کی خواہشات کو پورا کیا اس نے گویا دل میں پشیمانیوں کے بیج بوئے۔ حضرت وہیب بن الورد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو کچھ قوت لایموت سے زائد ہے وہ شہوت ہے مزید فرمایا کہ جس نے دنیاوی خواہشات کو محبوب رکھا وہ رسوائی کے لئے تیار ہوا۔

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جب سلطنتِ مصر پر فائز پایا اور خود یوسف علیہ السلام کی گزرگاہ پر ایک بلند ٹیلے کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی، حضرت یوسف علیہ علیہ السلام تقریباً بارہ ہزار امراء مملکت کے ساتھ وہاں سے گزر رہے تھے تو اس نے کہا پاک ہے وہ ذات جو گناہوں کے سبب بادشاہوں کو غلام بنا دیتی ہے، بے شک حرص اور خواہشاتِ نفسانی نے بادشاہوں کو غلام بنا دیا ہے اور یہی مفسدین کی جزاء ہے اور صبر و تقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ کر دیا ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے جب عزیز مصر کی بیوی کی چالیس باتیں بتلائیں تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:۹۰)

''بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ رب العزت نیکیوں کا نیک عمل ضائع نہیں کرتا۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں ایک رات کو بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہوا، مگر مجھے عبادت میں مزہ نہ آیا تب میرا ارادہ ہوا کہ جا کر سو جاؤں لیکن نیند مجھ سے کوسوں دور، میں اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بھی مجھے چین نہ آیا چنانچہ میں باہر نکل گیا، راستہ میں نے

ایک آدمی کو کمبل میں لپٹا پڑا دیکھا۔ جب اس نے میری آہٹ محسوس کی تو کہا اے ابوالقاسم! ذرا میری طرف تشریف لایئے میں نے کہا آقا! بغیر کسی کے بلائے کے آجاؤں وہ کہنے لگا ہاں میں نے اللہ رب العزت سے سوال کیا تھا کہ آپ کے دل میں میرے لئے تحریک پیدا کرے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کیا ہے بتلایئے آپ کی حاجت کیا ہے؟ وہ شخص کہنے لگا نفس کی بیماری اس کے لئے علاج کب بنتی ہے؟ میں نے کہا جب آپ اپنے نفس کی خواہشات کی مخالفت کریں تب وہ اپنے آپ سے کہنے لگا سن لیا، میں نے سات مرتبہ تجھے یہی بات بتلائی تھی مگر تو نے جنید کے سوا کسی کی بات سننے سے انکار کر دیا تھا اب سن لیا کہ جنید کیا کہتا ہے پھر وہ چل دیا اور جانے کہاں غائب ہو گیا۔

جناب یزید الرقاشی رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھے دنیا میں ٹھنڈے پانی سے بچاؤ کہیں میں آخرت میں اس سے محروم نہ ہو جاؤں۔

کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں کب بولوں، انہوں نے کہا جب تجھے چپ رہنے کی خواہش ہو، اس نے کہا اور چپ کیوں رہوں؟ آپ نے فرمایا جب تجھے گفتگو کرنے کی خواہش ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو جنت کا مشتاق ہو وہ دنیاوی خواہشات سے کنارہ کش ہو جائے۔

☆☆☆

باب 77:

تعریف ایمان و ذمّ منافقت

جان لیجئے کہ ایمان اللہ رب العزت کی وحدانیت کی تصدیق اور رسولوں کے لائے ہوئے احکامات کی تائید وتصدیق اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات:۱۵)

''ایمان دار لوگ وہی ہیں جو اللہ رب العزت اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ رب العزت کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ

(البقرہ:۱۷۷)

''ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ یمان لائے اللہ رب العزت اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔''

اسی طرح اللہ رب العزت نے بیس صفات مثلاً عہد کا پورا ہونا، مصائب پر صبر کرنا وغیرہ ایمان کامل کی شرطیں رکھی ہیں پھر ارشاد فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ا (البقرہ:۱۷۷)

''یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی۔''

ایک اور آیت میں فرمانِ الٰہی ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ا

(المجادلہ:۱۱)

''اللہ رب العزت تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے۔

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ (الحدید:۱۰)

''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ (آل عمران: ۱۶۲)

''اور اللہ رب العزت کے یہاں درجہ درجہ ہیں۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس تقویٰ ہے اور ارشاد فرمایا کہ ایمان کے کچھ اوپر ستر درجے ہیں اور کمترین درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔

یہی حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ کامل ایمان عمل سے مشروط و مربوط ہے اور ایمان کا نفاق سے برات اور شرک خفی سے علیحدگی پر مربوط ہونا حضور ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے چار چیزیں جس میں ہوں وہ نمازی و روزہ دار ہونے کے باوجود خالص منافق ہے اگرچہ وہ خود کو مومن ہی سمجھتا رہے جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے، اس کے ہاں امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ پن پر اتر آئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب معاہدہ کرے تو اسے توڑ ڈالے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، دل چار ہیں، دنیاوی خواہشات سے منزہ دل جس میں معرفت کا چراغ روشن ہے اور یہی مومن کا دل ہے، ایسا دل جس میں ایمان اور نفاق دونوں ہوں ایسے دل میں ایمان سبزے کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے نشوونما پاتا ہے اور نفاق ایسے زخم کی طرح ہے جو پیپ اور گندے خون سے پھیلتا جاتا ہے ان میں سے جو چیز غالب آجاتی ہے دل پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ جو ان میں سے غالب ہو جاتا ہے وہ دوسرے کو لے جاتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ میری امت کے اکثر منافق قاری ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں شرک، صفا پہاڑ پر چلنے والی چیونٹی سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آدمی ایک ایسی بات کرتا ہے جس کے سبب کرتے وقت تک وہ منافق ہو جاتا ہے اور میں تم سے ویسی دس باتیں روزانہ سنتا ہوں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ وہ شخص نفاق سے بہت قریب ہے جو خود کو نفاق سے بَری سمجھتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے زیادہ منافق ہیں، تب منافق اپنا نفاق پوشیدہ رکھتے تھے اور اب ظاہر کرتے ہیں، یہی نفاق کمال ایمانی اور صدق ایمان کی ضد ہے کیونکہ یہ پوشیدہ ہے، جو اس سے خوفزدہ ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتا ہے اور اس سے قریب وہی ہوتا ہے جو خود کو اس سے بری سمجھتا ہے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں آج نفاق باقی نہیں رہا ہے آپ نے فرمایا اے بھائی اگر منافق ہلاک ہو جائیں تو تم راستوں پر وحشت زدہ ہو جاؤ اور آپ نے یا کسی اور نے کہا کہ اگر منافقوں کے ہم پیدا ہو جائیں تو ہم زمین پر قدموں سے نہ چل پائیں (ان کی کثرت کے باعث راہ چلنا دشوار ہو جائے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حجاج کو برا بھلا کہتے سن کر فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تو تم یہ باتیں کرتے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم اس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق میں شمار کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں دو زبانوں والا ہوتا ہے آخرت میں اللہ رب العزت اسے دو زبانوں والا بنائے گا، مزید فرمایا بدترین آدمی دو چہروں والا ہے جو اس کے پاس ایک چہرے سے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے سے جاتا ہے (یعنی منافقت کرتا ہے)۔

جناب حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے نفاق کی وجہ سے زبان اور دل مختلف ہوتے ہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا اختلاف ہوتا ہے اور آنے جانے میں فرق ہوتا ہے، داخل ہونے کا

راستہ اور اور نکلنے کا اور ہوتا ہے کسی نے حضرت جذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں نفاق سے ڈرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم منافق ہوتے تو تمہیں نفاق کا خوف نہ ہوتا کیونکہ منافق نفاق سے بے پروا ہوتا ہے۔

جناب ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک سو تیس اور ایک روایت میں ایک سو پچاس صحابہ کرام کو پایا ہے جو سب کے سب نفاق سے ڈرتے ہیں۔

مروی ہے حضور ﷺ صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے، صحابہ کرام نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور اس کی بہت زیادہ تعریف کی، سب حضرات اسی طرح تشریف فرما تھے، اس کے چہرے سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، جوتا اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کی آنکھوں کے درمیان سجدوں کا نشان تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! یہ وہی شخص ہے جس کی ہم نے آپ ﷺ کے سامنے تعریف کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس کے چہرے پر شیطان کا اثر نظر آتا ہے۔ وہ آدمی آکر صحابہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا میں تجھے اللہ رب العزت کی قسم دیتا ہوں، بتا کہ جب تو نے ان لوگوں کو دیکھا تو تیرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ تو ان سے اچھا ہے؟ وہ بولا اے اللہ رب العزت کے رسول (ﷺ)! ہاں تب آپ ﷺ نے اپنی دُعا میں فرمایا اے اللہ رب العزت! میں تجھ سے ہر اس بات سے جسے جانتا ہوں یا نہیں جانتا بخشش طلب کرتا ہوں عرض کیا گیا یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ بھی خوفزدہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں کیسے بے خوف ہو جاؤں حالانکہ مخلوق کے دل اللہ رب العزت کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا رہتا ہے فرمانِ خدائے بزرگ و برتر ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر:۴۷)

''اور انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔''

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایسے اعمال کئے جنہیں وہ اپنے گمان کے بموجب نیکیاں سمجھتے تھے مگر وہ گناہوں کے پلڑے میں جا پڑے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر کوئی انسان ایسے باغ میں جائے جس

میں ہر قسم کے درخت ہوں اور ان درختوں پر ہر قسم کے پرندے ہوں جو اسے دیکھ کر یک زبان ہو کر کہیں، اے اللہ رب العزت کے ولی تجھ پر سلام ہو اور اس کا دل یہ بات سن کر مطمئن ہو جائے تو گویا وہ ان پرندوں کا امیر ہے۔

یہ تمام اقوال و احادیث تجھے ان خطرات سے روشناس کرائیں گے جو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی پر منتہی ہوتے ہیں اور کوئی بھی عقل مند اس سے غافل نہیں رہتا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اپنے متعلق پوچھا کرتے (یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے)۔

جناب سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے ایک امیر سے ایسی بات سنی جو مجھے ناگوار گزری اور میں نے اسے ٹوکنے کا ارادہ کیا مگر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ مجھے قتل کرنے کا حکم نہ دیں دے، میں موت سے نہیں بلکہ اس بات سے ڈرا کہ قتل کے وقت لوگوں کے سامنے میرے دل میں یہ بات نہ آجائے کہ میں نے کیسا عمدہ کام کیا ہے لہٰذا میں اسے ٹوکنے سے رک گیا۔

یہ نفاق کی وہ قسم ہے جو ایمان کی اصل کو نہیں بلکہ اس کی صفائی، کمال، حقیقت اور صدق کے خلاف ہے، نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو دین سے نکال کر کافروں میں شامل کر دیتی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ منسلک کر دیتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے دوسری قسم وہ ہے جو اپنے رکھنے والوں کو کچھ مدت جہنم میں پہنچائے گی یا اس کے بلند مراتب کو کم کر دے گی اور اسے صدیقوں کے بلند ترین مقام سے نیچے گرا دے گی۔

☆☆☆

باب 78:

مذمت غیبت و چغل خوری

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے غیبت کی مذمت فرمائی ہے اور غیبت کرنے والے کو مردار کا گوشت کھانے والے کی مثل قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات:۱۲)

''اور تم ایک دوسرے کے غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ہر مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے، غیبت عزت کو کھا جاتی ہے اور اللہ رب العزت نے اسے مال اور خون کے ساتھ یکجا ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، دھوکہ نہ دو، پیٹھ پیچھے برائیاں نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اللہ رب العزت کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے بھی بُری ہے اس لئے کہ آدمی زنا کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا ایسی قوم پر سے گزر ہوا جن کے چہرے ان کے ناخنوں کے ساتھ باندھے جاتے تھے، میں نے کہا جبریل! یہ کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں

اوران کی عزت کو پامال کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے ایسا بھلا کام بتلایئے جس سے میں نفع اندوز ہوسکوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھ اور اگر چہ تجھے اپنے ڈول کا پانی پیاسے کے ڈول میں ہی ڈالنا پڑے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا جیسے پردہ نشین عورتوں نے اپنے گھروں میں سنا، آپ ﷺ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر دلوں میں ایمان نہیں رکھتے ہو! مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی رسوائی کی جستجو میں نہ رہو کیونکہ جو کسی بھائی کی رسوائی کے درپے ہوتا ہے اللہ رب العزت اس کی رسوائی کے درپے ہوتا ہے اور اللہ رب العزت جس کی رسوائی کے درپے ہوتا ہے اسے اس کے گھر میں بے عزت اور رسوا کر دیتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو غیبت سے تائب ہو کر مرا وہ آخری شخص ہوگا جو جنت میں جائے گا اور جو غیبت کرتے کرتے مر گیا وہ پہلا شخص ہوگا جو جہنم میں جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو ایک دن کے روزے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر کوئی بھی روزہ افطار نہ کرے، یہاں تک کہ جب شام ہوگئی تو لوگ آنا شروع ہوئے اور ہر شخص حاضر ہو کر عرض کرتا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے دن میں روزہ رکھا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے افطار کروں، آپ ﷺ اسے اجازت مرحمت فرما دیتے۔ اسی طرح لوگ آتے گئے اور اجازت لیتے گئے تا آنکہ ایک آدمی نے آکر عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے گھر کی دو جوان عورتوں نے روزہ رکھا ہے اور وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آتے ہوئے شرماتی ہیں، اجازت دیجئے تا کہ وہ روزہ افطار کریں۔ حضور ﷺ نے منہ پھیر لیا اس نے پھر عرض کی۔ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے روزہ نہیں رکھا وہ شخص کیسے روزہ دار ہوسکتا ہے جس کا دن لوگوں کا گوشت کھاتے گزر جائیں تم جاؤ اور انہیں جا کر کہو کہ اگر تم روزہ دار ہو تو کسی

طرح قے کرو چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور انہیں ساری بات بتا کر قے کرنے کو کہا چنانچہ انہوں نے قے کی اور ہر ایک نے خون کے لوتھڑے کی قے کی وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری روائیداد سنائی، آپ ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا بخدا اگر یہ چیز ان کے پیٹ میں موجود رہتی تو انہیں آگ جلاتی۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ کچھ دیر بعد دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ دونوں مر چکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ جب وہ آگئیں تو آپ ﷺ نے پیالہ منگوا کر ان میں سے ہر ایک سے فرمایا کہ اس میں قے کرو چنانچہ ایک نے پیپ، خون اور بدبودار مواد سے پیالہ بھر دیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری سے بھی قے کرنے کو کہا تو اس نے بھی ویسی ہی قے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں نے اللہ رب العزت کے حلال کردہ رزق سے روزہ رکھا اور اللہ رب العزت کی حرام کردہ اشیاء سے افطار کیا، ان میں سے ایک دوسری کے پاس جا بیٹھی اور یہ دونوں مل کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور اس میں سود کی برائیوں اور قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک عمودی درہم انسان کے لئے تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے اور سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی عزت پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔

یہ ایک انتہائی بری صفت ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ (القلم:۱۱)

''ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت ادھر ادھر کی لگاتا ہوا۔''

پھر فرمایا۔

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (القلم:۱۳)

''دہشت، خوف، اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل خطا۔''

جناب عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''زنیم'' ایسے ولد الزنا کو کہتے ہیں جو باتیں پوشیدہ نہیں رکھتا اور انہوں نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ جو شخص بات مخفی نہیں رکھتا اور چغل خوری کرتا ہے اس کا یہ فعل اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ولد الزنا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی میں اسی جانب اشارہ ملتا ہے ''گردن اکڑا کر چلنے والا اور اس کے بعد والد الزنا'' یہاں زنیم سے مراد جھوٹے نسب کا مدعی ہے۔

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ (الھمزہ:۱)

''خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے۔''

ایک تشریح کے مطابق ہمزہ کا معنی چغل خور بتایا گیا ہے اور ارشادِ الٰہی ہے۔

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (الھب:۴)

''لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔''

کہتے ہیں کہ یہاں لکڑیوں سے مراد چغلیاں ہیں کیونکہ وہ باتیں اٹھائے چغلیاں کرتی رہتی تھی۔

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے۔

فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (التحریم:۱۰)

''پھر ان دونوں نے ان دونوں سے خیانت کی پس وہ دونوں (نبی ان کے شوہر) اللہ کے مقابلہ میں انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔''

پس ان دو عورتوں نے ان کی خیانت کی اور انہوں نے اللہ رب العزت کی طرف ان دونوں کی کفایت نہ کی۔

کہتے ہیں کہ اس آیت میں دو عورتوں کا تذکرہ ہے ایک حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں سے خبردار کیا کرتی تھی اور نوح علیہ السلام کی بیوی جو آپ علیہ السلام کو مخبوط الحواس کہا کرتی تھی۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا، دوسری حدیث میں ہے کہ قتات جنت میں نہیں جائے گا قتات چغل خور کو کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو دنیا میں رہتے ہیں، وہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ انہیں محبوب سمجھتے ہیں اور اللہ رب العزت کے ہاں سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جو چغل خوریاں کرتے ہیں، بھائیوں کو باہم لڑاتے ہیں اور نیکوں کی لغزشوں کے خواہاں ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بدترین آدمیوں کے متعلق بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کی بتلائے یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے فرمایا وہ چغل خوری کرنے والے، دوستوں میں فساد برپا کرنے والے اور صالح لوگوں پر جھوٹی تہمتیں لگانے والے ہیں (یعنی بدترین لوگ یہ ہیں)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ناحق کسی مسلمان کے متعلق جھوٹی بات پھیلاتا ہے کہ اسے ذلیل و رسوا کرے تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن جہنم میں ذلیل و رسوا کرے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان کے لئے کسی ایسی بات کو پھیلاتا ہے جو بالکل غلط ہو اور وہ اس سے اس مسلمان کو دنیا میں رسوا کرنا چاہتا ہے اللہ رب العزت پر واجب ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن جہنم میں رسوا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کسی مسلمان پر جھوٹی گواہی دیتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر میں ایک تہائی عذاب صرف چغل خوروں کی بدولت ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ رب العزت نے جنت کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا کہ مجھ سے بات کر، وہ بولی کہ جو میرے اندر آ گیا وہ سعادت مند ہوا، تب رب جبار جل جلالہ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تیرے اندر آٹھ قسم کے لوگ داخل نہیں کروں گا۔ عادی، شرابی، زانی، چغل خور، بے غیرت، رذیل، ہیجڑا، قطع رحمی کرنے والا اور وہ شخص جو یہ کہتا ہے میرا خدا سے عہد ہے کہ فلاں فلاں برا عمل نہیں کروں گا مگر یہ وعدہ پورا نہیں کرتا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہوگئے، موسیٰ علیہ السلام نے متعدد بار بارش کی دُعا کی مگر بارش نہ ہوئی۔ تب اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں تیری اور تیرے ساتھیوں کی دُعا کیسے قبول کروں حالانکہ تم میں عادی چغل خور موجود ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بارِ الٰہی! مجھے وہ چغل خور بتا تاکہ میں اسے (اپنی جماعت سے) باہر نکال دوں! رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں تمہیں چغل خوری سے منع کر رہا ہوں اور پھر خود چغل خوری کروں؟ لہٰذا ان سب نے توبہ کی اور بارش برسنے لگی۔

اور کہا گیا ہے کہ کسی آدمی نے سات سو فرسخ کا طویل سفر کر کے ایک دانا کی مجلس میں حاضری دی اور اسے کہا کہ میں اتنی طویل مسافت طے کر کے آپ سے سات باتیں پوچھنے آیا ہوں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو علم دیا ہے مجھے یہ بتلایئے کہ آسمان اور آسمان سے بھاری چیز کیا ہے؟ زمین اور زمین سے فراخ چیز کیا ہے؟ چٹان اور چٹان سے سخت چیز، آگ اور آگ سے زیادہ گرم چیز، زمہریر اور اس سے بھی ٹھنڈی چیز، سمندر اور سے بھی زیادہ بے نیاز، یتیم اور اس سے بھی زیادہ خوار چیز کیا ہے؟ اس دانا نے جواب دیا کہ پاک دامن پر بہتان آسمان سے بھی بھاری ہے، حق زمین سے زیادہ فراخ ہے، قناعت پسند دل سمندر سے زیادہ بے نیاز ہے، حرص اور حسد آگ سے زیادہ گرم ہیں، کسی عزیز سے کام، جبکہ وہ پورا نہ کرے زمہریر سے زیادہ سرد ہے، کافر کا دل چٹان سے زیادہ سخت اور چغل خور جب اس کا کردار ظاہر ہو جائے یتیم سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مَنْ ثَمَّ فِی النَّاس لَمْ تُؤْمِنْ عَقَارِبُهٗ عَلَی الصِّدِیْقِ وَلَمْ تُؤْمِنْ اَفَاعِیْهِ

''جو چغل خور لوگوں میں چغلخوریاں کرتا ہے تو اس کے دوست کو بھی اس کے سانپوں اور بچھوؤں سے بے خوف نہ سمجھ (یعنی وہ دوستوں کی بھی چغلیاں کرے گا)۔''

کَالسَّیْلِ بِاللَّیْلِ لَایَدْرِیْ بِهٖ اَحَدٌ مِنْ اَیْنَ جَاءَ وَلَا مِنْ اَیْنَ یَاْتِیْهِ

''رات کو آنے والے سیلاب کی طرح جس کے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا ہے اور کس کس تک پہنچا ہے۔''

اَلْوَیْلُ لِلْعَھْدِ کَیْفَ یَنْقُضُہٗ وَالْوَیْلُ لِلْوُدِّمِنْہُ کَیْفَ یَنْفِیْہِ

''اس کے عہد کے لئے ہلاکت ہے وہ اسے کیسے پورا کرے گا اور اس کی دوستی کے لئے ہلاکت ہے وہ کیسے اس کی نفی کرے گا۔''

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

یَسْعٰی اِلَیْکَ کَمَا یَسْعٰی اِلَیْکَ ھَلَا تَامَنْ غَوَائِلَ ذِی وَجْھَیْنِ کَیَّادِ

''وہ چغل خور جس طرح تیری حمایت کرتا ہے اسی طرح تیری برائیاں بھی بیان کرے گا دو چہروں والے کے مکروفریب سے غافل نہ ہو۔''

☆☆☆

باب 79:

عداوتِ شیطان

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا دل میں اترنے کی دو جگہیں ہیں ایک جگہ فرشتے کے اترنے کی وہ ہے جو نیکی پر تنبیہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کی جانب رغبت دلاتی ہے لہٰذا جو آدمی اپنے اندر یہ بات محسوس کرے وہ اسے اللہ رب العزت کی رحمت سمجھے اور خداوند جل و علا کی تعریف وتوصیف کرے، دوسری جگہ دشمن کی ہے جو فتنہ وفساد کی جانب میلان پیدا کرتا، حق کی تکذیب اور نیکیوں سے منع کرتا ہے جو شخص اپنے دل میں یہ بات محسوس کرے وہ اللہ رب العزت سے شیطان رجیم کی شرارتوں سے پناہ مانگے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (البقرہ:۲۶۸)

''شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔''

جناب حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دو فکریں ہیں جو انسان کے دل میں گردش کرتی رہتی ہیں، ایک حق کی فکر اور دوسری دشمنی کی فکر ہوتی ہے، اللہ رب العزت اس بندہ پر رحم کرے جو اپنے عزائم کا قصد کرتا ہے جو کام اسے اللہ رب العزت کی طرف سے نظر آتا ہے اسے پورا کرتا ہے اور جو اسے دشمن کی طرف سے نظر آتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔

جناب جابر بن عبیدہ العدوی کہتے ہیں، میں نے جناب علماء بن زیاد سے اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کی شکایت کی، تو انہوں نے اسے فرمایا، دل کی مثال اس گھر جیسی ہے جس میں چوروں کا گزر ہوتا ہے، اگر اس میں کچھ موجود ہوتا تو وہ اسے نکال لے جانے کے بارے میں سوچتے ہیں ورنہ اسے چھوڑ دیتے ہیں یعنی جو دل خواہشات سے خالی ہوتا ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا، اسی لئے فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

''بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔''

لہٰذا ہر وہ انسان جو خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ رب العزت کا نہیں بلکہ شہوت کا بندہ ہے اسی لئے اللہ رب العزت اس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الفرقان: ۴۳)

''کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا۔''

اس آیت میں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جس کا معبود اور خدا اس کی خواہش ہو وہ اللہ رب العزت کا بندہ نہیں ہوتا۔

اسی لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! شیطان میرے اور میری نماز وقرأت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے تم جب بھی اس کے وسواس محسوس کرو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگو اور تین مرتبہ بائیں جانب تھوک دو، راوی کہتے ہیں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ رب العزت نے مجھے اس سے دور کر دیا۔

حدیث شریف میں ہے وضو (میں نقص پیدا کرنے) کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے، اللہ رب العزت کی رحمت سے اس سے بچنے کا سوال کرو۔

دل سے شیطانی وساوس اس صورت میں دور ہو سکتے ہیں کہ انسان ان وساوس کے خلاف باتیں سوچے یعنی ذکر الٰہی کرے کیونکہ دل میں کسی چیز کا خیال آتا ہے تو پہلے والی چیز کا خیال مٹ جاتا ہے لیکن ہر اس چیز کا خیال جو ذاتِ ربانی اور اس کے فرامین کے علاوہ ہو، شیطان کی جولانگاہ بن سکتی ہے مگر ذکرِ خدا ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے مومن کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ شیطان کی طاقت نہیں جو اس میں زور آزمائی کرے، چونکہ ہر چیز کا علاج اس کی ضد سے کیا جاتا ہے، لہٰذا جان لیجئے کہ تمام شیطانی وساوس کی ضد ذکر الٰہی ہے شیطان سے پناہ چاہنا ہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ سے رہائی پانا ہے اور تمہارے اس قول کا کہ میں اللہ رب العزت سے شیطانِ رجیم سے پناہ مانگتا ہوں اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا یہی منشاء ہے، اس مقام پر وہی لوگ سرفراز ہوتے ہیں جو متقی ہوں اور ذکرِ خدا جن کی رگ رگ میں رچ بس گیا ہوں اور شیطان ایسے لوگوں پر بے خبری کے عالم میں اچانک

حملے کیا کرتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ

(الاعراف:۲۰۱)

''بے شک جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

مجاہد رضی اللہ عنہ اس فرمانِ الٰہی ۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ(الناس:۳)

''اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے۔''

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ دل پر پھیلا ہوا ہوتا ہے جب انسان ذکر خدا کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور سکڑ جاتا ہے اور جب انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے تو وہ حسب سابق دل پر تسلط جما لیتا ہے۔

ذکرِ الٰہی اور شیطان کے وساوس کا مقابلہ ایسے ہے جیسے نور اور ظلمت، رات اور دن ،اور جس طرح یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ (المجادلہ:۱۹)

''ان پر شیطان غالب آیا اور انہیں یادِ الٰہی بھلا دی۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کے دل پر اپنی تاک لگائے ہوئے، جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے دل کو نگل لیتا ہے۔

ابن وضاح رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جب آدمی چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے اور توبہ نہیں کر پاتا تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتا اور کہتا ہے کہ مجھے اپنے باپ کی قسم یہ اس کا چہرہ ہے جو فلاح نہیں پائے گا۔

اور جیسے انسانی خواہشات و شہوات انسان کے خون اور گوشت پوست سے جدا نہیں ہوتیں، اسی طرح شیطان کی سلطنت بھی انسانی دل پر محیط ہے اور انسان کے خون اور گوشت و

پوست پر جاری ساری ہے چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے شیطان انسان کے وجود میں خون کی طرح گردش کرتا ہے لہٰذا اس کی گزرگاہوں کو بھوک سے بند کرو، آپ نے بھوک کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ شہوت کو ختم کر دیتی ہے اور شیطان کے راستے بھی شہوات ہیں۔

شہواتِ نفسانی کے دل کا گھیراؤ کرنے کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے جس میں شیطان کے قول کی خبر دی گئی ہے کہ اس نے کہا۔

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (الاعراف:۱۶،۱۷)

''میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے۔''

اس سے پہلے والی آیت میں ہے کہ شیطان نے کہا ''کہ میں البتہ'' تیری سیدھی راہ پر ان کے لئے بیٹھوں گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ شیطان انسان کے راستوں پر بیٹھ گیا، اس کے اسلام کے راستہ میں بیٹھ کر اسے کہا گیا تو اسلام قبول کرتا ہے اور اپنے اور اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑتا ہے مگر اس انسان نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا اور اسلام لے آیا پھر وہ ہجرت کر کے راستہ میں بیٹھ گیا اور بولا کیا تو ہجرت کرتا ہے اور اپنے وطن کو اور اس کی زمین و آسمان کو چھوڑتا ہے مگر اس انسان نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ہجرت کر گیا پھر اس کے جہاد کرنے کے راستہ میں بیٹھ کر بولا کیا تو جہاد کرنا چاہتا ہے، حالانکہ اس میں جان و مال کا ضیاع ہے جب تو جنگ میں جائے گا تو قتل ہو جائے گا اور تیری عورتوں سے لوگ نکاح کر لیں گے تیرا مال آپس میں بانٹ لیں گے مگر اس بندۂ خدا نے شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور جہاد میں شریک ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی نے ایسے کردار کا مظاہرہ کیا پھر اسے موت آگئی تو اللہ رب العزت پر واجب ہوگا کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے۔

☆☆☆

باب 80:

محبت ومحاسبہ نفس

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے محبت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ محبت دائمی ذکر کا نام ہے ایک اور قول ہے کہ محبت محبوب کو خود پر ترجیح دینا ہے اور بعض کا قول ہے کہ محبت کا نام ہے دنیا کے قیام کو بُرا سمجھنے کا، مذکورہ بالا سب اقوال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں نفس محبت کو کسی نے نہیں چھیڑا، بعض نے یہ کہا ہے کہ محبت نام ہے محبوب کے ان کمالات کا ہے جس کے ادراک سے دل مجبور اور جس کی ادائیگی سے زبانیں مسدود ہیں۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ رب العزت نے دنیا سے تعلق رکھنے والوں پر محبت کو حرام کر دیا ہے اور فرمایا ہر محبت کسی عوض کے جواب میں ہوتی ہے جب عوض ختم ہو جاتا ہے محبت زائل ہو جاتی ہے۔ حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس شخص سے جو شخص اللہ رب العزت کی محبت کا اظہار کرے کہہ دو کہ کسی غیر کے سامنے ذلیل ہونے سے بچتے رہنا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ہمیں عارف اور محبّ کی تعریف بتلایئے۔

انہوں نے کہا عارف اگر بات کرتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور محبّ اگر چپ رہتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

يَا اَيُّهَا السَّيِّدُ الْكَرِيْمُ حُبُّكَ بَيْنَ الْحَشَاءِ مُقِيْمُ

''اے مہربان سردار تیری محبت میرے دل کی گہرائیوں میں مقیم ہے۔''

يَارَافِعَ النَّوْمِ عَنْ عُيُوْنِيْ اَنْتَ بِمَا مَرَّبِيْ عَلِيْمُ

''اے میری پلکوں سے نیند اڑانے والے جو کچھ مجھ پر بیتی، تو اسے جانتا ہے۔''

کسی دوسرے شاعر کا قول ہے۔

عَجِبْتُ لِمَنْ يَقُوْلُ ذَكَرْتَ اِلْفِيْ وَهَلْ اُنْسٰى فَاَذْكُرُمَا نَسِيْتُ

''مجھے اس پر انتہائی تعجب ہوتا ہے جو مجھ سے کہتا ہے تو نے میری محبت کو یاد کیا

ہے کیا میں اس کی محبت بھول گیا ہوں جو اسے یاد کروں؟۔''

اَمُوْتُ اِذَا ذَکَرْتُکَ ثُمَّ اَحْیٰی وَلَوْ لَا حُسْنُ ظَنِّیْ مَاحَیِیْتُ

''جب میں تجھے یاد کرتا ہوں تو مر جاتا ہوں پھر زندہ ہو جاتا ہوں، اگر میرا حسنِ ظن نہ ہوتا تو میں کبھی زندہ نہ ہوتا۔''

فَاَحْیٰی بِالْمُنٰی وَاَمُوْتُ شَوْقًا فَکَمْ اَحْیٰی عَلَیْکَ وَکَمْ اَمُوْتُ

''پس میں موت میں زندگی پاتا ہوں اور تیرے شوق میں موت پاتا ہوں کتنی مرتبہ میں تیرے لئے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں۔''

شَرِبْتُ الْحُبَّ کَاْسًا بَعْدَ کَاْسٍ فَمَا نَقَدَالشَّرَابُ وَمَا رُوِیْتُ

''میں نے محبت کا جام کے بعد جام پیا نہ شراب محبت کم ہوئی اور نہ ہی میرا سیر ہوا۔''

فَلَیْتَ خِیَالَهٗ نُصِبَ لِعَیْنِیْ فَاِنْ قَصُرَتْ فِیْ نَظَرِیْ عَمِیْتُ

''اے کاش! اس کا خیال میرا نصیب العین ہو، جب بھی وہ میری نظروں سے دور ہو، میں اندھا ہو جاتا ہوں۔''

حضرت رابعہ العدویہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن کہا کون ہے جو ہمیں اپنے محبوب کا پتہ بتلائے ان کی خادمہ بولی کہ ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے لیکن دنیا نے ہمیں اس سے جدا کر رکھا ہے۔

ابن الجلا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جب میں بندے کے دل کو دنیا اور آخرت کی محبت سے خالی پاتا ہوں تو اس کے دل کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ جب سمنون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن محبت کے متعلق گفتگو فرمائی تو ان کے سامنے ایک پرندہ اترا اور وہ اپنی چونچ زمین پر مارنے لگا یہاں تک کہ اس سے خون بہنے لگا اور وہ مر گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ رب العزت تو جانتا ہے کہ جنت تیرے ان انعامات کے مقابلہ میں جو مجھے ودیعت ہوئے ہیں، میرے نزدیک مچھر کے پر

کے برابر وزن نہیں رکھتی تو نے مجھے اپنی محبت سے سرفراز کیا ہے، اپنے ذکر کی الفت بخشی ہے اور اپنی عظمت میں غور وفکر کرنے کے لئے فراغت مرحمت فرمائی ہے۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے اللہ رب العزت سے محبت کی وہ زندہ جاوید ہوا، جس نے دنیا سے محبت کی وہ بے آبرو ہوا احمق صبح وشام ذلت ورسوائی سے بسر کرتا ہے اور عقل مند اپنے عیوب تلاش کرتا رہتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں نفس کے محاسبہ کا حکم دیا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(الحشر:۱۸)

''اے ایمان والو! اللہ رب العزت سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا۔''

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اپنے گذشتہ اعمال کا محاسبہ کرے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ ہو تم خود اپنا محاسبہ کرو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال تول لو۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نصیحت کی طلب میں آئے ہو؟ عرض کی جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کا انجام سوچ لو اگر اس کا انجام اچھا ہو تو کرلو اور اگر اس کا برا انجام ہو تو اس سے رک جاؤ۔ حدیث شریف میں ہے عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ چار گھڑیوں میں ایک گھڑی اپنے نفس کے محاسبہ میں خرچ کرے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور:۳۱)

''اور اللہ رب العزت کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ گے۔''

اور توبہ ایسا فعل ہے جو کام کر چکنے کے بعد شرمندگی اور پشیمانی سے متصف ہوتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں اور اللہ رب العزت سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

(الاعراف:۲۰۱)

''بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہو شیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب رات تاریک ہوتی تو اپنے قدموں پر چابک مارتے اور اپنے نفس سے کہتے کہ تو نے آج کیا عمل کیا؟ جناب میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ کام کے بعد اپنے شریک یا شریکوں کے محاسبہ سے بھی اپنے نفس کا سخت محاسبہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وقتِ وصال فرمایا کہ مجھے لوگوں میں سے کوئی بھی عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان دہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ باعزت کوئی شخص نہیں ہے، تو گویا آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہہ کر اس پر غور فرمایا اور اسے دوسرے جملہ تبدیل کر دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب انہیں ان کے باغ کے پرندے نے نماز سے ان کی توجہ ہٹا دی تو انہوں نے اس کوتاہی کے بدلہ میں انتہائی پشیمانی کے عالم میں وہ سارا باغ اللہ رب العزت کی راہ میں وقف کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا تو لوگوں نے کہا اے ابو یوسف! تیرے گھر میں لکڑیاں موجود تھیں اور تیرے غلام بھی اس کام کے لئے موجود تھے تو نے یہ کام کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے نفس کا امتحان لے رہا تھا کہ کہیں یہ ان کاموں کو بُرا نہیں سمجھتا۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومن اپنے نفس کا حاکم ہوتا ہے اور اس کا محاسبہ

کرتا رہتا ہے ان لوگوں کا قیامت میں حساب آسان اور ہلکا ہوگا جو دنیا میں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے رہے ہیں اور قیامت میں ان لوگوں کا سخت محاسبہ ہوگا جو دنیا میں اپنے نفسوں کا محاسبہ نہیں کرتے پھر محاسبہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اچانک مومن کو کوئی چیز پسند آجاتی ہے اور وہ اسے دیکھ کر کہتا ہے بخدا تو مجھے پسند ہے، تو میری ضرورت ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ تیرے اور میرے درمیان حساب حائل ہے، یہ حساب قبل از عمل کی مثال ہے اور جب مومن سے کوئی لغزش سرزد ہو جاتی ہے تو وہ خود سے کہتا ہے تیرا اس فعل سے کیا مطلب تھا، بخدا میں اس پر عذر پیش نہیں کرونگا اور بخدا اگر اللہ رب العزت نے چاہا تو میں کبھی بھی ایسا کام پھر نہیں کرونگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں مدینہ منورہ سے باہر نکلے یہاں تک کہ وہ ایک دیوار کے قریب پہنچے، میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، واہ وا! عمر بن الخطاب امیر المؤمنین ہے! بخدا اے نفس! اللہ رب العزت سے ڈرو ورنہ وہ تجھے عذاب کرے گا۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ اس فرمانِ الٰہی ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیامۃ:۲)

''اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔''

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومن سے جب کوئی غلطی ہوتی ہے تو وہ اپنے نفس کا تعاقب کرتا ہے کہ تیرا اس بات سے کیا ارادہ تھا؟ تیرا میرے کھانے اور پینے سے منشا کیا تھا؟ اور بدکار قدم بقدم آگے بڑھتا رہتا ہے مگر گناہوں پر محاسبہ نفس نہیں کرتا۔

جناب مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اللہ رب العزت اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے نفس سے یہ کہا کہ تو نے ایسا ایسا کام انجام نہیں دیا پھر اس کی خدمت کی، اس کی ناک میں نکیل ڈال کر کتاب اللہ رب العزت کی پیروی کو اس کے لئے لازمی قرار دے دیا ایسا شخص اپنے نفس کا قائد ہوگا اور حقیقت میں یہی نفس کا محاسبہ ہے۔ جناب میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ متقی شخص اپنے نفس کا ظالم بادشاہ اور بخیل حصہ دار سے بھی زیادہ محاسبہ کرتا ہے۔

جناب ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے اپنے نفس کے سامنے جنت کی مثال پیش کی، اس کے پھل کھانا، اس کی نہروں سے پانی پینا اور اس کی پاکیزہ عورتوں سے میل ملاپ رکھنے کی تفصیل بیان کی، پھر میں نے اپنے نفس کو جہنم کی تفصیل سنائی یعنی اس کا تھوہر کھانا، اس کی پیپ پینا اور اس کے بھاری زنجیر اور طوق گلے میں پہننے کا بنا کر کہا تجھے ان دو میں سے کونسی چیز پسند ہے؟ نفس بولا میرا ارادہ ہے کہ دنیا میں جا کر نیک عمل کر کے آؤں تب میں نے اسے کہا کہ فی الحال تجھے مہلت ملی ہوئی ہے لہٰذا خوب نیک اعمال کر لے۔

جناب مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حجاج کو خطاب کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا اللہ رب العزت اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنا حساب دوسرے کے پاس جانے سے پہلے خود ہی اپنے نفس کا محاسبہ کر لیا اللہ رب العزت اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنے عمل کی لگام پکڑ کر سوچا کہ میں ایسا کام کیوں کر رہا ہوں اللہ رب العزت اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اپنی بھرتی کو دیکھا اللہ رب العزت اس بندہ پر رحم فرمائے جس نے اپنے اعمال کے میزان کو دیکھا وہ اسی طرح کہتا رہا یہاں تک کہ میں رو پڑا (لیکن حجاج کے مظالم اور صلحاء و اکابر پر اس کی چیرہ دستیوں نے خود اس کو کبھی اپنے نفس کے محاسبہ کا موقع نہیں دیا)۔

جناب احمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی کی روایت ہے کہ میں ان کے ساتھ رہتا تھا، ان کی رات کی عبادت عمومی طور پر دُعاؤں پر مشتمل ہوتی تھی اور وہ چراغ کی طرف آتے اس کی لو میں اپنی انگلی رکھ دیتے یہاں تک کہ اس پر آگ کا اثر محسوس کیا جاتا، پھر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے اے ضیف! تجھے فلاں فلاں دن کسی چیز نے ایسے ایسے کام کرنے پر اکسایا تھا تجھے فلاں روز کونسی چیز نے ایسے بُرے عمل پر آمادہ کیا تھا۔

☆☆☆

باب 81:

آمیزش حق و باطل

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جسے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب لوگوں کے دلوں میں قرآن مجید بدن کے کپڑوں کی طرح پرانا ہو جائے گا ان کے تمام احکامات طمع پر مبنی ہوں گے کسی کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہوگا اگر ان میں سے کوئی ایک نیکی کرے گا تو کہے گا یہ مجھ سے قبول کر لی جائے گی اور اگر برائی کرے گا تو کہے گا یہ بخش دی جائے گی۔

حضور ﷺ نے بتلایا کہ وہ خوفِ خدا کی بجائے مطمع رکھیں گے کیونکہ قرآن مجید کی ان تنبیہات سے جن میں انسانوں کو عذاب سے خوف دلایا گیا ہے ان کو بالکل علم نہیں ہوگا اسی عادت اور اس جیسی دوسری عادتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت نے نصاریٰ کے متعلق ان الفاظ میں خبر دی ہے کہ۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (الاعراف:۱۶۹)

''پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری بخشش ہوگی۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ ان کے علماء کتاب الٰہی کے وارث ہوئے مگر انہوں نے دنیا کی خواہشات سے مرصع مال کمانا شروع کر دیا خواہ وہ حلال ہو یا حرام اور یہ کہا کہ ہمیں اللہ رب العزت بخش دے گا، حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔ مزید فرمایا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:۴۶)

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے۔''

قرآن مجید میں اول سے آخر تک لوگوں کو خوف دلایا گیا ہے، اور انہیں ڈرایا گیا

ہے اس میں جب کوئی سوچنے والا غور وفکر کرتا ہے تو اس کا حزن و ملال بڑھتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کا اس میں غور وفکر کرنے سے خوف فزوں تر ہوتا ہے مگر تم لوگوں کو دیکھتے ہو، اسے جلدی جلدی پڑھتے ہیں، اس کے حروف کے مخارج نکالتے ہیں، اس کے سب زیر اور پیش میں جھگڑتے ہیں جیسے کہ وہ عرب کے اشعار پڑھ رہے ہوں اور اس کے معانی میں غور وفکر نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے احکامات پر عمل کی سعی کرتے ہیں اور دنیا میں اس جیسا یا اس سے بڑھ کو کوئی دھوکہ ہے کہ لوگ نیکیاں اور گناہ کرتے ہیں، ان کی برائیاں گناہوں سے زیادہ ہوتی ہیں مگر وہ اس کے باوجود بخشش کی تمنا رکھتے ہیں اور گناہوں کے پلڑے کو بھاری سمجھتے ہوئے بھی وہ نیکیوں کے پلڑے کو بھاری ہونیکی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، یہ ان کی جہالت کی انتہاء نہیں تو اور کیا ہے؟

تم دیکھتے ہو آدمی چند حلال وحرام کے ملے جلے روپے راہِ خدا میں دیتا ہے اور مسلمانوں کے مال اور مشتبہ مال سے ان کے دوگنے چوگنے روپے کھرے کر لیتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی مسلمانوں کے مال سے چھپا ہوا ہو، کھائے ہوئے ہزار روپے کا یہ حرام یا حلال سے کمائے دس روپے جن کو میں نے راہِ خدا میں دیا ہے، بدلہ بن جائیں گے، ایسے شخص کی مثال کچھ یوں ہے کہ ایک آدمی توازن کے ایک پلڑے میں دس روپے اور دوسرے میں ایک ہزار روپے رکھ کر یہ توقع رکھے کہ دس روپوں والا پلڑا بھاری اور ہزار والا ہلکا ہو جائے گا اور یہ اس کی جہالت کی انتہا ہوگی تم کو بعض ایسے شخص بھی نظر آئیں گے جن میں سے ہر ایک یہ سمجھے گا کہ اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہیں، ایسا شخص نفس کا محاسبہ نہیں کرتا اور اپنے گناہوں کو تلاش نہیں کرتا لیکن جب وہ کوئی نیکی کرتا ہے اس پر اعتماد کرتا ہے اسے گن لیتا ہے ایسے شخص کی مثال ایسی ہے جو زبان سے استغفار کرتا ہے یا دن میں سو مرتبہ اللہ رب العزت کی تسبیح کرتا ہے پھر مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے ان کی عزتیں پامال کرتا ہے اور سارا دن ان گنت ایسی باتیں کرتا ہے جن سے اللہ رب العزت ناراض ہو جاتا ہے لیکن اس کی نگاہ میں وہ سو تسبیحات گردش کرتی رہتی ہیں اور سو بار استغفار کرتا گھومنا رہتا ہے اور سارے دن کی لغویات سے غافل ہو جاتا ہے جن کو اگر وہ لکھتا تو وہ ہر تسبیح سے سو گنا یا ہزار گنا زیادہ ہوتیں، جنہیں محافظ فرشتوں نے لکھ لیا ہے اور اللہ رب العزت نے بھی ہر

ایسے کلمہ پر عذاب کا وعدہ کیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورۂ ق:۱۸)

''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔''

جو زبان سے کچھ اور کہتے ہیں اور دل میں کچھ اور کہتے ہیں اس کے علاوہ بھی طرح طرح کی ایسی بہت سی باتیں ہیں جن پر گرفت ہوگی اور یہ دنیا تو محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

مجھے زندگی کی قسم اگر محافظ لکھنے والے فرشتے اس سے ان لغو باتوں کے تحریر کرنے کی اجرت طلب کرتے ہیں جو اس کی تسبیحات سے زیادہ ہیں تو وہ اپنی زبان کو بند کر لیتا اور ایسی اہم باتیں بھی نہ کرتا جو اس کی ضروریات میں شامل ہوتیں اور نہ ہی وہ نادانی میں کوئی بات کرتا وہ ہر بات کو گنتا، اس کا محاسبہ کرتا اور اپنی تسبیحات سے ان کا موازنہ کرتا کہ کہیں میری باتوں کی اجرت میری تسبیحات سے زیادہ نہ ہو جائے افسوس تو اس امر کا ہے کہ انسان کتابت کی اجرت کے سبب تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور بولنے میں انتہائی احتیاط کو پیشِ نظر رکھے مگر فردوسِ اعلیٰ کے نہ پانے اور اس کی نعمتوں کے زوال کو کوئی اہمیت نہ دے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ چیز ہر اس انسان کے لئے عظیم مصیبت ہے جو غور وفکر کرنے کا عادی ہو، ہمیں اللہ رب العزت کی طرف سے ایسے کام سونپے گئے ہیں کہ اگر ہم ان کا انکار کر دیں تو نافرمان کافروں میں سے ہو جائیں اور اگر ان کی تصدیق کریں باوجود یکہ اعمال کا نام ونشان نہ ہو تو ہم فریب خوردہ بے وقوف کہلائیں گے کیونکہ ہمارے اعمال ویسے نہیں جیسے اعمال ایک ایسے شخص کے ہونے چاہئیں جو قرآن مجید کے احکامات کی تصدیق کرتا ہے اور ہم اللہ رب العزت سے کافروں میں ہونے سے برأت چاہتے ہیں۔

☆☆☆

باب 82:

نماز باجماعت کی فضیلت

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے نماز باجماعت کو ستائیس درجے فضیلت حاصل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بعض لوگوں کو چند نمازوں میں جماعت میں نہ دیکھ کر فرمایا میرا یہ ارادہ ہوا کہ میں کسی آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور میں ان لوگوں کے یہاں جاؤں جو جماعت سے رہ گئے ہیں اور ان کو ان کے گھروں کو جلا دوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ پھر میں ان لوگوں کے گھروں کو لکڑیوں کے گٹھوں کے ساتھ ان پر جلانے کا حکم دوں جو جماعت میں شریک نہیں ہوئے اگر ان میں سے کسی کا علم ہونا کہ موٹی ہڈی یا جانور کے دو ہاتھ (جماعت میں شریک ہونے سے) ملیں گے تو وہ ضرور جماعت میں شامل ہوتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو عشاء کی جماعت میں حاضر ہوا پس گویا اس نے آدھی رات عبادت میں گزاری اور جو صبح کی جماعت میں شامل ہوا گویا اس نے ساری عمر عبادت میں گزاری۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے نماز باجماعت ادا کی پس گویا اس نے اپنے سینے کو عبادت سے بھر لیا۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بیس برس سے متواتر میں اس وقت مسجد میں ہوتا ہوں جب مؤذن اذان دیتا ہے۔ جناب محمد واسع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا سے تین چیزوں کی خواہش رکھتا ہوں، ایسا بھائی کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دے، بغیر کاوش کے مختصر رزق جس کی باز پرس نہ ہو، اور نماز باجماعت جس کی غلطیاں میرے لئے معاف کر دی جائیں اور جس کی فضیلت مجھے بخش دی جائے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کی امامت کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیطان کے متعلق فرمایا کہ وہ مجھے بہکاتا رہا یہاں تک کہ میں نے بھی خود کو دوسرے سے افضل سمجھ لیا میں آج کے بعد امامت نہیں کرونگا۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو علماء کی مجلس میں نہ جاتا ہو۔ جناب نخعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے

کہ جو بغیر کسی علم کے لوگوں کی امامت کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو سمندر میں رہ کر اس کا پانی ناپتا ہے اور اس کی کمی زیادتی کو نہیں سمجھتا۔

جناب حاتم اصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میری ایک نماز باجماعت فوت ہوگئی تو صرف ابواسحٰق البخاری میری تعزیت کو آئے اگر میرا بچہ فوت ہو جاتا تو دس ہزار سے بھی زیادہ لوگ تعزیت کے لئے آتے کیونکہ لوگ دین کے نقصان کو دنیا کے نقصان سے بہت ہلکا جانتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس شخص نے اذان سن کر اس کا جواب نہ دیا اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے بھلائی نصیب ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پگھلے ہوئے سیسے سے انسان کے کانوں کا بھر دیا جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ اذان سن کر اس کا جواب نہ دے۔

منقول ہے کہ حضرت میمون بن مہران مسجد میں آئے تو آپ سے کہا گیا کہ لوگ تو واپس لوٹ گئے ہیں (یعنی نماز ہو چکی ہے) آپ نے یہ سن کر فرمایا اللہ وانا الیہ راجعون، اور کہا کہ اس نماز کے پالینے کی فضیلت مجھے عراق کی حکومت سے زیادہ پسند تھی۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے چالیس دن تمام نمازیں باجماعت ادا کیں اور اس کی تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی، اللہ رب العزت اس کی خاطر دو براتیں لکھ دیتا ہے، ایک نفاق سے برأت اور دوسری برأت جہنم سے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو قبروں سے ایک ایسی جماعت اٹھے گی جن کے چہرے چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، فرشتے ان سے کہیں گے کہ تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ جب ہم اذان سنتے تھے تو وضو کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور کسی اور کام میں قطعی مشغول نہیں ہوتے تھے پھر ایک ایسی جماعت آئے گی جن کے چہرے چاند کی طرح ہوں گے، وہ فرشتوں کے سوال کے بعد کہیں گے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے، پھر ایک ایسی جماعت آئے گی جن کے چہرے آفتاب کی طرح درخشندہ ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ ہم اذان مسجد میں سنا کرتے تھے (یعنی اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے تھے)۔ مروی ہے کہ سلف صالحین تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے پر تین دن تک اپنی تعزیت کیا کرتے تھے۔

باب 83:

فضیلت نماز تہجد

قرآن مجید کی متعدد آیات سے اس نماز کی فضیلت ثابت ہے، ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ (المزمل: ۲۰)

''بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا (المزمل:٦)

''بے شک! رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور رات خوب سیدھی نکلتی ہے۔''

فرمانِ الٰہی ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:١٦)

''ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔''

مزید فرمان ہوتا ہے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا (المزمر:٩)

''کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں۔''

ارشاد الٰہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (سورۃ الفرقان: ٦٤)

''اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے سجدے اور قیام میں۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ: ۱۵۳)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔''

کہا گیا ہے کہ اس نماز سے مراد رات کی نماز ہے جس پر مداومت کر کے نفس سے جہاد کیا جاسکتا ہے۔

احادیث میں بھی اس نماز کی فضیلت وارد ہے چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گانٹھیں دیتا ہے اور ہر گانٹھ میں وہ کہتا ہے کہ بہت طویل رات باقی ہے ابھی کچھ دیر اور سو لے، پس اگر انسان بیدار ہو کر ذکرِ خدا کرتا ہے وہ ایک گانٹھ کھل جاتی ہے جب وضو کرتا ہے تو دوسری گانٹھ کھل جاتی ہے اور جب انسان نماز میں مصروف ہو جاتا ہے تو تیسری گانٹھ کھل جاتی ہے اور انسان اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ خوشی و مسرت کا پانے والا اور ہلکا پھلکا ہوتا ہے ورنہ وہ سست اور بدمزاج ہو کر اٹھتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا ہو ساری رات سوتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا شخص ہے کہ جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان کے پاس ناک کی دوا، چاٹنے کی چیز اور چھڑکنے کی چیزیں ہیں جب وہ کسی انسان کے ناک میں دوائی ڈالتا ہے تو وہ بدخلق بن جاتا ہے، جب کسی انسان کو چاٹنے کی دوا دیتا ہے تو وہ انسان بدزبان ہو جاتا ہے اور جب کسی انسان پر دوائی چھڑکتا ہے تو وہ صبح تک سوتا رہتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدھی رات میں بندے کا دو رکعتیں نماز پڑھنا، دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے، اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں یہ دو رکعتیں ان پر فرض کر دیتا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جب اس میں بندہ اللہ رب العزت سے بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ رب العزت اسے عطا کر دیتا ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ (شب میں نماز کے لئے) کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک رات میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے

کے سبب سوج گئے، آپ ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی خلافِ اولیٰ باتوں کو معاف نہیں فرما دیا؟ آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا، کیا میں اللہ رب العزت کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

اس حدیث شریف سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد مزید انعامات الٰہیہ کی طلب اور جستجو تھی کیونکہ شکر زیادتی نعمت کا سبب ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم:۷)

''اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دونگا۔''

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم پر زندگی، موت، قبر اور حشر میں اللہ رب العزت کی رحمت کا نزول ہو، رات کا کچھ حصہ باقی ہو اور تم رب کی رضا کے حصول کے لئے اٹھ کر عبادت کرو؟ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! گھر کے کونوں میں نماز پڑھا کرو، تمہارا گھر آسمان سے ایسا چمکتا ہوا نظر آئے گا جیسے کہ زمین والوں کو چمکدار ستارے نظر آیا کرتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے تمہارے لئے لازم ہے کہ رات کو عبادت کیا کرو کیونکہ یہ گذشتہ نیک لوگوں کا طریقہ ہے، بے شک رات کا قیام اللہ رب العزت کے قرب کا سبب گناہوں کا کفارہ، جسمانی بیماریوں کو دور کرنے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر وہ شخص جو رات کو عبادت کا عادی ہو اور اسے نیند آجائے تو اس کے نامۂ اعمال میں رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور نیند کو اس پر بخش دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! جب تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو زادِ راہ تیار کرتے ہو؟ عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے طویل راستہ کا سفر کیسے کرو گے؟ اے ابوذر میں تمہیں ایسی چیز بتلاؤں جو تم کو قیامت کے دن نفع دے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، ضرور بتلایئے،! آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کے لئے سخت گرمی کے دن روزہ رکھ، قبر کی وحشت کو دور کرنے کے لئے اندھیری رات میں نفل دو رکعت پڑھ، اہم امورِ قیامت کی حجت کے لئے حج کر، مسکین پر صدقہ کر یا حق بات کہہ اور بری بات کہنے سے خاموش رہ۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ایک آدمی تھا جب لوگ اپنے بستروں پر سو جاتے اور آنکھیں سکون حاصل کرنے کے لئے بند ہو جاتیں تو وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا قرآن مجید کی تلاوت کرتا اور کہتا اے خالقِ جہنم! مجھے جہنم سے بچا! حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس شخص کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب وہ ایسی حالت میں ہو تو مجھے خبر کر دینا چنانچہ آپ ﷺ وہاں تشریف لائے اور اس کی تلاوت و دُعائیں سنیں، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اے فلاں! تو نے اللہ رب العزت سے جنت کا سوال کیوں نہیں کیا؟ وہ آدمی بولا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جنت کا سوال کیسے کروں، ابھی تو میرے اعمال اس کی طلب کے لائق نہیں ہوئے۔ اس گفتگو کو تھوڑی دیر گزری تھی کہ جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! فلاں آدمی کو بتا دیجئے کہ اللہ رب العزت نے اسے جہنم سے محفوظ فرما لیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ جناب جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ابن عمر عمدہ آدمی ہے، کاش وہ رات کو عبادت کرتا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر دی اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ رات کو عبادت کیا کرتے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رات کو عبادت کرتے ہوئے مجھ سے کہا کرتے دیکھو کہیں صبح تو نہیں ہو گئی؟ میں کہتا نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ پھر عبادت میں مشغول ہو جاتے، پھر فرماتے اے نافع! دیکھو صبح ہوئی! میں کہتا ہاں تو آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ جاتے اور استغفار فرماتے یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو جاتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے ایک رات جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی، رات کو ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ صبح تک سوتے رہے، اپنے وظائف و عبادات میں مشغول نہ ہو سکے۔ تب اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اے یحییٰ (علیہ السلام)! کیا تو نے میرے تیار کردہ گھر سے عمدہ گھر یا میرے پڑوس سے عمدہ پڑوس پا لیا ہے؟ مجھے میرے عزت و جلال کی قسم! اے یحییٰ (علیہ السلام)! اگر تو نے جنت الفردوس کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کے شوق میں تیری چربی پگھل جاتی اور روح نکل جاتی اور اگر تو جہنم کو دیکھ لیتا تو تیری چربی پگھل جاتی اور آنکھوں سے پیپ بہتی۔

حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ (ﷺ)! فلاں آدمی رات کو نماز پڑھتا ہے صبح ہوئی تو اس نے چوری کر لی، آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب اس کا نیک عمل اس کو ان برائیوں سے روک دے گا، مزید ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت اس بندے پر رحم فرمائے جو رات کو کھڑا ہو کر عبادت کرتا رہا، پھر اس نے اپنی عورت کو جگایا اور اس نے بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو کر عبادت کی، اگر عورت نے انکار کیا تو اس بندے نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اس عورت پر رحم فرمایا جو رات کو کھڑی ہو کر عبادت کرتی رہی، پھر اس نے اپنے خاوند کو جگایا اور وہ بھی اس کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گیا وگرنہ اس عورت نے اپنے خاوند کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو رات کو خود بیدار ہوا اور اپنی عورت کو بھی جگایا پھر دونوں نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی، اللہ رب العزت انہیں ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں میں سے لکھ دیتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وظائف یا عبادت کرنے کے لئے جس کی رات کو آنکھ نہ کھلی اور اس نے وہ وظائف اور عبادت صبح کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان ادا کئے تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

اِغْتَنِمْ فِي الْفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوْعٍ فَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ مَوْتُكَ بَغْتَةً

''فراغت کے اوقات میں رکوع و سجود کو غنیمت جان، عنقریب تجھے موت آجائے گی۔''

كَمْ صَحِيْحٍ رَاَيْتُ مِنْ غَيْرِ سَقَمٍ خَرَجَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيْحَةُ بَغْتَةً

''میں نے کتنے ایسے تندرست دیکھے ہیں جنہیں کوئی بیماری نہیں تھی اور اچانک ان کی روحیں پرواز کر گئیں۔''

☆☆☆

باب 84:

عقوبتِ علمائے سُوء (علماء دنیا کی سزا)

علمائے سوء سے ہماری مراد وہ علماء ہیں جو علم کے حصول سے دنیاوی نعمتوں کے کمانے کا ارادہ رکھتے ہیں، دنیاوی قدر و منزلت چاہتے ہیں اور دنیا داروں کے ہم پلہ بننا چاہتے ہیں۔

سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم کا ہوگا جسے اللہ رب العزت نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں ہونے دیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے فرمانِ نبوی ﷺ ہے علم کی دو قسمیں ہیں زبانی علم جو لوگوں پر اللہ رب العزت کی حجت ہے، قلبی علم اور یہی علم لوگوں کو نفع دینے والا ہے فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ آخرِ زمانہ میں جاہل عبادت گزار اور فاسق عالم ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ علماء پر تفاخر جتانے، بے وقوفوں سے جنگ و جدال کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل نہ کرو، جو بھی ایسا کرے گا جہنم میں جائے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو اپنا علم چھپاتا ہے اللہ رب العزت اسے آگ کی لگام دے گا، نیز ارشاد فرمایا کہ میں دجال سے زیادہ لوگوں پر تمہارے لئے ڈرتا ہوں، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا گمراہ کن امام۔ مزید فرمان ہوتا ہے کہ جو شخص علم کو بڑھاتا مگر ہدایت میں نہیں بڑھتا، اللہ رب العزت سے اس کی دوری بڑھتی رہتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم جو حیران و پریشان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والے ہو، اندھیری رات میں آنے والوں کے لئے علم و حکمت کے راستے کیسے صاف کرو گے۔

یہ اور ان جیسی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو علم کے خطرات سے آگاہی بخشتی ہیں، کیونکہ عالم یا تو دائمی ہلاکت پاتا ہے یا پھر دائمی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے اور اگر عالم

علم کی جستجو میں سلامتی سے محروم ہو جائے تو سعادت کو کبھی بھی نہیں پا سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس امت پر سب سے زیادہ منافق عالم سے خوف زدہ ہوتا ہوں، لوگوں نے کہا منافق عالم کیسا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی زبان عالم ہوتی ہے مگر اس کا دل اور عمل جاہل ہوتا ہے۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو علماء کا علم اور دانش مندوں کی حکیمانہ باتیں جمع کرتا ہے مگر عمل بے وقوفوں جیسے کرتا ہے۔

کسی شخص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں علم سیکھنا چاہتا ہوں اور اس بات سے ڈرتا ہوں کہیں میں اسے ضائع نہ کر دوں، آپ نے کہا علم کا چھوڑ دینا ہی بہت بڑا ضیاع ہے جناب ابراہیم بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا لوگوں میں سے طویل شرمندگی پانے والا شخص کون ہے؟ انہوں نے فرمایا دنیا میں تو ایسے شخص سے بھلائی کرنے والا جو کفرانِ نعمت کا عادی ہو اور موت کے وقت گنہگار عالم۔

جناب خلیل بن احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چار قسم کے آدمی ہیں، ایک وہ جو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ علم رکھتا ہے وہ عالم ہے، اس کی اتباع کرو، دوسرا وہ جو علم رکھتا ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ وہ علم رکھتا ہے وہ سویا ہوا ہے اسے جگاؤ تیسرا وہ جو نہیں جانتا اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا اور راہنمائی چاہنے والا ہے اس کی رہنمائی کرو چوتھا وہ نہیں جانتا اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے وہ جاہل ہے اس سے دور رہو۔ جناب سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علم عمل سے بولتا ہے اگر انسان عمل کرے تو صحیح ورنہ علم کوچ کر جاتا ہے۔

جناب ابن مبارک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آدمی جب تک علم کی تلاش میں رہتا ہے وہ عالم ہوتا ہے اور جونہی وہ خود کو عالم سمجھنے لگتا ہے، جہالت کی تاریکیوں میں چلا جاتا ہے۔

جناب فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ مجھے تین شخصوں پر بہت رحم آتا ہے، قوم کا سردار جو ذلیل ہو جائے، قوم کا غنی جو محتاج ہو جائے اور وہ عالم جسے دنیاداری سے فرصت نہیں ہوتی۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے بدلے دنیا کا حصول ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عَجِبْتُ لِمُبْلِعِ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰى وَمَنْ يَشْتَرِيْ دُنْيَا بِالدِّيْنِ اَعْجَبُ

''مجھے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدنے والے پر تعجب ہوا اور جو دین کے بدلے دنیا خریدتا ہے وہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات ہے۔''

وَاَعْجَبُ مِنْ هٰذَيْنِ مَنْ بَاعَ دِيْنَهٗ بِدُنْيَا سِوَاهُ فَهُوَ مِنْ دِيْنٍ اَعْجَبُ

''اور ان سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسان غلط دین کے بدلے میں اپنا صحیح دین بیچ دیتا ہے۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عالم کو جہنم میں ایسا عذاب دیا جائے گا جس کی شدت سے وہ جہنمیوں میں گھومتا رہے گا حضور ﷺ کی مراد ایسے عالم سے فاجر و فاسق عالم سے تھی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے قیامت کے دن ایک عالم کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اس کی آنتیں نکل جائے گی اور جہنم میں آنتوں کے بل ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے جہنم والے اسے اپنے گرد گھومتا دیکھ کر اس سے اس کے عمل پوچھیں گے، تب وہ عالم کہے گا کہ میں اوروں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا مگر خود نہیں رکتا تھا۔

عالم کو گناہوں کے سبب دوہرا عذاب اس لئے دیا جائے گا کیونکہ وہ علم کے باوجود گناہ کرتا رہا، اسی لئے فرمانِ الٰہی ہے کہ۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:۱۴۵)

''منافقین بے شک جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔''

اس لئے کہ انہوں نے علم کے باوجود حضور ﷺ کی نبوت وصداقت کا انکار کیا۔

اللہ رب العزت نے نصاری کے اللہ کا بیٹا اور اسے تین میں سے تیسرا کہنے کے باوجود یہود کو ان سے بدتر قرار دیا کیونکہ یہود نے علم کے باوجود حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا تھا چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرہ:۱۴۶)

''اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں۔''

مزید ارشاد فرمایا۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۸۹)

''تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ رب العزت کی لعنت منکروں پر۔''

اللہ رب العزت نے بلعام بن باعورا کے قصہ میں ارشاد فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (الاعراف:۱۷۵)

''اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا۔''

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ۔

مَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (الاعراف:۱۷۶)

''تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑے تو زبان نکالے۔''

اسی طرح فاسق و فاجر عالم کا انجام ہوتا ہے کیونکہ بلعام کو کتاب اللہ رب العزت کا علم دیا گیا تھا مگر زبان اس نے خواہشاتِ نفسانی کو اپنا لیا لہٰذا اس کے لئے کتے کی مثال دی گئی ہے یعنی اسے چاہے حکمت و علم دیا گیا یا نہیں، وہ ہر حالت میں شہوات کی طرف زبان لٹکاتا رہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بُرے علماء کی مثال ایسی چٹان کی سی ہے جو نہر کے منہ پر گر گئی ہو نہ وہ خود سیراب ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی کو راستہ دیتی ہے کہ اس سے کھیتیاں سیراب ہوں۔

☆☆☆

باب 85:

فضیلت حسن خلق

اللہ رب العزت نے اپنے نبی اور حبیب ﷺ کی تعریف فرماتے ہوئے اور اپنی نعمتوں کا ان کے لئے اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

''بے شک آپ صاحب خلق عظیم ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے حسن خلق کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:۱۹۹)

''اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔''

پھر حضور ﷺ نے فرمایا حسنِ خلق یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کرے، جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کرے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میزان اعمال میں سب سے بھاری چیز خوفِ خدا اور حسن خلق ہوگا۔

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق، پھر دائیں طرف سے آیا اور عرض کی دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ بائیں طرف سے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ شخص آپ ﷺ کے عقب سے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا۔

اَمَا تَفْقَهُ هُوَ اَنْ لَا تَغْضَبْ

سرکارِ دو عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ نحوست کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بدخلقی ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ مجھے وصیت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا جہاں بھی رہو اللہ رب العزت سے ڈرتے رہو، اس نے عرض کی مزید ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر برائی کے بعد نیکیاں کرو، وہ اسے مٹا دیں گی۔ اس نے پھر عرض کی کچھ اور فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں سے حسنِ سلوک کرو اور حسنِ خلق سے پیش آؤ۔

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسنِ خلق فرمان نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت نے جس بندے کی پیدائش اور خلق کو بہترین بنایا ہے اسے وہ جہنم میں نہیں ڈالے گا۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ فلاں عورت رات کو عبادت کرتی ہے اور دن کو روزہ رکھتی ہے مگر وہ بدخلق ہے اپنی باتوں سے ہمسائیوں کو تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس میں بھلائی نہیں ہے، وہ جہنمیوں میں سے ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سب سے پہلے میزان عمل میں حسنِ خلق اور سخاوت رکھی جائے گی جب اللہ رب العزت نے ایمان کو پیدا فرمایا تو اس نے عرض کی اے اللہ رب العزت! مجھے قوت عطا فرما تو اللہ رب العزت نے اسے حسنِ خلق اور سخاوت سے تقویت بخشی اور جب اللہ رب العزت نے کفر کو پیدا فرمایا تو اس نے عرض کی اے اللہ رب العزت! مجھے قوت بخش، تو اس نے اسے بخل اور بدخلقی سے تقویت بخشی۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس دین کو اپنے لئے پسند فرما لیا ہے تمہارا دین سخاوت اور حسنِ خلق کے بغیر صحیح نہیں ہوتا، ہوشیار! اپنے اعمال کو ان دو چیزوں سے زینت بخشو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ حسنِ خلق اللہ رب العزت کی عظیم ترین مخلوق ہے۔ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ کونسے مومن کا ایمان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا خلق سب سے بہتر ہوگا۔

حضور پرنور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ تم لوگوں کی مال و دولت کے ذریعے امداد نہیں کر سکتے لہٰذا ان کی خندہ پیشانی اور حسن خلق سے مدد کرو۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ بدخلقی اعمال کو اس طرح ضائع کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تم ایسے جوان ہو کہ اللہ رب العزت نے تمہاری خلقت کو بہترین کیا ہے لہٰذا تم اپنا خلق بہترین کرو۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور بہترین خلق والے تھے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ اپنی دُعا میں یوں عرض کرتے، اے اللہ رب العزت! جیسے تو نے میری تخلیق کو بہترین کیا ہے ویسے ہی میری خلق کو بہترین فرما۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ اکثر دُعا فرمایا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَ الْعَافِیَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ

''اے اللہ رب العزت! میں تجھ سے صحت و سلامتی اور حسن خلق کا سوال کرتا ہوں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا انسان کی شرافت اس کا دین ہے اس کی نیکی حسنِ خلق ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اعرابیوں کی مجلس میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے پوچھ رہے تھے کہ انسان کو عطا شدہ بھلائیوں میں سے کونسی بھلائی عمدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسنِ خلق۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ محبوب اور مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے بہترین خلق رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں جس شخص میں وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک پائی جائے اس کے کسی عمل کو شمار میں نہ لاؤ۔ پرہیزگاری جو اسے اللہ رب العزت کی نافرمانی سے باز رکھتی ہے، حلم جس سے وہ بے وقوف کو روک دیتا ہے حسن خلق جس سے متصف ہو کر وہ زندگی بسر کرتا ہے۔

حضور ﷺ نماز کی ابتداء میں یہ دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ رب العزت! مجھے بہترین خلق کی ہدایت فرما، تیرے سوا کون ہے جو حسن خلق کی ہدایت دے، مجھے بدخلقی سے نجات دے، بدخلقی سے بچانے والا تیرے سوا اور کون ہے؟

آپ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کی زیب و زینت کس بات میں ہے؟ آپ نے فرمایا کلام میں نرمی، کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کا اظہار جو شخص لوگوں سے احسان کرتا ہے اور حسن خلق سے معاملہ رکھتا ہے ایسا انسان لوگوں کو گوارا ہوتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

اِذَا جَرَیْتَ خِصَالَ الْخَیْرِ اَجْمَعَهَا فَضْلًا وَّعَامَلْتَ کُلَّ النَّاسِ بِالْخَیْرَ

''جب تو نے بھلائی کی تمام عادات کو جمع کر لیا اور سب لوگوں سے اچھا برتاؤ کیا۔''

لَم تَعْدِمِ الْخَیْرَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ تُحْرِزُهٗ وَالشُّکْرُ مِنْ خَلْقِهٖ فِی السِّرِّ وَالْعَلَنِ

''تو تو صاحب عرش سے اپنی جمع کردہ نیکی کو گم نہیں پائے گا اور نہ ہی اللہ رب العزت کی مخلوق سے سامنے اور پیٹھ پیچھے اپنی تعریفوں کو گم پائے گا۔''

☆☆☆

باب 86:

ہنسنا اور رونا

بعض مفسرین نے اس فرمانِ الٰہی ۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ • وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ • وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ •

''کیا پس اس بات (قرآن) سے تعجب کرتے ہو (جھٹلاتے ہو) اور ہنستے ہو (مذاق کرتے ہو کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے نازل ہوا ہے) اور روتے نہیں ہو (خوف اور وعیدوں کی ان تنبیہات کو سن کر جو اس میں وارد ہوئی ہیں اور تم غفلت میں ہو، ان اعمال سے غافل ہو جن کا تم سے تقاضا کیا گیا ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد حضور ﷺ کبھی بھی نہیں ہنسے، صرف تبسم فرمایا کرتے تھے ایک روایت میں ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد حضور ﷺ کو ہنستے اور مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دن حضور ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے لوگوں کی ایسی جماعت دیکھی جو ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے آپ ﷺ ان کے پاس ٹھہر گئے انہیں سلام کیا اور فرمایا دنیاوی لذتوں کو منقطع کرنے والی (موت) کو اکثر یاد کیا کرو۔ پھر ایک مرتبہ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی جماعت سے ہوا جو ہنس رہے تھے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا بخدا! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں کم تو ہنستے اور زیادہ روتے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علیحدہ ہونا چاہا تو انہوں نے کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! خود کو جھگڑوں سے بچایئے ضرورت کے بغیر قدم نہ اٹھا تعجب کے بغیر مت ہنس، گناہگاروں کو ان کی خطاؤں کے سبب شرمندہ نہ کر اور اپنی طرف سے رب کے حضور روتا رہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ ہنسنا دل کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے مزید ارشاد فرمایا کہ جو شخص جوانی میں ہنستا ہے، بڑھاپے میں روتا ہے جو مالداری میں ہنستا ہے فقر

میں روتا ہے اور جو زندگی میں ہنستا ہے موت کے وقت روتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ قرآن پڑھواور روؤ۔اگر رونا نہ آئے تو رونے والے شخص جیسا چہرہ بنا۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ اس فرمانِ الٰہی ۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (التوبہ:۸۲)

''تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔''

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ دنیا میں کم ہنسو ورنہ آخرت میں بہت رونا پڑے گا اور یہ تمہارے اعمال کی جزاء ہوگی۔مزید فرمایا کہ مجھے اس ہنسنے والے پر تعجب ہوتا ہے جس کے پیچھے جہنم ہے اور اس مسرور وشاداں پر تعجب ہوتا ہے جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے۔

آپ کا ایک ایسے جوان کے قریب سے گزر ہوا جو ہنس رہا تھا۔آپ نے پوچھا اے بیٹے! کیا تو نے پل صراط کو عبور کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تو کیا تجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تو جنت میں جائے گا؟ آپ نے پھر پوچھا وہ جوان نہ بولا! آپ نے فرمایا پھر کس لئے ہنس رہے ہو؟ اس کے بعد اس جوان کو کبھی بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جو ہنستے ہوئے گناہ کرتا ہے وہ روتے ہوئے جہنم میں جائے گا۔

اللہ رب العزت نے رونے والوں کی تعریف کی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ (بنی اسرائیل:۱۰۹)

''اور تھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے۔''

جناب اوزاعی رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ۔

مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (الکھف:۴۹)

''اس نوشتہ کو پیدا کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔''

کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ چھوٹی بات سے مراد تبسم اور بڑی بات سے مراد قہقہ لگانا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب آنکھیں رونے والی ہونگی مگر تین آنکھیں نہیں روئیں گی جو خوفِ خدا سے روئی، جو اللہ رب العزت کی حرام کردہ چیزوں سے

بند ہوگئی اور جو راہِ خدا میں بیداد ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ تین چیزیں دل کو سخت کرتی ہیں، بغیر کسی تعجب کے ہنسنا، بھوک کے بغیر کھانا اور بغیر کسی ضرورت کے باتیں کرنا۔

حضور ﷺ کو تہ بند، چادر، قمیض یا جبہ وغیرہ سے جو کپڑا بھی میسر آجاتا، پہن لیتے تھے اور آپ ﷺ کو سبز لباس پسند تھا لیکن اکثر اوقات آپ ﷺ سفید لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے اور فرماتے یہی لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ حضور ﷺ کی ریشمی قباء تھی۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر اس کا رنگ سبز بہت بھلا لگتا تھا۔ آپ ﷺ کے تمام کپڑے ٹخنوں کے اوپر ہوتے تھے اور آپ ﷺ کا تہبند ان سے اوپر نصف ساق (پنڈلی) تک ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ کمبل تھا جو آپ ﷺ نے کسی کو بخش دیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں سیاہ کملی کا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ میں نے پہنا دی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بولیں یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے آپ ﷺ کے سفید جسم پر اس کالے کمبل سے زیادہ حسین چیز نہیں دیکھی۔

حضور ﷺ لباس کو داہنی طرف سے پہننا شروع فرماتے اور پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ

''حمد ہے اس اللہ رب العزت کو جس نے مجھے لباس دیا جس سے میں اپنا جسم ڈھانپتا ہوں اور لوگوں میں زینت کے ساتھ جاتا ہوں۔''

آپ ﷺ اپنا لباس ہمیشہ بائیں طرف سے اتارتے تھے جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور فرماتے جو کسی مسلمان کو اپنا پرانا کپڑا رضائے الٰہی کے حصول کے لئے پہناتا ہے وہ اپنے اس عمل کی بدولت زندگی اور موت دونوں میں اللہ رب العزت کی امان پناہ اور رحمت میں ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا ایک جبہ مبارک تھا، آپ ﷺ جہاں آرام فرماتے اسے نیچے دو تہوں میں بچھا دیتے، آپ ﷺ چٹائی پر آرام فرمایا کرتے تھے چٹائی کے بغیر اور کوئی چیز آپ ﷺ کے جسم اطہر و اقدس کے نیچے نہیں ہوتی تھی۔

باب 87:

قرآن، علم اور علماء

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر یہ سمجھا کہ کسی کو اس سے بھی عمدہ چیز دی گئی ہے تو گویا اس نے اللہ رب العزت کی عظمت کو معمولی سمجھا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت کے پاس قرآن مجید سے زیادہ مرتبہ والا کوئی شفیع نہیں ہے، ایک اور فرمان ہے کہ میری امت کی بہترین عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے، ایک اور ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے، مزید فرمایا کہ دلوں کو زنگ اس طرح لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو عرض کی گیا اس کی چمک دمک پھر کیسے لوٹتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تلاوتِ قرآن مجید اور موت کو یاد کرنے سے۔

جناب فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن کریم کا علم رکھنے والا اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے لہٰذا اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ لہو ولعب میں مشغول لوگوں کے ساتھ مل کر لہو ولعب میں مشغول ہو جائے بھولنے والے کے ساتھ بھولے نہیں اور بے ہودہ لوگوں کے ساتھ مل کر بے ہودگی نہ کرے کیونکہ یہ قرآن مجید کی تعظیم کے خلاف ہے آپ نے مزید فرمایا جو صبح کرتے ہی سورۂ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کرتا ہے اگر وہ اسی دن مر جائے تو اسے شہدا میں لکھا جاتا ہے اور اس پر شہیدوں کی مہر لگائی جاتی ہے اور جو شخص ان کو رات کی ابتداء میں تلاوت کرتا ہے اور اگر وہ اسی رات میں مر جائے تو اس پر شہیدوں کی مہر لگائی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں بہت ہی کثرت سے احادیث وارد ہیں چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ دیتا ہے اور اسے راہِ راست کی ہدایت دیتا ہے۔ نیز ارشاد گرامی ہے کہ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثوں سے بڑھ کر کسی وارث کا مرتبہ نہیں ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ سب لوگوں سے افضل وہ مومن عالم ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مرتبۂ نبوت سے سب سے زیادہ قریب عالم اور مجائد ہیں، علماء اس لئے کہ انہوں نے رسولوں کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے اور مجاہد اس لئے کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے احکامات کو بزورِ شمشیر پورا کیا اور ان کے احکامات کی پیروی کی۔ مزید ارشاد ہے کہ پورے قبیلہ کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے اور فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کی دواتیں شہداء کے خون کے برابر تولی جائیں گی۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ عالم علم سے کبھی تیز نہیں ہوتا یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے مزید فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت دو چیزوں میں ہے۔ علم کا چھوڑ دینا اور مال کا جمع کرنا۔ ایک اور ارشاد ہے کہ عالم بن یا متعلم، یا علمی گفتگو سننے والا یا علم سے محبت کرنے والا بن اور پانچواں یعنی علم سے بغض رکھنے والا نہ بن کر ہلاک ہو جائے گا اور فرمایا کہ تکبر علم کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے۔

حکماء کا قول ہے کہ سرداری کے حصول کے لئے علم حاصل کرتا ہے وہ توفیق اور اہمیت داری کے اوصاف کھو دیتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

(الاعراف:۱۴۶)

''البتہ میں ان اپنی نشانیوں سے ایسے لوگوں کو پھیر دونگا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں۔''

حضرت شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے قرآن مجید کا علم سیکھا اس کی قیمت بڑھ گئی، جس نے علم فقہ سیکھا اس کی قدر بڑھ گئی، جس نے حدیث سیکھی اس کی دلیل قوی ہوئی، جس نے حساب سیکھا اس کی عقل پختہ ہوئی جس نے نادر باتیں سیکھیں اس کی طبیعت نرم ہوئی اور جس شخص نے اپنی عزت نہیں کی اسے علم نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علماء کی محفل میں اکثر حاضر ہوتا

ہے اس کی زبان کی رکاوٹ دور ہوتی ہے ذہن کی الجھنیں کھل جاتی ہیں اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے اس کے لئے باعثِ مسرت ہوتا ہے، اس کا علم اس کے لئے ایک ولایت ہے اور فائدہ مند ہوتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت جس بندے کو رد کر دیتا ہے علم کو اس سے دور کر دیتا ہے ایک اور ارشاد میں ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں ہے۔

☆☆☆

باب 88:

فضیلتِ زکوٰۃ وصلوٰۃ

یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ رب العزت نے زکوٰۃ کو اسلام کی بنیادوں میں سے شمار کیا ہے اور اس کا ذکر نماز کے ذکر کے ساتھ ہے، نماز جو کہ اسلام کا بلند ترین شعار ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ رب العزت کی وحدانیت، محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت ، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا (الیٰ آخر الحدیث)۔

اور اللہ رب العزت نے ان دو میں تقصیر کرنے والوں کی وعید شدید کی ہے چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ (الماعون:۴،۵)

''تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔''

اس بارے میں پہلے ہی مکمل بحث گزر چکی ہے اور اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا۔

وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (التوبہ:۳۴)

''اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سنا دو دردناک عذاب کی۔''

اس آیت کریمہ میں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

صدقہ دیتے وقت ایسے نیک افراد فقراء تلاش کئے جائیں جو دنیا سے ترکِ تعلق کر

چکے ہوں اور آخرت سے لو لگائے ہوئے ہوں کیونکہ ایسے فقراء کو صدقہ دینا مال کو بڑھانا ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ پرہیز گار کا کھانا کھا اور پرہیز گار کو کھانا کھلا، آپ ﷺ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پرہیز گار اس طعام سے پرہیز گاری میں بڑھے گا لہٰذا تو بھی اس اعانت کی وجہ سے اس کی عبادت و ریاضت میں شریک گنا جائے گا۔

ایک عالم کا قول ہے کہ صدقہ دیتے وقت صوفی فقراء کو ترجیح دے، کسی نے اس عالم سے کہا گیا کہ اگر آپ تمام فقراء کا کہتے تو بہتر ہوتا، عالم نے کہا نہیں۔ یہ صوفی فقیر ایک ایسا گروہ ہے جن کی تمام تر توجہ اللہ رب العزت کی طرف مبذول رہتی ہے، جب ان میں سے کسی کو فاقہ سے وابستہ پڑتا ہے تو ان کی ہمتیں پراگندہ ہو جاتی ہیں، مجھے ان میں سے کسی ایک فقیر کی توجہ فاقہ سے ہٹا کر اللہ رب العزت کی طرف کر دینا، ان ہزار فقیروں کو دینے سے زیادہ پسند ہے جن کی دلچسپیوں کا مرکز دنیا ہے، کسی نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کو یہ بات سنائی تو انہوں نے اسے بہت پسند فرمایا اور کہا کہ یہ شخص اللہ رب العزت کے اولیاء میں سے ایک ولی ہے۔ میں نے کافی مدت سے اس جیسی بہترین بات نہیں سنی تھی۔ کچھ مدت کے بعد حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے سے عرض کی گئی کہ اس شخص کا حال دگرگوں ہو گیا ہے اور وہ دکان چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے جناب جنید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف کچھ مال بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اسے اپنے مصرف میں لاؤ اور دکان نہ چھوڑو کیونہ تم جیسے لوگوں کو تجارت نقصان نہیں دیتی۔ یہ آدمی جس کا تذکرہ ہوا ہے، دکاندار تھا اور فقراء اس سے جو کچھ خریدتے وہ ان سے ان چیزوں کی قیمت نہیں لیتا تھا۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ اپنے عطایا کو علماء کے لئے خاص کرتے تھے کسی نے کہا آپ اپنی خیرات وصدقات اگر عام کر دیتے تو بہتر ہوتا، انہوں نے کہا میں نبوت کے مرتبہ کے بعد علماء کے مرتبہ سے افضل کوئی مرتبہ نہیں جانتا، اگر ان میں سے کسی کا دل اپنی ضرورتوں کی طرف متوجہ ہو جاتے تو ان کی علمی مشغلے میں خلل پڑ جاتا ہے پھر وہ تعلیم و تعلم پر کما حقہ توجہ نہیں دے سکیں گے لہٰذا ان کے لئے حصولِ علم کی راہوں کو آسان کرنا افضل و اعلیٰ ہے۔

اپنے صدقات میں مصیبت زدہ لوگوں، خصوصاً عزیز و اقارب کو ترجیح دینی چاہئے کیونکہ یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے اور صلہ رحمی کا اجر بے انتہا ہے جیسا کہ صلہ رحمی کے

باب میں اس کے فضائل مذکور ہوئے ہیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ انسان خفیہ طریقے پر صدقات دے تاکہ ریا کی نحوست سے پاک رہے اور لوگوں کے سامنے لینے والا رسوائی سے بچے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ خفیہ صدقہ اللہ رب العزت کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور اس حدیث شریف میں جس میں ان سات آدمیوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ رب العزت عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جبکہ عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ وہ آدمی جس نے خفیہ صدقہ دیا یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ یہ نہیں جانتا کہ دائیں نے کیا دیا ہے۔

ہاں اگر صدقہ کے اظہار میں یہ فائدہ ہوا کہ اور لوگ بھی صدقہ دیں گے تو اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ریا اور احسان جتانے کا اس میں دخل نہ ہو جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے۔

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ: ۲۶۴)

''اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔''

صدقہ دے کر احسان جتانا بہت بڑی مصیبت ہے، اسی لئے صدقہ کے خفیہ رکھنے کو ترجیح دی گئی ہے اور اپنی نیکی کو بھول جانے کا کہا گیا ہے جیسا کہ اس شخص کے لئے شکر اور نیک جذبات کے اظہار کو ضرور قرار دیا گیا ہے جس پر کسی نے احسان اور نیکی کی ہو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ

''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ رب العزت کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔''

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

يَدُ الْمَعْرُوْفِ غَنَمٌ حَيْثُ كَانَتْ
تَحَمَّلَهَا كَفُوْرٌ اَوْ شَكُوْرٌ

''نیکی اور صدقات کا ہاتھ جہاں بھی ہو غنیمت ہے خواہ اسے بندۂ شاکر اٹھاتا ہے یا کفرانِ نعمت والا اٹھاتا ہے۔''

فَفِیْ شُکْرِ الشَّکُوْرِ لَهَا جَزَاءٌ
وَعِنْدَ اللّٰهِ مَاکَفَرَ الْکَفُوْرُ

''شکر گذار کے شکر میں اس کے لئے جزا ہے اور اللہ رب العزت کے یہاں کافر کے کفر کا بدلہ ہے۔''

☆☆☆

باب 89:

حقوقِ اولاد و والدین

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جہاں عزیز و اقارب کے حقوق کی تاکید کی گئی ہے وہاں ذوی الارحام کو خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ باپ کو غلام پائے اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ والدین سے نیکی، نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے راضی ہوں اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جو اسی حالت میں شام کرتا ہے اس کے لئے بھی اسی طرح کے دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اگرچہ والدین زیادتی کریں اگرچہ وہ زیادتی کریں اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہوں تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جو شام اسی حالت میں کرتا ہے اس کے لئے بھی جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں، اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اگرچہ وہ زیادتی کریں اگرچہ وہ زیادتی کریں، اگرچہ وہ زیادتی کریں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے پائی جاتی ہے مگر والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اپنے ماں، باپ، بہن اور بھائی سے احسان کر، پھر قریبی پس قریبی (شخص اس کا مستحق) ہے۔

مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! جس نے

والدین کی فرمانبرداری کی اور میری نافرمانی کی، میں نے اسے نیکوں میں لکھا ہے اور جو والدین کی نافرمانی کرتا ہے اگر میرا فرمانبردار ہوتا ہے میں نے اسے نافرمانوں میں لکھ دیا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں تشریف لائے تو وہ ان کے استقبال کے لئے کھڑے نہ ہوئے چنانچہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ کیا تم اپنے والد کے لئے کھڑے ہونے کو بہت بڑی بات سمجھتے ہو؟ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! میں تمہارے صلب میں سے نبی پیدا نہیں کرونگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کمی کئے بغیر اس آدمی کو بھی ان کے برابر اجر ملتا ہے۔

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے آکر عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! کوئی ایسی نیکی ہے جو میں اپنے والدین کے لئے ان کی وفات کے بعد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دُعا کرو۔ بخشش طلب کرو، ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو ان کے دوستوں کی عزت کر اور ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے، مزید ارشاد ہوا کہ بیٹے کا ماں سے نیکی کرنا دوہرا اجر رکھتا ہے۔ ایک اور ارشاد ہے کہ ماں کی دُعا جلد قبول ہوتی ہے، پوچھا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس لئے کہ ماں، باپ سے زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دُعا کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں کس سے نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے والدین سے نیکی کر، اس نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے والدین نہیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد سے نیکی کر کیونکہ جس طرح والدین کا تجھ پر حق ہے اسی طرح اولاد کا بھی تجھ پر حق ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت اس باپ پر رحم فرمائے جس نے اپنے بیٹے سے نیکی میں تعاون کیا (اسے نیک عمل پر ابھارا) اور عملِ بد کی صورت میں ادائیگی حقوق کا بار اس پر نہیں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہا ولاد کو عطیات میں برابر کا شریک کرو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیرے لئے تیرا بیٹا گلِ نازبو ہے، سات برس تک وہ تیرا خادم ہے اس کی خوشبو سونگھ، پھر وہ تیرا شریک ہے یا تیرا دشمن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال وغیرہ دور کئے جائیں اور جب وہ چھ سال کا ہوتو باپ اسے ادب سکھائے، جب وہ نو سال کا ہوتو اس کا بچھونا علیحدہ کر دے، جب تیرہ برس کا ہوتو اسے نماز کے لئے مارے اور جب وہ سولہ سال کا ہوتو باپ اس کی شادی کر دے، پھر آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے ادب سکھایا، تعلیم دی اور تیری شادی کر دی، میں دنیا کے فتنے اور آخرت کے عذاب سے تیرے لئے اللہ رب العزت کی پناہ چاہتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ انہیں بہترین ادب سکھائے اور ان کے عمدہ نام رکھے، ایک اور فرمان ہے کہ یہ لڑکا اور لڑکی عقیقہ سے گروی ہے، ساتویں دن ان کے لئے کوئی جانور ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔

جناب قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے۔

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کیا تم نے اس پر بددُعا کی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تو نے اسے برباد کر دیا ہے، اولاد کے ساتھ نیک سلوک اور نرمی کرنی چاہئے۔

جناب اقرع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اپنے نواسہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چومتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما، حضور ﷺ نے فرمایا بے شک جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اسامہ کا منہ دھو ڈالو۔ میں نے کراہت سے اس کا منہ دھونا شروع کیا تو حضور ﷺ نے

میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اسامہ کو پکڑ کر ان کا منہ دھویا پھر اسے چوما۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ (کم سنی میں) لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے منبر سے اتر کر انہیں اٹھایا اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (الانفال: ۲۸)

''کہ تمہارے مال تمہاری اولاد سب فتنہ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی گردن پر سوار ہو گئے، آپ ﷺ نے سجدہ طویل کر دیا، لوگوں نے سمجھا شاید کوئی بات ہوگئی ہے۔ جب آپ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے بہت طویل سجدہ کیا، یہاں تک کہ ہم سمجھے کوئی بات واقع ہوگئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوگیا تو میں نے جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا تا کہ وہ اپنی خوشی (حاجت) پوری کر لے۔

اس حدیث میں کئی فوائد ہیں، ایک یہ کہ جب تک آدمی سجدے میں رہتا ہے اسے اللہ رب العزت کا قرب حاصل رہتا ہے، اس حدیث سے اولاد سے نرمی اور بھلائی اور امت کی تعلیم، سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اولاد کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے جناب احنف بن قیس کو بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آ گئے تو میرے باپ نے کہا اے ابو بحر! اولاد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ ہمارے دلوں کے پھل اور پشت کے ستون ہیں ہم ان کے لئے خوار زمین اور سایہ دار آسمان ہیں، ہم انہی کے سبب ہر بلند چیز تک پہنچتے ہیں اگر چہ کچھ مانگیں تو انہیں دیجئے اور اگر یہ ناراض ہوں تو انہیں راضی کیجئے۔

ان پر اتنے ثقیل نہ ہوں کہ یہ آپ کی زندگی کو ناپسند کرنے لگیں اور آپ کی موت کی

آرزو کرنے لگیں آپ کے قرب کو برا سمجھنے لگیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا بخدا اے اصنف ! جب تم آئے ہو تو میں یزید پر غم و غصہ سے سے بھرا بیٹھا تھا چنانچہ حضرت اصنف چلے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید سے راضی ہو گئے اور یزید کو دو ہزار درہم اور دو سو کپڑے بھیجے۔ یزید نے ان میں سے ایک ہزار درہم اور ایک سو کپڑے جناب اصنف کے ہاں بھیج دئے گویا اس نے انہیں آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔

☆☆☆

باب 90:

حقوق ہمسایہ اور مساکین پر احسان

ہمسائیگی اخوت اسلامی سے زیادہ کچھ حقوق کی بھی متقضی ہے لہٰذا ہر مسلمان ہمسایہ کے اخوتِ اسلامی کے سلوک کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہوں گے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہمسائے تین ہیں، ایک ہمسایہ کا ایک حق، دوسرے کے دو حق اور تیسرے کے تین حقوق ہیں، جس ہمسایہ کے تین حقوق ہیں وہ رشتہ دار مسلمان ہمسایہ ہے اس کا ہمسائیگی کا حق، اسلام کا حق اور رشتہ داری کا حق ہے، جس ہمسایہ کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ ہے، اس کے لئے ہمسائیگی کا حق اور اسلام کا حق ہے اور جس ہمسایہ کا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے، غور کیجئے کہ اسلام نے مشرک ہمسایہ کا بھی حق ہمسائیگی رکھا ہے۔

فرمانِ نبی کریم ﷺ ہے کہ اپنے ہمسائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتب تو مسلمان ہوگا اور فرمایا کہ جبریل مجھے ہمیشہ ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ عنقریب ہمسایہ کو بھی وارث بنا دیا جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص اللہ رب العزت اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کی عزت کرے۔ مزید فرمایا کہ بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہو، ایک اور فرمان ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جھگڑا کرنے والے دو ہمسائے ہوں گے اور ارشاد فرمایا کہ جب تو نے ہمسایہ کے کتے کو مارا تو گویا تو نے ہمسایہ کو تکلیف دی۔

مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے آکر کہا میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھے تکلیف دیتا ہے گالیاں دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے آپ نے یہ سن کر فرمایا جاؤ اگر وہ تمہارے متعلق اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتا ہے تو تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو، حضور ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ (ﷺ)! فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے، رات کو عبادت کرتی ہے مگر اپنے ہمسائیوں کو دکھ دیتی ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا وہ جہنم میں جائے گی۔

ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے ہمسایہ کا شکوہ کیا، حضور ﷺ نے اس سے فرمایا صبر کر، تیسری یا چوتھی بار آپ نے فرما لیا اپنا سامان راستہ میں پھینک دے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے جب اس کے سامان کو باہر راستہ پر پڑا دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے ہمسایہ ستاتا ہے لوگ وہاں سے گزرتے رہے، پوچھتے رہے اور کہتے رہے اللہ رب العزت اس ہمسایہ پر لعنت کرے جب اس ہمسایہ نے یہ بات سنی تو آیا اسے کہا اپنا سامان واپس لے آؤ، بخدا میں پھر تمہیں کبھی تکلیف نہیں دونگا۔

زہری نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہمسایہ کی شکایت کی حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ ساتھ کے چالیس گھر ہمسائیگی میں داخل ہیں۔ زہری نے کہا چالیس ادھر، چالیس اُدھر، چالیس ادھر اور چالیس ادھر، اور چاروں سمتوں کی طرف اشارہ کیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں برکت اور نحوست ہے۔ عورت کی برکت، تھوڑا مہر، آسان نکاح اور اس کا حسنِ خلق والا ہوتا ہے اس کی نحوست بھاری مہر مشکل نکاح اور بدخلقی ہے۔ گھر کی برکت اس کا کھلا ہونا اور اس کے ہمسائیوں کا اچھا ہونا ہے، اس کی نحوست، اس کا تنگ ہونا اور اس کے ہمسائیوں کا برا ہونا ہے، گھوڑے کی برکت اس کی فرمانبرداری اور اچھی عادتیں ہیں اور اس کی نحوست اس کی بری عادتیں اور سوار نہ ہونے دینا ہے۔

ہمسایہ کا حق صرف یہ نہیں کہ آپ اس سے اس کی تکلیفیں دور کریں بلکہ ایسی چیزیں بھی اس سے دور کرنی چاہیں کہ جن سے اسے دکھ پہنچنے کا احتمال ہو، ہمسایہ سے دکھ دور کرنا، اسے دکھ دینے والی چیزوں سے دور رکھنے کے علاوہ کچھ اور بھی حقوق ہیں، اس سے نرمی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے اس سے نیکی اور بھلائی کرتا رہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن فقیر ہمسایہ مالدار ہمسائے کو پکڑ کر اللہ رب العزت سے کہے گا اے اللہ رب العزت! اس سے پوچھ، اس نے اپنے عطایا مجھ سے کیوں روکے تھے اور اپنا دروازہ مجھ پر کیوں بند کیا تھا؟

ابن الضع رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ تمہارا ہمسایہ سواری کے قرض کی وجہ سے اپنا گھر

بیچ رہا ہے، ابن المقفع اس شخص کی دیوار کے سایہ میں بیٹھتا تھا، اس نے یہ سن کر کہا کہ اگر اس نے تنگ دستی کی وجہ سے اپنا گھر بھیج دیا تو گویا اس نے اس کی دیوار کے سایہ کی عزت نہیں کی چنانچہ اس کے پاس رقم بھیجی اور کہلا بھیجا گھر کو نہ بیچو۔

کسی شخص نے گھر میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی تو سننے والے نے کہا کہ تم ایک بلی رکھ لو، تو اس شخص نے جواب میں کہا مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ چوہے بلی کی آواز سن کر ہمسائیوں کے گھروں میں بھاگ جائیں گے تو گویا میں ایسا آدمی بن جاؤں گا جو خود تو ایک تکلیف کو پسند نہیں کرتا مگر دوسروں کو وہی دکھ پہنچانا چاہتا ہے۔

ہمسایہ کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اسے دیکھتے ہی سلام کرے اس سے طویل گفتگو نہ کرے، اس سے اکثر مانگتا نہ رہے مرض اس کی عیادت کرے، مصیبت میں اسے تسلی دے، اگر آپ کے یہاں موت ہو جائے تو اس کے ساتھ رہے، خوشی میں اسے مبارکباد دے اور اس کی خوشی میں برابر کا شریک رہے، اس کی غلطیوں سے درگزر کرے، چھت سے اس کے گھر میں نہ جھانکے، اپنے گھر کی دیوار پر شہتیر وغیرہ رکھنے سے نہ روکے، اس کے پرنالے میں پانی نہ انڈیلے، اس کے گھر کے صحن میں مٹی نہ پھینکے، اس کے گھر کے راستہ کو تنگ نہ کرے، وہ گھر کی طرف جو کچھ لے کر جا رہا ہو اسے نہ گھورے اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے جب اسے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اس کی مدد کرے، اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہو، اس کی غیبت نہ سنے، اس کی عزت سے آنکھ بند کرے، اس کی لونڈی کو اکثر نہ دیکھتا رہے اس کی اولاد سے نرمی سے گفتگو کرے، جن دینی اور دنیاوی امور سے وہ ناواقف ہو ان میں اس کی رہنمائی کرے، یہ وہ حقوق ہیں جو عام و خاص ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے؟ جب وہ تجھ سے مدد طلب کرے اس کی مدد کر، اگر وہ تیری امداد کا طالب ہو اس کی امداد کر، اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے، اگر وہ مفلس ہو جائے تو اس کی حاجت روائی کر، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر، اگر مر جائے تو اس کا جنازہ اٹھا، اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارکباد کہہ دے اگر اسے مصیبت پیش آئے تو اسے صبر کی تلقین کر، اس کے مکان سے اپنا مکان اونچا نہ بنا

تاکہ اس کی ہوا نہ رکے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں، اسے تکلیف نہ دے جب میوے خرید کر لائے تو اس کے گھر بطور تحفہ بھیج ورنہ خفیہ لے کر آدمیوں سے اپنی اولاد کے ہاتھ میں دے کر باہر نہ بھیج تاکہ اس کے بچے ناراض نہ ہوں، ہانڈی کی خوشبو سے اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ ایک چلو شوربا اسے بھی بھیج دے۔

پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا حق ہے؟ بخدا ہمسایہ کے حقوق کو کوئی پورا نہیں کر سکتا مگر جس پر اللہ رب العزت نے رحمت کی ہو، اسی طرح عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ اور دادا سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

جناب مجاہد رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور آپ کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ آپ نے کہا اے غلام! جب بکری کی کھال اتارے تو سب سے پہلے ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت دینا، آپ نے یہی بات متعدد بار کہی تو غلام نے کہا اب اور کتنی مرتبہ کہیں گے؟ تب آپ نے فرمایا حضور ﷺ ہمیں برابر ہمسائیوں کے متعلق وصیت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمسائیوں کو وارث نہ بنا دیا جائے۔

جناب ہشام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جناب حسن رضی اللہ عنہ اس بات میں کوئی صاحب نہیں سمجھتے تھے کہ تم اپنی قربانی کا گوشت یہودی یا نصرانی ہمسایہ کو کھلاؤ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے میرے حبیب ﷺ نے وصیت فرمائی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں زیادہ پانی ڈال دو پھر اپنے ہمسائیوں کے گھروں پر نگاہ دوڑاؤ اور انہیں چلو بھر شوربا بھیج دیا کرو۔

☆☆☆

باب 91:

شرابی پر عذاب

اللہ رب العزت نے شراب کے بارے میں جو آیات نازل فرمائیں ان میں سے پہلی یہ ہے کہ۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

''تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔''

یہ آیت مبارکہ سن کر کچھ لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی اور کچھ اسی طرح پیتے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی شراب پی کر نماز پڑھنے لگا تو اس کی زبان سے نامناسب کلمات نکلے تب اللہ رب العزت نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

(النساء:۴۳)

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔''

پس یہ آیت مبارکہ سن کر جس نے شراب پی اس نے پی اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے چھوڑ دیا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار شراب پی اور اونٹ کا بوجھ اٹھا کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر مارا اور ان کا سر پھوڑ دیا۔ پھر بیٹھ کر بدر کے مقتولوں پر رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے باہر قدم رنجہ فرمایا اور اپنے پاس جو چیز تھی اس سے انہیں مارا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

(المائدۃ:۹۱)

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ سن کر کہا ہم رک گئے، ہم رک گئے۔

شراب کی حرمت میں متفق علیہ احادیث بھی ہیں چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عادی شراب خور جنت میں نہیں جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بتوں کی عبادت کی ممانعت کے بعد اللہ رب العزت نے مجھے سب سے پہلے شراب پینے اور لوگوں پر لعنتیں بھیجنے سے روکا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو دنیا میں کسی نشہ آور چیز پر جمع ہوتے ہیں مگر اللہ رب العزت انہیں جہنم میں جمع کرے گا اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کریں گے ایک دوسرے کو کہے گا اے فلاں! اللہ رب العزت تجھے میری طرف سے بری جزا دے، تو نے ہی مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے اور دوسرا اس سے اسی طرح کہے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، اللہ رب العزت نے اسے جہنمی سانپوں کا زہر پلائے گا جسے پینے سے پہلے ہی اس کے چہرے کا گوشت گل کر برتن میں گر جائے گا اور جب وہ اسے پیئے گا تو اس کا گوشت اور کھال ادھڑ جائے گی جس سے جہنمی اذیت پائیں گے۔ شراب پینے والے، کشید کرنے والے، نچوڑنے والے، اٹھانے والے، جس کے لئے لائی گئی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے، سب کے سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ رب العزت ان میں سے کسی کا نماز، روزہ اور حج قبول نہیں کرتا تا آنکہ وہ توبہ نہ کریں، پس اگر وہ توبہ کئے بغیر مر گئے تو اللہ رب العزت پر حق ہے کہ انہیں شراب کے ہر گھونٹ کے عوض جہنم کی پیپ پلائے۔ یاد رکھئے ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر شراب حرام ہے (خواہ وہ کسی قسم کی ہو)۔

ابن ابی الدنیا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی نشہ میں دھت ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو ہاتھ پر پیشاب کر رہا تھا اور وضو کرنے والے کی طرح پیشاب سے ہاتھ دھو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّالْمَآءَ طَهُوْرًا

''حمد ہے اللہ رب العزت کی جس نے اسلام کو نور بخشا اور پانی کو پاک فرمایا۔''

عباس بن مرداس سے زمانۂ جاہلیت میں کہا گیا کہ تم شراب کیوں نہیں پیتے، اس سے تمہارے اندر تیزی بڑھ جائے گی اس نے جواب دیا میں اپنے ہاتھوں سے جہالت کو پکڑ کر خود اپنے پیٹ میں داخل کرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی میں اس بات پر راضی ہوں کہ میں صبح اپنی قوم کے سردار ہونے کی حیثیت سے کروں اور شام ان میں بے وقوف کی صفت سے متصف ہو کر کروں۔

بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب سے بچو، تم سے پہلے لوگوں میں ایک عبادت گزار شخص تھا جو لوگوں سے علیحدہ رہتا تھا ایک عورت نے اس کا پیچھا کیا اور اپنا ایک خادم بھیج کر اسے بلایا اور کہا کہ ہم تجھے گواہی کے لئے بلانے آئے ہیں، چنانچہ عابد ان کے گھر میں داخل ہو گیا، وہ جونہی کسی دروازہ سے آگے بڑھتا وہ عورت اس دروازہ کو بند کر دیتی، یہاں تک کہ وہ عورت کے پاس پہنچا وہ بدکردار عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس کے پاس ایک لڑکا تھا اور ایک برتن تھا جس میں شراب رکھی ہوئی تھی۔ اس عورت نے کہا میں نے تجھے کسی گواہی کے لئے نہیں بلکہ اس لڑکے کے قتل اور اپنے ساتھ جماع کے لئے بلایا ہے یا پھر شراب کا یہ پیالہ پی لے اگر تو نے انکار کر دیا تو میں چلاؤنگی اور تجھے رسوا کروں گی۔

جب اس عابد نے کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو کہا اچھا مجھے شراب پلا دے۔ چنانچہ اس نے شراب کا پیالہ پلا دیا۔ عابد پیالہ پی کر بولا اور دے دے یہاں تک کہ شراب سے بدمست ہو کر اس نے عورت سے زنا کیا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا لہٰذا شراب سے بچو، پس بخدا ایمان اور دائمی شراب نوشی کسی شخص کے سینہ میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے البتہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔

احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (البقرہ:۳۰)

''کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا۔''

اے رب تو زمین پر اس شخص کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیج رہا ہے جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ (لہٰذا ہم اس منصب کے زیادہ مستحق ہیں) رب جلیل نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، انہوں نے عرض کی اے اللہ رب العزت! ہم تیری بنی آدم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا تم میں سے دو فرشتے آئیں تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ ہاروت و ماروت حاضر ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم زمین پر جاؤ اور اللہ رب العزت نے زہرہ ستارے کو ان کے سامنے حسین وجمیل عورت کے روپ میں بھیجا وہ دونوں اس کے ہاں آئے اور اسے رفاقت کا سوال کیا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں یہ کلمۂ شرک نہ کہو، انہوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اللہ رب العزت کے شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

چنانچہ وہ عورت ان کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی اور جب واپس ہوئی تو وہ ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔ انہوں نے اس سے پھر وہی سوال کیا مگر اس نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم دونوں اس بچے کو قتل نہ کرو۔ انہوں نے کہا بخدا ہم کبھی بھی اسے قتل نہیں کریں گے۔ پھر وہ شراب کا پیالہ لے کر لوٹ اور ان دونوں نے اسے دیکھ کر پھر وہی سوال دہرایا عورت نے کہا بخدا اس وقت تک نہیں جب تک تم یہ شراب نہ پی لو۔

چنانچہ انہوں نے شراب پی اور نشہ کی حالت میں اس سے جماع کیا اور بچے کو قتل کر دیا۔ جب ان کا نشہ اترا تو عورت نے کہا بخدا تم نے ایسا کوئی کام نہیں چھوڑا جس کے کرنے سے تم نے انکار کر دیا تھا نشہ کی حالت میں تم سب کام کر گزرے۔

تب انہیں دنیاوی عذاب اور آخرت کے عذاب میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے دنیاوی عذاب کو پسند کر لیا۔

امام رازی نے اس واقعہ کو غلط قرار دیا ہے اور صاحب روح البیان نے اس پر اظہار افسوس کیا ہے۔

☆☆☆

باب 92:

معراج شریف

بخاری نے قتادہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں معراج کی رات کا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ میں حطیم کعبہ میں تھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں مقام حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ یکا یک میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کچھ کہا، میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا پھر اس جگہ اور اس جگہ کے درمیان چاک کیا گیا (راوی کہتا ہے میں نے جارود رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ اس جگہ اور اس جگہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا حلقوم سے ناف تک) پھر انہوں نے میرا دل نکالا اور میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے لبریز تھا۔ اس کے بعد میرا دل دھویا گیا پھر اسے علم و ایمان سے لبریز کر کے واپس رکھ دیا گیا۔ پھر میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے پست اور گدھے سے اونچا تھا (جارود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں، وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا تھا) میں اس پر سوار ہوا اور جبریل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک پہنچے، جبریل نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبریل، کہا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا محمد (ﷺ)! پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں۔ جبریل نے کہا ہاں، کہ اگیا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا مبارک ہو، پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں آدم علیہ السلام موجود تھے۔ جبریل نے کہا یہ آپ کے اب (باپ) آدم ہیں؟ انہیں سلام کیجئے لہٰذا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

پھر جبریل میرے ساتھ اوپر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور جبریل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا، وہ کون ہے؟ جبریل، پوچھا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ)! پوچھا گیا کیا وہ بلوائے گئے ہیں؟ جبریل بولے ہاں، کہا گیا ان کا

آنا مبارک ہو اور دروازہ کھول دیا، جب میں وہاں پہنچا تو میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو وہاں پایا اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے کہا کہ یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے اسلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھلوانا چاہا، پوچھا گیا کون؟ کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے کہا ہاں، کہا گیا خوش آمدید، ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے یوسف علیہ السلام ملے جبریل نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھلوانا چاہا، پوچھا گیا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ جبریل بولے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں! دربارن نے کہا خوش آمدید ان کا آنا بہت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں اسلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

پھر مجھے جبریل ساتھ لے کر اوپر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے، انہوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں، کہا گیا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا مبارک ہو، جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام ملے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

پھر جبریل مجھے اوپر لے گئے یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے انہوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کیوں ہے؟ کہا گیا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں، اس فرشتے نے کہا انہیں

خوش آمدید ہو، ان کا آنا مبارک ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں اسلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو، پھر ہم جب آگے بڑھے تو وہ روئے، ان سے کہا گیا آپ کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے کہا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے بعد ایک نوجوان مبعوث کیا گیا ہے جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔

پھر جبریل مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ؟ جبریل علیہ السلام نے کہا جبریل علیہ السلام پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہاں ہاں۔ کہا گیا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا مبارک ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے، جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے والد گرامی ابراہیم ہیں، انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید ہو۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے، وہاں چار نہریں تھیں ، دو ظاہر اور دو پوشیدہ، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا جو دو پوشیدہ ہیں وہ جنت کی نہریں ہیں اور جو دو نہریں ظاہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں، پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا جس میں ستر ہزار فرشتے ہر روز داخل ہوتے ہیں۔ پھر مجھے ایک شراب (شربت) کا برتن، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا برتن دیا گیا۔ میں نے دودھ کا انتخاب کر لیا جبریل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کی امت اس پر قائم رہیں گے اس کے بعد مجھ پر ہر روز کی پچاس پچاس نمازیں فرض قرار دے دی گئیں۔

پھر جب میں واپس ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن میں پچاس نمازوں کا موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور میں نے بنی اسرائیل سے سخت برتاؤ کیا ہے لہٰذا اپنے رب کے پاس لوٹ جایئے اور اپنی امت کے لئے

تخفیف کرایئے چنانچہ میں لوٹا اور (دوباریوں میں) دس نمازیں معاف کر دی گئیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پہلے کی طرح کہا، میں پھر لوٹ گیا اور پھر دس نمازیں معاف کر دی گئیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پہلے کی طرح کہا، میں پھر لوٹ گیا اور پھر دس نمازیں معاف کر دی گئیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے اسی طرح کہا میں پھر واپس لوٹ گیا اور مجھے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پوچھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی، میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے لوگوں کا تجزیہ کیا ہے اور بنی اسرائیل سے سخت برتاؤ کر چکا ہوں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اپنے رب کے حضور جائیں اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب سے کئی بار درخواست کر چکا ہوں، اب مجھے شرم آتی ہے لہٰذا اب میں راضی ہوں اور رب کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں آگے بڑھا تو کسی پکارنے والے نے آواز دی کہ میں نے اپنا حکم جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔

☆☆☆

باب 93:

فضائلِ جمعہ

جمعہ کا دن ایک عظیم دن ہے اللہ رب العزت نے اس کے ساتھ اسلام کو عظمت دی اور یہ دن مسلمانوں کے لئے خاص کر دیا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ

(الجمعہ:9)

''جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ رب العزت کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جمعہ کے وقت دنیاوی مشغل حرام قرار دئے ہیں اور ہر وہ چیز جو جمعہ کے لئے رکاوٹ بنے ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تحقیق اللہ رب العزت نے تم پر میرے اس دن اور اس مقام میں جمعہ کو فرض قرار دے دیا ہے۔ ایک اور ارشاد یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے تین جمعہ کی نمازیں چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزت اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔''

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس متعدد بار آیا اور ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھتا رہا جو مر گیا اور نمازِ جمعہ اور جماعتوں میں شریک نہیں ہوتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ جہنم میں ہے، وہ شخص پورا ایک مہینہ ہی پوچھتا رہا اور آپ یہی کہتے رہے کہ وہ جہنم میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اہل کتاب کو جمعہ کا دن دیا گیا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا لہٰذا یہ دن ان سے واپس لے لیا گیا، اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت کی، اسے اس امت کے لئے مؤخر کیا اور ان کے لئے اسے عید کا دن بنایا لہٰذا یہ لوگ سب

لوگوں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور اہل کتاب ان کے تابع ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ان کے ہاتھ میں سفید آئینہ تھا، انہوں نے کہا یہ جمعہ ہے، اللہ رب العزت اسے آپ پر فرض کرتا ہے تاکہ یہ آپ کے اور آپ کے بعد آنے والے لوگوں کے لئے عید ہو، میں نے پوچھا اس میں کیا یمن و برکت ہے؟ جبریل نے کہا اس میں ایک عمدہ مراعت ہے جو شخص اس میں بھلائی کی دُعا مانگتا ہے اگر وہ چیز اس شخص کے مقدر میں ہو تو اللہ رب العزت اسے عطا فرماتا ہے ورنہ اس سے بہتر چیز اس کے لئے ذخیرہ کر لی جاتی ہے یا کوئی شخص اس ساعت میں ایسی مصیبت سے پناہ مانگتا ہے جو اس کا مقدر ہو چکی ہے تو اللہ رب العزت اس مصیبت سے بھی بڑی مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک سب دنوں کا سردار ہے اور ہم آخرت میں ایک یوم مزید مانگتے ہیں، میں نے کہا وہ کیوں؟ جبریل نے عرض کی آپ کے رب نے جنت میں ایک ایسی وادی بنائی ہے جو سفید ہے اور مشک کی خوشبو سے لبریز ہے، جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ رب العزت سے کرسی پر نزول اجلال فرماتا ہے یہاں تک کہ سب اس کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے عمدہ دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اسی دن وہ جنت کسے زمین کی طرف اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن ان کا وصال ہوا، اسی دن قیامت قائم ہوگی اور وہ اللہ رب العزت کے نزدیک یوم مزید ہے آسمانی فرشتوں میں اس دن کا یہی نام ہے اور یہی جنت میں اللہ رب العزت کے دیدار کا دن ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ رب العزت ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ مسلمانوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے جمعہ کو سالم کر لیا تو گویا تمام دنوں کو سالم کر لیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جہنم ہر روز ضحوہ کبری (نصف النہار) میں زوال سے پہلے بھڑکایا جاتا ہے یعنی سورج جب عین آسمان کے دل میں ہوتا ہے لہٰذا اس ساعت میں نماز

مت پڑھو مگر جمعہ کے دن یہ قید نہیں ہے کیونکہ جمعہ سارے کا سارا نماز ہے اور اس دن جہنم نہیں بھڑکایا جاتا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت نے سب شہروں سے مکہ معظّمہ کو فضیلت بخشی ہے۔ سب مہینوں میں رمضان کو فضیلت عطا کی ہے سب دنوں میں جمعہ کے دن کو فضیلت دی ہے اور سب راتوں میں لیلۃ القدر کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔

کہا گیا ہے کہ جمعہ کے دن حشرات الارض اور پرندے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نیک دن میں سلام ہو، سلام ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب لکھتا ہے اور اسے قبر کے فتنہ سے بچالیتا ہے۔

☆☆☆

باب 94:

خاوند پر بیوی کے حقوق

بیویوں کے شوہروں پر بہت سے حقوق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہیں کہ وہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں، ان کی عقل کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے مہربانی کا سلوک کریں اور ان کے دکھ درد کو دور کریں اور اللہ رب العزت نے ان کے حقوق کی عظمت میں فرمایا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقًا غَلِيْظًا (النساء:۲۱)

''اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔''

اور مزید فرمایا کہ۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (النساء:۳۶)

''اور کروٹ کے ساتھی۔''

پر کہا گیا ہے کہ اس ساتھی سے مراد عورت ہے۔

حضور ﷺ نے ان تین باتوں کی اس وقت وصیت فرمائی جب کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس وصال شریف کے وقت لڑکھڑا رہی تھی اور کلام انور میں ہلکا پن پیدا ہو چلا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نماز، نماز اور وہ تمہارے ہاتھ جن کے مالک ہوئے انہیں وہ تکلیف نہ دو جس کے برداشت کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتے، عورتوں کے متعلق اللہ رب العزت سے ڈرو، اللہ رب العزت سے ڈرو، وہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں، یعنی وہ ایسی قیدیں ہیں جنہیں تم نے اللہ رب العزت کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ رب العزت کے کلام سے ان کی شرمگاہیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کیا اللہ رب العزت اسے مصائب پر حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے اجر کے برابر اجر دے گا اور جس عورت نے خاوند کی بدخلقی پر صبر کیا اللہ رب العزت نے اسے فرعون کی بیوی آسیہ کے ثواب

کے مثل ثواب عطا فرمائے گا۔

بیوی سے حسن سلوک یہ نہیں کہ اس کی تکالیف کو دور کیا جائے بلکہ ہر ایسی چیز کو اس سے دور کرنا بھی شامل ہے جس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو اور اس کے اعضاء اور ناراضگی کے وقت علم کا مظاہرہ کرنا اور اس معاملہ میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھنا۔ حضور ﷺ کی بعض ازواج مطہرات آپ ﷺ کی بات کو (بتقاضائے قدرت) صورۃ نہ بھی مانتیں اور ان میں سے کوئی ایک رات تک گفتگو نہ کیا کرتی تھی مگر آپ ﷺ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آپ ﷺ کی بات کو نہ مانا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لونڈی! تو میرے سامنے بڑھ کر بات کرتی ہے، انہوں نے عرض کی کہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات انہیں دے لیا کرتیں۔ حالانکہ وہ آپ ﷺ سے بہتر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حفصہ خائب و خاسر ہوئی اگر اس نے حضور ﷺ کی بات رد کر دی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ سے فرمایا ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیٹی پر غیرت نہ کرنا کیونکہ وہ حضور ﷺ کی محبوبہ ہیں اور پھر آپ ﷺ نے انہیں حضور ﷺ کی بات کو رد کرنے سے ڈرایا۔

مروی ہے کہ ان ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے حضور ﷺ کے سینۂ انور پر ہاتھ رکھ کر آپ ﷺ کو پیچھے ہٹایا تو ان کی والدہ نے انہیں تہدید کی۔ حضور ﷺ نے ان کی ماں کی باتیں سن کر فرمایا کہ ان سے درگزر کرو، یہ اس سے بھی زیادہ کچھ کیا کرتی ہیں۔

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کے درمیان کچھ بات ہوگئی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما داخل ہوئے اور انہیں فیصل بنایا گیا۔ جب انہوں نے بات سننا چاہی تو حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بات کرو گی یا میں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ بات آپ ہی کریں مگر درست، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے منہ سے خون جاری ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اپنی جان کی دشمن! کیا حضور ﷺ ناحق بات کہیں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی پناہ تلاش کی اور آپ ﷺ کی پشت مبارک کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ حضور ﷺ

نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا تھا اور نہ ہی ہمارا یہ ارادہ تھا کہ ہم تم سے یہ بات چاہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا ہوگئیں اور کہا کہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ میں اللہ رب العزت کا نبی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر مسکرا دے اور حلم و کرم کی بناء پر یہ بات برداشت کر گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے کہ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور! وہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی چھوڑتی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے محبت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا ابوزرعہ ام زرعہ کے لئے تھے مگر میں تم کو طلاق نہیں دونگا اور آپ اپنی ازواج مطہرات سے یہ بھی فرماتے کہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو، بخدا اس کے سوا تم میں سے کسی کے بستر پر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں اور بچوں پر سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے۔

ہر انسان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ خوش طبعی، مزاج اور بذلہ سنجی سے اپنی عورتوں سے ان کی تکالیف کو رفع کرے کیونکہ ان چیزوں سے عورتوں کے دل خوش ہوا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات سے مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے اور ان سے ان کی عقلوں کے مطابق اقوال و افعال فرمایا کرتے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ میں مقابلہ کرتے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل جاتیں اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبقت لے جاتے اور فرماتے کہ یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات سے سب سے زیادہ

خوش طبعی فرمانے والے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حبشی اور دوسرے لوگوں کی آوازیں سنیں جو عاشورہ کے دن کھیل رہے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے ان کی طرف آدمی بھیجا، جب وہ آگئے تو حضور ﷺ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اپنا دستِ اقدس دروازہ پر رکھ دیا اور ہاتھ لمبا کر لیا میں نے اپنی تھوڑی آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر جما دی، وہ لوگ کھیلتے رہے اور میں دیکھتی رہی، رسولِ اکرم ﷺ مجھ سے پوچھتے بس کافی ہے؟ میں عرض کرتی ذرا چپ رہئے آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ پوچھا پھر فرمایا۔

عائشہ! اب بس کرو میں نے عرض کی ٹھیک ہے۔ تب حضور ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا تو وہ واپس چلے گئے اور حضور ﷺ نے فرمایا مومنوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا خلق عمدہ ہو اور جو اپنے گھر والوں پر نہایت مہربان ہو۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہتر ہے اور میں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غصے کے باوجود انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بچے جیسا ہو اور جب گھر والے اس سے کچھ طلب کریں جو اس کے پاس موجود ہو تو وہ اسے مروا ئیں (یعنی وہ مطلوبہ شے میں بخل نہ کرے)۔

جناب لقمان نے فرمایا عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے بچے کی طرح ہو اور جب قوم میں ہو تو جوانوں کی طرح ہو۔

اس حدیث کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت ہر جفہ مری جواظ سے بغض رکھتا ہے کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اپنے گھر والوں سے سختی کرنے والا اور خود بینی میں مبتلا ہے اور یہ انہیں معانی میں سے ایک معنی ہیں جو فرمانِ الٰہی عتل کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بدخلق، زبان دراز، اپنے گھر والوں پر تشدد کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے باکرہ سے شادی کیوں نہ کی، وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے خوش طبعی کرتے۔

ایک بدویہ نے اپنے مردہ خاوند کی ان الفاظ میں تعریف کی، بخدا جب وہ گھر میں داخل ہوتا تو سدا ہنستا رہتا جب وہ باہر نکلتا تو چپ رہتا جو کچھ ملتا کھا لیتا اور جو کچھ موجود نہ ہوت ااس کے متعلق سوال نہ کرتا۔

انسان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بدسنجیوں، حسنِ خلق اور اس کی خواہشات کی موافقت میں اس حد تک نہ بڑھے کہ اس کی عادتیں بگڑ جائیں اور اس کے دل سے مرو کی ہیبت بالکل اٹھ جائے بلکہ ہر معاملہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھے اور اپنی ہیبت اور دبدلہ بالکلیہ ختم نہ کرے مرد پر لازم ہے کہ اس سے کوئی نامناسب بات نہ سنے اور اسے بُرے کاموں میں دلچسپی نہ لینے دے بلکہ جب بھی اسے شریعت ومروت کے خلاف گامزن پائے اس کی سرزنش کرے اور اسے راہ راست پر لائے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ رب العزت کی قسم! جو شخص اپنی بیوی کی خواہشات کی اتباع کرتا ہے اللہ رب العزت اسے جہنم میں ڈالے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت کے برعکس چلو کیونکہ ان کی مخالفت میں برکت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مشورہ کرلو اور ان کی مخالفت کرلو (تو بہتر ہوگا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا غلام ہلاک ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ مرد جب عورت کی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے تو وہ اس کا غلام اور بندہ بن جاتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اسے عورت کا مالک بنایا مگر اس نے عورت کو اپنا مالک بنا دیا گویا اس نے برعکس کام کیا اور خدائی فیصلہ کے خلاف شیطان کی اطاعت کی جیسا کہ اس نے کہا۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (النساء:۱۱۹)

''اور البتہ حکم کرونگا ان کو پس پھیر ڈالیں گے، خدا کی پیدائش کو۔''

اور مرد کا حق یہ ہے کہ وہ متبوع ہو، تابعِ مہمل نہ بنے چنانچہ اللہ رب العزت نے مردوں کو یہ نام دیا ہے کہ۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء:۳،۴)

''مرد افسر ہیں عورتوں پر۔''

اور شوہر کو سردار کا نام دیا گیا ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (یوسف:۲۵)

''اور دونوں کو عورت کا یہاں دروازے کے پاس ملا۔''

اور جب سردار تابع فرمان ہو جائے گا تو گویا اس نے نعمتِ الٰہی کا کفران کیا۔

عورت کا نفس بھی تیرے نفس کی طرح ہے اگر تو اسے معمولی سی بھی ڈھیل دے دے گا تو وہ بہت زیادہ سرکش ہو جاتا ہے اگر تو اسے بھرپور ڈھیل دے دیگا تو وہ بالکل تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تین ہستیاں ایسی ہیں کہ اگر تو ان کی عزت کرے گا تو وہ تجھے ذلیل کریں گے اور اگر تو ان کی اہانت کرے گا تو وہ تیری عزت کریں گے عورت خادم اور گھوڑا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ اگر تو نے ان سے صرف نرمی کا برتاؤ کیا اور نرمی کو سختی سے نہ ملایا اور مہربانی سے سرزنش کو نہ ملایا تو یہ تجھے نقصان دیں گے۔

☆☆☆

باب 95:

حقوق شوہر بذمہ زن

نکاح اطاعت کی ایک قسم ہے لہٰذا بیوی خاوند کی مطیع ہے اور اس پر لازم ہے کہ خاوند اس سے جو کچھ طلب کرے وہ اس کی اطاعت کرے بشرطیکہ وہ اسے اللہ رب العزت کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ بیوی پر خاوند کے حقوق کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جو عورت اس حالت میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔

ایک شخص سفر پر روانہ ہوا اور اس نے اپنی بیوی سے عہد لیا کہ وہ اوپر سے نیچے نہ اترے اس کا باپ نیچے رہتا تھا وہ بیمار ہوگیا، اس عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیج کر باپ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر، پھر وہ مر گیا اور عورت نے پھر اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے خاوند کی اطاعت کر اس کے باپ کو دفن کر دیا گیا اور حضور ﷺ نے اسے خبر دی کہ اللہ رب العزت نے اس کے خاوند کی اطاعت کی وجہ سے اس کے باپ کو بخش دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب عورت نے پانچ نمازیں پڑھیں، ماہِ رمضان کے روزے رکھیں، اپنی عصمت کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کو اسلام کی مبادیات میں شامل فرمایا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں عورتوں کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا حاملہ، بچہ جننے اور دودھ پلانے والی، اپنی اولادوں پر مہربانی کرنے والی عورتیں، اگر اپنے شوہر کی نافرمانی نہ کریں تو ان میں جو نماز پڑھنے والی ہیں وہ جنت میں داخل ہوگی۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس میں رہنے والی اکثر عورتیں تھیں تو خواتین میں سے بعض نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! کس کی وجہ سے؟ آپ نے فرمایا کثرت سے لعنت کرتی ہیں اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں یعنی جو انہیں زندگی

گزارے میں مدد دیتا ہے اس کے شکریے کے بجائے کفران کرتی ہیں۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ میں نے جنت کو دیکھا، اس میں سب سے کم عورتیں تھیں، میں نے کہا عورتیں کہاں ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا انہیں دو سرخ چیزوں نے مشغول کر دیا ہے سونے اور زعفران نے یعنی زیورات اور رنگین کپڑوں نے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوان عورت نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں جوان عورت ہوں مجھے نکاح کے پیغام آتے ہیں مگر میں شادی کو مکروہ سمجھتی ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ بیوی پر خاوند کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خاوند کی چوٹی سے ایڑی تک پیپ ہو اور وہ اسے چاٹے تو خاوند کا حق ادا نہیں کر پائے گی۔ اس نے پوچھا تو میں شادی نہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شادی کرو کیونکہ اس میں بھلائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو خثعم کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا میں غیر شادی شدہ عورت ہوں اور شادی کرنا چاہتی ہوں خاوند کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوی پر خاوند کا یہ حق ہے کہ جب وہ اس کا ارادہ کرے اگر اس کے ارادے کے وقت وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہو تب بھی اسے نہ روکے خاوند کا یہ بھی حق ہے کہ بیوی اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ دے اگر اس نے بلا اجازت کچھ دے دیا تو گنہگار ہوگی اور خاوند کو ثواب ہوگا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بھوکی پیاسی رہی اور اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا اور اگر گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکلی تو جب تک وہ واپس نہ ہو جائے یا توبہ نہ کرے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کے بیوی پر بہت حقوق ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ عورت اس وقت تک رب تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہو اور عورت کا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر کے اندر والے گھر میں اس کی نماز گھر میں نماز سے افضل ہے۔ یہ آپ نے مزید

پردہ نشینی کے لئے فرمایا۔ اسی لئے فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ عورت سراسر برہنگی ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے، نیز فرمایا کہ عورت کے لئے دس برہنگیاں ہیں جب وہ شادی کرتی ہے تو خاوند اس کی ایک برہنگی ڈھانپ لیتا ہے اور جب وہ مرتی ہے تو قبر اس کی تمام عریانیاں چھپا لیتی ہے۔

عورت پر خاوند کے بہت سے حقوق ہیں، ان میں سے دو باتیں اہم ہیں ان میں سے ایک نگہبانی اور پردہ ہے، دوسرا حاجت کے علاوہ دیگر چیزوں کا مطالبہ نہ کرنا اور مرد کی حرام کی کمائی سے حاصل کردہ رزق سے پرہیز، گذشتہ زمانہ میں عورتوں کا یہی کردار تھا چنانچہ آدمی جب گھر سے باہر نکلتا تو اس کی بیوی یا بیٹی اسے کہتی کہ حرام کی کمائی سے بچنا کیونہ ہم دکھ درد اور بھوک برداشت کر سکتے ہیں مگر جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتے۔

گذشتہ لوگوں میں سے ایک آدمی نے سفر کا ارادہ کیا تو اس کے ہمسائیوں نے اس کے سفر کو اچھا نہ سمجھا اور انہوں نے اس کی بیوی سے کہا تو اس کے سفر پر کیسے راضی ہوئی حالانکہ اس نے تیرے لئے خرچ وغیرہ نہیں چھوڑا۔ عورت نے کہا میرا خاوند جب سے میں اسے جانتی ہوں میں نے اسے بہت کھانے والا پایا ہے، رزق دینے والا نہیں پایا میرا رب رزاق ہے۔ وہ کھانے والا چلا جائے گا اور رزق دینے والا باقی رہے گا۔

محترمہ رابعہ بنت اسمعیل نے حضرت احمد بن ابی الحواری کو نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے اپنی عبادت گزاری کی وجہ سے شادی کو ناپسند کیا اور ان سے جواب میں کہا بخدا عورت کی مشغولیت کی وجہ سے مجھے عورتوں سے محبت اور انس نہیں رہا۔ رابعہ نے کہا میں آپ کو اپنے شغل سے منحرف کرنے اور خواہشات کی تکمیل کے لئے نکاح کا پیغام نہیں دے رہی ہوں جبکہ میں نے اپنے سابق خاوند کے ورثہ میں سے مالِ کثیر پایا ہے میں چاہتی ہوں کہ یہ مال آپ کے نیک بھائیوں پر خرچ کروں اور آپ کے سبب مجھے آپ کے بھائیوں کا پتہ چل جائے گا اور میں نیکیوں کی خدمت کر کے اللہ رب العزت کا راستہ پالوں گی۔

جناب احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اپنے شیخ سے اجازت لے لوں چنانچہ آپ اپنے شیخ حضرت ابوسلیمان الدارانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے کہتے ہیں کہ جناب ابوسلیمان اپنے مریدین کو شادی سے منع کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے جس نے

بھی شادی کی ہے اس کی حالت دگرگوں ہوئی ہے جب انہوں نے رابعہ کی باتیں سنیں تو مجھ سے فرمایا اس سے نکاح کرلو کیونکہ یہ ولیہ ہیں بخدا ایسی باتیں صدیقین کی ہوتی ہیں جناب احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے رابعہ سے نکاح کرلیا۔ ہمارے گھر میں مچ کا صرف ایک کونڈا تھا جو کھانا کھانے کے بعد جلدی سے ہاتھ دھوکر باہر جانے والوں کی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ اشنان (ایک بوٹی جو صابن کا کام دیتی ہے) سے ہاتھ دھونے والے اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ جناب احمد کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد تین اور عورتوں سے نکاح کیا رابعہ مجھے خوب کھلاتی اور خوشبوئیں وغیرہ لگاتی اور کہا کرتی کہ اپنی خوشی اور فوت کے ساتھ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ اور یہ رابعہ شام میں ایسی پہچانی جاتی تھی جیسے بصرہ میں رابعہ عدویہ پہچانی جاتی تھیں۔

بیوی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ خاوند کے مال کو ضائع نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کرے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے عدورت کے لئے حلال نہیں کہ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے ہاں ایسا کھانا کھا سکتی ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اگر بیوی، خاوند کی رضا مندی سے کھائے گی تو اسے خاوند کے برابر ثواب ملے گا ورنہ خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے گی تو خاوند کو اجر ملے گا مگر بیوی پر گناہ ہوگا۔

والدین پر حق ہے کہ وہ لڑکی کی بہترین تربیت کریں اسے ایسی تعلیم دیں جس سے وہ عمدہ رہن سہن اور خاوند سے بہتر برتاؤ کے آداب سیکھ جائے جیسا کہ مروی ہے کہ اسماء بنت خارجہ الفرازی نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسے کہا، اب تم اس نشیمن سے نکل رہی ہو جو تمہارا الجاء و مامن تھا اب تم ایسے بستر پر جارہی ہو جس سے تم نے کبھی بھی الفت نہیں کی تو اس کی زمین بن جا وہ تیرا آسمان ہوگا تو اس کا بچھونا بن جا وہ تیری عمارت بن جائے گا تو اس کی باندی بن وہ تیرا خادم ہوگا، اس سے کنارہ کش نہ رہنا ورنہ وہ تجھ سے دور ہو جائے گا اس سے دور نہ ہونا ورنہ وہ تجھے بھول جائے گا اگر وہ تیرا قرب چاہے تو اس کے قریب ہو اگر وہ تجھ سے دور ہونا چاہے تو تو بھی دور ہو جا۔ اس کی ناک، کان اور آنکھ کی حفاظت کرنا تاکہ وہ تجھ سے عمدہ خوشبو کے علاوہ اور کچھ نہ سونگے۔ عمدہ بات کے سوا اور کچھ نہ سنے اور وہ تجھے ہمیشہ خوبصورت ہی دیکھے۔

ایک شخص نے کہا بخاری و مسلم میں ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں

نے بغیر حضور ﷺ سے اجازت لیے غلام لڑکی کو آزاد کر دیا جب حضور نبی کریم ﷺ ان کی باری پر ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو علم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے اور ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے آزاد کر دی۔ عرض کی ہاں فرمایا اگر تم اپنے بھائی بہنوں کو دے دیتے تو تجھے زیادہ ثواب ملتا۔

☆☆☆

باب 96:

فضیلتِ جہاد

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

''بے شک مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ رب العزت اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ رب العزت کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے میں منبرِ رسول کے قریب تھا کہ ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے اسلام کے بعد کسی اور عمل کی تمنا نہیں مگر یہ کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔ دوسرے نے کہا کہ مجھے اسلام کے بعد بیت اللہ کی خدمت کے سوا کسی اور عمل کی تمنا نہیں ہے۔ ایک اور بولا کہ تمہارے ان کاموں سے جہاد افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑک دیا اور کہا کہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آوازیں بلند نہ کرو۔ وہ جمعہ کا دن تھا جب میں نے جمعہ کی نماز ادا کر لی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کے متعلق پوچھا جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے تب اللہ رب العزت نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا۔

اَ جَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (التوبہ:۱۹)

''تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرا لی جو اللہ رب العزت اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ رب العزت کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ رب العزت کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ رب العزت ظالموں کو راہ نہیں

دیتا۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم چند ساتھی اکٹھے بیٹھے تھے ہم نے کہا اگر ہم جانتے کہ کونسا عمل افضل ہے اور اللہ رب العزت کو زیادہ محبوب ہے تو ہم وہی عمل کرتے اس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ • یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقٰتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ الاية

(الصف:۱،۴)

''بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے اللہ رب العزت کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت میں رانگا پلائی۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ آیات سنائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کے برابر ہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا، پھر فرمایا کیا تم اس بات کی تاب رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے روانہ ہوں تو تو مسجد میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ عبادت میں رہو، کبھی وقفہ نہ کرو، ہمیشہ روزے سے رہو کبھی افطار نہ کرو اس نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا ایسی گھاٹی سے گزر ہوا جس میں میٹھے پانی کا چشمہ تھا انہوں نے کہا میں لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کر کے اس گھاٹی میں عبادت کروں گا اور یہیں قیام کروں گا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایسا ہرگز نہیں کرونگا چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ بات عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ تمہارا راہِ خدا میں جہاد کے لئے کھڑا ہونا، گھر میں ستر سال کی نماز سے افضل ہے کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ رب العزت تمہیں بخش دے اور تمہیں

جنت میں داخل کرے، راہِ خدا میں جہاد کرو جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقفہ کے برابر بھی جہاد کرتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

جب حضور ﷺ نے اپنے صحابی کو عبادت کے لئے عزلت نشینی کی اجات نہیں دی حالانکہ ان کا شوقِ عبادت مسلم تھا اور نیکیوں میں ان کی موافقت شک و شبہ سے بالا تھی، بلکہ انہیں جہاد کی ترغیب دی تو ہم جبکہ ہماری نیکیاں کم ہیں اور گناہ زیادہ، ہم حرام اور مشتبہ غذائیں کھاتے ہیں اور ہمارے عزائم اور نیتیں فاسد ہیں، ہمارے لئے جہاد کا ترک کرنا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار، خشوع و خضوع سے عبادت کرنے والے، قیام کرنے والے اور رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے جیسی ہے اور اللہ رب العزت جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو اللہ رب العزت کے رب ہونے پر، سلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند آئی عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ایک بار یہ بات مجھ سے پھر ارشاد فرمادیجئے چنانچہ آپ نے اسے مکرر فرمایا پھر فرمایا ایک اور عمل ہے جس کے سبب اللہ رب العزت بندے کے سو درجات بلند کرتا ہے اور ہر دو درجات کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلہ کے برابر ہوگا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا۔

☆☆☆

باب 97:

فریب کاری شیطان

کسی شخص نے جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کیا شیطان سوتا بھی ہے؟ وہ مسکرائے اور کہا اگر وہ سوتا تو ہم راحت پاتے معلوم ہوا کہ مومن کو شیطان سے رہائی پانی دشوار ہے۔ وہاں اسے اپنے سے دور کرنے اور اس کی قوت کو کمزور کرنے کی راہیں ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مومن شیطان کو دبلا کر دیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی (طویل) سفر میں اونٹ کو دبلا کر دیتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مومن کا شیطان لاغر ہوتا ہے۔ حضرت قیس بن الحجاج رحمتہ الہ علیہ کا قول ہے کہ مجھ سے میرے شیطان نے کہا، جب میں تیرے اندر داخل ہوا تو اونٹ کی طرح تھا اور اب میں چڑیا کی طرح ہوں میں نے کہا وہ کیوں؟ شیطان نے کہا تو نے مجھے ذکرِ خدا سے لاغر کر دیا ہے۔

لہٰذا متقی بندوں پر شیطان کے ظاہری دروازوں کا بند کرنا اور ان راستوں کی نگہبانی کرنا جو گناہوں کے طرف لے جاتے ہیں کچھ دشوار نہیں تھا ان کے لئے لغزش کا باعث وہ خفیہ شیطانی راستے بنتے تھے جن کی کھڑکیاں دل میں کھلتی ہیں، وہ ان راستوں کی نگہبانی سے معذور تھے کیونکہ دل میں شیطان کے بہت سے راستے ہیں اور فرشتے کا صرف ایک دروازہ ہے اور یہ کہ ایک دروازہ بھی ان بہت سارے دروازوں میں خلط ملط ہو گیا ہے اور بندے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسافر ایسے جنگل میں بھٹک جائے جس میں بہت سے راستے ہوں اور رات کی تاریکی نے ان سب راستوں پر سیاہ چادر تان دی ہو تو وہ بصیرت والی آنکھ اور چمکدار سورج کے سوا راستہ نہیں پا سکتا۔ یہاں بصیرت والی آنکھ اور تقویٰ سے شفاف دل اور چمکدار سورج سے وہ مقدس علم مراد ہے جو کتاب اللہ رب العزت اور سنت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا گیا ہو، انہی سے انسان ان اندھیرے راستوں پر چل سکتا ہے ورنہ رات اندھیری اور راستے بے شمار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمارے

سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ رب العزت کا راستہ ہے پھر اس لکیر کے دائیں اور بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں کہ جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے پھر حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام:۱۵۴)

''اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

اور بلاشبہ ہم مختلف راستوں میں جسے چھپے ہوئے راستہ کی مثال کا ذکر کر چکے ہیں یہی وہ راستہ ہے کہ جس پر علماء اور وہ بندے جو گناہوں سے رکنے والے اور اپنی خواہشات کی نگہبانی کرنے والے ہیں، دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

اب ہم ایسے واضح راستے کی مثال پیش کر رہے ہیں جس پر چلنے کے لئے بعض اوقات آدمی مامور ہو جاتا ہے اور وہ مثال یہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا شیطان نے ایک لڑکی کا قصد کیا اور اسے آسیب میں مبتلا کر دیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کا علاج راہب کے پاس ہے چنانچہ وہ لڑکی کو لے کر راہب کے پاس آئے مگر اس نے لڑکی کو ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا لیکن انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا جس کی وجہ سے راہب لڑکی کو ساتھ رکھنے پر رضا مند ہو گیا جب وہ لڑکی علاج کے لئے راہب کے پاس ٹھہری تو شیطان راہب کے پاس لڑکی کے قرب کو حسین انداز میں پیش کر رہا تھا یہاں تک کہ راہب نے لڑکی سے جماع کر لیا اور وہ حاملہ ہو گی تب شیطان نے راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اب جب کہ اس کے گھر والے آئیں گے تو تو بہت شرمندہ اور رسوا ہو گا لہٰذا اس کو قتل کر دے اگر وہ تجھ سے پوچھیں تو کہہ دینا کہ وہ مر گئی چنانچہ اس نے لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا۔

ادھر شیطان نے لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ لڑکی راہب سے حاملہ ہو گئی ہے پھر راہب نے اسے قتل کر کے دفن کر دیا ہے لہٰذا وہ لوگ راہب کے پاس آئے اور اس سے لڑکی کے متعلق پوچھ گچھ کی راہب نے کہا وہ مر گئی ہے چنانچہ انہوں نے راہب کو

پکڑ لیا تا کہ وہ اسے لڑکی کے بدلہ میں قتل کر دیں۔ اس لمحے شیطان نے راہب کے پاس آ کر کہا میں ہی وہ ہوں جس نے لڑکی کو آسیب زدہ کیا تھا اور میں نے ہی لڑکی کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی ہے تو میری پیروی کر لے، میں تجھے ان سے رہائی اور نجات دلا دوں گا راہب بولا کیسے کروں؟ شیطان نے کہا مجھے دو سجدے کرے چنانچہ راہب نے اسے دو سجدے کر لئے شیطان نے سجدے کراتے ہی کہا کہ اب میں تجھ سے بیزار ہوں یہ وہی بات ہے جس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ (الحشر:١٦)

''شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں۔''

مروی ہے کہ شیطان نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہارا اس ذات کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے مجھے اپنی پسند پر پیدا کیا، جیسے چاہا مجھے استعمال کیا اور اس کے بعد اگر چاہے تو مجھے جنت میں داخل کرے اور چاہے تو جہنم میں داخل کرے۔ کیا وہ اپنے اس عمل میں عدل کرنے والا ہے یا ظلم کرنے والا ہے؟ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کی بات میں غور فرمایا اور کہا اے شخص اگر اس نے تجھے تیری منشاء پر پیدا کیا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کیا ہے اور اگر اس نے تجھے اپنی منشاء پر پیدا کیا ہے تو وہ اس چیز کے متعلق نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرتا ہے اور نہ اس سے سوال کئے جا سکتے ہیں یہ سنتے ہی شیطان بکھرنے لگا یہاں تک کہ بالکل معدوم ہو گیا پھر کہا بخدا! اے شافعی! میں نے اسی سوال سے ستر ہزار عابدوں کو عبودیت کے دفتر سے نکال کر بے دینی کی راہوں پر دھکیل دیا ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ شیطان ملعون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آیا اور آپ کو کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا، آپ نے کہا یہ کلمہ برحق ہے مگر میں تیرے کہنے سے نہیں کہونگا کیونکہ برائیوں کی طرح نیکیوں میں بھی شیطان غلط ملط کرتا رہتا ہے اور انہی افعال سے وہ عابد، زاہد، غنی اور تمام قسم کے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالتا رہتا ہے۔ اس کی برائیوں سے وہی محفوظ رہتا ہے جسے اللہ رب العزت محفوظ فرمالے۔ اے ربِ ذوالجلال! ہمیں شیطان کے مکروں سے محفوظ رکھ تا کہ ہم ہدایت یافتہ لوگوں سے ملاقات کریں۔ آمین۔

باب 98:

سماع

قاضی ابوالطیب الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کرام کی ایک جماعت سے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حضرات سماع کے عدم جواز کے قائل تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب آداب القضاء میں کہا ہے کہ غنا ایک نامناسب اور مکروہ چیز ہے جو ایک لچر چیز کی طرح ہے جو بکثرت اس میں مشغول ہو وہ بے سمجھ ہے اور اس کی گواہی روک دی جائے گی۔

قاضی ابوالطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شوافع حضرات نے کہا ہے کہ غیر محرم عورت سے کچھ سننا خواہ وہ پردہ میں ہو یا سامنے، وہ آزاد ہو یا باندی، ہر صورت میں ناجائز ہے۔

قاضی صاحب نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ باندی کا مالک جب لوگوں کو اس سے کچھ سننے کے لئے جمع کرے تو وہ بے وقوف ہے اس کی گواہی مردود ہے۔

مزید کہا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ دو ٹہنیوں کو آپس میں مار کر بھی ساز کی سی آواز نکالنے کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسے بے دینوں نے ایجاد کیا ہے تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ قرآن مجید سے ہٹ جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حدیث شریف میں ٹہنی وارد ہونے کے سبب میں دیگر تمام ساز ہائے نغمہ وطرب سے نرد کو زیادہ مکروہ سمجھتا ہوں، میں شطرنج کھیلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں اور میں ہر کھیل کو مکروہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ کھیل وغیرہ دیندار اور صاحب تقویٰ لوگوں کا شیوہ نہیں ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے غنا سے منع فرمایا ہے اور ان کا قول ہے کہ جب کسی نے لونڈی خریدی اور اسے پتہ چلا کہ وہ مغنیہ ہے تو اسے لونڈی واپس کرنے کا حق حاصل ہے اور

ابراہیم بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ تمام اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی غنا کو مکروہ جانتے تھے اور غنا کا سننا گناہوں میں شمار کرتے تھے اور تمام اہل کوفہ حضرت سفیان ثوری، شیخ حماد، ابراہیم، شعبی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

مذکورہ بالا تمام روایات قاضی ابوالطیب طبری نے نقل کی ہیں۔

جناب ابوطالب مکی نے ایک جماعت سے سماع کا جواز نقل کیا ہے اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ صحابہ سے حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے سماع منقول ہے۔

ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کی کثیر جماعت نے اسے اچھا سمجھا ہے اور ہمارے یہاں اہل حجاز مکہ، معظمہ میں سے سال کے بہترین ایام میں سماع سنتے تھے، بہترین ایام سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو عبادت اور ذکر کا حکم دیا ہے جیسے ایام تشریق وغیرہ اور ہمارے زمانہ تک اہلِ مدینہ بھی اہل مکہ کی طرح ہمیشہ پابندی سے سماع سنا کرتے تھے۔

ہم نے ابومروان القاضی کو اس حالت میں پایا کہ ان کے پاس چند لڑکیاں تھیں جو لوگوں کو خوش الحانی سے گا کر سناتی تھی، قاضی صاحب نے انہیں صوفیاء کرام کے لئے تیار کیا تھا۔ مزید فرمایا کہ جناب عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو لڑکیاں تھیں اور آپ کے بھائی ان سے سماع کیا کرتے تھے۔

جناب ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابوالحسن بن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ تم سماع کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید، سری سقطی اور ذولنون رحمۃ اللہ علیہم اسے سنا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ میں سماع کا کیسے انکار کروں گا حالانکہ مجھ سے بہتر شخص نے اسے سنا اور اس کی اجازت دی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ سماع سنا کرتے تھے، انہوں نے سماع میں صرف لہو ولعب کو منع فرمایا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے تین چیزوں کو گم کیا ہے، پھر ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں ان کا فقدان

فزوں ہوتا جاتا ہے، حسین چہرہ جو پاکباز ہو، سچی بات جس میں دیانت کی جھلک نمایاں ہو اور بہترین بھائی چارہ جس میں وفا ہی وفا ہو اور میں نے بعض کتابوں میں بعینہٖ یہ قول جناب حارث محاسی سے منقول دیکھا ہے اور اس میں ایسی بات پائی جاتی ہے جو ان کے زہد، پاکبازی اور دینی معاملات میں ان کی جدوجہد اور اہتمام کے باوجود اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ جواز سماع کے قائل تھے۔

جناب ابن مجاہد رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کبھی ایسی دعوت قبول نہیں فرماتے تھے جس میں سماع نہ ہو اور پھر ایک سے زیادہ لوگوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ کسی دعوت میں جمع ہوئے اور ہمارے ساتھ ابوالقاسم ابن منیع، ابوبکر ابن داؤد اور ابن مجاہد (رحمہم اللہ رب العزت) اپنے ہم مشربوں کے ساتھ موجود تھے، تب محفل سماع منعقد ہوئی، ابن مجاہد، ابن بنت منیع کو اس بات پر برانگیختہ کرنے لگے کہ وہ ابن داؤد کو اس کے سننے پر آمادہ کریں، ابن داؤد بولے مجھے میرے باپ نے حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بتلایا ہے کہ آپ سماع کو مکروہ جانتے تھے میرے والد بھی اسے مکروہ سمجھتے تھے اور میں بھی اپنے باپ کے مذہب پر ہوں اور ابوالقاسم بن بنت منیع نے کہا میرے دادا احمد بن بنت منیع نے مجھے جناب صالح بن احمد کے بارے میں بتلایا کہ ان کے والد ابن الجنازہ کا قول سنا کرتے تھے یہ سن کر ابن مجاہد نے ابوداؤد سے کہا مجھے چھوڑ دو تم اپنے باپ کی باتیں کرتے ہو اور ابن بنت منیع سے کہا مجھے چھوڑ دو، تم اپنے دادا کی باتیں مان لو! اے ابوبکر! تم مجھے اتنی سی بات بتاؤ کہ اگر کسی نے شعر پڑھا یا شر کہا تو کیا وہ ناجائز ہے؟ ابن داؤد بولے نہیں، ابن مجاہد بولے کہ اگر شعر کہنے والا حسین آواز والا ہو تو اس کے لئے شعر کہنا حرام ہے؟ وہ بولے نہیں ابن مجاہد نے کہا اچھا اگر وہ اس طور پر اشعار پڑھتا ہے کہ ممدود حرف کو مقصود اور مفضود کو ممدود کر دیتا ہے تو کیا یہ حرام ہے؟ ابن داؤد نے کہا کہ میں تو ایک شیطان پر قابو نہیں پا سکتا، دو شیطانوں کا مقابلہ کیسے کروں گا؟

حضرت ابوالحسن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء کے سردار تھے، سماع کا شوق فرمایا کرتے تھے اور بوقت سماع جذب وشوق سے آشنا ہوتے تھے، انہوں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے منکرین سماع کی تردید کی ہے یونہی ایک جماعت نے سماع

کے منکرین کے رد میں کتب لکھی ہیں۔

مشائخ میں سے کسی شیخ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوالعباس خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کا سماع کے متعلق کیا خیال ہے؟ جس کے بارے میں ہمارے ساتھیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ شیریں اور صاف وخوشگوار ہے، اس پر علماء کے سوا کسی کے قدم نہیں جم سکتے۔

جناب ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ سے مقول ہے کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ اس سماع میں سے کسی چیز کو ناپسند فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے میں کسی چیز کو ناپسند نہیں کرتا لیکن انہیں کہہ دو کہ سماع کا افتتاح قرآن مجید سے کریں اور اس کا اختتام بھی قرآن مجید ہی پر کریں۔

جناب طاہر بن بلال صمدانی اوراق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے جو اکابر علماء میں سے تھے کہ میں سمندر کے کنارے جدہ کی جامع مسجد میں معتکف تھا کہ ایک دن میں نے ایسی جماعت کو دیکھا جو مسجد میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے اور دوسرے لوگ سن رہے تھے، مجھے یہ بات سخت ناپسند ہوئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ اللہ رب العزت کے گھروں میں سے ایک گھر میں اشعار پڑھ رہے ہیں۔ جناب طاہر فرماتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کونے میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دفعتہً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ کہنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمانے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد کرنے والے کی طرح اپنا دستِ مبارک سینہ انور پر رکھا ہوا تھا میں نے اپنے دل میں کہا میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس جماعت کو ناپسند کرتا جو محفلِ سماع منعقد کئے ہوئے تھے حالانکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما رہے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ حق کے ساتھ حق ہے یا حق سے حق ہے، میں یہ بھول گیا ہوں کہ آپ نے ان دو باتوں میں سے کونسی بات ارشاد فرمائی تھی۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس گروہ پر تین مواقع پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا

ہے کھانے کے وقت کیونکہ یہ بغیر فاقہ کئے کچھ نہیں کھاتے، گفتگو کے وقت کیونکہ دو صدیقوں کے مقامات کے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔ سماع کے وقت کیونکر وہ جذب وشوق سے سنتے ہیں اور حق کی گواہی دیتے ہیں۔

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے سماع کی اجازت دیتے تھے ان سے کہا گیا ہے کہ یہ فعل قیامت کے دن نیکیوں میں شمار ہوگیا یا برائیوں میں؟ انہوں نے کہا نہ نیکیوں میں اور نہ ہی گناہوں میں کیونکہ یہ لغویات کے مشابہ ہے اور فرمانِ الٰہی ہے۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ

''نہیں مواخذہ کرے گا اللہ رب العزت تمہارا فضول قسموں پر۔''

اوپر ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے یہ مختلف اقوال کا مجموعہ ہے جو شخص تقلید میں رہ کر حق کو تلاش کرے گا تو وہ ان اقوال میں تعارض پائے گا جس کے سبب وہ متحیر ہوگا یا اپنی خواہشات کے زیر اثر کسی قول کو پسند کرے گا حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، بلکہ حق کو صحیح طریقہ سے تلاش کرے اور یہ حظر واباحت کے ابواب کی تلاش کرنے میں ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

باب 99:

اتباع خواہشات و بدعت

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنے آپ کو نئے امور سے بچاؤ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی موجب نار ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ بات مردود ہے۔

ایک اور ارشاد میں ہے کہ تم پر میرے طریقہ اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کے طریقہ کی پیروی لازم ہے۔

ان احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی کہ ہر وہ بات جو کتاب وسنت اور اجماع آئمہ کے مخالف ہو وہ قابل تردید بدعت ہے (یعنی بدعوت سیسہ)۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے عمدہ طریقہ جاری کیا اسے اس کو اجر ملے گا اور قیامت تک جو بھی اس پر عمل کرے گا طریقہ جاری کرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے برا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس فرمانِ الٰہی ۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ

''اور تحقیق یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی اتباع کرو۔''

کے بارے میں کہا جان لو راستہ صرف ایک راستہ ہے جس کی جڑ ہدایت اور جس پر پھیرنا جنت کی طرف ہے اور شیطان نے متفرق راستے بنائے ہیں جن کا اصل گمراہی اور جن پر پھرنا جہنم کی طرف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے اپنے دست مبارک سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ رب العزت کی سیدھی راہ ہے، پھر آپ نے اس لکیر کے دائیں بائیں اور بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ راستے ہیں، ان میں کوئی راستہ نہیں ہے

مگر ہر راستہ پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا رہتا ہے، پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ گمراہی کے راستے ہیں۔

حضرت ابن عطیہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یہی راستے جن کی حضور ﷺ نے نشان دہی فرمائی ہے ان میں یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور تمام پیروانِ مذہب باطلہ، بدعتی، نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے گمراہ، اپنی الگ راہیں متعین کرنے والے وغیرہ سب شامل ہیں چاہے وہ جھگڑوں اور فتنہ و فساد میں دلچسپی لینے والے ہوں یا گفتگو میں بال کی کھال اتارنے والے ہوں یہ تمام لغزش کے میدان اور بداعتقادی کے مناظر ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے نیز فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ایسی کوئی امت نہیں ہے جو اپنے نبی ﷺ کے دین میں بدعات کو فروغ دیتی ہے اور اس بدعت کے برابر اس کی سنت ضائع ہو جاتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک آسمان کے نیچے ایسا کوئی معبود نہیں جس کی عبادت کی جاتی ہو اور جو اس خواہشِ نفسانی کے مشابہ اور مساوی ہو جس کی بندہ اتباع کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ سب سے عمدہ بات اللہ رب العزت کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ ہدایت محمد (ﷺ) کی ہدایت ہے اور سب سے بدترین امور بدعت ہیں اور ہر بدعت ضلالت ہے میں تم پر تمہاری پشتوں، شرمگاہوں اور گمراہ کن خواہشات کی شہوات سے ڈرتا ہوں تم ہر بدعت سے بچو کیونکہ یہ بدعت گمراہی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت ہر بدعتی سے توبہ کو پوشیدہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ بدعت کو ترک کر دے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ رب العزت کسی صاحب بدعت کا روزہ، حج، عمرہ، جہاد، حیلہ اور انصاف کچھ بھی قبول نہیں کرتا وہ اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکلتا ہے میں تمہیں سفید اور واضح دین پر چھوڑ رہا ہوں اس کا دن اور رات برابر ہیں، اس سے وہی پھرے گا جو ہلاک ہوگا ہر زندگی کے لئے ایک ہمت ہے اور ہر ہمت کے لئے

ایک سستی ہے جس کی ہمت میری سنت کی طرف ہے وہ ہدایات پا گیا اور جس کی ہمت دوسری طرف راغب ہوئی وہ ہلاک ہوا، میں اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں عالم کی لغزش، قابلِ تقلید خواہشات اور ظالم حاکم (میری امت کے لئے یہ تین چیزیں بہت خطرناک ہوں گی)۔

بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں اسے چاہے کہ صدقہ کرے۔

مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو نرد یا نرد شیر سے کھیلا، گویا اس نے خنزیر کے گوشت اور لہو میں ہاتھ کو ڈبویا۔

احمد وغیرہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایسے شخص کی مثال جو نرد کھیلتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرتا ہے اور پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے یعنی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

بیہقی نے یحییٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو نرد کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا دل غافل ہیں، ہاتھ کرنے والے ہیں اور زبانیں فضول بکنے والی ہیں۔

دیلمی نے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں سے گزرو جو ان قال کے تیروں، شطرنج، نرد اور ان سے مشابہ ہر اس چیز میں جو حرام کر دیا گیا ہے لگے ہوں تو انہیں سلام نہ کرو اور اگر وہ تمہیں سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب نہ دو۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ تین چیزیں جو ہیں شرطیہ یا زبان، چھوٹے چھوٹے تیروں کو پھینک کر جوا کھیلنا اور سیٹیاں بجا بجا کر کبوتر اڑانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو شطرنج کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا کیا یہ وہ صورتیں ہیں جن کے واسطے تم اعتکاف کرنے والے ہو؟ تم میں سے کسی ایک کے ہاتھوں میں انگارے اٹھا لینا یہاں تک کہ وہ بجھ جائیں، انہیں چھونے سے بہتر ہے، پھر فرمایا بخدا تم اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے پیدا کئے گئے ہو، مزید ارشادِ نبوی ﷺ ہے

کہ شطرنج کھیلنے والے بہت جھوٹے ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے میں نے قتل کر دیا اور مارا حالانکہ اس نے نہ کسی کو قتل کیا ہوتا ہے اور نہ مارا ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شطرنج ہمیشہ خطا کار ہی کھیلتا ہے اور ہپ بات ذہن نشین رک لیجئے کہ آلاتِ نغمہ وطرب یا تو حرام ہیں جیسے سارنگی، طنبورہ، رباب، طبلہ، بانسری اور ہر وہ ساز جو انفرادی طور پر گانے والے کی آواز سے ہم آہنگ ہو یا پھر مکروہ ہیں اور وہ ایسے ساز ہیں جو غنا میں طربیہ کیفیت کو نمایاں کرتے ہیں مگر انفرادی طور پر ان سے نغمات کا کام نہ لیا جا سکے جیسے نرکل، چنگ وغیرہ ان کا غنا کے ساتن سننا مکروہ ہے بغیر نغمات کے نہیں اور جو ساز جائز ہیں وہ ایسے ہیں جو نغمہ وطرب کے لئے نہیں بلکہ اطلاع کے لئے بجائے جاتے ہیں جیسے بگل، طبل جنگ یا مجمع اکٹھا کرنے کا طبل یا نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانا وغیرہ۔

☆☆☆

باب 100:

فضائلِ ماہ رجب

رجب، ترجیب سے مشتق ہے جس کے معنی تعظیم کے ہیں اسے اصب بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس میں توبہ کرنے والوں پر رحمت انڈیلی جاتی ہے اور نیک عمل کرنے والوں پر قبولیت کے انوار کا فیضان ہوتا ہے اسے اصم بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس میں جنگ اور قتال وغیرہ محسوس نہیں کیا جاتا۔ ایک قول یہ ہے کہ رجب جنت کی ایک نہر کا نام ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہید سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اس کا پانی وہی پیئے گا جو رجب میں روزے رکھتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ رجب اللہ رب العزت کا مہینہ، شعبان میرا مہینہ اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ رمز شناس لوگوں کا کہنا ہے کہ رجب کے تین حروف ہیں راء ،جیم اور باء را سے رحمت الٰہی ،جیم سے بندے کے جرم اور غلطیاں اور بار سے اللہ رب العزت کی مہربانیاں مراد ہیں، گویا اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گناہوں کو اپنی رحمت اور مہربانیوں میں سمو لیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے یہ پہلا دن ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے لئے پیغام الٰہی لے کر نازل ہوئے اور اسی ماہ میں حضور ﷺ کو معراج شریف کا شرف حاصل ہوا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ باخبر ہو جاؤ رجب اللہ رب العزت کا ماہِ اصم ہے جس میں رجب میں ایک دن ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس نے اللہ رب العزت کی عظیم رضا مندی کو اپنے لئے واجب کر لیا۔

کہا گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے مہینوں میں سے چار مہینوں کو زینت بخشی ہے۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب اسی لئے فرمانِ الٰہی ہے۔

مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبہ:۳۶)

''ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔''

ان میں سے تین ملے ہوئے ہیں اور ایک تنہا ہے اور وہ ہے ماہ رجب المرجب۔

بیت المقدس میں ایک عورت رجب کے ہر دن میں بارہ ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھا کرتی تھی اور ماہ رجب المرجب میں ادنیٰ لباس پہنتی تھی، ایک بار وہ بیمار ہوگئی ہو اور اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اسے بکری کے پشمیں لباس سمیت دفن کیا جائے، جب وہ مرگئی تو اس کے فرزند نے اسے عمدہ کپڑوں کا کفن پہنایا رات کو اس نے خواب میں ماں کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی، میں تجھ سے راضی نہیں ہوں کیونکہ تو نے میری وصیت کے خلاف کیا ہے۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹا پھر اپنی ماں کا وہ لباس اٹھایا تا کہ اسے بھی قبر میں دفن کر آئے۔ اس نے جا کر ماں کی قبر کھودی مگر اسے قبر میں کچھ نہ ملا، وہ بہت حیران ہوا تب اس نے یہ ندا سنی کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جس نے رجب میں ہماری اطاعت کی، ہم اسے تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑتے۔

روایت ہے کہ جب رجب کے اولین جمعہ کی ایک تہائی رات گزرتی ہے تو کوئی فرشتہ باقی نہیں رہتا مگر سب رجب کے روزہ داروں کے لئے بخشش کی دُعا کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہِ حرام (رجب) میں تین روزے رکھے اس کے لئے نو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے دونوں کان بہرے ہوں اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہو۔

ماہِ حرام چار ہیں افضل ترین فرشتے چار ہیں نازل کردہ کتابوں سے افضل کتابیں چار ہیں، وضو کے اعضاء چار ہیں، افضل ترین کلمات تسبیح چار ہیں، یعنی۔

سُبْحٰنَ اللّٰہِ والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

حساب کے اہم ارکان سال چار ہیں، اکائیاں، دہائیاں، سینکڑے اور ہزار۔

اوقات چار ہیں ساعت، دن، مہینہ اور سال۔

سال کے کے موسم چار ہیں۔ سرما، گرما، بہار اور خزاں۔

طبائع چار ہیں حرارت ، برودت ، یبوست اور رطوبت۔

بدن کے حکمران چار ہیں، صفرا، سودا، خون اور بلغم

اور خلفائے راشدین بھی چار ہیں حضرت ابوبکر ، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ رب العزت علیہم اجمعین۔

دیلمیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت نے چار راتوں میں خیر و برکت کی بارش کرتا ہے عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، پندرہ شعبان کی رات اور رجب المرجب کی پہلی رات۔

دیلمیؒ نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں کوئی دُعا رد نہیں کی جاتی رجب کی پہلی رات ، پندرہ شعبان کی رات، جمعہ کی رات اور دو راتیں عیدیں کی۔

☆☆☆

باب 101:

فضائلِ شعبان المبارک

شعبان، شعب سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گھاٹی وغیرہ کیونکہ اس ماہ میں خیر و برکت کا عمومی دورہ ہوتا ہے، اس لئے اسے شعبان کہا جاتا ہے جس طرح گھاٹی پہاڑ کا راستہ ہوتی ہے اسی طرح یہ مہینہ خیر و برکت کی راہ ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جب ماہِ شعبان آجائے تو اپنے جسموں کو پاکیزہ رکھو اور اس ماہ میں اپنی نیتیں اچھی رکھو، انہیں حسین بناؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر روزہ کے نہیں رہیں گے اور پھر آپ روزہ رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب آپ کبھی روزے نہیں رکھیں گے اور آپ شعبان میں اکثر بہت روزے رکھا کرتے تھے۔

نسائی کی حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے آپ کو سال کے کسی مہینہ میں (رمضان کے فرض روزوں کے سوا) شعبان سے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا لوگ رجب اور رمضان کے اس درمیانی مہینے سے غافل ہوتے ہیں حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ رب العزت کے حضور اعمال لائے جاتے ہیں لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل اللہ رب العزت کی بارگاہ میں لایا جائے تو میں روزہ سے ہوں۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ماہِ رمضان کے علاوہ اور کسی مہینے کے مکمل روزے رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا آپ کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں بہت زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا، ایک روایت میں ہے کہ آپ شعبان کے پورے روزے رکھا کرتے تھے۔ مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے چند دن چھوڑ کر سارا ماہ روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر ہے، پورے شعبان

سے مراد اکثر شعبان ہے۔

کہا گیا ہے کہ آسمان کے فرشتوں کے لئے دو راتیں عید اور مسرت کی ہیں جیسے دنیا میں مسلمانوں کے لئے دو عید کی راتیں عید و مسرت کی ہیں، فرشتوں کی عید رات برأت کی رات یعنی پندرہ شعبان کی رات اور لیلۃ القدر ہیں اور مومنوں کی عیدیں عید الفطر اور عید الضحیٰ کی راتیں ہیں، اسی لئے پندرہ شعبان کی رات کو فرشتوں کی عید رات کا نام دیا گیا ہے۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، جمعرات ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور لیلۃ القدر عمر بھر کے گناہوں کا کفاری ہوتی ہے یعنی ان راتوں میں اللہ رب العزت کی عبادت کرنا اور یادِ الٰہی میں ساری رات جاگ کر گزار دینا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس رات کو کفارے کی رات بھی کہا جاتا ہے اور اسے زندگی کی رات بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ المنذری نے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے دو عید راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گزار دی تو ایسے دن میں جبکہ تمام دل مر جائیں گے اس انسان کا دل نہیں مرے گا۔

اسے شفاعت کی رات بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے تیرہویں کی رات اللہ رب العزت سے اپنی امت کی شفاعت کی دُعا مانگی، اللہ رب العزت نے ایک تہائی امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور آپ نے چودھویں کی رات بھر امت کی شفاعت کی دُعا کی تو اللہ رب العزت نے دو تہائی امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی، پھر آپ نے پندرہویں کی رات اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کی تو اللہ رب العزت نے تمام امت کی شفاعت منظور فرمائی مگر وہ شخص جو رحمت الٰہی سے اونٹ کی طرح دور بھاگ گیا اور گناہوں پر اصرار کر کے خود ہی دور سے دور تر ہوتا گیا (اس شفاعت سے محروم رہے گا)۔

اسے بخشش کی رات بھی کہتے ہیں امام احمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے اور دو شخصوں کے علاوہ دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو بخش دیتا ہے ان دو میں سے ایک مشرک اور دوسرا کینہ پرور ہے۔

اسے آزادی کی رات بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ابن اسحٰق نے حضرت انس بن مالک

رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی جلدی کیجئے میں حضور ﷺ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ آپ ﷺ پندرہ شعبان کی رات کے سلسلے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا اے انیس! بیٹھ میں تجھے شعبان کی پندرہویں رات کی بات سناؤں ایک مرتبہ یہ رات میری باری کی رات تھی، حضور ﷺ تشریف لائے اور میرے ساتھ لحاف میں لیٹ گئے رات کو میں بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو نہ پایا میں نے اپنے دل میں کہا شاید حضور ﷺ اپنی لونڈی قبطیہ کی طرف تشریف لے گئے ہوں، میں اپنے گھر سے باہر نکلی جب میں مسجد سے گزری تو میرا پاؤں آپ ﷺ پر پڑا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میرے جسم اور خیال نے تجھے سجدہ کیا، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرا ہاتھ ہے، میں نے اس ہاتھ سے کبھی اپنے جسم کو گناہ سے آلودہ نہیں کیا اے رب عظیم! تجھ سے ہی ہر عظیم کام کی امید کی جاتی ہے میرے بڑے گناہوں کو بخش، میرے اس چہرے نے تجھے سجدہ کیا جسے تو نے پیدا فرمایا، اسے صورت بخشی، اس میں کان اور آنکھ پیدا کی، پھر آپ نے سر اٹھا کر کہا اے اللہ رب العزت! مجھے ڈرنے والا دل عطا فرما جو شرک سے بری اور منزہ ہو۔ کافر اور بد بخت نہ ہو پھر آپ سجدہ میں گر گئے اور میں نے سنا آپ اس وقت فرما رہے تھے اے اللہ رب العزت! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے عفو کے طفیل تیرے عذاب سے، اور تیرے طفیل تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری مکمل تعریف نہیں کر سکتا جیسا کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے، میں وہی کچھ کہتا ہوں جو کچھ میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا، میں اپنا چہرہ اپنے آقا کے لئے خاک آلود کرتا ہوں اور میرا آقا اس لائق ہے کہ اس کے آگے چہرہ خاک آلود کیا جائے۔

پھر آپ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ یہاں تشریف فرما میں اور میں وہاں تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اے حمیرا! کیا تم نہیں جانتیں کہ پندرہ شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ رب العزت بنو کلب کے ریوڑوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے مگر چھ آدمی اس رات بھی محروم رہتے ہیں شرانجور، والدین کا نافرمان، عادی زانی، قاطعِ رحم، چنگ و رباب بجانے والا، چغل خور ایک روایت میں رباب بجانے والے کی جگہ مصور کا لفظ ہے۔

اسے قسمت اور تقدیر کی رات کا نام بھی دیا گیا ہے کیونکہ عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو ملک الموت کو ہر اس شخص کا نام لکھوا دیا جاتا ہے جو اس شعبان سے آئندہ شعبان تک مرنے والا ہوتا ہے، آدمی پورے لگاتا ہے، عورتوں سے نکاح کرتا ہے، عمارتیں بناتا ہے حالانکہ اس کا نام مردوں میں ہوتا ہے اور ملک الموت اس انتظار میں ہوتا ہے کہ اسے کب حکم ملے اور وہ اس کی روح قبض کرے۔

☆☆☆

باب 102:

فضائلِ رمضان المعظم

ارشادِ خداوندی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔''

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم سے پہلے والے لوگوں پر عشاء سے لے کر دوسری رات کے آنے تک روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں بھی یہی دستور تھا۔

اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے کہ نصاریٰ پر اسی طرح روزہ فرض کیا گیا تھا، کبھی تو روزوں کا مہینہ شدید گرمی اور کبھی سخت سردی میں آجاتا جس کی وجہ سے انہیں عنصر اور اپنے کاروبار میں سخت دشواری پیش آتی چنانچہ ان کے بڑے اکٹھے ہوئے اور باہم مل کر یہ طے کیا گیا کہ روزے سردیوں اور گرمیوں کے علاوہ سال کے کسی اور موسم میں رکھے جائیں چنانچہ انہوں نے روزوں کے لئے بہار کا موسم مقرر کیا اور اپنے اس ہیر پھیر کے کفارہ کے طور پر دس روزوں کا اضافہ کر دیا، پھر ان کا ایک بادشاہ بیمار پڑ گیا اس نے نذر مانی کہ اگر وہ اس بیماری سے تندرست ہو جا گیا تو ایک ہفتہ کے روزوں کا اضافہ کرے گا چنانچہ جونہی وہ تندرست ہوا اس نے لوگوں کے لئے ایک ہفتہ کے روزے بڑھا دئے۔ جب یہ بادشاہ مرا اور دوسرا بادشاہ ان کا حکمران بنا تو اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم پورے پچاس روزے پورے کرو، پھر انہیں دو موتیں پہنچیں اور وہ جانوروں کی موت تھی تو اس بادشاہ نے کہا اپنے روزوں کو زیادہ کرو چنانچہ دس روزے ان روزوں سے پہلے اور دس بعد میں بڑھا دئے گئے۔

نیز کہا گیا ہے کہ کوئی امت ایسی نہیں مگر اللہ رب العزت نے ان پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے مگر وہ اس سے برگشتہ ہو گئے۔

بغوی کا قول ہے اور صحیح بھی ہے کہ رمضان، مہینے کا نام ہے اور یہ رمضاء سے مشتق ہے جس کے معنی گرم پتھر کے ہیں کیونکہ وہ شدید گرمی کے موسم میں روزے رکھا کرتے تھے، عرب قبیلوں نے جب مہینوں کے نام رکھنا چاہے تو ان ایام میں یہ مہینہ انتہائی گرمی کے موسم میں آیا، چنانچہ اس کا نام رمضان رکھا گیا۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ اس ماہ رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ماہِ مقدس گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض کئے گئے، یہ دین کا ایک اہم رکن ہے، اس کے وجوب کے منکر کی تکفیر کی جائے گی، احادیث مقدسہ میں اس ماہ کے بہت سے فضائل منقول ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور پورا ماہِ رمضان ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور اللہ رب العزت پکارنے والے کو حکم دیتا ہے جو ندا کرتا ہے کہ اے نیکی کے طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اسے گناہوں کے طلب گار رک جا، پھر وہ کہتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے جسے بخش دیا جائے؟ کوئی سائل ہے جسے عطا کیا جائے؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ قبول کی جائے؟ اور صبح ہونے تک یہ ندا ہوتی رہتی ہے اور اللہ رب العزت ہر عید الفطر کی رات دس لاکھ ایسے بندوں کو بخشتا ہے جن پر عذاب واجب ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہے جس میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ رب العزت نے اس کے روزوں کو فرض اور اس کی راتوں میں عبادت کو سنت قرار دیا ہے جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی سے قرب حاصل کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں فرض کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے اور جس نے فرض ادا کیا وہ ایسے ہے جیسے اس نے دوسرے مہینوں میں ستر فرائض ادا کئے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے، یہ بھائی چارے اور ہمدردی کا مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کا رزق زیادہ ہوتا ہے جس شخص نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم میں سے ہر شخص ایسی چیز نہیں پاتا جس سے وہ روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت نے یہ ثواب ہر اس شخص کو عطا کرتا ہے جو کسی روزہ دار کا روزہ دودھ کے گھونٹ یا پانی کے گھونٹ یا کھجور سے افطار کراتا ہے اور جس نے کسی روزہ دار کو سیر کیا تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور اللہ رب العزت اسے میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا کہ وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا اور اسے بھی روزہ دار کے برابر اجر ملے گا لیکن روزہ دار کے اجر سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا اور یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت، درمیان مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے، جس نے اس مہینہ میں اپنے خادم سے تخفیف کی، اللہ رب العزت اسے جہنم سے آزادی دے گا، اس میں چار کام بہت زیادہ کرو، دو کاموں سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کاموں سے تمہیں بے نیازی نہیں ہے، وہ دو کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت اور استغفار کرنا ہے اور وہ دو کام جن سے تمہارے لئے مفر نہیں ہے وہ اپنے رب سے جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے۔

ان احادیثِ فضائل میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ایمان اور طلب ثواب کے لئے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوائے روزہ کے پس تحقیق روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں اور تجھے ایسی عبادت کافی ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنی ذات سے منسوب کیا ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں میری امت کو پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ رب العزت کے ہاں مشک سے زیادہ عمدہ ہے ان کے افطار تک فرشتے ان کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں، اس ماہ میں سرکش شیطان قید کر دئے جاتے ہیں اللہ رب العزت ہر دن جنت کو سنوارتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ عنقریب میرے نیک بندے اس میں داخل ہوں گے ان سے تکلیف اور اذیت دور کر دی جائے گی۔

اور اس مہینہ کی آخری رات میں انہیں بخشا جاتا ہے عرض کی گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا اس سے مراد لیلۃ القدر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن کام کرنے والا کام پورا کر کے اپنا اجر پاتا ہے۔

☆☆☆

باب 103:

فضائلِ لیلۃ القدر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور ﷺ کے حضور میں بنی اسرائیل کے ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا جس نے ہزار ماہ راہِ خدا میں اپنے کندھے پر ہتھیار اٹھائے تھے، حضور ﷺ نے اس پر اظہار تعجب فرمایا اور اپنی امت کے لئے ایسی نیکی کی تمنا فرمائی اور کہا اے رب تو نے میری امت کو سب امتوں سے کم عمر والا بنایا اور اعمال میں سب امتوں سے کم کیا ہے، تب اللہ رب العزت نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے، جتنی مدت بنی اسرائیل کے اس آدمی نے راہِ خدا میں ہتھیار اٹھائے تھے آپ کو اور آپ کی امت کو اس طویل مدت کے مقابلہ میں ایک رات بخشی گئی، یہ نعمت عظمیٰ (لیلۃ القدر) اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس شخص کا نام شمعون تھا، اس نے کامل ایک ہزار ماہ دشمنوں سے جہاد کیا اور کبھی بھی اس کے گھوڑے کا نمدہ (پسینہ سے) خشک نہ ہوا، اسے اللہ رب العزت نے جو قوت اور دلیری عطا فرمائی تھی اس کے بل بوتے پر اس نے دشمنوں کو مغلوب کیا تا آنکہ ان کے دل بہت تنگ ہوئے اور انہوں نے اس کی عورت کی طرف ایک قاصد بھیجا اور وہ اس بات کے ضامن ہوئے کہ وہ عورت کو سونے کا بھرا ہوا تھال پیش کریں گے، اگر وہ اپنے شوہر کو قید کرلے تا کہ وہ اس مردِ مجاہد کو اپنے تیار کردہ مکان میں قید کر دیں اور سب لوگ راحت وسکون پائیں چنانچہ جب وہ سو گیا تو عورت نے اسے کھجور کے چھال سے بٹے ہوئے مضبوط رسوں سے باندھ دیا، جب وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے جسم کو حرکت دی جس سے اس نے رسیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور عورت سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ عورت بولی میں تمہاری قوت کا اندازہ لگانا چاہتی تھی، جب کافروں کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے عورت کی طرف ایک موٹی زنجیر بھیجی، عورت نے اسے پھر باندھ دیا اور اس مرد مجاہد نے پہلے کی طرح اسے بھی توڑ دیا، تب ابلیس کافروں کے پاس آیا اور انہیں یہ بات سمجھائی کہ وہ

عورت سے کہیں کہ وہ مرد ہی سے پوچھے کہ کونسی چیز ایسی ہے جس کے توڑنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا، چنانچہ انہوں نے عورت کی طرف آدمی بھیجا اور اسے یہی کہلا بھیجا چنانچہ عورت نے اس سے سوال کیا تو اس مرد مجاہد نے کہا میرے گیسو، اس کے اٹھارہ طویل گیسو تھے جو زمین پر گھسٹے رہتے تھے جب وہ سو گیا تو عورت نے چار گیسوؤں سے اس کے پاؤں اور چار سے اس کے ہاتھ باندھ دئے پھر کافر آگئے اور انہوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے اپنی قیام گاہ کی طرف لے گئے وہ چار سو ہاتھ بلند تھی مگر اتنی بلندی اور فراخی کے باوجود اس میں صرف ایک ستون تھا، کافروں نے اس کے کان اور ہونٹ کاٹ دئے اور وہ تمام وہیں جمع تھے، تب اس مرد مجاہد نے اللہ رب العزت سے سوال کیا کہ اسے ان بندھوں کو توڑنے کی قوت بخشے اور ان کافروں پر یہ ستون مع سقف کے گرادے اور اسے ان کے چنگل سے نجات دے چنانچہ اللہ رب العزت نے اسے قوت بخشی وہ ہلا تو اس کے تمام بندھن ٹوٹ گئے، تب اس نے ستون کو ہلایا جس کی وجہ سے چھت کافروں پر آگری اور اللہ رب العزت نے ان سب کو ہلاک کر دیا اور اسے نجات بخشی۔

جب صحابہ رسول نے یہ بات سنی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم بھی اس جیسا ثواب پا سکتے ہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو لیلۃ القدر عطا کی جیسے کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے پر رحمت بھیجتے ہیں اور بخشش کی دُعا کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اللہ رب العزت کے ذکر میں مشغول و مصروف ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں زمین پر بے شمار فرشتے اترتے ہیں اور ان کے اترنے کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے تب انوار چمکتے ہیں عظیم تجلی ہوتی ہے جس میں ملک عظیم منکشف ہو جاتا ہے لوگ اس میں مختلف درجات پر فائز ہوتے ہیں، بعض ایسے ہوتے ہیں جن

فتح پانے والا
کا سیاب

فرشتوں کے عبادت میں مشغول ہونے کا تذکرہ

پر زمین و آسمان کے ملکوت منکشف ہوتے ہیں اور جب ان پر آسمانوں کے ملکوت منکشف ہوتے ہیں تو وہ آسمانوں میں فرشتوں کو ان صورتوں میں دیکھتے ہیں جن میں وہ مشغول عبادت ہوتے ہیں بعض قیام میں، بعض قعود میں، بعض رکوع میں، بعض سجدہ میں، بعض ذکر میں، بعض شکر میں اور بعض تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔

بعض لوگوں پر جنت کے احوال منکشف ہوتے ہیں اور وہ جنت کے محلات، گھر، حوریں، نہریں، درخت اور جنت کے پھل وغیرہ دیکھتے ہیں اور عرشِ اعظم کا نظارہ کرتے ہیں جو کہ جنت کی چھت ہے وہ انبیاء، اولیاء شہدا اور صدیقین کے مقامات دیکھتے ہیں، بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی آنکھوں سے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ رب ذوالجلال کے جمال کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھ پاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب، صبح ہونے تک عبادت میں گزاری وہ مجھے رمضان کی تمام راتوں کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے ابا جان! وہ ضعیف مرد اور عورتیں کیا کریں جو قیام پر قدرت نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ تکیے نہیں رکھ سکتے جن کا سہارا لیں اور اس رات کے لمحات میں سے کچھ لمحات بیٹھ کر گزاریں اور اللہ رب العزت سے دُعا مانگیں مگر یہ بات اپنی امت کے تمام ماہِ رمضان کو قیام میں گزارنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس نے لیلۃ القدر میں بیدار ہو کر گزاری اور اس میں دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ رب العزت سے بخشش طلب کی تو اللہ رب العزت نے اسے بخش دیا، اسے اپنی رحمت میں جگہ دیتا ہے اور جبریل علیہ السلام نے اس پر اپنے پر پھیرے اور جس پر جبریل نے اپنے پر پھیرے وہ جنت میں داخل ہوا۔

☆☆☆

باب 104:

فضائلِ عید الفطر

عید نام ہے ماہ شوال کے پہلے دن اور ذی الحجہ کے دسویں دن کا، ان دنوں کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ اطاعت الٰہی یعنی ماہِ رمضان کے فرض روزے اور حج سے فارغ ہوئے اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے یعنی انہوں نے شوال کے چھ روزے رکھے اور حضور ﷺ کی زیارت کی تیاری کی یا انہیں عید اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دن ہر سال لوٹ آتے ہیں۔

یا اس لئے کہ اس میں اللہ رب العزت بار بار فضل و کرم کرتا ہے یا اس لئے کہ ان کے آنے سے خوشیاں لوٹ آتی ہیں، بہرحال تمام توجیہات میں عود کا معنی پایا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے پہلی نماز عید ۲ھ میں نمازِ عید الفطر ادا کی اور پھر اسے کبھی ترک نہیں فرمایا لہٰذا یہ سنت موکدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اپنی عیدوں کو تکبیروں سے زینت بخشو۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے عید کے دن تین سو مرتبہ۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

پڑھی اور مسلمان موتٰی کی روحوں کو اس کا ثواب ہدیہ کیا تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوتے ہیں اور جب وہ مرے گا اللہ رب العزت اس کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔

جناب وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ شیطان ہر عید پر نوحہ وزاری کرتا ہے اور تمام شیطان اس کے اردگرد جمع ہو کر پوچھتے ہیں اے آقا! آپ کیوں غضب ناک ہیں؟ وہ کہتا ہے اللہ رب العزت نے آج کے دن امتِ محمد ﷺ کو بخش دیا ہے لہٰذا تم انہیں لذتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں مشغول کرو۔

جناب وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے عید الفطر

کے دن جنت کو پیدا فرمایا اور درخت طوبیٰ عید الفطر کے دن بویا، جبریل کا وحی کے لئے عید الفطر کے دن انتخاب کیا اور فرعون کے جادگروں کی توبہ بھی اللہ رب العزت نے عید الفطر کے دن قبول فرمائی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے عید کی رات طلب ثواب کے لئے قیام کیا، اس دن اس کا دل نہیں مرے گا جس دن تمام دل مر جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے بیٹے کو پرانی قمیض پہنے دیکھا تو رو پڑے، بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کس لئے روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے اس پھٹے پرانے قمیض میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا، بیٹے نے جواب دیا، دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الٰہی کو نہ پاسکا یا اس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا مندی کے طفیل اللہ رب العزت بھی مجھ سے راضی ہوگا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے بیٹے کو گلے لگایا اور اس کے لئے دُعا کی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

قَالُوْا غَدًا الْعِیْدُ مَاذَا اَنْتَ لَا بِسُهٗ　　قُلْتُ خِلْعَةً سَاقَ عَبْدَهُ الحَرَعَا

''انہوں نے کہا کل عید ہے تم کیا پہنو گے؟ میں نے کہا ایسی پوشاک جس نے بندے کو رفتہ رفتہ بہت کچھ دیا۔''

فَقْرٌ وَّ صَبْرٌ ثَوْبَانِ بَیْنَهُمَا　　قَلْبٌ یَّرَیٰ رَبَّهٗ اَعْیَادًا وَالْجُمَعَا

''فقر اور صبر دو کپڑے ہیں اور ان کے درمیان دل ہے جس کو اس کا مالک عیدوں اور جمعوں میں دیکھتا ہے۔''

اَلْعِیْدُ لِیْ سَاتِمٌ اِنْ غِبْتِ یَا اَمَلِیْ　　وَالْعِیْدُ اِنْ کُنْتِ لِیْ تُرَاءً وَمُسْتَمَعًا

''تب میری عید نہیں ہوگی، اے امید اگر تو مجھ سے غائب ہو جائے اور اگر تو میرے سامنے اور کانوں کے قریب ہوئی تو پھر میری عید ہے۔''

یہ بات بھی وارد ہے کہ جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو بھیجتا ہے جو زمین پر اترتے ہیں اور وہ گلی کوچوں اور راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں جسے جن و انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں اے محمد (ﷺ)! کی امت اپنے رب کریم کی طرف آؤ، وہ تمہیں عطائے عظیم دے گا اور تمہارے بہت بڑے گناہ

معاف فرمائے گا اور جب لوگ عید گاہوں میں آجاتے ہیں تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتا ہے، مزدوری کا بدلہ کیا ہے جب وہ اپنا کام مکمل کر لے؟ فرشتے کہتے ہیں اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے تب اللہ رب العزت فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان لوگوں کے لئے اپنی بخشش اور رضا کو ان کا اجر بنایا ہے۔

☆☆☆

باب 105:

فضائل عشرہ ذی الحجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اور ایام ایسے نہیں ہیں جن میں عمل اللہ رب العزت کو ان دنوں یعنی ذی الحجہ کے دس دنوں کے عمل سے زیادہ پسند ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کیا راہ خدا میں جہاد بھی ایسا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں راہ خدا میں جہاد بھی مگر یہ کہ آدمی اپنا مال و جان لے کر راہِ خدا میں نکلا اور ان میں سے کچھ بھی سلامت نہ رہا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کو ان ایام سے زیادہ محبوب اور کوئی دن نہیں ہے اور ان دس دنوں سے افضل اللہ رب العزت کے ہاں کوئی دن نہیں ہے کہا گیا کہ راہِ خدا میں جہاد کے دن بھی ایسے نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ راہِ خدا میں جہاد کے دن بھی ان جیسے نہیں مگر جس شخص نے راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور خود بھی زخمی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک جوان جو احادیث رسول اللہ ﷺ کو سنا کرتا تھا جب ذی الحجہ کا چاند نظر آیا تو اس نے روزہ رکھ لیا، جب حضور ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ ن ے اسے بلایا اور پوچھا تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ تو نے روزہ رکھ لیا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، یہ حج و قربانی کے دن ہیں، شاید کہ اللہ رب العزت مجھے بھی ان دعاؤں میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ہر دن کے روزہ کا اجر سو غلام آزاد کرنے کے برابر، سو اونٹوں کی قربانیوں اور راہِ خدا میں دئے گئے سو گھوڑوں کے اجر کے برابر ہے جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن ہوگا تو تجھے اس دن کے روزہ کا ثواب ہزار غلام آزاد کرنے، ہزار اونٹ کی قربانی کرنے اور راہِ خدا میں سواری کے لئے ہزار گھوڑے دینے کے برابر حاصل ہوگا۔ جب نویں کا دن ہوگا تو تجھے اس دن کے روزہ کا ثواب دو ہزار غلام آزاد کرنے، دو ہزار اونٹوں کی قربانی اور راہِ خدا

میں سواری کے لئے دیئے گئے دو ہزار گھوڑوں کے اجر کے برابر ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نویں ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔ مفسرین کرام اس فرمانِ الٰہی ۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (الاعراف:۱۴۲)

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تمہیں رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں۔''

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت نے دنوں میں سے چار دن، مہینوں میں سے چار مہینے، عورتوں میں سے چار عورتیں پسند فرمائی ہیں، چار آدمی جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور چار آدمیوں کی جنت مشتاق ہے، دونوں میں سے پہلا جمعہ کا دن ہے، اس میں ایسی ساعت ہے کہ جب کوئی بندہ اس ساعت میں اللہ رب العزت سے دنیا یا آخرت کی کسی نعمت کا سوال کرتا ہے تو اللہ رب العزت اسے عطا فرماتا ہے۔ دوسرا نویں ذی الحجہ (عرفہ) کا دن ہے، جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے اے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو جو بکھرے بال، غبار آلود چہرے لئے مال خرچ کر کے اور جسموں کو مشقت میں ڈال کر حاضر ہوئے ہیں، تم گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں بخش دیا ہے۔ تیسرا قربانی کا دن ہے جب قربانی کا دن ہوتا ہے اور بندہ قربانی سے قرب الٰہی طلب کرتا ہے تو جونہی قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ بندے کے ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا عید الفطر کا دن ہے جب بندے ماہِ رمضان کے روزے رکھ لیتے ہیں اور عید کی نماز پڑھنے باہر نکلتے ہیں تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ہر کام کرنے والا اجرت طلب کرتا ہے، میرے بندوں نے مہینہ بھر روزے رکھے اور اب عید کے لئے آئے ہیں اور اپنا اجر طلب کر رہے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور پکارنے والا پکار کر کہتا ہے اے امت محمد (ﷺ) تم لوٹ جاؤ، اللہ رب العزت نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔

چار پسندیدہ مہینے یہ ہیں رجب الفرد، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام۔

عورتیں یہ ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بن خویلد، جو جہان کی عورتوں میں سب سے پہلے اللہ رب العزت اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور جنتی عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمد (ﷺ) رضی اللہ عنہا اجمعین۔

سب سے سبقت لے جانے والے ہر قوم میں سے ایک سبقت لے جانے والا ہے، عرب میں سے سے سبقت لے جانے والے ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ ہیں، فارس سے حضرت سلمان، روم سے حضرت صہیب اور حبشہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اور وہ چار جنت جن کی مشتاق ہیں وہ ہیں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سلمان الفارسی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کا روزہ رکھا، اللہ رب العزت نے اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے مصائب پر صبر کرنے کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور جس نے یومِ عرفہ (ذی الحجہ کی نویں) کا روزہ رکھا اللہ رب العزت اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ رب العزت اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے اس دن سے زیادہ کسی دن میں بھی لوگ آگ سے آزاد نہیں ہوئے اور جس نے عرفہ کے دن اللہ رب العزت سے دنیا یا آخرت کی حاجت طلب کی تو اللہ رب العزت اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے اور عرفہ کے دن کا روزہ ایک سال گذشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس میں یہ حکمت ہے واللہ اعلم کہ یہ دن دو عیدوں کے درمیان ہے اور عیدین مومنوں کے لئے مسرت کے دن ہوتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی مسرت نہیں کہ ان لوگوں کے گناہ بخش دئے جائیں۔

عاشورہ کا دن عیدین کے بعد ہوتا ہے لہٰذا اس کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یومِ عاشورہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھا اور یوم عرفہ حضور ﷺ کے لئے ہے اور آپ ﷺ کی عزت و عظمت دیگر انبیاء علیہم السلام سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

☆☆☆

باب 106:

فضیلتِ عاشوراء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ ایسا دن ہے جس میں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم پر غلبہ عطا فرمایا تھا لہٰذا ہم تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہماری موسیٰ علیہ السلام سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

عاشورا کے دن کے ساتھ بہت سی باتیں مخصوص ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی، اسی دن انہیں پیدا کیا گیا، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن عرش، کرسی، آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے اور جنت پیدا کئے گئے، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن انہیں آگ سے نجات ملی، اسن دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی امت کو نجات ملی اور فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہوا، اسی دن حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا، اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو مقامِ بلند کی طرف اٹھایا گیا، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا کیا گیا، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے، اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی، اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام گہرے کنوئیں سے نکالے گئے، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف رفع کی گئی، آسمان سے زمین پر سب سے پہلی بارش اسی دن نازل ہوئی اور اسی دن کا روزہ امتوں میں مشہور تھا یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن کا روزہ ماہِ رمضان سے پہلے فرض تھا پھر منسوخ کر دیا گیا اور حضور ﷺ نے ہجرت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھا۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس دن کی جستجو کی

تاکید کی تا آنکہ آپ ﷺ نے آخر عمر شریف میں فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو آئندہ نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھوں گا مگر آپ ﷺ نے اسی سال وصال فرمایا اور نویں کے سوا دسویں کا روزہ نہ رکھ سکے مگر آپ ﷺ نے اس دن یعنی نویں اور دسویں اور گیارہویں محرم کے دنوں میں روزہ رکھنے کو پسند فرمایا جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے اس دن سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور یہود کے طریقہ کی مخالفت کرو کیونکہ وہ ایک دن ہی کا روزہ رکھتے تھے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں روایت نقل کی ہے کہ جس نے عاشورا کے دن اپنے گھر والوں اور اہل وعیال پر وسعت کی، اللہ رب العزت نے اس کے سارے سال میں وسعت اور برکت عطا فرماتا ہے۔

طبرانی کی ایک منکر روایت میں ہے کہ اس دن میں ایک درہم کا صدقہ سات لاکھ درہم کے برابر ہے اور وہ حدیث جس میں ہے کہ جس نے اس دن سرمہ لگایا وہ اس سال آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہے گا اور جس نے اس دن غسل کیا وہ بیمار نہیں ہوگا، موضوع ہے حاکم نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس دن سرمہ لگانا بدعت ہے، ابن قیم نے کہا ہے کہ سرمہ لگانے، دانے بھوننے، تیل لگانے اور عاشوراء کے دن خوشبو وغیرہ لگانے کی حدیث جھوٹوں کی وضع کردہ ہے۔

واضح ہو کہ عاشورا کے دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ بیتی وہ اس دن کی عظمت، رفعت، اللہ رب العزت کے نزدیک اس کے درجہ اور اہل بیت اطہار کے مراتب سے اس دن کا تعلق اس دن کی رفعت وعظمت کی بین شہادت ہے لہٰذا جو شخص اس دن آپ کے مصائب کا ذکر کرے اسے یہ مناسب نہیں کہ سوائے انا اللہ وانا الیہ راجعون کے اور کچھ کہے کیونکہ اس میں حکم الٰہی کی متابعت اور فرمائی الٰہی کی محافظت ہوگی جس میں ارشاد ہوتا ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

(البقرۃ:۱۵۷)

''یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔''

خاص طور پر خیال کرو کہ کہیں روافض کی بدعتوں میں مشغول نہ ہو جاؤ جیسا کہ وہ لوگ اور ان کے ہم مثل رونا، پیٹنا اور غم کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ کام مومنوں کے اخلاق سے بعید ہیں، اگر یہ چیزیں اچھی ہوتیں تو ان کے نانا ﷺ کا یومِ وصال ان امور کا بطریق اولیٰ مستحق ہوتا اور ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی عمدہ مددگار ہے۔

☆☆☆

باب 107:

درویش کی مہمان نوازی کے فضائل

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مہمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ اس لئے کہ جس نے بھی کسی مہمان کو تکلیف پہنچی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف پہنچائے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ ''جو مہمان نوازی نہیں کرتا اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں۔''

ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جس کے پاس بے شمار اونٹ اور بکریاں موجود تھیں لیکن اُس بدنصیب نے آپ ﷺ کی مہمان نوازی نہ کی جبکہ ایک عورت کے ہاں سے آپ ﷺ کا گزر ہوا جس کے پاس بہت کم مقدار میں بھیڑ، بکریاں موجود تھیں لیکن اُس عورت نے اپنی بکری کو آپ ﷺ کی مہمان داری کے خاطر ذبح کر دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو دیکھ لو۔ حسن اخلاق کی نعمت بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے حسن اخلاق عطا کرتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے ایک غلام جناب ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک مہمان تشریف لے آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جا کر کہو میرے ہاں ایک مہمان تشریف لے آیا ہے۔ رجب کے مہینہ تک مجھے آٹا ادھار دے دو۔ یہودی نے اس کے جواب میں کہا کہ واللہ! میں تو کوئی چیز گروی رکھ کر اُدھار دے سکتا ہوں۔ میں نے آکر حضورِ اکرم ﷺ کو ساری بات بتا دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مین آسمان میں بھی امین ہوں اور دنیا میں بھی امین ہوں اگر وہ مجھے ادھار دے دیتا تو میں اسے ادا کر دیتا۔ لو میری ذرہ لے جاؤ اور گروی رکھ کر آٹا لے آؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بھی کبھی کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو ایک دو میل باہر جا کر کسی کو تلاش کرتے جو آپ کے ساتھ کھانا تناول کر سکے۔ اس لئے لوگ آپ کو ''مہمانی کرنے والا'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور آپ کے صدق نیت کی وجہ سے اب تک آپ کے مزار پر مہمان نوازی جاری ہے اور روزانہ رات کو بے شمار لوگ کھانا کھاتے ہیں۔ اس مقام

کے نگران کا یہ بیان ہے کہ یہاں روزانہ مہمان آیا کرتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کرنا نیز آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گناہوں کو ختم کرنے والی اور درجے بلند کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ کسی مستحق کو کھانا کھلانا اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جب سب سو رہے ہوں۔ اور جب آپ ﷺ سے مقبولِ حج کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مہمان نوازی کرنا۔ اور اچھی گفتگو کرنا بھی مقبولِ حج کے برابر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جس گھر میں مہمان نہیں آتا اُس گھر میں فرشتے بھی تشریف نہیں لاتے۔''

مہمان نوازی اور کھانا کھلانے کی فضیلت میں بے شمار احادیث مبارکہ آئی ہیں۔

کسی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَمْ لَا اُحِبُّ الضَّيْفُ اَوِ
ارْتَاحُ مِنْ طَرَبٍ اِلَيْهِ
وَالضَّيْفُ يَاكُلُ رِزْقَهٗ
عِنْدِىْ وَيَشْكُرُنِىْ عَلَيْهِ

''میں مہمان سے پیار کیوں نہ کروں، یا اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیوں نہ کرو کہ مہمان اپنا رزق میرے پاس آکر تناول کرتا ہے اور میرا شکر گزار ہوتا ہے۔''

کسی دانش مند کا کہنا ہے کہ:

''مہمان نوازی وہی ہے جو خندہ پیشانی سے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ پیار و محبت، خلوص وغیرہ کی باتیں ہو اور اچھی طرح میل جول ہو۔''

دوسرے شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ:

اُضَاحِكُ ضَيْفِىْ قَبْلَ اِنْزَالِ رَحْلِهٖ
وَيَخْصِبُ عِنْدِىْ وَالْمَحَلُّ جَدِيْبٌ

وَمَالْخَصْبُ لِلْاَضْيَافِ فِیْ كَثْرَةِ الْقِرٰی
وَلٰكِنَّهَا وَجْهُ الْكَرِيْمُ خَصِيْبُ

''میں مہمان نوازی کو سواری سے اترنے سے پہلے ہی اپنی خندہ پیشانی سے خوش کر دیتا ہوں اور وہ میرے گھر میں تر و تازگی و شادابی محسوس کرتا ہے جبکہ دوسری طرف خشک سالی نظر آتی ہے۔ مہمان کی مسرت زیادہ مہمان نوازی کرنے ہی میں نہیں بلکہ خندہ پیشانی سے پیش آنے میں اسے خوشی ہوتی ہے۔''

دعوت دینے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہاں فاسقوں کی بجائے، مخلص اور پرہیز گار لوگوں کو دعوت دیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

اَكَلَ طَعَامَهُ الْاَبْرَارُ

''تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں۔''

یہ آپ ﷺ نے ایک نیک شخص کے لیے دُعا فرمائی تھی نیز جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''کسی نیک شخص کے ہاں سے کھانا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی کوئی نیک شخص ہی کھائے اور دعوت میں دولت مندوں کی بجائے غریبوں لوگوں کا خاص طور پر خیال رکھو۔''

جناب سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰی اِلَيْهَا الْاَغْنِيَآءُ دُوْنَ الْفُقَرَآءِ

''بدترین کھانا اس دعوت کا کھانا ہے جس میں غریبوں کو چھوڑ کر امیروں کو بلایا جائے گا۔''

مہمان نواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دعوت میں اپنے عزیزوں کو نظر انداز نہ کرے کیونکہ انہیں نظر انداز کرنا ان سے بیزاری اور قطع تعلقی کے مترادف ہے اسی طرح اپنے دوستوں اور جان پہچان والوں کے مراتب و منصب کا بھی خیال رکھے کیونکہ بعض کو زیادہ توجہ دینا دوسرے کے لئے دل آزاری کا باعث بن سکتا ہے اور یہ بھی مناسب رہے کہ دعوت کا مقصود فخر و غرور نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کے دل کی خوشی کے پیش نظر ہو اور جناب رسول اللہ

ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کرنا مطلوب ہو اور کھانا کھلانے سے مومنوں کے دلوں کی خوشی منظور ہو اور کسی ایسے شخص کو ہرگز دعوت نہ دے جس کا پہنچنا مشکل یا دشوار ہو، نیز ایسے شخص کو بھی دعوت نہ دے جس کا دعوت میں پہنچنا زیادہ لوگوں کی دل شکنی کا باعث ہو۔ صرف ان لوگوں کو ہی دعوت میں بلائے جو دعوت میں آنا پسند کرتے ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:

''جو لوگ دعوت میں آنا پسند نہ کرتے ہو اُنہیں دعوت میں بلانے پر ایک گناہ ہے اور اگر مجبوراً آجائے تو بلانے والے پر دو گنا ہیں کیونکہ اس نے اسے ناگواری کے باوجود بلایا ہے اور عبادت گزار کو کھلانا اطاعت پر اس کی مدد کرنا ہے اور فاسق و فاجر کو کھلانا گناہ پر اس کی مدد کرنا کے مترادف ہے۔''

ایک درزی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں بادشاہوں، رئیسوں کے کپڑے سیتا ہوں۔ کیا یہ ظالموں کی اعانت میں تو شامل نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! ظلم کی مدد کرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو تجھے سوئی، دھاگہ فروخت کرتے ہیں تم تو براہ راست ظالم ہو اور دعوت کا قبول کرنا بھی سنت رسول کریم ﷺ ہے۔ بلکہ ارشاد ہے کہ کہی جگہ تو واجب ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''اگر مجھے بکری کے ایک پائے پر بھی دعوت دی جائے تو میں اُسے ضرور قبول کروں گا۔''

دعوت کی اجازت کے پانچ آداب ہیں جو احیاء العلوم وغیرہ کتب میں بیان کئے گئے ہیں۔

☆☆☆

باب 108:

جنازہ اور قبر

جنازے، دیکھنے والوں کے لئے سامانِ عبرت ہوتے ہیں، اس میں عقلمندوں کے لئے یاد دہانی اور تنبیہ ہوتی ہے مگر غافل اس سے غافل ہی ہوتے ہیں، ان کا مشاہدہ ان کے دلوں کی سختی کو زیادہ کرتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے جنازے دیکھتے رہیں گے اور یہ نہیں سمجھتے کہ انہیں بھی ایک دن لامحالہ اسی طرح اٹھایا جائے گا یا وہ اس پر غوروفکر کریں لیکن وہ قرب کے باوجود غوروفکر نہیں کرتے اور نہ ہی یہ سوچتے ہیں کہ آج جو لوگ جنازوں پر اٹھائے جارہے ہیں یہ بھی ان کی طرح گنتی وشمار میں لگے رہتے تھے مگر ان کے سب حساب باطل ہو گئے ہیں اور عنقریب ان کی میعاد ختم ہو گی لہٰذا کوئی بندہ جنازے کو نہ دیکھے مگر خود کو اسی حالت میں دیکھے کیونکہ عنقریب وہ بھی اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا وہ اٹھ گیا، یہ کل یا پرسوں اس دنیا سے اٹھ جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے چلو ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

جناب مکحول الدمشقی رضی اللہ عنہ جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جاؤ اور ہم آئندہ شام کو آنے والے ہیں، یہ زبردست نصیحت اور تیز غفلت ہے، پہلا چلا جاتا ہے اور دوسرا اس حال میں رہتا ہے کہ اس میں عقل نہیں ہوتی۔

حضرت اسیلہ بن حضیر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں کسی جنازہ میں حاضر نہیں ہوا مگر میرے نفس نے مجھے ایسی باتوں میں لگائے رکھا جو اس کے انجام کار اور جو کچھ میرے ساتھ ہوگا اس سے علاوہ تھیں۔

جب جناب مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا بھائی فوت ہوا تو آپ روتے ہوئے اس کے جنازہ میں نکلے اور فرمایا بخدا اس وقت تک میری آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہونگی جب تک کہ مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ کونسا ہے؟ اور میں زندگی بھر اسے جان نہیں سکوں گا۔

جناب اعمش رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم جنازوں میں جاتے اور تمام کو غمگین دیکھ کر یہ نہ جانتے کہ ہم کس سے تعزیت کریں۔

جناب ثابت البانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں میں جاتے تو ہر شخص کو کپڑا لپیٹے روتا دیکھتے، واقعی وہ لوگ موت سے انتہائی خوفزدہ ہوتے تھے مگر آج ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو جنازوں میں شامل ہوتے ہیں مگر ان میں سے اکثر ہنستے رہتے ہیں، لہوولعب میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کی میراث کی باتیں کرتے اور اس کے ورثا کی باتیں کرتے ہیں اور مرنے والے کے عزیز واقارب ایسی راہوں کی جستجو میں ہوتے ہیں جس کے ذریعہ وہ اس کے چھوڑے ہوئے مال سے کچھ حاصل کرسکیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنے جنازے کے متعلق نہیں سوچتا اور جب وہ بھی اسی طرح اٹھایا جائے گا اس بارے میں وہ غوروفکر نہیں کرتا۔

اس غفلت کا سبب ان کے دلوں کی سختی ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں کی کثرت سے پیدا ہوئی ہے یہاں تک کہ ہم اللہ رب العزت، قیامت اور ان وحشت ناکیوں کو بھی بھول گئے ہیں جو ہمیں پیش آنے والی ہیں، ہم لہو ولعب میں مشغول ہو گئے جو ہمارے لئے بے کار ہیں، پس ہم اللہ رب العزت سے اس غلفت سے بیداری کا سوال کرتے ہیں کیونکہ جنازوں کے حاضرین کی سب سے عمدہ صفت یہ ہے کہ وہ جنازوں میں میت پر روئیں حالانکہ انہیں عقل ہوتی تو وہ میت کی بجائے اپنی حالت پر روتے۔

جناب ابراہیم النیات رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردہ پر اظہار رحم کر رہے تھے آپ نے فرمایا اگر تم میت کی بجائے اپنے آپ پر رحم کرتے تو تمہارے لئے بہتر تھا کیونکہ وہ تین وحشت ناکیوں سے نجات پا گیا ہے، اس نے عزرائیل کا چہرہ دیکھ لیا ہے، موت کے ذائقہ کی تلخی چکھ چکا ہے اور خاتمہ کے خوف سے باامن ہوگیا ہے۔

جناب ابوعمرو بن علماء کا قول ہے کہ میں جریر کے ہاں بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے کاتب سے شعر لکھوا رہے تھے، تب ایک جنازہ آیا تو وہ رک گئے اور کہا کہ بخدا مجھے ان جنازوں نے بوڑھا کر دیا ہے اور انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

تُرَوِّعنَا الْجَنَائِزُ مُقْبِلَاتٍ وَلَهْوٌ حِيْنَ تَذْهَبُ مُدْبِرَاتٍ

''جنازے ہمیں آتے ہوئے خوف زدہ کر دیتے ہیں اور جب چلے جاتے ہیں تو ہم ان کے پیٹھ پھیرتے ہی لہو ولعب میں لگ جاتے ہیں۔''

لَرَوْعَةِ ثُلَّةٍ لِمَغَارِ ذِئْبٍ فَلَمَّا غَابَ حَادَتْ رَائِعَاتٍ

''بھیڑوں کے گلہ کی طرح جو بھیڑیئے کے غار میں خوف زدہ ہوتا ہے اور جب بھیڑیا غائب ہو جاتا ہے تو وہ چرنے لگتی ہے۔''

جنازے کے آداب میں سے تفکر، تنبیہ، مستعدی اور متواضع ہو کر اس کے آگے چلنا ہے جیسا کہ فقہ میں اس کے آداب اور طریقے مذکور ہیں۔

ان آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی سب سے حسن ظن رکھے اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اور بُرے خیالات کو اپنی طرف سے سمجھے کیونکہ اگرچہ وہ ظاہری طور پر اچھا کیوں نہ ہو، خاتمہ ایسی چیز ہے جس کا خطرہ جاری وساری رہتا ہے اسی لئے جناب عمر بن ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا جو بدکردار تھا تو بہت سے لوگ اس کے جنازے سے رک گئے، آپ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے، اس کی نماز جنازہ پڑھی، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے پدرِ فلاں! اللہ تجھ پر رحم کرے یقیناً تو نے اپنی زندگی توحید میں بسر کی اور اپنے چہرے کو سجدوں سے غبار آلود کیا اور اگر لوگوں نے تجھے گنہگار اور بدکردار کہا تو ہم میں سے ایسا کون ہے جو گنہگار اور بدکردار نہیں۔

ایک آدمی جو گناہوں میں مہنمک رہتا تھا، مر گیا وہ بصرہ کے قریب رہتا تھا مگر جب وہ مرا تو اس کی عورت نے ایسا کوئی آدمی نہ پایا جو جنازے اٹھانے میں اس کا ہاتھ بٹاتا کیونکہ اس کے ہمسائے اس کے کثرتِ گناہ کے سبب کنارہ کش ہو گئے چنانچہ اس نے دو مزدور اجرت پر لئے اور وہ اسے جنازگاہ میں لے گئے مگر کسی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور وہ اسے صحرا میں دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ اس علاقے کے نزدیک پہاڑ میں ایک بہت بڑا زاہد رہتا تھا، عورت جب اپنے شوہر کا جنازہ اٹھوا کر لے گئی تو زاہد کو منتظر پایا چنانچہ زاہد نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ زاہد پہاڑ سے اترا ہے تاکہ فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھائے چنانچہ شہر کے سب لوگ وہاں روانہ ہو گئے اور انہوں نے زاہد کی

اقتداء میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

لوگوں کو زاہد کے اس فعل سے سخت حیرت ہوئی۔ زاہد نے کہا کہ مجھ سے خواب میں کہا گیا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ، وہاں تمہیں ایک جنازہ نظر آئے گا جس کے ساتھ صرف ایک عورت ہوگی، تم اس شخص کی نماز جنازہ پڑھو کیونکہ وہ مغفور ہے، یہ بات سن کر لوگوں کے تعجب میں اور اضافہ ہوا۔

زاہد نے عورت سے اس مرد کے حالات دریافت کئے اور اس کی بخشش کے اسباب کی تحقیق کرنا شاہی تو عورت نے کہا جیسا کہ مشہور ہے اس کا سارا دن شراب خانے میں گزرتا اور شراب میں مست رہتے گزرتا تھا۔ زاہد نے کہا کہ کیا تم اس کی کسی نیک عادت کو بھی جانتی ہو؟ عورت نے کہا ہاں تین چیزیں جانتی ہوں، جب وہ صبح کے وقت مدہوشی سے افاقہ پاتا تو کپڑے تبدیل کرتا، وضو کرتا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھا کرتا تھا پھر شراب خانے میں جاتا اور بدکاریوں میں مشغول رہتا، دوسرے یہ کہ اس کے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم رہا کرتے تھے، ان سے وہ اولاد سے بھی زیادہ مہربانی سے پیش آیا کرتا تھا، تیسرے یہ کہ جب وہ رات کی تاریکی میں نشہ کی مدہوشی سے افاقہ پاتا تو روتا اور کہتا اے رب کریم! جہنم کے کونوں میں سے کون سے کونے میرے اس خبیث نفس سے تو پُر کرے گا؟ زاہد یہ سنتے ہی لوٹ گیا اور اس کی بخشش کا راز کھل گیا۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قبر اور مصائب کو نہ بھولا، دنیاوی زیب و زینت کی عمدہ چیزوں کو ترک کر دیا، فانی چیزوں پر دائمی چیزوں کو ترجیح دی، آئندہ کل کو اپنی زندگی میں شمار نہ کیا اور خود کو اہل قبور میں سے شمار کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم قبرستان کے قریب رہتے ہیں؟ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں نے انہیں عمدہ ہمسایہ پایا ہے، سچے ہمسائے جو زبانیں بند رکھتے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب قبروں پر کھڑے ہوتے تو رویا کرتے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی، آپ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا اور

کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہیں روتے لیکن قبروں پر کیوں روتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کے منازل میں سے پہلی منزل ہے، اگر صاحب قبر اس سے نجات پالیتا ہے تو بعد کی منزلیں اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں اور اگر اس سے نجات نہیں پاتا تو بعد کی منزلیں اور زیادہ سخت ہوتی ہیں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قبرستان کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑے اور دو رکعت نماز ادا کی، پھر ان سے کہا گیا کہ پہلے تو آپ ایسا نہیں کیا کرتے تھے، آپ نے فرمایا میں نے قبرستان والوں کو اور اس چیز کو یاد کیا جو ان کے اور میرے درمیان حائل کی گئی ہے تو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ دو رکعتیں ادا کر کے میں رب کا قرب چاہوں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے قبر انسان سے یہ کلام کرتی ہے کہ میں کیڑوں، تنہائی، غربت اور اندھیرے کا گھر ہوں، میں نے تیرے لئے یہی کچھ تیار کیا ہے تو میرے لئے کیا تیار کر کے لایا ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں تمہیں اپنے فقر کا دن بتاؤں؟ یہ وہ دن ہوگا جب مجھے قبر میں رکھا جائے گا۔

☆☆☆

باب 109:

عذاب جہنم کا خوف

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ اکثر یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(البقرہ:۲۰۱)

''اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی عطا فرما اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔''

ابویعلی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور فرمایا دو عظیم چیزوں جنت اور جہنم کو نہ بھولو پھر آپ ﷺ روئے یہاں تک کہ آنسو جاری ہوگئے یا آپ ﷺ کے مبارک آنسوؤں نے آپ ﷺ کی ریش مبارک کے دونوں پہلوؤں کو تر کر دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم جانتے جو کچھ آخرت کے بارے میں جانتا ہوں تو تم مٹی پر چلتے اور اپنے سروں پر خاک اڑاتے۔

طبرانی نے اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جبریل علیہ السلام ایسے وقت میں حضور ﷺ کے پاس آئے جس وقت میں وہ کبھی نہیں آیا کرتے تھے چنانچہ حضور ﷺ جبریل کے لئے کھڑے ہوئے اور پوچھا جبریل کیا بات ہے کہ میں تمہارا رنگ متغیر دیکھتا ہوں، جبریل نے کہا میں آپ ﷺ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اللہ رب العزت نے جہنم کو مزید دہکانے کا حکم دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے جبریل! مجھے جہنم کی حقیقت بتلاؤ یا جہنم کے اوصاف بیان کرو۔ جبریل علیہ السلام نے کہا اللہ رب العزت نے جہنم کو حکم دیا اور اسے ایک ہزار سال روشن کیا گیا اور بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر حکم ہوا اور اسے پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر مزید ایک ہزار سال اسے بھڑکانے کا حکم ملا یہاں تک کہ وہ تاریک ہوگئی، اب وہ سیاہ تاریک ہے، اس میں کوئی چنگاری بھی روشن نظر نہیں آتی

اور نہ ہی کبھی اس کا بھڑکنا ختم ہوتا ہے قسم ہے رب ذوالجلال کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر جہنم کو سوئی کے سوراخ کے برابر کھول دیا جائے تو اس کی گرمی سے دنیا کی تمام مخلوق مر جائے، بخدا جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر جہنم کے نگہبان فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ دنیا میں ظاہر ہو جائے تو تمام اہل دنیا اس کی بدصورتی دیکھ کر اور اس کی بدبو سونگھ کر مر جائیں۔ بخدا جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر جہنم کے زنجیروں کا ایک حلقہ جن کا اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں ذکر کیا ہے دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائیں اور وہ حلقہ سب سے نچلی زمین پر جا ٹھہرے۔

حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے جبریل! مجھے اتنا ہی کافی ہے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو کہ میں انتقال کر جاؤں۔ تب آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ رو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا جبریل تم روتے ہو حالانکہ تمہارا اللہ رب العزت کے ہاں ایک خاص مرتبہ ہے جبریل نے کہا میں کیسے نہ روؤں حالانکہ میں رونے کا زیادہ حق دار ہوں، شاید کہ میں اللہ رب العزت کے علم میں اس حال سے کسی دوسرے حال میں لکھا گیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ کہیں مجھے بھی آزمائش میں نہ ڈال دیا جائے جیسا کہ ابلیس کو آزمائش میں ڈال کر زلیل و رسوا کر دیا گیا ہے وہ بھی تو فرشتوں میں تھا اور میں نہیں جانتا کہ مجھے بھی کہیں ہاروت ماروت کی طرح مصائب میں مبتلا نہ کر دیا جائے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ سن کر رونے لگے اور جبریل علیہ السلام بھی رونے لگے، دونوں حضرات برابر روتے رہے تا آنکہ ندا کی گئی اے جبریل اور اے محمد (ﷺ)! اللہ رب العزت نے تمہیں مامون کر دیا ہے تم اس کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جبریل علیہ السلام یہ سنتے ہی پرواز کر گئے اور حضور ﷺ انصار کے ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو بذلہ سنجیوں میں مصروف تھے اور ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ہنستے ہو اور تمہارے پیچھے جہنم ہے، پس اگر تم جان لیتے جو میں جان چکا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے، کھانا پینا چھوڑ دیتے اور بلند پہاڑوں کی طرف نکل جاتے تا کہ اللہ رب العزت کی رضا مندی کے لئے خود پر ریاضت و محنت کو مسلط کر سکو، تب ندا کی گئی کہ اے محمد (ﷺ)! میرے بندوں کو ناامید نہ

کرو، میں نے آپ ﷺ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ کو مشقتوں میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا تب حضور ﷺ نے فرمایا اپنے اعمال درست کرو اور قربِ الٰہی حاصل کرو۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کیا بات ہے میں نے میکائیل کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ جب سے آگ کو پیدا کیا گیا ہے میکائیل کبھی نہیں ہنسے۔

ابن ماجہ اور حاکم کی حدیث ہے جسے اس نے صحیح کہا ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں جز ہے اور اگر وہ دو مرتبہ رحمت کے پانی سے نہ بجھائی جاتی تو تم اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکتے اور یہ آگ اللہ رب العزت سے دُعا مانگتی ہے کہ مجھے دوبارہ جہنم میں نہ بھیجنا۔

بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (النساء:۵۶)

''جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزا لیں۔''

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اس کی تفسیر بتلاؤ۔ اگر آپ نے سچ کہا تو میں آپ کی تصدیق کروں گا ورنہ آپ کی بات رد کر دوں گا۔ حضرت کعب بولے کہ انسان کا چمڑہ جلے گا اور اسی لمحہ نیا ہو جائے گا یا ہر دن میں چھ ہزار مرتبہ نیا ہوگا، حضرت عمر نے کہا واقعی آپ نے سچ کہا۔

بیہقی نے اس آیت کے تحت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہیں ہر دن میں ستر ہزار مرتبہ آگ کھائے گی اور ہر مرتبہ جب کہ انہیں آگ جلائے گی وہ پھر پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ دنیاوی نعمتیں پانے والے جہنمی کو لایا جائے گا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا کہ اے انسان! تو نے کبھی عیش بھی دیکھی ہے یا تجھ پر کبھی انعامات کی بارش بھی ہوئی ہے؟ وہ کہے گا

نہیں بخدا اے اللہ رب العزت کبھی بھی نہیں۔ پھر دنیا میں سب سے زیادہ مصائب برداشت کرنے والے جنتی کو لایا جائے گا اور اسے جنت کا چکر لگوا کر پوچھا جائے گا اے انسان! تو نے کبھی تنگدستی دیکھی ہے یا تجھ پر کبھی مصائب بھی آئے تھے؟ وہ کہے گا نہیں بخدا اے اللہ رب العزت کبھی بھی میں نے تنگ دستی اور دکھ تکلیف نہیں دیکھے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ جہنمیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا وہ روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون روئیں گے یہاں تک کہ ان کے چہروں میں گڑھوں جیسے گڑھے ہوں گے کہ اگر میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ چلنے لگیں۔

ابو یعلیٰ کی حدیث ہے اے لوگو! روؤ، اگر تمہیں رونا نہیں آتا تو رونے کی سی صوت بناؤ کیونکہ جہنمی جہنم میں روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر ایسے بہیں گے جیسے ان کے رخسار، نہریں ہوں، پھر آنسو ختم ہو جائیں گے اور وہ خون روئیں گے تا آنکہ ان کی آنکھیں زخموں سے لہولہان ہو جائیں گی۔

☆☆☆

باب 110:

میزان اور صراط

ابوداؤد نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ روئیں تو حضور ﷺ نے پوچھا عائشہ! کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ میں جہنم کو یاد کر کے روئی ہوں، کیا آپ (ﷺ) قیامت کے دن اپنے گھر والون کو یاد رکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، میزان عمل کے وقت یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اس کا میزان ہلکا ہوا یا بھاری، نامہ اعمال کے اڑنے کے وقت، یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ اس کا صحیفہ اعمال دائیں ہاتھ میں آتا ہے یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے۔ اور جب پل صراط کو جہنم پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ یہ نہ جان ے کہ وہ اسے عبور کر سکتا ہے یا نہیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں انشاء اللہ ایسا کروں گا، میں نے عرض کی میں آپ ﷺ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کی کہ اگر میں پل صراط پر آپ ﷺ کو نہ پا سکوں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے میزان کے قریب تلاش کرنا، میں نے عرض کی کہ اگر میں آپ ﷺ کو میزان کے قریب بھی نہ پا سکوں تو میں کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر مجھے حوض کے قریب تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات کے علاوہ کہیں نہیں ہوں گا۔

حاکم کی روایت ہے کہ قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اگر اس میں وزن کیا جائے یا زمین و آسمان اس میں رکھ دئے جائیں تو وہ رکھے جاسکیں گے، تب فرشتے عرض کریں گے اے اللہ رب العزت! اس میں کس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا؟ رب تعالیٰ فرمائے گا اپنی مخلوق میں سے جس کے لئے چاہوں گا۔ فرشتے عرض کریں گے۔

سُبْحٰنَكَ مَاعَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

''پاک ہے تو، ہم تیری کما حقہ عبادت نہیں کر سکے۔''

اور پل صراط رکھا جائے گا جو استرے کی دھار جیسا ہوگا۔ فرشتے عرض کریں گے اسے کون عبور کرے گا ؟ رب تعالیٰ فرمائے گا کہ میری مخلوق میں سے جس کو میں چاہونگا۔ فرشتے عرض کریں گے۔

سُبْحٰنَكَ مَاعَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

''اے رب پاک ہے تو ہم کما حقہ تیری عبادت نہیں کر سکے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پل صراط کو جہنم کے اوپر رکھا جائے گا جو پتلی تلوار کی دھار کی طرح ہوگی جو پھسلنے کی جگہ ہوگی، اس پر آگ کے کانٹے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو اچک لے گی ،اس پر رکنے والا اس میں گرے گا اور کچھ تیز چلنے والے ہوں گے جن میں سے بعض بجلی کی طرح گزریں گے اور وہ اس سے گذر کر ہی رکیں گے، بعض اس سے ہوا کی طرح گزریں گے اور وہ اس سے گزر کر ہی رکیں گے، بعض اس سے ہوا کی طرح گزریں گے یہاں تک کہ وہ نجات پالیں گے، بعض گھڑ سوار کی طرح جائیں گے پھر بعض لوگ دوڑتے ہوئے آدمی کی طرح، پھر اس سے کچھ کم رفتار میں دوڑتے ہوئے، پھر پیدل چلنے والے آدمی کی طرح لوگ گزریں گے، پھر ان سب کے آخر میں ایسا آدمی گزرے گا کہ جسے آگ نے جھلسا دیا ہوگا اور تکلیف اٹھا کر آیا ہوگا، تب اللہ رب العزت اسے اپنی رحمت اور فضل و کرم کے طفیل جنت میں داخل کرے گا اور اسے کہا جائے گا کہ آرزو کر اور مانگ وہ شخص کہے گا تو رب العزت ہو کر مجھ سے مزاح کرتا ہے؟ پھر اسے کہا جائے گا کہ تمنا کر اور مانگ، یہاں تک کہ اس کی تمام تمنائیں ہی پوری ہو جائیں گی ، رب تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے وہ بھی ہے جو تو نے مانگا اور اس کے برابر اور بھی اس کے ساتھ ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے حضرت ام بشر انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے انشاء اللہ رب العزت ان لوگوں میں سے ، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

جھڑک دیا تو وہ بولیں۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا(مریم)

''تم میں سے کوئی نہیں مگر اس پر وارد ہونے والا ہے۔''

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا(مریم:۷۲)

''پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرنے۔''

جناب احمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جماعت نے ورود کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس میں مومن داخل نہیں ہوں گے اور بعض نے کہا ہے کہ تمام لوگ اس میں وارد ہوں گے، پھر اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو نجات دے گا جو تقویٰ رکھتا ہیں۔

بعض لوگوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تمام لوگ اس میں وارد ہوں گے۔

پھر انگلیوں کو کانوں کے قریب لے جا کر کہا کہ یہ دو بہرے ہوں اگر مین نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ ورود سے مراد دخول ہے، کوئی نیک اور برا باقی نہ رہے گا مگر سب اس میں داخل ہوں گے، تب وہ جہنم مومنوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ٹھنڈا اور سلامتی والا ہو جائے گا یہاں تک کہ اس آگ یا جہنم کے لئے آپ نے فرمایا مومنوں کی سردی کی وجہ سے فریاد نکلے گی پھر اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو نجات دے گا جو پرہیز گاری کرتے ہیں اور ظالموں کو جہنم میں گرا ہوا چھوڑ دے گا۔

حاکم کی روایت ہے کہ لوگ جہنم میں وارد ہوں گے اور اپنے اعمال کی بدولت اس سے نکلیں گے، پہلے بجلی کی طرح، پھر ہوا کی طرح، پھر گھڑ سوار کی طرح، پھر اونٹ سوار کی طرح، پھر دوڑتے ہوئے آدمی کی طرح اور پھر پیدل آدمی کی طرح نکلیں گے۔

☆☆☆

باب 111:

حضور ﷺ کا وصالِ مبارک

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب جدائی کی گھڑی قریب تھی، حضور ﷺ نے ہمیں دیکھا آپ ﷺ کی آنکھیں نمناک ہوگئیں، پھر فرمایا تمہیں خوشخبری ہو، تمہیں اللہ رب العزت نے زندگی دی، اللہ رب العزت نے تمہیں پناہ دی اللہ رب العزت نے تمہاری مدد فرمائی، میں تمہیں اللہ رب العزت سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اللہ رب العزت سے متعلق خبردار کرتا ہوں، بے شک میں تمہارے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے کھلا ہوا نذیر ہوں یہ کہ اللہ رب العزت کے شہروں اور بندوں میں اللہ رب العزت سے سرکشی نہ کرو موت قریب آئی اور اللہ رب العزت سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماوٰی اورلبریز جاموں کی طرف پلٹنا ہے پس تم اپنے نفسوں پر اور اس شخص پر جو میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہو میری طرف سے سلام کہو۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وصال کے وقت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد اور میری امت کا کون ہے؟ اللہ رب العزت نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوش خبری دے دو کہ میں انہیں امت کے بارے میں شرمندہ نہیں کروں گا اور انہیں اس بات کی بھی خوش خبری دے دو کہ جب لوگ محشر کے لئے اٹھائے جائیں گے تو وہ سب سے جلدی اٹھیں گے، جب وہ جمع ہوں گے تو میرا حبیب ان کا سردار ہوگا اور بے شک جنت دیگر امتوں پر اس وقت تک حرام ہوگی جب تک کہ آپ ﷺ کی امت اس میں داخل نہ ہوگی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ مجھے سات کنوؤں کے سات پانیوں سے غسل دو چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا تو آپ ﷺ نے راحت پائی

پھر باہر تشریف لے گئے لوگوں کو نماز پڑھائی شہدائے احد کے لئے بخشش کی دُعا کی، انصار کے لئے وصیت کی اور فرمایا۔

امابعد! اے گروہِ مہاجرین! تم بڑھتے جاتے ہو اور انصار اس دن والی ہیت پر باقی ہیں، وہ نہیں بڑھے ہیں، انصار میرے راز دار ہیں جن کی طرف میں نے پناہ لی ہے لہٰذا ان کے کریم یعنی نیک کی عزت کرو، ان کے برے سے درگزر کرو۔

پھر فرمایا بے شک بندہ کو دنیا اور اللہ رب العزت کے قرب کے درمیان اختیار دیا گیا تو اس نے اس چیز کو پسند کیا جو اللہ رب العزت کے ہاں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رودئے اور سمجھ گئے کہ اس بندہ سے مراد خود حضور ﷺ ہیں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! تسلی رکھو، ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد کی طرف کھلنے والے تمام گھروں کے دروازے بند کر دو کیونکہ میں ایسا کوئی آدمی نہیں جانتا جو دوستی میں میرے نزدیک ابوبکر سے افضل ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حضور ﷺ نے میرے گھر، میرے دن، میرے دل اور میرے حلقوم کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ رب العزت نے موت کے وقت میرے اور آپ ﷺ کے لعابِ دہن کو جمع کیا، میرے گھر میرا بھائی عبدالرحمٰن آیا، اس کے ہاتھ میں مسواک تھی، حضور ﷺ مسواک کی طرف دیکھنے لگے، میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک پسند فرماتے ہیں لہٰذا میں نے کہا یہ آپ ﷺ کے لئے لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر سے اشارہ فرمایا ہاں چنانچہ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لے لی اور حضور ﷺ کے دہنِ اقدس میں دے دی مگر وہ آپ ﷺ کو سخت محسوس ہوا تو میں نے کہا کہ میں اسے آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے ہاں، فرمایا چنانچہ میں نے اسے نرم کیا اور حضور ﷺ کے سامنے پانی کا برتن رکھا تھا، آپ ﷺ اس میں ہاتھ داخل کرتے تھے اور فرماتے:

لا الہ الا اللہ۔

البتہ موت کے لئے سکرات ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند فرمایا اور فرمانے لگے۔

''الرفیق الاعلیٰ، الرفیق الاعلیٰ''

تب میں نے عرض کی بخدا آپ ﷺ نے ہمیں ترجیح نہیں دی ہے۔

حضرت سعید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی طبع شریف میں گرانی بڑھتی جارہی ہے تو وہ مسجد کے اردگرد آ گئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں انصار کے ارادہ اور خوف کے متعلق بتایا پھر حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے وہی بات عرض کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ سے بھی وہی بات عرض کی جو پہلے کر چکے تھے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک لمبا کیا اور فرمایا اسے پکڑو، پس انہوں نے آپ ﷺ کو تھام لیا اور آپ ﷺ نے پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہمیں ڈر ہے کہ آپ ﷺ وصال فرما جائیں گے۔ ان کی عورتیں اپنے جوانوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس جمع ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو بلانے لگیں، چنانچہ حضور ﷺ اٹھے اور حضرت علی اور حضرت فضل رضی اللہ عنہم اجمعین کا سہارا لے کر چلے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے آگے تھے، حضور ﷺ سرانور لپیٹے ہوئے نکلے آپ ﷺ کے پیر مبارک گھٹے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر شریف کی سب سے نچلی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے لوگ آپ ﷺ کی طرف اٹھ آئے۔ آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری موت سے خوفزدہ ہو، گویا تم موت کو نہیں پہچانتے اور تم اپنے نبی کی موت کو اچھا نہیں سمجھتے کیا میں نے اور تمہارے نفسوں نے تمہیں موت کی خبر نہیں دی؟ کیا مجھ سے پہلے مبعوث ہونے والے انبیائے کرام میں سے کوئی نبی ہمیشہ رہا کہ میں بھی ہمیشہ رہوں؟ باخبر ہو جاؤ میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اس سے ملنے والے ہو، میں تمہیں مہاجرین اولین کے متعلق نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور میں مہاجرین کو ایک دوسرے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۰ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر:۱تا۳)

''اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔''

اور تمام امور اللہ رب العزت کی منشاء سے پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں، تمہیں کسی کام کی دیر، عجلت پسندی پر آمادہ نہ کرے کیونکہ اللہ رب العزت کسی کی عجلت سے عجلت نہیں کرتا اور جس نے اللہ رب العزت کو غالب مانا، وہ خود غالب ہوا اور جس نے اللہ رب العزت سے فریب کیا اس نے خود سے فریب کیا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ مِنْ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ

(محمد:۲۲)

''تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔''

رحمت دو عالم ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا۔ اور میں تمہیں انصار سے نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہی ہیں جنہوں نے (مدینہ طیبہ) ہجرت کے گھر میں ٹھکانا بنایا ہے اور تم سے پہلے ایمان لائے ہیں، تم ان سے احسان کرو کیا انہوں نے تمہارے لئے پھلوں کو دو حصے نہیں کیا؟ کیا انہوں نے اپنے گھروں کو تمہارے لئے وسیع نہیں کیا؟ کیا انہوں نے تمہیں خود پر ترجیح نہیں دی حالانکہ وہ خود تنگ دست تھے؟ باخبر رہو جو شخص اس بات کا والی بنایا جائے کہ وہ دو آدمیوں میں فیصلہ کرے پس چاہئے کہ وہ ان کے نیک کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔ باخبر ہو جاؤ ان پر خود کو ترجیح نہ دو!

باخبر رہو میں تمہارے لئے پہلے جانے والا ہوں اور تم مجھے ملنے والے ہو، باخبر رہو تمہارے اترنے کی جگہ میرا حوض ہے میرا حوض شام کے شہر بصرہ اور صنعا یمن کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے، اس میں کوثر کے پرنالے سے ایسا پانی انڈیلا جاتا ہے جو دودھ سے زیادہ سفید، مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس نے اس سے پی لیا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا، اس کی کنکریاں موتیوں کی اور اس کی زمین مشک کی ہے، کل کھڑے ہونے کے

دن جو اس سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

باخبر ہو جاؤ جو یہ پسند کرتا ہے کہ کل میرے پاس آئے اسے چاہیے کہ وہ ناجائز باتوں سے اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا نبی اللہ! قریش کے لئے وصیت کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں اس بات کے لئے قریش کو وصیت کرتا ہوں لوگ قریش کے تابع ہیں، ان کا بھلا ان کے بھلے کے لئے اور ان کا بُرا ان کے بُرے کے لئے ہے، اے آلِ قریش! لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو، اے لوگو! گناہ نعمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں اور قسمت کو بدل دیتے ہیں لہٰذا جب لوگ نیک ہوتے ہیں تو ان کے حاکم بھی نیک ہوتے ہیں اور جب لوگ نافرمانیاں کرتے ہیں تو وہ نافرمان قرار پاتے ہیں یعنی ان کے حاکم ظالم ہوتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے کہ۔

وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا (الانعام:۱۳۰)

''اور یونہی ہم ظالموں میں سے ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کیے کا۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابوبکر پوچھو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وقت قریب آ گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وقت قریب آ گیا ہے اور بہت ہی قریب آ گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ رب العزت کے نبی! جو کچھ اللہ رب العزت کے ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک ہو، کاش ہم اپنے ٹھکانے کو جانتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت کی طرف سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماویٰ کی طرف، پھر فردوسِ اعلیٰ کی طرف، شراب طہور سے بھرے ہوئے پیالے اور رفیق اعلیٰ کی جانب مبارک زندگی اور حفظ الٰہی کی امان میں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ رب العزت کے نبی! آپ کے غسل کے لئے انتظام کس کا ہوگا؟ فرمایا میرے قریبی، پھر ان کے قریبی، انہوں نے عرض کی ہم آپ کو

کن کپڑوں کا کفن دیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے ان کپڑوں، یعنی چادر اور سفید مصری چادر میں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہم آپ ﷺ پر نماز کیسے پڑھیں؟ چنانچہ ہم رو پڑے اور وہ بھی رودئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا چھوڑو، اللہ رب العزت تمہیں بخشے اور تمہارے نبی سے تمہیں بہتر جزا دے۔ جب تم مجھے غسل دے لو، کفن پہنا لو تو مجھے میرے اس گھر میں میری چارپائی پر میری قبر کے کنارے رکھ دینا، پھر تم کچھ دیر کے لئے مجھے تنہا چھوڑ کر باہر نکل جانا سب سے پہلے اللہ رب العزت مجھ پر رحمت بھیجے گا، وہ جو تم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، پھر فرشتوں کو مجھ پر درود کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے اللہ رب العزت کی مخلوق میں سے جبریل علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور وہ مجھ پر درود پڑھیں گے، پھر میکائیل پھر اسرائیل اور پھر ایک کثیر جماعت کے ساتھ عزرائیل (علیہم السلام) درود پڑھیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے اور اس کے بعد گروہ در گروہ مجھ پر داخل ہونا اور گروہوں کی صورت میں مجھ پر صلوٰۃ پڑھنا اور خوب سلام بھیجنا اور مجھے گھر بھر کر، آوازیں بلند کر کے، چیخ و پکار سے تکلیف نہ دینا اور چاہے کہ تم میں سے امام سب سے پہلے آئے اور میرے قریبی گھر والے، پھر ان سے قریب والے، پھر عورتوں کی جماعتیں اور پھر بچوں کی جماعتیں آئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو قبر انور میں کون اتارے گا؟ فرمایا میرے انتہائی قریبی گھر والوں کی جماعت، پھر ان سے قریبی، فرشتوں کی کثیر تعداد کے ساتھ، تم انہیں نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تمہیں دیکھتے ہیں، کھڑے ہو جاؤ اور میرے بعد آنے والوں تک پہنچا دو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس دن حضور ﷺ نے وصال فرمایا، لوگوں نے دن کے ابتدائی حصہ میں آپ ﷺ کی طبیعت کو ہلکا پایا چنانچہ وہ خوشی خوشی اپنے گھروں اور کاموں کے لئے لوٹ گئے اور آپ ﷺ کو عورتوں کے درمیان تنہا چھوڑ گئے، ہم اسی طرح خوش و مسرت میں تھے کہ اتنی خوشی ہمیں پہلے کبھی نہیں ملی تھی، اچانک حضور ﷺ نے فرمایا تم سب عورتیں باہر چلی جاؤ کیونکہ یہ فرشتہ مجھ سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے، چنانچہ گھر سے میرے سوا سب عورتیں باہر چلی گئیں اور آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود

میں تھا، آپ ﷺ بیٹھ گئے اور میں گھر کے ایک کونے میں ہو گی۔

اس فرشتہ نے طویل سرگوشی کی، پھر حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور اسی طرح سر مبارک میری گود میں رکھ دیا اور عورتوں سے فرمایا کہ اندر آجاؤ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ مجھے یہ آہٹ جبریل کی نہیں لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عائشہ! یہ ملک الموت تھا جو میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا کہ اللہ رب العزت نے مجھے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میں آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر آپ ﷺ کے پاس نہ آؤں اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو اندر آؤں اور اللہ رب العزت نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر روح مقدس کو قبض نہ کروں۔ اب آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ چنانچہ میں نے کہا ابھی ٹھہرو تا آنکہ میرے جبریل آجائے یہ جبریل کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم پر ایسا امر وارد ہوا کہ جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی رائے تھی ہم سب خوفزدہ وہ کر خاموش تھے، گویا اہل بیت میں سے کوئی ایک بھی اس عظیم امر کی وجہ سے بول نہیں سکتا تھا اس کی ہیبت نے ہمارے جسموں کو خون سے بھر دیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس ساعت میں جبریل امین حاضر ہوئے میں نے ان کی آہٹ کو پہچان لیا، گھر والے باہر نکل گئے، جبریل اندر داخل ہوئے اور عرض کی اے نبی (ﷺ)! اللہ رب العزت آپ ﷺ پر سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں حالانکہ وہ آپ ﷺ کے متعلق آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے لیکن اللہ رب العزت کا ارادہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت و وقار میں اضافہ فرمائے اور مخلوق پر آپ ﷺ کی عزت و وقار پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اور آپ ﷺ کی امت میں مثال ہو جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رنج و درد پاتا ہوں، جبریل نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو خوشخبری ہو کہ اللہ رب العزت نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو ان انعامات میں پہنچائے جو اس نے آپ ﷺ کے لئے تیار کئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبریل ملک الموت نے مجھ سے اجازت چاہی اور مجھے یہ بات بتلا گیا ہے۔ جبریل نے عرض کی اے محمد (ﷺ)! آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کے دیدار کا مشتاق ہے، کیا اس نے آپ ﷺ کو

نہیں بتایا کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ سے کس چیز کا ارادہ فرماتا ہے بخدا ملک الموت نے ہرگز کسی سے کبھی بھی اجازت طلب نہیں کی، اور نہ ہی وہ آئندہ کسی سے اجازت طلب کرے گا باخبر ہو جایئے! اللہ رب العزت آپ ﷺ کو عزت وشرف کو پورا فرمانے والا ہے اور وہ آپ ﷺ کا مشتاق ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تبتو میں اس وقت تک چین نہیں پاؤں گا جب تک کہ اللہ رب العزت کے حضور نہ پہنچ جاؤں آپ ﷺ نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے قریب آؤ چنانچہ وہ آپ ﷺ پر گر گئیں حضور ﷺ نے ان سے سرگوشی فرمائی جب انہوں نے سر اٹھایا تو ان کی آنکھیں نمناک تھیں اور وہ شدتِ غم سے کلام نہ کر سکتی تھی، پھر فرمایا اپنا سر میرے قریب کرو چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر آپ ﷺ سے لپٹ گئیں آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی فرمائی اور جب انہوں نے سر اٹھایا تو ہنس رہی تھیں اور بات کرنے کی تاب نہ تھی۔

ہم نے جب یہ عجیب بات دیکھی تو ہم نے بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے جب یہ خبر دی کہ میں آج وصال کرنے والا ہوں تو میں رو دی اور پھر جب آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ رب العزت سے دُعا کی کہ وہ تجھے میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھ سے ملائے گا اور تمہیں میرے ساتھ رکھے گا تو میں ہنس دی۔

پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں کو بلایا اور انہیں پیار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ملک الموت آئے انہوں نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ ملک الموت نے عرض کی کہ میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اب میرے رب کے پاس لے چلو۔ ملک الموت نے عرض کی کہ آج (آپ ﷺ کی اجازت سے) ایسا ہی ہوگا اور آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کا مشتاق ہے اور میں نے آپ ﷺ کے سوا کسی اور کے پاس بار بار آمد ورفت نہیں کی اور آپ ﷺ کے سوا مجھے کسی کے پاس جانے کی اجازت لینے کا حکم نہیں ملا لیکن آپ ﷺ کی ساعت آپ ﷺ کے سامنے ہے اور وہ نکل گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ آخری پیغامات تھے جو زمین پر بھیجے گئے، اب ہمیشہ کے لئے سلسلہ وحی منقطع کر دیا گیا ہے اور دنیا لپیٹ دی جائے گی اور زمین میں میرے لئے آپ ﷺ کے بغیر اور کوئی حاجت نہیں اور زمین میں آپ ﷺ کے پاس آنا ہی میری ضرورت تھی اور میں اپنے مقام پر رہوں گا اور وہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا بخدا جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں حضور ﷺ کے پاس گئی اور آپ ﷺ کا سر انوار اپنے سینہ پر رکھ کر اسے تھام لیا اور آپ ﷺ پر غنودی سی طاری ہونے لگی اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ میں نے ایسا پسینہ کسی انسان کی پیشانی پر نہیں دیکھا، پھر یہ پسینہ مبارک بہنے لگا اور میں نے اس سے زیادہ عمدہ خوشبو کسی چیز میں نہیں پائی۔ پس میں کہنے لگی جونہی آپ ﷺ کو افاقہ ہوا میرے ماں باپ اور جان و گھر آپ ﷺ قربان ہوں، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ کیوں جاری ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! مومن کا نفس پسینہ میں نکلتا ہے اور کافر کی جان دونوں باچھوں سے گدھے کی طرح نکلتی ہے پھر ہم لوگ گھبرا گئے اور اپنے گھر والوں کی طرف آدمی بھیجے پس سب سے پہلا آدمی جو ہمارے پاس آیا اور حضور ﷺ کو نہ پایا میرا بھائی تھا جسے میرے باپ نے میری طرف بھیجا تھا چنانچہ حضور ﷺ نے کسی کے آنے سے قبل وصال فرمایا۔

اللہ رب العزت نے مردوں کو اس لئے روک دیا تھا کہ اس وقت جبریل و میکائیل حضور ﷺ کی خدمت میں تھے گویا آپ ﷺ کو اختیار دیا جا رہا تھا اور جب آپ ﷺ کلام کرتے تو فرماتے نماز، نماز، تم ہمیشہ ایک دوسرے کے معاون رہو گے جب تک تم سب پڑھتے رہو گے نماز، نماز گویا حضور ﷺ یہ وصیت کرتے ہوئے جہان سے تشریف لے گئے کہ نماز نہیں چھوڑنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے سوموار کے دن چاشت اور عین دوپہر کے درمیانی وقت میں وصال فرمایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے سوموار کے دن تنہا مصیبت نہیں دیکھی بخدا اس دن امت کو بہت مصائب ملے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو لوگ ٹوٹ پڑے اور ان کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور فرشتوں نے دو کپڑوں میں حضور ﷺ کو لپیٹ دیا۔ لوگوں نے بہت اختلاف کیا، بعض نے آپ ﷺ کی موت کو جھٹلایا اور بعض لوگ گونگے بن کر رہ گئے اور طویل مدت کے بعد بولنے لگے اور بعض کی حالت خلط ملط ہوگئی اور انہوں نے بغیر کسی بیان کے باتیں کرنا شروع کیں اور بعض اپنی عقول لے کر بیٹھ گئے اور دوسروں کو بھی بٹھا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی موت کا انکار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھنے والوں میں سے تھے اور حضرت عثمان بن غفان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو گونگے ہو کر رہ گئے۔

مسلمانوں میں سے کسی ایک کا حال بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسا نہیں تھا، اللہ رب العزت نے انہیں توفیق مرحمت فرمائی اور گفتار و کردار کی راستی بخشی اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے بہت گھبرا گئے یہاں تک کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے البتہ حضور ﷺ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور آپ ﷺ نے تمہیں اپنی موجودگی میں کہہ دیا تھا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ

(سورہ الزمر: ۳۰، ۳۱)

”بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی اور انحالیکہ وہ بنوالحارث بن الخزرج کے ہاں تھے وہ آئے اور حضور ﷺ کے پاس داخل ہوئے آپ ﷺ کی طرف دیکھا پھر آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ پر جھک گئے چوما اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھائے گا پس البتہ بخدا رسول خدا ﷺ رحلت فرما گئے ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ

لوگوں کی طرف آئے اور کہا اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے پس بے شک محمد ﷺ رحلت فرما گئے ہیں اور جو شخص محمد ﷺ کے رب کی عبادت کرتا ہے تو اس کا رب زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا فرمانِ الٰہی ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

''اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔''

گویا لوگوں نے اس دن سے پہلے یہ آیت نہیں سنی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ حضور ﷺ کے گھر داخل ہوئے درانحالیکہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیج رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ان کی ہچکی بندھی ہوئی تھی جیسے پانی سے بھرا ہوا گھڑا چھلتا ہے اور انہوں نے اس کے باوجود قول و فعل میں صبر کا دامن نہ چھوڑا، پس وہ حضور ﷺ پر جھک گئے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا آپ ﷺ کی پیشانی اور رخساروں کو چوما آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ہاتھ پھیرا اور رونا شروع ہوگئے اور کہنے لگے میرے ماں باپ جان اور گھر بار آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ زندگی اور موت دونوں میں ظاہر و پاکیزہ ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال سے وہ سلسلہ منقطع ہوگیا ہے جو دیگر انبیائے کرام سے منقطع نہیں ہوا تھا آپ ﷺ ہر وصف سے بالاتر اور رونے دھونے سے برتر ہیں۔ آپ ﷺ تسلی کا باعث ہو گئے آپ ﷺ کا جود و کرم سب کو عام ہے۔ اگر آپ ﷺ کا وصال آپ ﷺ کے اپنے ایثار سے نہ ہوتا تو ہم مر جاتے اور اگر ہمارے رونے سے کچھ ہوسکتا تو ہم آپ ﷺ پر اپنی آنکھوں کا پانی خشک کر دیتے بہرحال ہم جس چیز کو اپنے سے الگ نہیں کر سکتے وہ غم اور آپ ﷺ کی یاد ہے جو ہمیشہ برقرار نہیں رہیں گے۔ اے اللہ رب العزت! ہمارا یہ پیغام اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دے۔

اے محمد (ﷺ)! آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں اور اپنے دل میں ہمارا خیال رکھیں، آپ اگر سکون کے اسباب مہیا نہ فرماتے تو وحشت کی وجہ سے ہم میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکتا۔ اے اللہ رب العزت! تو اپنے نبی کی خدمت میں ہمارے یہ جذبات پہنچا دے اور ان کا فضل و کرم ہمارے شاملِ حال فرما، یہ ہے وہ جو ہماری طاقت میں

ہے اور یہ میں ہمارے جذبات واحساسات، خدا کرے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے اس حسنہ عمل پر پیرا ہوں ہم اللہ رب العزت سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں کو نیکیوں میں تبدیل فرمائے گا اور ایمان کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں شرف باریابی عطا فرمائے گا خالق عالم کی ذاتِ گرامی ہی بہترین مسول اور اعلیٰ ترین امیدوں کا ملجا و ماوی ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆



مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

بالمقابل صفد پلازہ اُردو بازار
محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور
091-2580103 | 0311-8845717

الجنت پبلشرز
0333-9385921